أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

بھلا کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں

نقوشِ قرآن

قرآن کریم کی جملہ سورتوں، رکوعات اور منتخب آیات کا آسان، عام فہم اور دلنشین خلاصہ

جلد 3

سورۃ العنکبوت تا سورۃ الناس



تالیف
شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

مکتبہ رشیدیہ
جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

بھلا کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں

نقوشِ قرآن

قرآن کریم کی جملہ سورتوں، رکوعات اور منتخب آیات کا آسان، عام فہم اور دلنشین خلاصہ

جلد 3

سورۃ العنکبوت تا سورۃ الناس



تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

مکتبہ رشیدیہ

جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد: 24)

بھلا کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر اُن کے تالے پڑے ہوئے ہیں

نقوشِ قرآن

قرآن کریم کی جملہ سورتوں، رکوعات اور منتخب آیات کا آسان، عام فہم اور دلنشین خلاصہ

جلد 3

سورۃ العنکبوت تا سورۃ الناس

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی

مکتبہ رشیدیہ
جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

نام کتاب: نقوشِ قرآن جلد 3

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا زُبیر احمد صدیقی حفظہ اللہ

اشاعتِ اوّل: شعبان 1443ھ

ناشر: جامعہ فاروقیہ شجاع آباد، ملتان، پاکستان

ملنے کا پتہ: جامعہ فاروقیہ، پُرانا ملتان روڈ، شجاع آباد، ضلع ملتان

رابطہ نمبرز: 061-4396067, 0322-6102570

0301-6361990, 0300-4396067

محترم قارئین! اپنی بساط کے مطابق بھرپور توجہ سے پُروف ریڈنگ کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے، پھر بھی انسان کمزور ہے اور غلطی کا امکان موجود ہے، قارئین مطلع فرمادیں تو آئندہ درستگی ہو سکتی ہے۔ (ادارہ)

اللهم
صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم
إنك حميد مجيد

اللهم
بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم
إنك حميد مجيد

بسم الله الرحمن الرحيم

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اجمالی فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قرآنِ کریم حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی جانب آخری پیغام اور زندگی گزارنے کا بہترین دستور ہے، دُنیاوآخرت کی جملہ فوز وفلاح اسی سے وابستہ ہیں۔قرآنِ کریم ہی آئین وقانون، دستور ومنشور، علم وعمل، موعظت وہدایت، شفااور سکون ہے۔عقیدہ وفکر سے لے کرعمل وآداب اور حُسنِ معاشرت تک سبھی کچھ قرآنِ کریم میں ہے۔اسی سے عبادات، معاملات، اخلاق وآداب، انفرادی، گھریلو اور اجتماعی زندگی وابستہ ہے۔ نظامِ مملکت، نظامِ عدل، نظامِ معیشت، نظامِ معاشرت، نظامِ اُسرَۃ (خاندانی نظام)، قوموں کا عروج وزوال، تاریخِ عالم، انسانیت کا ماضی، حال اور مستقبل، دُنیا، برزخ، آخرت، حیوانات، نباتات، جمادات، نُوری، خاکی، ناری، جنّت، جہنّم، خوفِ خدا، تقویٰ، پرہیزگاری، انبیاء ورُسل علیہم السلام کے حالات، صالحین وابرار، سیّئین وفجار، اسبابِ ترقّی اوراَسبابِ تنزّلی وغیرہ کے تذکرے بھی اسی میں موجود ہیں۔

قرآنِ کریم وحیٔ اِلٰہی بھی ہے اور کلامِ اِلٰہی بھی۔ یہ حق تعالیٰ کی شانِ جلال اور شانِ جمال کا مظہر ہے۔ بصورتِ قرآن، اللہ تعالیٰ بندوں سے ہم کلام بھی ہے اور تجبیہ وتسلّی کناں بھی۔قرآن ذکر، فکر، لذّت آشنائی، معرفتِ اِلٰہی، حقوق العباد، باعثِ رحم انسانیت اور اِطمینانِ قلب ہے، تبھی تو حق تعالیٰ نے جابجا اس کتاب کو پڑھنے، سمجھنے، وابستہ ہونے، عمل کرنے اور اس کتاب کو اَپنانے کا حکم دیا۔اسی کے ساتھ عزّتوں اور علم وعمل کے نُور کو وابستہ کیا، جبکہ اس سے اِنحراف کی صورت میں ذِلتیں اور جہالت کے اندھیرے مقدر فرمائے۔اسی سے علم کے موتی اور عمل کے سانچے نمودار ہوتے ہیں۔اسی سے مفلوک الحال طبقات کی ڈھارس اور خوش حال لوگوں کی خوش حالی جڑی ہوئی ہے۔اسی لیے اس کا حق ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے، سمجھا جائے، اس کی گہرائیوں میں اُترا جائے، عمل کیا جائے، اپنایا جائے، اس وفادار کلام سے دوستی کر کے قبر وحشر میں اسی کی رفاقت حاصل کی جائے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآنِ کریم کے ساتھ حریص تھے، ہر مَرد وزَن نے قرآنِ کریم کو اَپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ان کا سب سے بڑا مشغلہ اِشتغال بالقرآن تھا۔حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب گھروں کو لوٹ کر آتے تو ان کی اَزواج واَولاد ان سے یہ سوال کرتی کہ آج وحی کا کون سا حصّہ اُترا ہے؟ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تفصیلی قصہ "صحیح بخاری" میں مذکور ہے:

آپ نے ایک انصاری صحابی سے یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ جب کسی وجہ سے وہ انصاری خدمتِ نبوی میں

نہ جاسکتا تو حضرت عمرؓ اس دن حاضرِ خدمت ہوتے، اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی میں حاضری سے معذور ہوتے تو انصاری دوست مجلسِ رسول میں حاضر ہوتے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو اس دن اُترنے والا قرآنِ کریم کا حصہ سکھاتے۔ (صحیح بخاری: ۵۱۹۱)

اسی قرآنِ کریم کو سُن کر عتبہ بن ربیعہ جیسا متعصب کافر کا دل بھی اسلام کی جانب مائل ہونے لگا تھا۔ لیکن ابو جہل اس کے اسلام کے راستے میں رُکاوٹ بن گیا تھا۔ سیدنا اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ پر قرآنِ کریم کی تلاوت سُن کر گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمولِ مبارک تھا کہ وہ قرآنِ کریم سے راہنمائی کے حصول کے لیے میدانِ جہاد میں آیاتِ جہاد بالخصوص سورتِ انفال کی تلاوت کرتے، کاروبار میں آیاتِ تجارت، عبادت میں آیاتِ خشوع وخضوع، عدالتوں میں آیاتِ عدل وانصاف، موعظت میں آیاتِ خوف ورجاء، اور اسی طرح ہر موقع پر اس کی مناسبت سے آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرماتے، ان کا عمومی مزاج گھروں میں تلاوتِ قرآنِ کریم اور تفکر وتدبر قرآنِ کریم کا تھا۔

رات بھر میں ختمِ قرآنِ کریم ان کا محبوب مشغلہ ہوتا۔ قرآنِ کریم سے اس گہرے تعلق کی وجہ سے ان کی زندگیاں مبارک ہوگئیں۔ اس زمانے کا عمومی ماحول خیر وبرکت کا تھا، وہ حضرات ایک دوسرے سے ملاقات میں قرآنِ کریم کی تلاوت کی مقدار کا سوال کرتے۔ جوں جوں زمانہ بدلتا گیا، اہلِ ایمان کا قرآنِ کریم سے تعلق بھی کمزور ہوتا گیا، جس کی وجہ سے آج نہ تو عمل بالقرآن رہا اور نہ ہی مسلمانوں کی عزت وعظمت باقی رہی!

اہلِ اسلام کو اپنی عظمتِ رفتہ کے حصول کے لیے پھر سے اِنفرادی واجتماعی طور پر قرآنِ کریم کو اَپنانا ہوگا، اپنے اِنفرادی وجود سے لے کر اپنی ریاست تک کو قرآنِ کریم کی برکات سے آراستہ کرنا ہوگا۔ قرآنِ کریم سے صحیح معنوں میں استفادہ تبھی ممکن ہے، جب اسے خوب سمجھا جائے، اس میں تدبر کیا جائے، اس کے علوم ومعارف تک رسائی حاصل کی جائے۔

''نقوشِ قرآن'' اسی اہم مقصد کی جانب ایک قدم ہے۔ یہ کتاب نہ تو باقاعدہ تفسیر ہے، اور نہ ہی نکات سے لبریز کوئی علمی تحقیق، بلکہ عوام الناس میں بیان کیے گئے دُروس کا مجموعہ ہے۔ ۴۲-۱۴۴۱ھ بمطابق 2020-21ء کرونا کی صورتِ حال اور اپنی علالت کی وجہ سے مسلسل دو سال رمضان المبارک میں گھر میں قیام کا موقع ملا تو اسی فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے مسجد الرشید، جامعہ فاروقیہ، شجاع آباد میں عوام الناس کے سامنے، رمضان المبارک کی راتوں میں روزانہ کی تلاوت کی گئی منزل کا خلاصہ بیان کرنے کی سعادت نصیب ہوتی۔

عزیزم مولانا محمد عمیر صدیقی زید شرفہٗ اور ان کے رُفقاء نے حد درجہ محنت کرتے ہوئے ان دُروس کی نہ صرف ریکارڈنگ کروائی، بلکہ آن لائن نشر بھی کیا۔ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ میں کرونا کی وجہ سے تعلیم وتدریس کا سلسلہ موقوف تھا، اَحباب کو ریکارڈنگ سے کاغذ پر منتقل کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ جامعہ کے بعض طلبہ واساتذۂ کرام نے یہ کام شروع کیا۔ اس تحریری کام کا ایک حصہ مولانا مفتی محمد عامر شعیب زید مجدہٗ، اور دوسرا حصہ حضرت مولانا مفتی محمد وقاص زید مجدہٗ نے دیکھنا شروع کیا۔ یہ حضرات تحریر کو دُرست کرتے، عناوین دیتے اور حوالہ وغیرہ کی تخریج کرکے عاجز کو پیش کرتے، عاجز

نظرِ ثانی کرتا۔ یوں رفتہ رفتہ کام جاری رہا۔ عید الاضحیٰ ۱۴۴۱ھ کے بعد تعلیم کا آغاز ہوا تو کام میں تعطل آ گیا۔ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ سے جامعہ کے فاضل مولانا مفتی محمد ہارون خان سلّمہٗ کی صرف اسی کام کے لیے تقرری کی گئی۔ انہوں نے ماشاء اللہ آخری حصے کا بقیہ کام مکمل کیا، اور عاجز نے اسے حرف بہ حرف دیکھا، اور مناسب ترامیم و اضافے کیے۔ پہلے حصے پر بھی دوبارہ کام شروع کیا گیا تاکہ دونوں حصوں میں موافقت پیدا ہو جائے۔ یہ کام بحمد اللہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

شروع میں کتاب ایک جلد میں لانے کا خیال تھا، لیکن بڑھتے ہوئے صفحات کے ساتھ خیال ہوا کہ دو جلدوں میں کتاب کی طباعت کرائی جائے۔ لیکن جب کام مکمل ہوا تو اندازہ ہوا کہ کتاب تین جلدوں میں طبع کی جائے تو مناسب ہوگا۔

چنانچہ کتاب کی **پہلی جلد** "**سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانفال**"

دوسری جلد "**سورۃ التوبہ تا سورۃ القصص**"

اور **تیسری جلد** "**سورۃ العنکبوت تا آخرِ قرآنِ کریم**" طبع کی جا رہی ہے۔

"نقوشِ قرآن" عام آدمی کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کا اُسلوب سادہ لیکن علمی رکھا گیا ہے۔ ہر سورت کا نمبر، ضروری تعارف، فضائل اور سابقہ سورت کے ساتھ ربط ذکر کرنے کا اِلتزام کیا گیا ہے۔ سورت کا مرکزی خیال اور عمومی مضامین چند سطروں میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں کہ چند منٹوں میں سورت کا اِجمالی خلاصہ ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اِجمالی خلاصہ کے بعد تفصیلی خلاصہ آیاتِ قرآنیہ کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔ آیاتِ قرآنیہ بالاستیعاب تو مذکور نہیں، تاہم سورت کی بیشتر اور اہم و مقصودی مضامین پر مشتمل آیات اور ان کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے۔ آیات کے شانِ نزول، فضائل، عبر و حکم، قصصِ قرآنیہ، علمی لطائف، بعض تحقیقی مباحث وغیرہ بھی شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر سورت کے آخر میں سورت سے حاصل ہونے والے "اہم دُروس" کے عنوان سے پوری سورت کے اہم مضامین کو ایک بار پھر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اِن شاء اللہ! عوام الناس کے ساتھ علمائے کرام و مدرّسینِ عظام کے لیے بھی دُروسِ قرآن میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

حق تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُس کی بارگاہ میں یہ کتاب قبول اور عوام الناس کے لیے نافع ہو۔ حق تعالیٰ عاجز اور عاجز کے رُفقاء کے لیے اس خدمت کو باعثِ عمل، باعثِ نجات اور آخرت کا ذخیرہ فرمائیں۔

والسلام

زُبیر احمد صدیقی عفی اللہ عنہ

خادم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

مدیر ماہنامہ "صدائے فاروقیہ" شجاع آباد

۹ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

بمطابق 11 فروری 2022ء

محمد رسول الله

اللهم صل على سيدنا محمد وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، اور مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی تھی جب مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے پچاسی (۸۵) نمبر پر ہے، جبکہ قرآنی ترتیب کے اعتبار سے انتیس (۲۹) نمبر پر ہے، اس کے سات رُکوع ہیں اور انہتر (۶۹) آیات ہیں۔

وجہِ تسمیہ

عنکبوت دراصل مکڑی کو کہا جاتا ہے، اس سورت کا نام سورۃ العنکبوت اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں اللہ ربّ العزّت نے شرک کی مثال مکڑی کے جالے سے دی ہے، جیسے مکڑی کا جالا بہت کمزور ہوتا ہے، ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح ایک مشرک انسان جن جھوٹے معبودوں کو پکارتا ہے وہ بھی اس کی مدد نہیں کرسکتے، بلکہ وہ تو اپنا دفاع بھی نہیں کرسکتے، مکڑی کے جالے کی طرح وہ بھی بالکل بے بس اور لاچار ہیں۔

ماقبل سے ربط

پچھلی سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے دین پر چلنے والوں پر مصائب اور مشکلات آنے کا ذکر کیا، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے اور انہیں برداشت کرنے کا درس دیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "ہر اُمّت میں فتنوں اور آزمائشوں کا آنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف اقسام کی آزمائشوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں، تاکہ یہ ظاہر ہوسکے کہ یہ دین پر کس حد تک قائم ہیں۔

ان آزمائشوں میں درج ذیل آزمائشیں شامل ہیں:

۱: والدین کی طرف سے آزمائش، جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ'' (العنکبوت:۸)

۲: کبھی لوگوں کی طرف سے دھمکی یا تکلیف اور تعذیب کی صورت میں آزمائش آتی ہے، اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ'' (العنکبوت:۱۰)

۳: کبھی شہوات اور نفسانی خواہشات کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے، اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ڏ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ'' (العنکبوت:۲۸،۲۹)

۴: کبھی طاقت دے کر آزمایا جاتا ہے، کہ طاقت کا استعمال صحیح طور پر کیا جاتا ہے یا ناجائز مقام پر، جیسے اس آیت میں ذکر ہے: ''وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝'' (العنکبوت:۳۸)

۵: کبھی علم کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے، مثلاً فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝'' (العنکبوت:۴۷)

۶: کبھی دنیوی زندگی کی رنگینیوں کے ذریعہ آزمایا جاتا ہے، اس کا ذکر اس آیت میں ہے: ''وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ'' (العنکبوت:۶۴)

۷: کبھی امن وامان کی نعمت دے کر آزمایا جاتا ہے کہ ان حالات میں وہ اللہ ربّ العزّت کو یاد کرتے ہیں یا اسے بھول جاتے ہیں، جیسا کہ ان آیات میں ذکر ہے:

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ڔ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝

۲- اس سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد بھی مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

الۗمّۗ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

''الۗمّۗ'' یہ حروف مقطعات میں سے ہے، جن کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

ان آیات کا شانِ نزول وہ صحابہ کرام ہیں جو مکہ مکرمہ میں کُفّار کے ہاتھوں ستائے گئے، ان پر مختلف قسم کے تشدد کیے گئے، ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، جیسے حضرت خباب بن ارت ؓ ایک صحابیٔ رسول تھے، جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو کُفّارِ مکہ نے انہیں دہکتے انگاروں پر لٹادیا، ایسے ہی حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ، نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہم پر بھی تشدد کیا جاتا، تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی کہ کُفّارِ مکہ ہم پر یوں ظلم وستم ڈھاتے ہیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور ان آیات سے ان مظلوموں کو حوصلہ دیا گیا۔

اہلِ حق کو آزمایا جائے گا!

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے ان صحابہ کرام کی شکایت کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے کیا گمان کیا ہے کہ وہ صرف اتنا کہہ دینے سے چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو بالکل آزمایا ہی نہیں جائے گا، جبکہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو بھی ایسے ہی واقعات اور حالات کے ذریعہ آزمایا تھا، لہٰذا انہیں بھی آزمایا جائے گا، اور اس آزمائش کے نتیجہ میں اللہ ربّ العزّت اپنے دعویٔ ایمان میں سچے لوگوں اور جھوٹوں کو ظاہر کردے گا۔ لہٰذا یہ آزمائش سنّتِ مستمرہ ہے، جس سے نجات ممکن نہیں۔

ہر زمانے میں اہلِ حق پر آزمائشیں آئیں

چنانچہ زمانہ شاہد ہے کہ اہلِ حق اور اہلِ ایمان پر کتنی بڑی بڑی آزمائشیں آئیں، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ اور اس اُمّت کے علماء کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، ہر دور میں ان حضرات پر آزمائشیں آئیں، وقت کے ظالم اور جابر حکمرانوں کے قہر کا نشانہ بنے، ان کی چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں، ناخن کھینچ لیے گئے، جسموں پر آرے چلادیے گئے، جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کے جسم پر آرا چلادیا گیا تھا، اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے، جب ان کے دور کے بادشاہ نے اپنی بھانجی سے شادی کا ارادہ کیا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کو اس کام سے منع فرمایا، جس پر وہ شدید غصہ ہوا اور ان کا سر قلم کرنے کا حکم جاری کردیا، چنانچہ آپ علیہ السلام کا سر کاٹ کر طشتری میں رکھ کر اسے پیش کیا گیا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے، ان کو برسرِ بازار محض اس جرم میں کوڑے لگائے گئے کہ انہوں نے حکومت میں حصہ لینے سے انکار کیا تھا، چنانچہ ان کو زہر کا پیالہ پلادیا گیا، یوں وہ شہید ہوگئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو تیس ماہ تک قید میں رکھا گیا، انہیں روزانہ کی بنیاد پر کوڑے لگائے جاتے تھے، ان کا جنازہ بھی جیل سے نکلا، جس میں مختلف روایات کے مطابق تقریباً پندرہ سے تیس لاکھ افراد نے شرکت کی، اور تقریباً بیس ہزار یہودی صرف ان کے جنازے کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔

حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اسی مضمون کو نہایت خوبصورتی سے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے:

چوں بگویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسلمان ہونے کی اور لا الہ کہنے کی کیا کیا مشکلات ہیں۔

بُرے اعمال کرنے والے اللہ سے بچ نہیں سکیں گے!

پھر اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ جو لوگ برے اعمال کرتے ہیں کیا ان کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے، ان کا خیال اور فیصلہ نہایت بیہودہ ہے۔ اس آیت میں گزشتہ آیت سے زیادہ توبیخ اور ڈانٹ ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

نیک لوگوں کو تسلی اور ان کی جزا

جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، انہیں ان آزمائشوں اور تکلیفوں پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ سب تکلیفیں عارضی ہیں، اور جو ان تکلیفوں اور مشقتوں کو برداشت کرے گا، نیز نیکیوں پر جمنے اور گناہوں سے بچتے رہنے کا مجاہدہ کرے گا، تو وہ اپنا نفع ہی کمائے گا، اور اللہ ربّ العزّت ان کے نیک اعمال کا بہت بہترین بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝

خلافِ شریعت باتوں میں والدین کی فرمانبرداری جائز نہیں

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ والدین اگر کسی خلاف شریعت بات یا کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی بات ہرگز نہیں ماننا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" جس کام سے اللہ ربّ العزّت کی نافرمانی ہوتی ہو، اس کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۴۶/۱۲)

مذکورہ آیت کا شانِ نزول

یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اپنی والدہ کے بہت فرمانبردار تھے، یہ جب مسلمان ہوئے، تو ان کی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان بگڑ گئیں، انہوں نے کہا کہ سعد! جب تک تم محمد کا دین چھوڑ کر واپس نہ آجاؤ، تب تک نہ میں کھانا کھاؤں گی، نہ پانی پیوں گی، نہ نہاؤں گی، اور نہ دُھوپ سے اٹھوں گی، چنانچہ دو روز تک انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا، اور دُھوپ میں بیٹھ گئیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آکر سارا معاملہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد صبر کرو، بھوک لگے گی تو خود کھانا کھالیں گی، پیاس لگے گی تو پانی پی لیں گی، دھوپ ستائے گی تو خود ہی اٹھ جائیں گی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ گھر آئے اور آکر والدہ سے کہا کہ امّی جان! آپ میری والدہ ضرور ہیں لیکن اگر آپ کے بدن میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے وہ سب نکلتی رہتیں، میں تب بھی حضور کی غلامی نہ چھوڑتا، ماں نے ان کی اس گفتگو سے مایوس ہو کر کھانا کھالیا۔ اس پر اللہ ربّ العزّت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۷/ ۴، ومعارف القرآن بحوالہ بغویؒ)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ؗ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

کُفّار کا مسلمانوں کو بہکانے کا عجیب ہتھکنڈا

کُفّار کی طرف سے مسلمانوں کو بہکانے اور اسلام کا راستہ روکنے کی تدبیریں مختلف طریقوں سے ہوتی چلی آرہی ہیں، کبھی طاقت کے بل بوتے پر، تو کبھی مال وزر کی لالچ سے، اور کبھی شکوک وشبہات پیدا کر کے اپنے مقصد میں کامیابی تلاش کرتے رہتے ہیں، اس آیت میں بھی ان کی ایک ایسی ہی تدبیر مذکور ہے:

کافر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم ہمارے دین پر آجاؤ، ہم ذمہ داری لیتے ہیں کہ بروزِ قیامت اگر کوئی عذاب یا سزا بھگتنا پڑی تو تمہاری جگہ ہم بھگت لیں گے اور تمہارے گناہوں کا سارا بوجھ ہم اپنے کندھوں پر لے لیں گے، لیکن اللہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ محض ان کا دھوکہ اور ایک چال ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ البتہ چونکہ یہ تمہیں گمراہ کرنے اور راہِ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بذاتِ خود ایک بڑا گناہ ہے، اس لیے ان کے گناہوں کا بوجھ دُگنا ہو جائے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

تذکرۂ نوح علیہ السلام

یہاں سے اللہ ربّ العزّت نے مختلف انبیاء علیہم السلام کے تذکرے فرمائے ہیں، سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا، جنہیں اللہ نے ایک قوم کی طرف بھیجا، آپ علیہ السلام نے ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال انہیں تبلیغ کی اور اللہ ربّ العزّت کی طرف بلایا، لیکن قوم نے آپ کی اطاعت نہیں کی، چنانچہ ان پر اللہ کا عذاب آیا، اور پوری قوم طوفان

میں غرق ہو گئی، صرف چند لوگ جو ایمان لے آئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں سوار ہو گئے تھے، وہ بچ گئے۔ قوم نوح علیہ السلام کی ہلاکت کا واقعہ دنیا بھر کے لیے سامانِ عبرت بن گیا۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

تذکرۂ ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ رَبُّ العزّت کے بہت جلیل القدر پیغمبر تھے، انہوں نے اپنی قوم کو اللہ رَبُّ العزّت کا پیغام پہنچایا اور انہیں بت پرستی سے روکا، ان کے سامنے ان کے معبودانِ باطلہ کی حقیقت بیان کی اور ان بتوں کا بے بس اور کمزور ہونا واضح کیا، اور یہ بھی بتلایا کہ رزق اور دوسرے سارے خزانے ایک ذاتِ باری کے قبضۂ قدرت میں ہیں، لیکن قوم نے ان کی بات نہ مانی بلکہ ان کی تکذیب کی، تو آپ نے انہیں جواب دیا کہ اگر تم مجھے جھٹلا رہے ہو، تو یہ کوئی نئی بات نہیں، مجھ سے پہلے بھی بہت سی اُمتیں اپنے انبیاء کو جھٹلا چکی ہیں، مگر ان انبیاء کا کوئی نقصان نہیں ہوا، بلکہ وہ قومیں ہلاک ہوئیں، کیونکہ پیغمبر کے ذمہ صرف بات پہنچانا ہوتا ہے، منوانا اس کا کام نہیں، اور میں بھی تم تک اللہ رَبُّ العزّت کا پیغام پہنچا چکا ہوں۔ لہٰذا تم میری بات مان لو، وگرنہ اللہ کے عذاب سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ
وَقَالَ اِنِّىْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ
وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جواب

جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو اللہ رَبُّ العزّت کا پیغام پہنچایا اور ان کو وعظ و نصیحت کی تو ان کی قوم بجائے ایمان لانے کے آپ کی جان کے درپے ہو گئی اور آپس میں کہنے لگے کہ ان کو کسی بھی طرح قتل کر دو، یا انہیں آگ میں جلا دو، چنانچہ انہوں نے آگ جلائی اور آپ علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا لیکن اللہ رَبُّ العزّت نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اتنی وعظ و نصیحت کے باوجود بھی ایمان نہ لائی، البتہ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر

ایمان لے آئے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے یا بھتیجے تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور اپنی اہلیہ حضرت سارہ کو ساتھ لیا اور عراق سے فلسطین کی جانب ہجرت کرلی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو دین کے لیے وطن چھوڑنا پڑا اور ہجرت کرنی پڑی ہجرت کے وقت ان کی عمر پچھتر (۷۵) سال تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں

اس ہجرت کے بعد اللہ ربّ العزّت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد نصیب فرمائی، حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر ان کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہ دونوں جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں، اس کے بعد بھی ان کی نسل سے کئی انبیاء مبعوث ہوئے، اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''ابوالانبیاء'' کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء مبعوث ہوئے، سب انہی کی نسل سے تھے، ان کی اولادوں میں سے بعض انبیاء پر اللہ ربّ العزّت نے کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی عزّت نصیب کی تھی، سب ادیان کے لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں، اور آخرت میں بھی آپ اللہ ربّ العزّت کی تعریف کے مستحق ہوں گے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

تذکرہ لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی بڑی بدکاریوں میں مبتلا تھی، روئے ارض پر ایسے گھٹیا کام ان سے پہلے کسی قوم نے سرانجام نہیں دیے تھے، وہ لڑکوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے تھے، ڈاکے ڈالتے تھے، اور اپنی مجالس میں سرعام اعلانیہ طور پر گناہ کرتے تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں تبلیغ کی، ان مکروہ افعال سے روکا، لیکن قوم نے ان کی بات نہ مانی، اور چونکہ ان کے پاس اور کوئی جواب نہیں تھا اس لیے وہ کہنے لگے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ، اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دُعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے ان مفسد لوگوں پر غلبہ عطا فرما (اور انہیں عذاب دے کر ہلاک فرما)۔

وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڒ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد

جب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت سے دُعا کی تو اللہ ربّ العزّت نے ان کی دُعا قبول فرمائی، اور عذاب کی اطلاع دینے کے لیے فرشتے بھیجے، اور دوسرا کام ان فرشتوں کے ذمہ یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشخبری سنائیں، چنانچہ وہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اولاد کی خوشخبری سنائی اور اس کے بعد اپنی آمد کا دوسرا مقصد بھی بتا دیا کہ ہم قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بستی میں تو حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں، تو کہیں ان کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، تو آپ نے اپنا یہ خدشہ فرشتوں کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس بستی والوں سے خوب واقف ہیں، ہم لوط علیہ السلام اور ان کے خاص متعلقین کو بچا لیں گے، البتہ ان کی بیوی چونکہ کافروں میں سے ہے اس لیے وہ عذاب میں رہنے والوں میں سے ہوگی۔

وَلَمَّا أَن جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ
إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا
يَفْسُقُونَ ۝ وَلَقَد تَّرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

حضرت لُوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری اور عذاب کی اطلاع دینے کے بعد فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو چونکہ وہ فرشتے بہت حسین وجمیل جوانوں کی شکل میں آئے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بدکردار تھی، اس لیے حضرت لوط علیہ السلام نے جب ان کو دیکھا تو تنگ دل ہوئے کہ میری قوم کو ان جوانوں کی آمد کی خبر نہ مل جائے اور وہ ان کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ کریں۔

فرشتوں نے جب آپ کی پریشانی کو دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ پریشان نہ ہوں، ہم انسان نہیں، بلکہ عذاب کے فرشتے ہیں، ہم اس بستی پر اللہ کا عذاب نازل کرنے والے ہیں، لیکن آپ اور آپ کے قریبی متعلقین کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی، البتہ آپ کی بیوی چونکہ کافروں کے ساتھ ہے، اس لیے وہ عذاب کا شکار ہوگی۔ چنانچہ وہ بستی الٹ دی گئی اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی گئی۔

نوٹ:- حضرت لوط علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی اقوام پر عذابات کی تفصیل سورۃ اعراف وغیرہ میں گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

تذکرہ شعیب علیہ السلام

اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ کیا، حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف بھیجا گیا تھا، ان کی قوم کفر اور شرک کے ساتھ ناپ تول میں کمی بھی کرتی تھی، حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی اور برے اعمال سے روکا، لیکن ان کی قوم ان کی دشمن بن گئی، اور ان کو جھٹلایا، چنانچہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان پر زلزلہ آیا اور ہولناک چیخ آئی، اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔

فائدہ:- اس سورت میں بھی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی اقوام کی ہلاکت کے قصے اختصار کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس کا مقصد ایک تو تکذیب کرنے والوں کے انجام کو واضح فرمانا اور دوسرا سورت کے آغاز میں مذکور ہر اُمّت و زمانہ میں آنے والے ابتلاء و امتحان، کفّار کی ہلاکت اور اہلِ حق کی کامیابی کو ظاہر کرنا ہے۔ ان اقوام کی ہلاکت سے شرک و کفر، ہم جنس پرستی، خدا تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ قوت کا غلط استعمال، ٹیکنالوجی اور فن کی مہارت پر خدا کی بغاوت، چوری، ڈکیتی، بد دیانتی و خیانت جیسے جرائم کی ہولناکیوں کو بیان کرنا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝

تذکرہ قومِ عاد و ثمود

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قومِ عاد اور قومِ ثمود کا تذکرہ کیا، یہ دونوں بہت طاقتور اور خوشحال قومیں تھیں، لیکن ان میں بھی طرح طرح کی برائیاں پائی جاتی تھیں، اللہ ربّ العزّت نے قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام جبکہ قومِ ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے جا کر قوم کو تبلیغ کی، لیکن دوسری قوموں کی طرح انہوں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا، چنانچہ ان دونوں قوموں پر اللہ ربّ العزّت کی طرف سے عذاب نازل ہوا اور دونوں قومیں ہلاک ہوئیں، ان کے مکانات آج بھی مقامِ عبرت بنے ہوئے ہیں۔

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝

تذکرہ فرعون و قارون و ہامان

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قارون، فرعون اور ہامان کا ذکر فرمایا، یہ تینوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھے، فرعون اس وقت کا بادشاہ تھا، ہامان اس کا وزیر تھا، جبکہ قارون اس دور کا بڑا سرمایہ دار تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا عزیز تھا، جیسا کہ اس کا تفصیلی ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ تینوں سرکشی میں بہت بڑھ چکے تھے، فرعون و ہامان کے پاس حکومت جبکہ قارون

کے پاس دولت کی طاقت تھی، اللہ ربّ العزّت نے ان کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، لیکن انہوں نے آپ کی بات نہ مانی، بلکہ آپ کی جان کے دشمن ہو گئے، اس پر اللہ ربّ العزّت نے ان کو پکڑ لیا، اور ہلاک کر دیا۔

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے بہت اختصار کے ساتھ قوم عاد، قوم ثمود، فرعون، ہامان اور قارون پر بھیجے گئے عذابات کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ ان (پانچوں) میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہوں کے سبب پکڑا، چنانچہ ہم نے ان میں سے بعض پر سخت ہوا بھیجی (اس سے مراد قوم عاد ہے)، بعض کو ہولناک آواز اور ایک چیخ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا (اس سے مراد قوم ثمود ہے)، بعض کو اللہ ربّ العزّت نے زمین میں دھنسا دیا (اس سے مراد قارون ہے) جبکہ بعض کو اللہ ربّ العزّت نے پانی میں غرق کر دیا (اس سے مراد فرعون اور ہامان ہے)۔ (مستفاد از معارف القرآن)

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

شرک کی ایک بہت خوبصورت مثال

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے شرک کی ایک بہت خوبصورت مثال دی ہے، چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ ربّ العزّت کو چھوڑ کر دوسروں معبودوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سے نفع کے لیے پر امید ہوتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے، جیسے مکڑی جالا بنتی ہے اور اسے اپنے لیے جائے پناہ سمجھتی ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ جائے پناہ بہت ہی کمزور ہوتی ہے جو کسی طور اس مکڑی کو کوئی پناہ نہیں دے سکتی، اسی طرح غیر اللہ کو پکارنے والے بھی اپنے معبودان باطلہ کو اپنی پناہ سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں، لہٰذا ان کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔

اللہ ربّ العزّت نے قرآن کریم میں جا بجا لوگوں کو سمجھانے کے لیے مختلف مثالیں ذکر کی ہیں، کیونکہ مثالوں سے بات کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے، لیکن ان مثالوں کو صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں، کیونکہ انہی کو حق کی طلب ہوتی ہے، اور یہ مشرک نرے جاہل ہی رہتے ہیں۔

الحمدللہ بیسواں پارہ اختتام پذیر ہوا!

پارہ نمبر ۲۱

یہ پارہ سورۃ العنکبوت کے بقیہ حصے، سورۂ روم، سورۂ لقمان، سورۂ سجدہ اور سورۂ احزاب کے کچھ حصے پر مشتمل ہے۔

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۝

تلاوتِ قرآن اور نماز کی پابندی کا اہتمام کیجیے!

مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اُمتِ محمدیہ کو دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے، پہلی چیز ہے "تلاوت قرآن"، جبکہ دوسری چیز ہے "نماز کی پابندی"، درحقیقت یہ دونوں چیزیں مصیبتوں سے بچنے کے نسخے ہیں۔

تلاوت قرآن پاک تمام کاموں کی روح اور اصل بنیاد ہے (معارف القرآن)۔ علماء فرماتے ہیں کہ ہر مہینے میں قرآن پاک کا ایک ختم لازمی ہونا چاہیے، اور زیادہ سے زیادہ ایک سال میں قرآن پاک کا ایک ختم کرنا، قرآن پاک کا حق ہے، لہٰذا زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کا معمول بنانا چاہیے۔

اسی طرح نماز کی پابندی کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ نماز بہت بڑی عبادت اور دین کا ستون ہے، اس کے بے شمار فوائد ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے تو نماز اس کو بے حیائی کے کاموں اور دیگر گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے دو طرح کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے:

۱- **فحشاء**: یہ ایسے گناہوں کو کہتے ہیں جس کی برائی کھلی ہوئی اور ایسی واضح ہو کہ ہر عقل والا خواہ مومن ہو یا کافر اسے برا سمجھے، جیسے زنا، قتل ناحق، چوری وغیرہ۔

۲- **منکر**: یہ ایسی برائی کو کہتے ہیں جس کو شریعت برا سمجھے، اور اس کے برائی ہونے پر اہل شرع کا اتفاق ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز انسان کو ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نماز کے پابند ہوتے ہیں لیکن بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا بھی ہوتے ہیں، تو یہ تو اس آیت کے خلاف ہے۔

تو اس کا جواب حضرات مفسرین کرام نے یہ دیا ہے کہ نماز میں تو واقعۃً یہ خاصیت اور تاثیر ہے کہ وہ اپنے پڑھنے

والوں کو گناہ سے روکتی ہے، لیکن جو شخص نماز بھی پڑھے اور گناہوں سے باز بھی نہ آئے تو یقیناً اس کی نماز میں کوئی خلل ہوگا، اس نے نماز کے آداب کا لحاظ نہیں رکھا ہوگا جس کی وجہ سے اس کی نماز میں مذکورہ تاثیر پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "من لم تنهه صلوته عن الفحشاء والمنكر فلا صلوة له" یعنی جس شخص کی نماز نے اسے فحش اور برے کاموں سے نہیں روکا تو اس کی نماز نہیں ہے۔(ابن ابی حاتم)

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا آپ کی نبوّت کی دلیل ہے

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی ایک دلیل بیان فرمائی ہے، اور وہ یہ کہ نبوّت ملنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے، اس کے باوجود اچانک آپ کے دہنِ اقدس سے اس قدر فصیح و بلیغ کلام کا جاری ہونا بلاشبہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کے سچے نبی ہیں، اور یہ کلام اللہ ربّ العزّت کا کلام ہے، کیونکہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو لوگ شک میں پڑ جاتے کہ یہ پڑھے لکھے آدمی ہیں، آسمانی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کی مدد سے مضامین سوچ کر لکھ لیتے ہیں اور ہمیں سنا دیتے ہیں، لیکن آپ علیہ السلام کا امی ہونا ان کے اس اعتراض کا شافی جواب ہے۔ لہٰذا اب ان آیات کا انکار محض ظالم اور ضدی لوگ ہی کریں گے۔

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

فرمائشی معجزات کے مطالبہ کا جواب

کفار اور مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ واقعی سچے پیغمبر ہیں تو ہماری من چاہی نشانیاں اور معجزات کیوں نہیں لاتے؟ اللہ ربّ العزّت نے بزبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیا کہ اے نبی! آپ انہیں بتا دیجیے کہ یہ نشانیاں اور معجزات میرے اختیار میں نہیں، بلکہ اللہ ربّ العزّت کے قبضہ قدرت میں ہیں، میں تو محض ایک پیغمبر ہوں، اور اگر تمہیں معجزہ ہی چاہیے تو کیا اللہ کا کلام تمہارے لیے کافی نہیں، جو سب سے بڑا معجزہ اور سب سے بڑی نشانی ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ
يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

مؤمنین کو ہجرت کا حکم

یہ آیات ان مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئیں جو کفّار کے شر اور ان کی طرف سے پیش آنے والی مشکلات سے تنگ ہیں، اور کفّار کے مصائب نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے، تو ان کو اللہ ربّ العزّت نے وہاں سے ہجرت کر گزرنے کا حکم دیا ہے، اور انہیں تسلی دی کہ اللہ کی سرزمین بہت وسیع ہے، لہٰذا اگر تم یہاں رہ کر عبادت نہیں کر سکتے تو یہاں سے کوچ کر جاؤ اور کہیں اور جا کر بس جاؤ، اور اگر تمہیں اپنے احباب اور عزیز و اقارب سے دوری گراں معلوم ہوتی ہے تو ایک دن تو سب کو موت آنی ہے اور سب نے جدا ہونا ہے، لیکن اگر تم نیک اعمال لے کر میرے پاس آؤ تو تمہیں جنّت کے بالاخانے نصیب ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، لہٰذا اللہ ربّ العزّت کی عبادت کرنے اور توحید پر برقرار رہنے کے لیے ہجرت کرو اور اس میں جو تکالیف آئیں تو ان پر صبر کرو، اور اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔

اور اگر تمہیں ہجرت کے دوران یا اس کے بعد رزق کی پریشانی ہو اور یہ فکر ہو کہ پردیس میں کھانے کو کہاں سے ملے گا، تو یہ سمجھ لو کہ تمام مخلوقات کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، سو وہ تمہیں بھی رزق عطا فرمائیں گے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ اللَّهُ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

توحیدِ خداوندی کے دلائل

پھر اللہ ربّ العزّت نے اپنی توحید کے کچھ دلائل ذکر فرمائے، کہ اللہ ہی نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا، سورج اور چاند کو مسخر کر کے کام میں لگا دیا، آسمانوں سے پانی برسا کر لوگوں کے لیے رزق کا سامان مہیا فرمایا، اور پھر اس رزق کی تقسیم کی، کسی کو فراخی کے ساتھ اور کسی کو تنگی کے ساتھ رزق نصیب فرمایا، یہ سب قدرتیں اللہ ربّ العزّت کے اختیار میں ہیں، اور یہ کفّار بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں، اس لیے ان کو چاہیے کہ جب وہ اللہ ربّ العزّت کی ان قدرتوں کے قائل ہیں تو اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کا بھی قائل ہو جائیں، کیونکہ زمین و آسمان میں اور کوئی ذات ایسی نہیں جس میں یہ صفات موجود ہوں، لیکن کفّار میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا رَكِبُوا
فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ
وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

دُنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے!

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان فرمادی کہ یہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشا ہے، حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، لیکن یہ کافر دنیا کی رنگینیوں میں اس قدر منہمک ہوچکے ہیں کہ آخرت کی یاد سے مکمل طور پر غافل ہیں، البتہ جب کبھی یہ کہیں سفر میں ہوں اور کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو اس وقت خالص اللہ ربّ العزّت کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں، اور جب اللہ ربّ العزّت انہیں اس مصیبت سے نکال دیتے ہیں تو احسان فراموش بن کر شرک کرنے لگتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَكْفُرُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

”حرم“ اَمن کی جگہ ہے!

اللہ ربّ العزّت ان کفارِ مکہ کو اپنا احسان اور اپنی نعمت یاد کرواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا، یہ لوگ اس میں سکون سے رہتے ہیں، جبکہ اس کے اردگرد کے مقامات سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے، اسی طرح ساری دنیا سے لوگ امڈ امڈ کر حرم کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں جس سے ان کے رزق اور معاش کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، اس کے باوجود یہ لوگ اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے بجائے اللہ ربّ العزّت کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اس سے زیادہ ظلم کی انتہا اور کیا ہوگی کہ یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور حقیقت کا انکار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم کے سوا کچھ نہیں ہے۔

جبکہ دوسری طرف جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کے لیے جنّت کی راہ آسان کردیتے ہیں، اور دنیا اور آخرت میں ہماری خاص رحمت ان کے ساتھ ہوگی۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو پہنچنے والی تکالیف اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی ہے اور انہیں تسلی دی کہ حق کی راہ پر چلنے والوں کے راستے میں تکالیف اور مصائب ہمیشہ سے آتی رہی ہیں۔ ان پر صبر کرتے ہوئے ثابت قدم رہنا ہی ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔

۲- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے والدین کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے اس کی حدود بھی متعین فرمادی ہیں کہ والدین کے ساتھ ہر حال میں حسن سلوک کیا جائے، لیکن ان کا وہ حکم جو شریعت کے خلاف ہو اسے ماننا اور اس معاملہ میں ان کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ مختلف انبیاء علیہم السلام اور معذب قوموں کے احوال بیان فرما کر ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو تسلی دی کہ کفّار اور مشرکین کے مصائب پر صبر کیجیے، عنقریب اللہ ربّ العزّت ان کو ہلاک فرما کر آپ کو نجات عطا فرمائیں گے، جیسے ماضی میں بھی قدرت کا قانون رہا ہے، اور دوسری طرف کفّار اور مشرکین کو تنبیہ ہے کہ جیسے ماضی میں وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہنچنے کے باوجود اسے تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس کی مخالفت کے درپے ہوئے اور عذاب خداوندی کا شکار ہوئے، اسی طرح اگر تم بھی ان کی روش پر چلو گے تو تمہارا بھی وہی حال ہوگا۔

۴۔ شرک اور مشرکین کے ضعف اور کمزوری کو بیان کرنے کے لیے اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں مکڑی کی مثال کو بہت خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے، کہ جیسے مکڑی ایک جالا بنتی ہے اور اسے اپنے لیے جائے پناہ سمجھتی ہے، حالانکہ وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ہوا کے ایک جھونکے سے اکھڑ جاتا ہے، اسی طرح مشرکین جن معبودان باطلہ کو اللہ ربّ العزّت کے ساتھ شریک کر رہے ہیں اور انہیں اپنے لیے جائے پناہ سمجھ رہے ہیں، وہ بھی ایسے ہی کمزور ہیں۔

۵۔ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی ایک اہم اور واضح دلیل بیان کی گئی، اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت ملنے سے پہلے اُمّی اور ان پڑھ تھے، نہ وہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا، اس کے باوجود اتنا فصیح و بلیغ کلام ان کی زبان اقدس سے جاری ہوا، جو کہ دلیل ہے کہ یہ باری تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ ربّ العزّت ہی نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنایا ہوا نہیں ہے۔

۶۔ سورت میں ان اہل ایمان کو جن پر کفّار نے ظلم و ستم ڈھا ڈھا کر عرصۂ حیات تنگ کیا ہوا تھا، ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی اور ہجرت کے نتیجے میں جن خطرات کا اندیشہ تھا یعنی جان کا اندیشہ اور رزق کی پریشانی، تو ان اندیشوں کا بھی جواب دیا گیا ہے۔

۷۔ سورت کے آخر میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی زندگی کے دائمی ہونے کا بیان ہے، جس کے ضمن میں لوگوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے لیے زادِ راہ تیار کرو، کیونکہ وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

تمت سورۃ العنکبوت بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الرُّوْم

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، یہ سورت اس زمانے میں نازل ہوئی جب دنیا کی دو بڑی طاقتوں ایران اور روم کے درمیان شدید جنگ جاری تھی اور اس جنگ میں ایران کا پلہ بھاری تھا، قرآنی ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت تیسویں (۳۰) نمبر پر جبکہ نزول کے اعتبار سے پچاسی (۸۵) نمبر پر ہے، چھ رُکوع اور ساٹھ (۶۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کو "رُوم" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں رُوم کی فتح کی بشارت دی گئی ہے۔

ماقبل سے ربط

اس سورت کا پچھلی سورت سے ربط یہ ہے کہ پچھلی سورت میں دین پر چلنے والوں پر مصیبتوں کے آنے کا ذکر تھا، اور اس سورت میں ان مصیبتوں پر اللہ کی مدد آنے کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "وحی یعنی پیغام خداوندی پر صدق دل سے یقین رکھنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں ایک بڑے فتنے کا ذکر ہے، جو ہمارے زمانے میں زیادہ شدت اختیار کیا گیا ہے، اور وہ فتنہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم دنیوی علوم وفنون میں سبقت حاصل کرلے اور سائنس وٹیکنالوجی کی وجہ سے دنیا میں اپنا مقام پیدا کرلے تو کمزور ایمان اور کم علم لوگ (نام نہاد دانشور) یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ ترقی ان کے حق پر ہونے کی دلیل ہے، جبکہ وہ قومیں جو دنیوی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئی ہیں وہ باطل پر ہیں، (جیسا کہ آج کل مغرب زدہ دانشوران کا یہی نظریہ ہے)، حالانکہ ان کی یہ سوچ جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان حالات سے ہزاروں سال قبل سورۂ روم کی ابتدائی آیات نازل فرما کر ان ترقیات وفتوحات کو وقتی اور آنے جانے والی چیزیں قرار دیا، اور یہ واضح کردیا کہ یہ چیزیں حق وباطل کی علامت نہیں ہیں۔

۲۔یہ سورت متعدد موضوعات پر محیط ہے:

۱: تاریخ: روم و ایران کی جنگ

۲: اقتصادیات: زکوۃ کی فضیلت و اہمیت اور سود کی حرمت اور نقصانات

۳: معاشرت: شادی کے اسرار و حکم

۴: آغازِ آفرینش

۵: نظامِ کائنات یعنی آسمان و زمین، رات و دن اور بارش وغیرہ کی تخلیق

ان سب چیزوں پر غور کرنے سے دل میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ ربّ العزّت وحدہ لاشریک ہے۔

شانِ نزول

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت ملی، اس وقت دنیا میں دو بڑی طاقتیں تھیں، ایک ایران کی حکومت، جس کے بادشاہ کو "کسریٰ" کہا جاتا تھا، اور دوسری بڑی طاقت روم (موجودہ اٹلی) کی تھی، اس کا حلقۂ اثر شام تک پھیلا ہوا تھا، اور اس کے بادشاہ کو "قیصر" کہا جاتا تھا، اہل ایران آتش پرست تھے، جبکہ اہل روم کی اکثریت عیسائی مذہب تھی، ان دونوں قوموں کے درمیان وقتاً فوقتاً جنگیں ہوتی رہتی تھیں، تو جس زمانے میں آپ کو نبوّت عطا ہوئی، اس زمانے میں بھی ان دونوں طاقتوں کے درمیان شدید جنگ ہو رہی تھی، اور اس جنگ میں ایران کا پلہ ہر لحاظ سے بھاری تھا، ایرانی چونکہ آتش پرست تھے، اس لیے مکہ مکرمہ کے بت پرستوں کی ہمدردیاں اس کے ساتھ تھیں، جبکہ اہل روم کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، تو جب جب ایران کو کوئی فتح حاصل ہوتی تو مکہ کے مشرکین اس پر نہ صرف خوشی مناتے بلکہ مسلمانوں کا منہ چڑاتے کہ عیسائی جو آسمانی کتاب پر یقین رکھتے ہیں وہ مسلسل شکست کھاتے جا رہے ہیں، اور ایران کے لوگ جو کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کو نہیں مانتے، انہیں برابر فتح نصیب ہو رہی ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی، اور اس کے بالکل شروع میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ روم کے لوگ اگرچہ اس وقت شکست کھا گئے ہیں، لیکن چند سالوں میں وہ فتح حاصل کر کے ایرانیوں پر غالب آجائیں گے اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔

یہ پیشین گوئی ایسے حالات میں کی گئی جن میں دور دور تک اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے کوئی امکان نہیں تھے، اس لیے مشرکین نے اس پیشنگوئی کا بہت مذاق اڑایا، یہاں تک کہ ان کے ایک مشہور سردار ابی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بحث کے دوران یہ شرط لگالی کہ اگر آئندہ نو سال کے دوران روم کے لوگ ایرانیوں پر غالب آگئے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دے گا، اور اگر اس عرصہ میں وہ غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو سو اونٹ دیں گے، (اس وقت تک اس قسم کی دو طرفہ شرط لگانا حرام نہیں کیا گیا تھا)، چنانچہ وقت گزرتا گیا، اور اس پیشین گوئی کے سات سال بعد رومی، ایرانیوں پر غالب آگئے، جس وقت یہ خبر پہنچی، یہ ٹھیک وہ وقت

تھا جب بدر کے میدان میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے لشکر کو عبرتناک شکست دی تھی، اور مسلمانوں کو اس فتح پر غیر معمولی خوشی ہوئی تھی۔

اس وقت تک ابی بن خلف جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی تھی، مر چکا تھا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹوں سے کہا تو انہوں نے شرط کے مطابق سو اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ادا کیے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اونٹ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت جوے کی حرمت نازل ہو چکی تھی اور دو طرفہ شرط بھی جوے کی ایک شکل ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اونٹ خود استعمال کرنے کے بجائے صدقہ کر دیں۔

سورت میں روم کے ذکر کرنے میں شاید ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ رومی اہل اسلام کے لیے فتنہ کا باعث بنے تھے، آج کل بھی مغرب و یورپ کے فتنہ سے مسلمان گزر رہے ہیں، قربِ قیامت میں رومیوں کی اہل ایمان سے دوستی اور پھر دشمنی اور جنگیں ہونا احادیث میں منقول ہیں، اس سورت نے رومیوں سے اعتقاد متعلق کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین کا درس دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ۞ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۞ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۞ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۞ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

رُوم کی شکست اور ان کے دوبارہ غلبے کی پیشین گوئی

ان آیات میں رُومیوں کے مغلوب ہونے اور پھر غالب ہونے کی پیشین گوئی کا ذکر ہے، جس کا تفصیلی ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ ''فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬'' اللہ ربّ العزّت نے رُومیوں کے غالب آنے کی پیشین گوئی کرتے ہوئے چند سالوں کا ذکر فرمایا ہے، ''بِضْع'' کا لفظ عربی زبان میں تین سے نو سال تک کے لیے بولا جاتا ہے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ شروع میں اُبیّ بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو شرط لگائی تھی وہ یہ تھی کہ اگر تین سال کے اندر رُومی فتح پا گئے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دس اُونٹ دے گا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ''بِضْع'' کا لفظ ہے جس میں تین سے نو تک کا احتمال ہے، اس لیے تم شرط کی مدت بڑھا کر نو سال کر دو، اور اُونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کر دو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، باقی قصہ گزر چکا ہے، (سنن ترمذی فی تفسیر سورۃ الروم)۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ

كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

توحیدِ باری تعالیٰ کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی وحدانیت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں کہ اللہ ربّ العزّت نے زمین وآسمان کو کسی حکمت کے تحت ایک متعین میعاد کے لیے پیدا کیا ہے، ان میں غور وفکر کرنے سے اللہ ربّ العزّت کی قدرت خوب واضح ہوجاتی ہے۔ اسی طرح زمین میں چل پھر کر اگر غور وفکر کیا جائے کہ اللہ ربّ العزّت نے ان سے پہلے والی قوموں کے ساتھ کیا کیا تو حق قبول کرنے کی صلاحیت اور توفیق نصیب ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے تو وہ دنیا میں بھی خسارے کا شکار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا
وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝

مذکورہ آیات کی فضیلت

ان آیات کی بہت سی فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص ان آیات کو صبح پڑھ لے تو سارے دن کے اعمال میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ پوری ہوجاتی ہے، اور اگر شام کو پڑھ لے تو رات بھر کے اعمال میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے اس کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ (المعجم الأوسط: ۸/ ۲۸۰)

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لیے وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آیات کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر بحوالہ مسند احمد)

دراصل ان آیات میں اللہ کی جانب سے صبح، شام، دوپہر اور عشاء کو توفیقِ اعمال دینے پر شکر کا اظہار ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ
الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ

تَخْرُجُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

قدرتِ باری تعالیٰ کے چند نمونے

اس پورے رکوع میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے ہیں، جن سے مقصود توحید باری تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے، چنانچہ پہلی آیت میں تخلیق انسانی کی ابتداء کو اپنی قدرت کے طور پر ذکر کیا، کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر انسانی شکل میں تمہیں روئے ارض پر پھیلا دیا۔ دوسری آیت میں ازدواجی زندگی کو اپنی نعمت کے طور پر بیان فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں، جو تمہارے لیے سکون کا باعث ہیں، اور چونکہ وہ خاتون اجنبی خاندان سے جب بیاہ کر تمہارے پاس آتی ہے تو اسے وحشت ہوتی ہے لیکن اللہ ربّ العزّت اس وحشت کو محبت میں بدل دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ ربّ العزّت نے آسمان اور زمین بنائے، تمہاری مختلف زبانیں بنائیں، مختلف رنگ بنائے، رات اور دن کا نظام بنایا، راتوں کو سکون کا جبکہ دن کو رزق کا ذریعہ بنایا، یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں، اسی طرح کڑکتی بجلیاں اور آسمان سے برستی بارشیں بھی اسی خلاق عالم کی صناعت اور کاریگری پر دلالت کرتی ہیں۔ زمین اور آسمان اس کے حکم سے قائم ہیں، اور ایک دن اسی کے حکم سے یہ سب نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا اور تم سب قبروں سے اٹھ کر اس کے دربار میں پیش ہو گے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ
فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

شرک کی مثال

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکین کو ایک مثال کے ذریعہ شرک کی حقیقت سمجھائی ہے، اور وہ یہ کہ ان مشرکین کو اللہ ربّ العزّت نے جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے تو کیا وہ اپنے غلاموں کو اس مال و جائیداد میں اپنے برابر کا حصہ دینے کو تیار ہوں گے، اور کیا وہ اپنے غلاموں کو اپنی دولت میں شریک کرنا چاہیں گے، تو جس طرح وہ یہ بات اپنے لیے پسند نہیں کرتے اسی طرح اللہ ربّ العزّت کے لیے بھی ایسا عقیدہ نہ رکھو کہ اس نے اپنا اختیار اپنے غیر کو دے دیا۔ جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں پسند کرتے ہو؟

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ
الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

فطرت سے کیا مراد ہے؟

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا

الصلوات والتسلیمات سے فرما رہے ہیں کہ آپ یکسو ہو کر اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیے، اور اللہ ربّ العزّت کی اس فطرت کا اتباع کیجیے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، یہ اس کی خلقت ہے، جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

اللہ کی فطرت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزّت کی فطرت سے مراد "حق قبول کرنے کی استعداد" ہے، یعنی اللہ ربّ العزّت نے ہر شخص میں پیدائشی طور پر یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سننا اور سمجھنا چاہے تو سمجھ سکتا ہے، کسی آدمی کی صحبت خواہ کتنی ہی خراب ہو، اس صحبت کے زیر اثر اس کی یہ استعداد دب تو سکتی ہے لیکن مٹ نہیں سکتی۔

فطرت کا ایک معنی حضرات مفسرین کرام کے نزدیک "دین اسلام" ہے، بخاری شریف میں روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے بکری کا بچہ صحیح سالم ہوتا ہے لیکن لوگ اس کے کان کتر دیتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" کی تلاوت فرمائی۔

تو آیت کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے کی صلاحیت یا اسلام پر پیدا کیا، لیکن لوگ اپنی یہ صلاحیت اور فطری دین ضائع کر دیتے ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

قرابت داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کا حکم

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت ارشاد فرما رہے ہیں کہ رشتہ داروں کو ان کا حق دو، اور مسکینوں اور مسافروں سے تعاون کیا کرو، کیونکہ یہی کامیاب لوگوں کا طریق ہے۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

"سود" اور "زکوٰۃ" کا تقابلی جائزہ

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے سود اور زکوٰۃ کا ایک دوسرے سے تقابل کر کے اس کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ سود لیتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارا مال بڑھ جائے، اور ظاہری طور پر وہ مال بڑھ رہا ہوتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ مال نہیں بڑھتا۔ سود کی مثال ایسے ہے جیسے ورم ہو، یعنی جیسے جسم پر ورم آ جانے سے بندہ موٹا نہیں ہو جاتا، اسی طرح سود کھانے سے بندہ دولت مند نہیں ہو جاتا۔ جبکہ دوسری طرف تم جو مال زکوٰۃ میں دیتے ہو، وہ بظاہر گھٹ ہو رہا ہوتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک وہ مال بڑھ رہا ہوتا ہے، اس میں برکت ہوتی ہے، دنیا میں

بھی وہ مال بڑھتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر اجر ملے گا۔ یہ مضمون تفصیل سے سورۂ بقرہ میں آیت "ويمحق الله الربوا ويربي الصدقات" کے تحت گزر چکا ہے۔

"سُود" اَحادیث کی روشنی میں

قرآن وحدیث میں کئی مقامات پر سود کی مذمت اور سودی معاملہ کرنے والوں کے لیے وعیدیں بیان کی گئی ہے، ذیل میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں:

۱-عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتيت ليلة أسري بي على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم. فقلت من هؤلاء يا جبرائيل، قال هؤلاء أكلة الربا۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شب مجھے (معراج میں) سیر کرائی گئی، میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کے پیٹ کمروں کے مانند تھے، ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے، میں نے کہا: جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے کہ سود خور ہیں۔(سنن ابن ماجہ:۲/ ۷۶۳)

۲- عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه و سلم لعن آكل الربا وموكله وشاهديه وكاتبه۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسکی گواہی دینے والے اور اس کا معاملہ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی۔(سنن ابن ماجہ:۲/ ۷۶۴)

۳-عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الربا سبعون حوبا. أيسرها أن ينكح الرجل أمه۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود میں ستر گناہ ہیں، سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے، جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔(سنن ابن ماجہ:۲/ ۷۶۴)

"زکوۃ" اور "صدقہ" کرنے کی فضیلت

قرآن وحدیث میں جہاں ایک طرف سود کی مذمت اور اس پر وعیدیں بیان ہوئی ہیں، تو دوسری طرف زکوۃ اور صدقہ کرنے کے بے شمار فضائل بھی ذکر کیے گئے ہیں، ذیل میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں:

۱-عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم- دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَحَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ وَأَعِدُّوا لِلْبَلَاءِ الدُّعَاءَ۔ (السنن الكبرى للبيهقي:۳/ ۳۸۲)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مریضوں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو اور اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو اور مصائب و آزمائشوں سے بچنے کے لیے دُعا تیار رکھو۔

۲- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ:- إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهُ (السنن الكبرى للبيهقي: ۴/۸۴)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اپنے آپ سے اس (مال) کے شر کو دور کر دیا۔

۳- عن أنس بن مالك: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع عن ميتة السوء۔ (سنن الترمذي: ۳/۵۲)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک صدقہ (اور زکوٰۃ) پروردگار کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

اِنسانوں کے گناہوں کے اثرات

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ خشکی اور تری میں انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں آن پڑی ہیں، یعنی بارشوں کا نہ ہونا، قحط سالی کا آجانا، وبائی امراض کا پھیل جانا، قتل عام ہونا، پھلوں اور اناج کا نقصان ہونا وغیرہ۔ یہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے اہل ایمان کے لیے آزمائش اور کفار کے لیے سزا ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے کہ لوگ صدق دل سے توبہ کر کے اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کریں۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا شفقت تھے، اس لیے آپ کی خواہش تھی کہ سب کو اللہ کا پیغام سنا کر اللہ کے عذاب سے بچالیں، جو لوگ آپ کے پیغام کو قبول نہ کرتے تو آپ کو سخت صدمہ پہنچتا تھا اور آپ ایسے غمگین ہوتے تھے جیسے کسی کی اولاد اس کے کہنے کے خلاف آگ میں جا رہی ہو، اس لیے اللہ ربّ العزّت نے آپ کو تسلی دی کہ آپ کا پیغام حق کو پہنچا دینا ہے، لوگوں سے منوانا نہیں، جو لوگ آپ کی بات نہیں مانتے اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ وہ خود حق قبول کرنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں، اور اس معاملہ میں یہ بالکل مردہ لاش کی طرح ہو گئے ہیں جو کسی کی بات سن کر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے،

اسی طرح یہ اس بہرے آدمی کی طرح ہو گئے ہیں جو بہرہ ہونے کے ساتھ پیٹھ موڑ کر بھاگ رہا ہو، جسے آپ بات سنانا بھی چاہیں تو نہیں سنا سکتے، یا یہ اندھوں کی طرح ہیں جو کسی کے راستہ بتانے کے بعد بھی اس راستہ کو نہیں دیکھ سکتے، لہٰذا آپ غم نہ کیجیے، ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بعض لوگ اس آیت کے پیش نظر عوام میں یہ بیان کرتے نہیں تھکتے کہ مردے نہیں سنتے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رہے کہ موتی دو قسم پر ہیں: ١- انبیاء علیہم السلام ٢- غیر انبیاء علیہم السلام، حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعد از وفات حیات اور صلوٰۃ وسلام وغیرہ کے سماع پر تو اہل اسلام کا اجماع ہے، ١٣٤٧ھ سے پہلے اُمت میں کسی ایک شخص نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

غیر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تین قول ہیں: ١- بالکل نہیں سنتے ٢- ہر بات سنتے ہیں ٣- بالجملہ سماع ثابت ہے، یعنی احادیث میں ذکر کردہ مقامات اور جو اللہ چاہے وہ سن لیتے ہیں، اکابر دیوبند اور جمہور اُمت کا مسلک سماع کا ہے، کیونکہ مردوں کے سننے کی احادیث اس قدر اور اتنی پختہ ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بقول یہ احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ تاہم اس آیت کا اس مسئلہ سے تعلق موہوم سا ہے، آیت کا مفہوم وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا۔

فائدہ:- البتہ عام مُردوں کے سماع میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی شروع میں اختلاف رہا تھا، اس لیے کسی فریق کو فتویٰ بازی نہیں کرنی چاہیے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ
مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ
كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝

اِنسانی زندگی کے مختلف مدارج

انسان کی پیدائش سے موت تک وہ کئی مدارج طے کرتا ہے، جب پیدا ہوتا ہے تو بالکل کمزور ہوتا ہے، نہ کوئی چیز پکڑ سکتا ہے، نہ اپنے آپ کو سنبھال سکتا ہے، پھر اللہ اسے قوت دیتا ہے اور وہ کڑیل جوان بن جاتا ہے، پھر جوانی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا آتا ہے اور ہمتیں پست ہو جاتی ہیں، طاقت کم ہو جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا، اور نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ یہ سب اللہ ربّ العزّت کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے۔ لیکن کافر اور ناسمجھ لوگ اسے نہیں مانتے، تو وہ اللہ ربّ العزّت کے وعدہ کے مطابق دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

١- سورت کے آغاز میں روم اور فارس کی جنگ میں رومیوں کے مغلوب ہونے اور بعد ازاں ان کے دوبارہ غلبہ کی

پیشین گوئی کی گئی ہے، اسی طرح مسلمانوں کو کفارِ مکہ پر فتح حاصل ہونے کی پیشین گوئی بھی کی گئی، جو اس وقت کے حالات کے مطابق بالکل ناممکن نظر آتی تھی، لیکن صرف سات سال کے عرصہ میں دونوں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔

۲۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے توحید اور آخرت کے اثبات کے لیے مختلف دلائل اور نشانیاں بھی ذکر کی ہیں، اور تمام لوگوں کو ان نشانیوں میں غور و فکر کی دعوت دی ہے، ان نشانیوں میں تخلیقِ انسانی، انجان لڑکی سے شادی کے بعد انس و محبت کا پیدا ہو جانا، آسمان و زمین کی پیدائش، رنگوں اور زبانوں کا مختلف ہونا، رات اور دن کا ایک مرتب نظام کے تحت چلنا، بارشوں کے ذریعہ رزق اور خوراک کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ اس سورت میں انسان کی اس فطرت کو بھی بیان کیا گیا ہے جس پر اللہ ربّ العزّت نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اس فطرت سے مراد "حق قبول کرنے کی استعداد" ہے، یعنی اگر انسان حق سننا اور سمجھنا چاہے تو اس کے لیے حق قبول کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

۴۔ سود اور زکوٰۃ کا باہم تقابل اور موازنہ کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ سود اگرچہ لوگوں کی نظروں میں بڑھتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ کم ہو رہا ہوتا ہے، اس کے برعکس زکوٰۃ بظاہر مال کی کمی کا سبب نظر آتا ہے لیکن درحقیقت زکوٰۃ سے مال بڑھتا ہے، اس میں برکت پیدا ہوتی ہے

۵۔ اس سورت میں یہ بھی بتایا کہ انسانوں پر جو مصائب اور تکالیف آتی ہیں، ان کی ایک وجہ انسانوں کے برے اعمال بھی ہیں، ان کے گناہوں کی وجہ سے روئے زمین بلکہ بحر و بر میں فتنے اور مشکلات آتی ہیں، لہٰذا ان گناہوں سے حتّی الامکان جان چھڑانی چاہیے، اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً بارگاہِ خداوندی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۶۔ سورت کے آخر میں انسانی زندگی کے مختلف مدارج بیان فرمائے کہ انسان اپنی پیدائش کے وقت بالکل کمزور ہوتا ہے، کسی چیز پر قادر نہیں ہوتا، پھر آہستہ آہستہ وہ جوانی کی طرف قدم بڑھاتا ہے، اور ایک دن کڑیل جوان بن جاتا ہے، پھر رفتہ رفتہ بڑھاپے کی طرف سفر شروع کرتا ہے، اور ہر گزرتے دن کے ساتھ موت کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے، اور یوں چلتے چلتے بالآخر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

اللہ ربّ العزّت ہم سب کو موت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے اور تمام مراحل آسان فرمائے۔ آمین یا ربّ!

تمت سورۃ الروم بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ لُقْمٰن

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، اور مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے بارے میں کُفّارِ مکہ کی مخالفت زوروں پر تھی، اور کافروں کے سردار حیلوں، بہانوں اور پر تشدد کاروائیوں سے اسلام کی نشر و اشاعت کا راستہ روکنے کی کوششیں کر رہے تھے، قرآن کریم کا اثر انگیز اسلوب جب لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتا تو وہ ان کی توجہ ہٹانے کے لیے انہیں قصے کہانیوں اور شعر و شاعری میں الجھانے کی کوشش کرتے تھے، جس کا تذکرہ اس سورت کے شروع میں کیا گیا ہے۔

یہ سورت قرآن پاک کی ترتیب میں اکتیس (۳۱) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے ستاون (۵۷) نمبر پر ہے، چار رکوع اور چونتیس (۳۴) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۃ لقمان اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں اللہ رَبّ العزّت نے حضرت لقمان اور ان کی حکمت بھری باتوں کا ذکر کیا ہے۔

ماقبل سے ربط

پچھلی سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے توحید کی برکت سے رومیوں کی فتح کی خوشخبری دی تھی، اس سورت میں بھی حضرت لقمان کی نصائح کے ضمن میں توحید کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ رَبّ العزّت کی جانب سے انسانوں کی تربیت کی اہمیت" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے قرآن پاک کے حکمت بھرے مضامین پر مشتمل ہونے اور ذات باری تعالیٰ کے حکیم ہونے کو بیان کیا ہے۔

۲- اس سورت میں حضرت لقمان کی ان نصیحتوں کا بھی ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں۔

۳- اللہ رَبّ العزّت کی توحید کے دلائل بھی اس سورت میں مذکور ہیں۔

۴- اس سورت میں آخرت کی تیاری کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۟ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۟ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۟ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۟

قرآن ہدایت اور رحمت ہے

"الٓمّٓ" یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے (آغاز سورۂ عنکبوت)۔ "تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۟" یہ حکمت اور دانائی والی کتاب کی آیات ہیں، اس کا ہر ہر حکم اور ہر ہر آیت، عقل اور فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہے۔ حکمت کا معنی یہ ہے کہ جس میں خلل اور ٹکراؤ نہ ہو، نیز یہ ایمان والوں اور ان نیک اعمال کرنے والوں کے لیے جو شریعت کے پورے پابند ہوں، ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔ ان آیات میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے، حالانکہ یہ آیات مکی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اصل زکوٰۃ کا حکم مکہ معظمہ میں ہی نازل ہو چکا تھا، البتہ اس کی تفصیلات اور جزئیات مثلاً نصابوں کا تقرر اور واجب مقدار کی تفصیلات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۟ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۟

قصہ گوئی اور موسیقی کفار کا شیوہ ہے

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے ان افراد کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے قرآن کا مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کی، چنانچہ فرمایا کہ کچھ لوگ قرآن پاک کی تاثیر کم کرنے کے لیے قرآن کے مقابلہ میں شہوات نفسانیہ پر مشتمل مضامین، لٹریچر اور کُتب پڑھتے ہیں، نیز عشقیہ مضامین پر مشتمل گیت، غزلیں اور گانے سنتے ہیں، اور اس کے پڑھنے اور سننے کی دعوت دیتے ہیں، تاکہ لوگوں کو قرآن کی تلاوت اور اس کے مطالعہ سے روکا جائے، اور اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو قرآن سے روک کر گانے کی طرف متوجہ کیا جائے۔ آج کے دور میں فحش فلمیں اور ڈرامے دیکھنا اور دکھانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

مکہ مکرمہ میں ایک شخص تھا، جس کا نام "نضر بن حارث" تھا اور وہ قرآن کا سخت مخالف تھا، پیشہ کے لحاظ سے وہ ایک

تاجر تھا اور تجارت کے لیے مختلف ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا، تو ایک بار وہ تجارتی سفر پر ایران گیا، اور وہاں سے کچھ تاریخی کتابیں خرید کر مکہ لایا، جو کہ شاہانِ عجم جیسے سکندر، رستم وغیرہ کے قصوں پر مشتمل تھیں، نیز کچھ کتابیں ایسی تھیں جو فحش، ہیجان انگیز اور شہوانی جذبات بھڑکانے والے مضامین پر مشتمل تھیں، اس نے وہ کتابیں لوگوں کو دیں اور ان سے کہا کہ دیکھو یہ دلچسپ مضامین پر مشتمل ہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو (معاذ اللہ) تمہیں صرف عاد وثمود کے قصے سناتا ہے، میں تمہیں رستم ودارا کے قصے سناؤں گا، یہ لوگ اس کے قصوں کو بہت شوق سے سننے لگے کیونکہ ان میں کوئی تعلیم تو تھی نہیں، جس پر عمل کرنا پڑتا، صرف لذیذ قسم کی کہانیاں تھیں، اسی طرح اس نے ایک باندی خریدی جو نہایت خوش الحان تھی، اور وہ جس شخص کو دیکھتا کہ وہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو رہا ہے تو باندی کو اس کے پاس بھیج دیتا، وہ اسے کھانا کھلاتی، شراب پیش کرتی اور اس کے سامنے گانا گاتی، اس کا دل بہلاتی، یہی اس کی ڈیوٹی تھی، قرآن نے ان آیات میں اسی کا ذکر فرمایا۔

کیا موسیقی رُوح کی غذا ہے؟

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین حضرات نے گانے بجانے کی حرمت پر مفصل کلام کیا ہے، اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ گانا بجانا اور آلات موسیقی استعمال کرنا حرام اور ناجائز ہے اور آیت میں ''لہو الحدیث'' سے مراد گانا ہے۔

بعض جاہل کہتے ہیں کہ گانا روح کی غذا ہے...... یاد رکھیں! یہ شیطانی روح کی غذا تو ہو سکتی ہے، لیکن ایک مسلمان کی روح کے لیے موسیقی غذا نہیں ہو سکتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''گانا دِل میں منافقت اور کفر کو ایسے اُگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴/۲۷۸)'' اسی طرح ایک روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کان میں گانا جاتا ہے، قیامت کے دِن اس کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا (جامع الحدیث: ۴۳۹/۲۱)۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

اللہ رَبّ العزت نے ایسے فحاشی وعریانی اور لوگوں کو قرآن کریم سے ہٹانے کے لیے گانے بجانے کی جانب دعوت دینے والوں اور راہِ خدا کو مذاق بنانے والوں کو ذلت آمیز عذاب کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو تکبر سے منہ پھیر لیتے ہیں، جس سے یوں تاثر ملتا ہے کہ انہوں نے سنا ہی نہیں یا ان کے کان نہیں ہیں، اے پیغمبر! آپ ایسے لوگوں کو عذاب الیم کی بشارت سنا دیجیے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اس رکوع میں حضرت لقمان علیہ السلام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت لقمان کون تھے؟

حضرت لقمان ایک مشہور ومعروف تاریخی شخصیت ہیں، اور ان کی طرف بہت سی حکمت ودانائی کی باتیں منسوب

ہیں، حضرت وہب بن منبہؒ کی روایت کے مطابق یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھتیجے یا بھانجے تھے، ان کی عمر کافی دراز ہوئی، یہاں تک انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ بھی پایا۔ یہ حبشی النسل تھے اور پیشہ کے لحاظ سے بڑھئی یا درزی تھے، بکریاں بھی چراتے رہے اور بعض روایات کے مطابق بنی اسرائیل کے قاضی بھی رہے۔

کیا حضرت لقمان نبی تھے؟

حضرت لقمان علیہ السلام کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں مختلف آراء ہیں، بعض حضرات جن میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کے نزدیک وہ نبی تھے، جبکہ جمہور سلف کے نزدیک وہ نبی نہیں تھے بلکہ ولی اور حکیم تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب روایت منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت لقمان کو اختیار دیا تھا کہ نبوّت لے لو یا حکمت، انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ بعد میں کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے حکمت کو نبوّت پر ترجیح کیوں دی؟ آپ نے فرمایا کہ نبوّت بڑی ذمہ داری کا منصب ہے، اگر اللہ مجھے بغیر میرے اختیار کے دے دیتا تو وہ خود اس کی کفالت فرماتے، اور اگر میں اپنے اختیار سے اس کو طلب کرتا تو ذمہ داری مجھ پر ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر)

حکمت کا معنیٰ بعض اہل علم نے معرفت اور امانت سے کیا ہے جبکہ بعض علماء کے نزدیک حکمت دل میں دیے جانے والے نور کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ آدمی دل سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہے جیسے آنکھ سے دیکھتا ہے۔ وہب فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نے حکمت کے بارہ ہزار باب ارشاد فرمائے۔ یہ حکمت بھری باتیں لوگوں کے کلام میں داخل ہیں۔

حضرت لقمان کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟

اللہ ربّ العزّت نے حضرت لقمان کو حکمت جیسی عظیم دولت سے نوازا، اور خلقِ خدا کو ان کی جانب مائل فرمادیا، لوگ جوق در جوق آپ کی مجالس میں شرکت کے لیے حاضر ہوتے، تو ایک دن جب آپ نے مجلس قائم فرمائی ہوئی تھی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمارہے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ کیا تم وہی نہیں جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی ہوں، اس شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب میرے دو کام ہیں: ایک ہمیشہ سچ بولنا، دوسرے فضول باتوں سے اجتناب کرنا، اور ایک روایت کے مطابق آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس درجہ پر پہنچایا، اگر تم اختیار کرلو تو تمہیں بھی یہی درجہ اور مقام حاصل ہوجائے گا، وہ کام یہ ہیں: ”اپنی نگاہ کو پست رکھنا اور زبان کو بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، بات میں سچائی پر قائم رہنا، عہد کو پورا کرنا، مہمان کا اکرام کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا اور فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔“ (تفسیر ابن کثیر)

تو اس رکوع میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت لقمان علیہ السلام کی چند حکمت بھری باتیں ذکر کی ہیں، جن میں اللہ کی توحید، شرک سے ممانعت، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور دیگر عبادات اور اخلاقیات پر مشتمل باتیں ہیں۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو ایمان افروز نصیحتیں

پہلی نصیحت (عقائد سے متعلّق): شرک نہ کرنا

اب یہاں سے ان نصائح کا بیان شروع ہو رہا ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں، ان میں سے سب سے پہلی نصیحت عقیدے کی درستگی سے متعلق ہے، کہ بیٹا اللہ ربّ العزّت کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، کیونکہ شرک دنیا کا بدترین اور نا قابل معافی جرم ہے، اللہ سے ہر جرم کی معافی م جائے گی لیکن شرک اور کفر کی اللہ کے ہاں کوئی معافی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو بار بار کی نصیحت کا اثر یہ ہوا کہ بیٹا مشرک سے موحد بن گیا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ

الْمَصِيْرُ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝

حقوق والدین سے متعلّق قرآنی نصیحت

حضرت لقمان کی نصائح کے درمیان اللہ ربّ العزّت نے والدین کے حقوق بیان کیے، فرمایا کہ تمہارے والدین تمہارے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہیں، خاص کر تمہاری والدہ نے کراہتے ہوئے تمہیں دس ماہ تک تکلیف کی حالت میں پیٹ میں اٹھایا، پھر تمہاری پیدائش کے بعد دو سال تک تمہیں ہاتھوں میں اٹھا اٹھا کر دودھ پلاتی رہی، لہٰذا اپنے والدین کا شکریہ ادا کیا کرو، اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ والدین کی اطاعت میں بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، اور کسی خلاف شریعت کام میں ان کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر والدین مشرک، کافر یا بے دین ہوں اور وہ تمہیں کفر و شرک اور گناہوں پر مجبور کریں تو ان کی بات نہیں ماننی، اور اللہ کو ناراض کر کے والدین کو راضی نہیں کرنا۔ لیکن اس کے باوجود یعنی اگرچہ وہ کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہوں، ان کے ساتھ دنیا میں اچھا سلوک اور احسن انداز میں نباہ کرنا ہے۔ والدہ کا ذکر بطورِ خاص کر کے اشارہ کیا کہ والدہ کا حق والد سے بڑھ کر ہے۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ

اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۝

دوسری نصیحت

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اس بات کا مکمل اعتقاد و یقین رکھا جائے کہ آسمان اور زمین کے اندر جو کچھ ہے، اس کے ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے، کوئی

چیز خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو، وہ اللہ کے علم و نظر سے نہیں چھپ سکتی۔ لہٰذا جیسے جلوت میں اس کی نافرمانی سے بچا ایسے ہی خلوت میں بھی اس کی ناراضی کا کوئی سامان نہ کرنا۔ لہٰذا کوئی گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو حتیٰ کہ رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو اور مخفی ترین جگہ پر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی چٹان میں یا کسی بلند ترین جگہ میں جہاں کسی کی رسائی نہ ہو، اس برائی کو بھی اللہ تعالیٰ ظاہر کریں گے اور اس پر محاسبہ فرمائیں گے۔

آج ہم لوگ خلوتوں میں کتنے بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں، وہ لوگ جو بظاہر بہت نیک نظر آتے ہیں، ان کی خلوتیں بھی پاک نہیں ہیں، ہماری تنہائیاں گناہوں سے خالی نہیں ہیں، اور آج کے دور میں تو ان موبائلوں اور انٹرنیٹ کی وجہ سے تنہائیوں میں گناہوں کی بہت کثرت ہوگئی ہے۔ تو لقمان علیہ السلام نے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا خلوت میں بھی اللہ کو ناراض نہ کرنا، کیونکہ خلوت تو صرف تیرے اور میرے لیے ہے، اللہ کے لیے تو سب جلوت ہی جلوت ہے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

اعمال سے متعلق کچھ نصائح

تیسری نصیحت: نماز کا اہتمام کرنا اور اسے پابندی اور خشوع و خضوع سے ادا کرنا

چوتھی نصیحت: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا

پانچویں نصیحت: تکالیف اور مصائب پر صبر کرنا

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو تیسری نصیحت اعمال میں سے نماز کے متعلق فرمائی، اعمال واجبہ تو بہت ہیں لیکن ان سب میں اہم اور بڑا عمل نماز ہے، جو خود اہم ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے اعمال کی درستی کا بھی ذریعہ ہے، لہٰذا نماز کی حتی الامکان پابندی کرنی چاہیے، اس کے بعد امر بالمعروف (نیکی کی تلقین کرنا) اور نہی عن المنکر (برائی سے منع کرنے) کا حکم دیا، کیونکہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے، جس میں فرد کی اصلاح کے ساتھ جماعت اور معاشرہ کی اصلاح بھی اس کے نظام کا اہم جزو ہے، اس لیے نماز جیسے اہم فریضہ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔

پھر چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسے احکام ہیں جن میں خاصی مشقت اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کے مفادات پر زد پڑتی ہے تو وہ آپ کے مخالف ہوجاتے ہیں، جیسا کہ اسوۂ انبیاء سے ہمیں علم ہوتا ہے، لہٰذا اس حکم کے فوراً بعد صبر کرنے کی تلقین فرمائی کہ اگر ان کاموں میں تمہیں کوئی تکلیف پیش آئے تو اس پر صبر و استقامت سے کام لو۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝

چھٹی نصیحت (آداب معاشرت سے متعلق): تکبّر اور بڑائی نہ کرنا

حضرت لقمان نے عقائد اور اعمال سے متعلق نصائح فرمانے کے بعد معاشرتی آداب سے متعلق اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں فرمائیں، جن میں سے ایک یہ تھی کہ کبھی تکبّر مت کرنا، لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کرتے ہوئے ان سے منہ نہ پھیرنا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا، کیونکہ یہ تکبّر کی علامت ہے اور اخلاق شریفانہ کے بھی خلاف ہے، اور اللہ ربّ العزّت بھی متکبر اور اکڑ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

''مختال'' اور ''فخور'' کی وضاحت

''مختال'' اسے کہتے ہیں جو اپنے عمل سے تکبّر ظاہر کرے اور ''فخور'' زبان سے شیخیاں بگھارنے والے کو کہتے ہیں۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝

ساتویں نصیحت: چال میں میانہ روی اختیار کرنا

آٹھویں نصیحت: دھیمے لہجے میں بات کرنا

اس آیت میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو معاشرتی آداب سے متعلق کچھ مزید نصیحتیں فرمائی ہیں، فرمایا کہ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرنا، نہ بہت زیادہ تیز دوڑنا کیونکہ وہ وقار کے خلاف ہے، حدیث میں ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق ضائع کر دیتا ہے (معارف القرآن بحوالہ جامع صغیر) اور بہت زیادہ آہستہ بھی نہ چلنا جو تصنّع اور تکلّف کی علامت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح تیز دوڑنے سے اور عیسائیوں کی طرح بہت آہستہ چلنے سے منع کیا جاتا تھا اور یہ حکم تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال کو اختیار کرو۔ (معارف القرآن)

اس کے بعد نصیحت فرمائی کہ پست آواز میں بولا کرو، یعنی ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو اور شور نہ کرو اور اتنی بھی پست نہ کرو کہ مخاطب کو سنائی ہی نہ دے بلکہ درمیانے لہجے میں بات کرو۔ بہت زیادہ بلند آواز میں بات کرنا حیوانوں کی صفت ہے، جانوروں میں سب سے اونچی آواز گدھے کی ہوتی ہے لیکن سب سے بری آواز بھی اسی کی شمار ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''إذا سمعتم صياح الديكة فاسألوا الله من فضله فإنها رأت ملكا'' جب تم کسی مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے۔ ''وإذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فإنه رأى شيطانا'' اور جب تم گدھے کے ہینکنے کی آواز سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آیا کرو، کیونکہ گدھے نے اس وقت شیطان کو دیکھا ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف: ۱/۴۶۹)

حضرت لقمان کے ایمان افروز اقوالِ زرّیں

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت لقمان کی ان نصائح کو ذکر فرمایا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں، اس کے علاوہ بھی ان سے بہت سے اقوالِ زریں منقول ہیں، جن میں سے کچھ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱-جب کسی مجلس میں پہنچو تو پہلے اسلامی طریقہ کے مطابق سلام کرو، پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ، دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو، اور اگر وہ لوگ ذکر اللہ کریں تو تم ان میں سب سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر گپ شپ شروع کر دیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔

۲-آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔

۳-جب اللہ کو کوئی چیز سونپ دی جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ ربّ العزّت کی معلومات اور نعمتیں بے پایاں ہیں

حضرت لقمان کی نصائح ذکر کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے اور توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں، نیز انسان پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کا ذکر فرمایا جس سے مقصد شکر گزاری کا جذبہ ابھارنا، توحید اختیار کرنا اور شرک سے باز رکھنا ہے، نیز باپ دادا کی جاہلانہ تقلید چھوڑ کر حق کی اتباع کی دعوت دینا ہے، اس کے ضمن میں اپنی معلومات، اپنی صفات وکمالات اور اپنی نعمتوں کی ایک مثال دی ہے کہ وہ سب غیر متناہی ہیں، نہ کسی زبان سے وہ ادا ہو سکتی ہیں اور نہ کسی قلم سے ان کو لکھا جا سکتا ہے، مثال یہ ہے کہ اگر روئے زمین کے سارے درختوں کو کاٹ کر ان کو قلم بنا لیا جائے اور سارے سمندر بلکہ اس جیسے مزید سات سمندر ملا کر سب کو روشنائی بنا دیا جائے اور یہ سب قلم اللہ تعالیٰ کی معلومات اور صفات وکمالات کو لکھنا شروع کر دیں تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن معلومات ختم نہیں ہوں گی۔(اللّٰھم سبحانك حیث کمت)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَـيْــــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں جابجا اپنی توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں، اور سورت کے آخر میں توحید کے دلائل کے بیان کے بعد قیامت کے دن کا مختصر تذکرہ فرمایا اور اس کی تیاری کی ہدایت فرمائی، فرمایا کہ وہ ایسا دن ہوگا جس

میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو نفع پہنچانے پر قادر ہوگا، بلکہ سب کو اپنی پڑی ہوگی۔ اس لیے دنیا کی زندگی کے دھوکے میں نہ آؤ، یہ چند روزہ رونق ہے۔

نوٹ:- یوم محشر کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ وہاں کوئی باپ اپنے بیٹے اور بیٹا اپنے باپ کو ایک نیکی بھی دینے کے لیے تیار نہ ہوگا، نہ کوئی کسی کو بچا سکے گا، یہ حکم کفّار کے لیے ہے۔ جبکہ اہل اسلام گناہگار کا انبیاء علیہم السلام خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شہداء، حفاظ اور صالحین کی شفاعت سے جنّت میں جانا، اسی طرح مقربین اور صالحین کی اولادوں کو ان کے آباء کی وجہ سے نفع پہنچنے کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" (الطور:۲۱)

غیب کی کنجیاں صرف اللہ کی ملکیت ہیں

سورت کی آخری آیت میں اللہ نے غیب کی کنجیوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ کنجیاں صرف میرے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور کسی کو ان کا علم نہیں ہے۔ غیب کی کنجیوں سے مراد وہ پانچ چیزیں ہیں جن کا علم صرف اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے اور ان پانچ چیزوں کو اللہ ربّ العزّت نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ آیت کا شانِ نزول

عمرو بن حارث ایک کافر تھا، اس نے حضور سے چند سوالات پوچھے، ۱- قیامت کب آئے گی؟ ۲- میں نے فصل اگائی ہے، تو مجھے بتائیں کہ بارش کب ہوگی؟ ۳- میری بیوی حاملہ ہے تو آپ بتائیں کہ اس کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی؟ ۴- آج کے کام تو میں نے کر لیے، مجھے یہ بتائیے کہ میں کل کیا کروں گا؟ ۵- اور مجھے یہ بتائیے کہ مجھے موت کب آئے گی؟

اللہ ربّ العزّت نے اس پر یہ آیت اتاردی، اور فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں، معلوم ہوا کہ غیب کے خزانوں کی چابیوں کا مالک صرف اللہ ہے، علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔

امام مالکؒ کو خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، تو امام مالکؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ آپ نے کوئی جواب ارشاد نہیں فرمایا، بس پانچ کا اشارہ فرمایا، جب امام مالکؒ بیدار ہوئے تو ایک طرف تو حضور کی زیارت کی خوشی تھی لیکن دوسری طرف اضطراب یہ تھا کہ پانچ سے کیا مراد ہے؟ آیا پانچ دن، پانچ ہفتے، پانچ ماہ یا پانچ سال مراد ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، چنانچہ اس وقت کے تعبیر کے سب سے بڑے عالم جناب ابن سیرینؒ کی خدمت میں اپنا یہ خواب پیش کیا، علّامہ ابن سیرین عجیب شخصیت تھے، تو جب انہوں نے امام مالکؒ کا یہ خواب سنا تو ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ کا اشارہ کرکے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، گویا کہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ مالک! تمہارا سوال ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ اور وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں:

۱-قیامت کا علم، یعنی قیامت کب آئے گی؟ یہ صرف اللہ کو معلوم ہے۔
۲-بارش کب آئے گی؟ کتنی آئے گی؟ کہاں کہاں برسے گی؟ نفع مند ہوگی یا نقصان پہنچائے گی؟ ان سب باتوں کا تفصیلی اور یقینی علم بھی صرف اللہ کو ہے۔
۳-کائنات کی جتنی مادہ ہیں ان کے رحم میں پلنے والا بچہ نر ہوگا یا مادہ؟ پیدا ہوگا یا ضائع ہوگا؟ زندہ پیدا ہوگا یا مردہ؟ نیک بخت ہوگا یا بدبخت؟ رزق کتنا ہوگا؟ ان سب باتوں کا علم بھی صرف اللہ کو ہے!
۴-آنے والے کل میں کون کیا کرے گا؟ یہ بھی صرف اللہ جانتا ہے!
۵-کون کہاں مرے گا؟ اس کا علم بھی صرف اللہ کو ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ مذکورہ بالا اشیاء کا یقینی علم اللہ ربّ العزّت ہی کے پاس ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بے بہا علم عطا فرمایا اور سب سے زیادہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو اس کی مخلوق میں فحاشی اور لغو چیزیں پھیلانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، اور معاشرے میں ایسی چیزوں کی ترویج کا باعث بنتے ہیں جو اللہ کی مخلوق کو اللہ سے غافل کرنے کا سبب بنتی ہیں، جیسے آلات موسیقی، انٹرنیٹ اور میڈیا پر فحش اور بے کار مواد، فحش رسالے اور قصہ گوئی پر مشتمل مواد وغیرہ، لہٰذا ان امور سے حتی الامکان اجتناب کرنا لازم ہے۔
۲-سورت میں اللہ ربّ العزّت نے توحید کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں اور آسمان اور زمین کی تخلیق بیان فرما کر اپنی قدرت کے نمونے بیان فرمائے ہیں۔
۳-اللہ ربّ العزّت نے حضرت لقمان حکیم کا تذکرہ فرمایا اور ان کی چند ایمان افروز نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں، اور عقائد، اعمال اور آداب معاشرت پر مبنی تھیں، ذکر فرمائیں۔
ان نصائح میں توحید کا التزام، شرک کی مذمت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، تکبّر کی ممانعت وغیرہ شامل ہیں۔
۴-اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے پھر توحید کے دلائل بیان فرمائے، نیز قیامت کی ہولناکی کو بھی بیان فرمایا۔
۵-سورت کے آخر میں "غیب کی کنجیاں" بیان فرمائیں، یعنی وہ پانچ چیزیں جن کا علم اللہ ربّ العزّت کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

تمت سورۃ لقمان بعون اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی ترتیب میں اس کا بتیس (۳۲) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا پچھتر (۷۵) نمبر ہے، اس کے تین رکوع اور تیس آیات ہیں۔

سورت کے نام اور وجہ تسمیہ

۱۔اس سورت کا ایک نام سورۃ السجدہ ہے، کیونکہ وہ سورتیں جن کا آغاز "الٓمّٓ" سے ہوتا ہے، ان میں سے یہ واحد سورت ہے جس میں آیت سجدہ مذکور ہے، نیز اس سورت میں مؤمنین کی اس صفت کا بھی ذکر ہے کہ انہیں جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر جاتے ہیں، اس لیے اس کا نام سورۃ السجدہ رکھ دیا گیا۔

۲۔اس سورت کا دوسرا نام "الم تنزیل السجدہ" ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ انہی الفاظ سے اس سورت کی ابتداء ہوئی ہے۔اور لفظ سجدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ تا کہ اس سورت کا "الٓمّٓ" والی دوسری سورتوں سے امتیاز ہو جائے۔

سورت کی فضیلت

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں بکثرت یہ سورت پڑھا کرتے تھے، جبکہ دوسری رکعت میں اکثر سورۃ الدھر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(صحیح بخاری:۶/۱)

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سونے سے پہلے دو سورتوں کی تلاوت ضرور فرماتے تھے، ایک سورۃ السجدہ اور دوسری سورۃ الملک۔(مسند احمد:۲۶/۲۳) حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ بھی رات کو سونے سے پہلے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، کیونکہ یہ دونوں سورتیں خاص طور پر سورۃ الملک قبر کے عذاب سے بچانے والی ہیں۔(سنن نسائی:۶/۱۷۹)۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں غیب کی کنجیوں یعنی ان پانچ چیزوں کا بیان تھا جن کا علم صرف اللہ رب العزت کی پاک ذات کو ہی ہے، اس سورت میں انہی پانچ چیزوں کی کچھ وضاحت ذکر کی گئی ہے۔(اسرار ترتیب القرآن للسیوطیؒ)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کے سامنے جھکنا اور خضوع کرنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱-اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین عرب اور قریش مکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کوئی پیغمبر اور رسول نہیں بھیجا گیا، بلکہ آپ پہلے رسول ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو انبیاء کی دعوت بھی بالکل نہ پہنچی ہو، کیونکہ دوسری آیت میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا ہے کہ "وان من امة الا خلا فیھا نذیر" "یعنی کوئی اُمت اور جماعت ایسی دنیا میں ایسی نہیں جس میں کوئی اللہ سے ڈرانے والا اور اس کی طرف دعوت دینے والا نہ آیا ہو، خواہ وہ رسول اور پیغمبر ہو یا ان کا کوئی نائب، خلیفہ یا عالم دین وغیرہ۔ لہٰذا فی الجملہ ان تک بھی توحید کی دعوت پہنچی تھی، اگرچہ کوئی باضابطہ رسول اور پیغمبر ان میں مبعوث نہیں ہوا۔

۲-اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت اور اس کی قدرت کا بیان ہے، اور یہ کہ وہی اس کائنات کا نظام نہایت احسن انداز میں سنبھالے ہوئے ہے۔

۳-انسان کی تخلیق کا مکمل احوال اس سورت میں بیان کیا گیا ہے، اور یہ بھی کہ اس تخلیقی دور میں انسان کن کن مراحل سے گزرا، ان سب کا تفصیلی احوال بیان کیا گیا ہے۔

۴-قیامت کے دن مشرکین اور مجرموں کو جس ذلت کا سامنا ہوگا، اس ذلت کے احوال بھی اس سورت میں ذکر کیے گئے ہیں۔

۵-دنیا میں مومنین کے احوال اور قیامت میں اللہ ربّ العزّت کے پاس ان کے لیے جو نعمتیں تیار ہوں گی، ان سب کا ذکر بھی اس سورت میں شامل ہے۔

۶-اس سورت میں کفار کی بے وقوفی اور عناد کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے عناد کی وجہ سے قیامت کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہیں، جبکہ در حقیقت وہ خود قیامت واقع ہونے کے منکر ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الٓمّٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۞

قرآن کی حقانیت اور نزولِ قرآن کا مقصد

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اس مقدس کتاب قرآن مجید کی حقانیت کو بیان کیا، اور اس ضمن میں کفار

مکہ کے ایک اعتراض کو ذکر کر کے اس کا رد بھی فرما دیا، کفارِ مکہ کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے گھڑا ہے، تو اللہ ربّ العزّت نے اسے مکمل طور پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قرآن حضور کی طرف سے گھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اور یہ اس لیے نازل ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کے ذریعہ مکہ کے کفار اور اہلِ عرب کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کی توحید کی دعوت دیں۔

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے یہ بھی فرمایا کہ اہلِ مکہ ایسی قوم ہے جس میں آپ سے پہلے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، یہی مضمون سورۂ یٰسٓ میں بھی اللہ ربّ العزّت نے ذکر فرمایا ہے، لیکن ان آیات کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اہلِ مکہ تک توحید کی دعوت بالکل نہیں پہنچی تھی، کیونکہ زمانہ فترت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بہت سے حضرات کے متعلق یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ دینِ ابراہیمی پر قائم تھے، توحید پر ان کا ایمان تھا، بت پرستی اور بتوں کے لیے قربانی دینے سے وہ متنفر تھے۔ ان حضرات میں زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ شامل تھے۔

زید بن عمرو بن نفیل کا انتقال اس سال میں ہوا تھا جس میں قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، اور یہ واقعہ آپ کی نبوّت سے پانچ سال پہلے کا ہے، اور یہ اپنی زندگی میں قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور بتوں کے نام پر قربانی دینے کو بہت برا سمجھتے تھے اور مشرکین کے ذبائح کا گوشت نہ کھاتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت سعید بن زید مسلمان ہوئے اور صحابہ میں سے عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کی سعادت بھی پائی، انہوں نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے والد توحید پر قائم اور بت پرستی کے منکر تھے، تو کیا میں ان کے لیے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ان کے لیے دعائے مغفرت جائز ہے، وہ قیامت کے روز ایک مستقل اُمت ہو کر اٹھیں گے۔ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی)

اسی طرح ورقہ بن نوفل جو آپ کے نبوّت کے ابتدائی زمانہ میں موجود تھے، توحید پر قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا عزم رکھتے تھے، لیکن ان کی وفات ہو گئی۔

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اقوامِ عرب بھی دعوتِ الٰہیہ اور دعوتِ ایمان و توحید سے محروم نہیں تھی، مگر خود ان کے اندر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (معارف القرآن)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۞ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۞ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۞

توحیدِ باری تعالیٰ کے دلائل

اس کے بعد اللہ نے اپنی توحید کے دلائل کا سلسلہ شروع کیا، اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی متعدد

صورتیں ذکر فرمائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آسمان وزمین کا خالق اللہ ہے، اس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور ایک دن اللہ کے ہاں ایک ہزار سال کا ہوتا ہے، اور چھے دنوں میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کرنے سے جبکہ وہ ایک "کن" فرما کر بھی یہ سب بنانے پر قادر تھا، درحقیقت اپنی مخلوق کو یہ تعلیم دینا مقصد تھا کہ تم بھی اپنے کام ٹھہر ٹھہر کر کیا کرو، تدبیر کے ساتھ کیا کرو۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٠ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝١١

اِنسانی زندگی کے مراحل

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے انسان کی پیدائش سے اس کی موت تک کے تمام مراحل کو اختصار کے ساتھ نہایت جامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تخلیق انسان کی ابتداء مٹّی سے فرمائی، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹّی سے پیدا فرمایا، پھر انسانی نسل کو ایک بے قدر پانی یعنی نطفۂ منی سے بنایا، پھر رحم مادر میں اس کے اعضا درست کیے، پھر اس میں روح پھونکی اور آنکھ، کان اور دل عنایت فرما کر اسے زندگی بخشی، اور پھر ایک وقت مقررہ پر موت کا فرشتہ اللہ رَبّ العزّت کے حکم سے ان کی جان قبض کرلیتا ہے، پھر انہیں اللہ رَبّ العزّت کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ان سب نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ انسان اللہ رَبّ العزّت کا شکر ادا کرتا، لیکن افسوس کہ انسان بہت کم شکر ادا کرتے ہیں، اور بجائے شکر ادا کرنے کے الٹا وہ ذات باری تعالیٰ اور روزِ قیامت اس سے ملاقات کا ہی انکار کردیتے ہیں، جو سخت بدبختی کی علامت ہے۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝١٥ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝١٦ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝١٧

مومنین کی صفات

پہلی صفت

اس آیت میں اللہ رَبّ العزّت نے مومنین کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے تمام حضرات کو تیسرا کلمہ اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ تیسرے کلمہ میں "سبحان اللہ" بھی موجود ہے، "الحمدللہ" بھی

موجود ہے، ''اللہ اکبر'' بھی موجود ہے اور ''لا الٰہ الا اللہ'' بھی موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار کلام دنیا کے تمام کلاموں میں سب سے افضل ہیں، ''سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر'' (صحیح بخاری شریف:۱/۲۸۸) ایک روایت میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص ایک دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہتا ہے، اس کے گناہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔'' (صحیح بخاری شریف:۱/۱۷۸) اس لیے کثرت کے ساتھ تیسرا کلمہ پڑھنا چاہیے۔

دوسری صفت

ان کی دوسری صفت یہ ہے کہ راتوں کو ان کے پہلو نرم و گداز بستروں سے جدا رہتے ہیں، جب ساری دنیا خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہوتی ہے تب یہ اللہ کے نیک بندے اس کے سامنے مصلیٰ بچھا کر آہ و زاریاں کرتے ہیں اور ثواب کی امید اور عذاب کے خوف کے ساتھ اپنے ربّ کے سامنے دستِ دُعا دراز کرتے ہیں۔

یہ ایمان والوں کی نشانی ہے کہ ان میں ڈر بھی ہوتا ہے اور ان میں امید بھی ہوتی ہے، لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ ''قہار'' ہے، لیکن اس سے امید بھی رکھو کیونکہ وہ ''غفار'' ہے، ڈر چھوڑ دو گے تو جری ہو جاؤ گے، امید چھوڑ دو گے تو مایوس ہو جاؤ گے۔

تہجد پڑھنے والوں کا مقام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن منادی اعلان کرے گا: ''این الذین تتجافی جنوبھم عن المضاجع'' کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا ہوا کرتے تھے، یہ اعلان سن کر میدانِ محشر میں تہجد گزار کھڑے ہو جائیں گے، جب وہ کھڑے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ ان سب کو بغیر حساب و کتاب کے جنّت میں داخل کر دو۔ (شعب الایمان للبیہقی:۳/۱۲۹) اللّٰھم اجعلنا منھم۔ آمین

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

ان فی الجنۃ غرفۃ یری ظاھرھا من باطنھا و باطنھا من ظاھرھا، اعدھا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام۔

کہ جنّت میں ایک نہایت شاندار محل ہے جس میں باہر سے اندر کا منظر نظر آتا ہے اور اندر سے باہر کے مناظر سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے، یہ محل اللہ نے ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے جو نرم گفتگو کرتے ہوں، لوگوں کو کھانا کھلاتے ہوں، مسلسل روزے رکھتے ہوں اور جب ساری دنیا خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہو تو وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی:۴/۳۰۰)

ایک مسئلے کی وضاحت

تہجد کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ افضل تو یہ ہے کہ سوکر اٹھنے کے بعد تہجد ادا کی جائے لیکن اگر سونے کے بعد آنکھ نہ کھلنے کا اندیشہ ہو تو سونے سے پہلے ہی عشاء کی نماز کے ساتھ دو، چار، چھ یا آٹھ رکعت تہجد کی نیت سے ادا کر لینے چاہئیں۔ یہ بھی تہجد میں شمار ہو جائیں گی۔ (شامی: ج ۲، ص ۲۴)

تیسری صفت

اور ان کی تیسری صفت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سے وہ اس کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق میں خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ اور صدقات دیتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

مؤمنین کا اجر

فرمایا کہ ایسے مؤمنین جن میں یہ تمام صفات موجود ہوں، ان کے لیے اللہ ربّ العزّت نے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، اور وہ نعمتیں ایسی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھی ہوں گی، نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی دل پر ان کا کھٹکا گزرا ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی پیشین گوئی

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہونے کی خبر اور پیشین گوئی کی گئی ہے اور فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ اس میں شک نہ کریں کہ آپ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوگی، چنانچہ شب معراج میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان سے ملاقات ہوئی، پھر قیامت میں ملاقات ہونا بھی ثابت ہے، نیز معراج کی رات آپ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں بھی دیکھا، جیسا کہ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴/ ۱۸۴۵)

بنی اسرائیل کو امامت اور پیشوائی کیوں ملی؟

اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ جن میں مندرجہ ذیل دو صفات اور خوبیاں تھیں، اللہ ربّ العزّت نے انہیں امام اور پیشوا بنا دیا، وہ خوبیاں یہ ہیں:

۱۔صبر یعنی احکام الٰہیہ کی پابندی پر ثابت قدم رہنا اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے نفس کو روکنا۔
۲۔اللہ کی آیات پر یقین۔
امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس وقت تک زمین میں اقتدار نہیں دیتے جب تک کہ اس کو آزما نہ لیں، اور اس وقت تک اسے امام نہیں بناتے جب تک کہ اسے صبر اور یقین نہ دیں۔

سورت کا اجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن کی حقانیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی توحید کے کچھ دلائل بھی بیان فرمائے ہیں، جن میں زمین وآسمان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ان کے مربوط اور مرتب نظام کا ذکر فرمایا۔
۲۔اس سورت میں انسان کی پیدائش سے اس کی موت تک کے تمام مراحل کو اختصار کے ساتھ نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں دورانِ حمل کے مراحل، پھر پیدائش کے بعد کی زندگی کے مراحل اور پھر موت کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔
۳۔اس سورت میں مؤمنین کی کچھ صفات بھی ذکر کی گئی ہیں جن میں تواضع اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، تسبیح وتحمید کرنا اور تہجد ادا کرنا شامل ہیں، نیز ان مؤمنین کا اللہ ربّ العزّت کے ہاں جو انعام ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔
۴۔اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کی پیشنگوئی بھی کی گئی ہے، جو معراج کے موقع پر پوری ہوئی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مفصل احوال اپنی اُمت کو بتائے۔
۵۔سورت کے آخر میں ایک بار پھر اپنی قدرت کی چند نشانیاں ذکر فرمانے کے ساتھ قیامت کے دن کا بھی تذکرہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کی کہ آپ ان کافروں پروا نہ کیجیے بلکہ اپنے کام میں لگے رہیے، اور انتظار فرمائیے، اللہ خود ان سے حساب لے لیں گے۔

تمت سورۃ السجدۃ بعون اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد چوتھے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی، قرآن کریم کی ترتیب میں اس کا تینتیس (۳۳) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ نوے (۹۰) نمبر پر ہے، اس کے نو (۹) رُکوع اور تہتر آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ

''اَحزاب'' جماعتوں کو کہتے ہیں، اس سورت کو سورت احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ایک ایسے غزوہ کا ذکر ہے جس میں مشرکین کی کئی جماعتیں مسلمانوں کے خاتمہ کے لیے مدینہ منوّرہ پر چڑھ دوڑیں تھیں، لیکن اللہ رَبّ العزّت نے انہیں ناکام ونامراد واپس لوٹا دیا۔ اس غزوہ کو بھی غزوۂ احزاب کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

پچھلی سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں سے اعراض کرنے اور ان کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم فرمایا تھا، جبکہ اس سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنے نبی کو تقویٰ اختیار کرنے اور کُفّار ومشرکین کی اطاعت نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

نیز گزشتہ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے شرک کی تردید فرمائی تھی، جبکہ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے جاہلیت کی رسموں کی تردید کی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''اللہ رَبّ العزّت کے احکام اور اس کی شریعت کی فرمانبرداری کرنا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور بلند مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، جس میں درج ذیل امور شامل ہیں:

۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اقدس نہ لیا جائے۔

۲: اللہ ربّ العزّت اور فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

۳: اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمنوں کے لیے اُسوۂ حسنہ بنایا ہے۔

۴: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف نہ دی جائے۔

۵: جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف دے گا، اللہ ربّ العزّت اسے ذلّت والے عذاب میں مبتلا فرمائیں گے۔

۲- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، امہات مؤمنین اور تمام مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کے تمام احکامات کی مکمل فرمانبرداری کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی ضمن میں غزوۂ اَحزاب میں مسلمانوں کی قوت ایمانی کا ذکر فرمایا، جب انہوں نے کُفّار کی جماعتوں کو دیکھا، تو بھرپور قوت ایمانی سے کُفّار کا مقابلہ کیا، اسی طرح امہات المؤمنین کی مثال بیان فرمائی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا اور اس کی رونق یا آخرت اور اس کی نعمتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا تو انہوں نے آخرت کو ترجیح دی، اسی طرح جب پردہ کا حکم نازل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو وہ حکم سنایا تو انہوں نے بلا چوں چرا اس حکم پر عمل کرتے ہوئے پردہ کرنا شروع کر دیا۔

۴- اس سورت میں جاہلیت کی کچھ رسومات اور عادات بد کا بھی رد کیا گیا ہے، جن میں پہلی رسم یہ تھی کہ مشرکین عرب منہ بولے بیٹے کو حقیقی سگے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے، یعنی اس سے خاندان کی عورتوں کا پردہ نہیں ہوتا تھا اور خاندان کے بڑے کی وفات کی صورت میں منہ بولا بیٹا اس کا وارث سمجھا جاتا تھا، نیز منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا بھی حرام سمجھا جاتا تھا۔ اللہ ربّ العزّت نے اس رسم کی سختی سے تردید فرمائی۔

دوسری عادت بد مشرکین عرب میں یہ تھی کہ ان کی خواتین پردہ کا اہتمام نہیں کرتی تھیں، بلکہ سرعام بغیر پردہ کے گھومتی پھرتی تھیں، اللہ ربّ العزّت نے اس بے پردگی کا بالکل خاتمہ فرمایا، اور پردہ کے احکامات نازل فرمائے۔

تیسری عادت بد ان میں یہ تھی کہ لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہو جاتے تھے، اور اگر کسی گھر میں بھی دعوت کے لیے جاتے تو کھانا کھانے کے بعد کافی دیر تک وہیں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے، خواہ میزبان گھرانے کو تکلیف ہوتی ہو، اس کا ذرا احساس نہیں کرتے تھے، اللہ ربّ العزّت نے ان کو اس طرز عمل سے روکا اور معاشرتی آداب سکھائے۔

۵- اس سورت میں یہ مضمون بھی بیان کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں احکامات شریعت کے برابر مکلف ہیں۔

۶- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مؤمنین کے حق میں گواہی دی کہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے

اللہ ربّ العزّت سے کیا اپنا وعدہ پورا کیا اور کچھ ایسے ہیں جو اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں، ان سب کے لیے اللہ ربّ العزّت نے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔

۷- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے کافروں کے لیے سخت عذاب کی وعید بھی بیان فرمائی ہے۔

۸- اس سورت میں شرعی احکامات کی ذمہ داری کی عظمت بھی بیان کی گئی ہے کہ ان احکامات کو نبھانا اور کما حقہ پورا کرنا بہت مشکل کام ہے، اسی لیے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے معذرت کر لی تھی، جبکہ حضرت انسان نے اس ذمہ داری کو اُٹھانے کی حامی بھر لی۔

۹- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے رسول بھیجنے کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

شانِ نزول

ان آیات کے سببِ نزول میں مختلف روایات منقول ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کے آس پاس یہود کے قبائل، بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع وغیرہ آباد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ کسی طرح یہ لوگ مسلمان ہو جائیں، اتفاقاً ان یہودیوں میں سے چند لوگ آپ کی خدمت میں آنے لگے اور منافقانہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے، دلوں میں ایمان نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں تو دوسروں کو دعوت دینا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے آپ ان لوگوں کے ساتھ خاص مدارات کا معاملہ فرماتے اور ان کے چھوٹے بڑے آنے والوں کا اکرام فرماتے تھے اور کوئی بری بات بھی ان سے صادر ہوتی تو دینی مصلحت سمجھ کر اس سے چشم پوشی فرماتے تھے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

ایک دوسرا واقعہ ابنِ جریرؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہجرت کے بعد کفارِ مکہ میں سے ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ مدینہ طیبہ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ پیشکش کی کہ ہم سب قریش کے آدھے اموال آپ کو دے دیں گے، اگر آپ اپنے دعوے کو چھوڑ دیں، اور مدینہ طیبہ کے منافقین اور یہود نے آپ کو یہ دھمکی دی کہ اگر آپ نے اپنا دعویٰ اور دعوت سے رجوع نہ کیا تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی)

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے نبی! اللہ سے ڈریے، مفسرین کے نزدیک یہ خطاب دراصل اُمّت کو ہے، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہہ کر ہمیں سنایا جا رہا ہے، کیونکہ حضور کو تو

اللہ کا ڈر پہلے سے تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرنے کا مقصد اس حکم کی عظمت بیان کرنا ہے۔ جبکہ بعض مفسرین کرام نے آیت کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ تقویٰ پر قائم ودائم رہیں یعنی احکامِ خداوندی بجالاتے رہیں اور دین پر ثابت قدم رہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ کافروں، منافقوں اور بے دینوں کی باتیں نہ مانیے، بلکہ اللہ ربّ العزّت نے جو پیغامات اور شریعت آپ کو عطا کی ہے اس کی اتباع کیجیے، یہی حکم اُمّتِ مسلمہ کے لیے بھی ہے۔

ہم اپنی معاشرتی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ جب بھی ہم شریعت پر اور اپنے نبی کی سُنّت پر چلنا شروع کرتے ہیں تو بے دین قسم کے لوگ ہمیں طرح طرح کے وسوسوں اور طعن وتشنیع کے ذریعے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، مثال کے طور پر اگر آپ کوئی شادی، وفات کی کوئی رسم یا کاروبار وغیرہ سُنّت کے طریقے کے مطابق کرنا چاہیں تو ایسے لوگ کہتے ہیں کہ کچھ تو دنیاداری کا خیال کرنا چاہیے، برادری کی بھی ماننی پڑتی ہے، وغیرہ ذالک۔ تو اللہ ربّ العزّت نے بطورِ خاص اس سورت کا آغاز ہی اسی سے فرمایا کہ ایمان والو! نہ کفّار کی مانو، نہ منافقین کی مانو اور نہ بے دینوں کی مانو، بلکہ اللہ ربّ العزّت کے احکامات کی پیروی کرو، اور اگر اس ضمن میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف یا اپنوں کے تلخ رویہ کا اندیشہ ہو تو اللہ ربّ العزّت پر بھروسہ رکھو، وہ بہترین کارساز ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

زمانہ جاہلیت کے رُسوم کی تردید

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے زمانہ جاہلیت کی چند رسوم کی تردید فرمائی ہے:

۱- زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ایسے شخص کو جو زیادہ ذہین ہو، یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے سینے میں دو دل ہیں، (جمیل بن معمر قریشی جو نہایت ذہین شخص تھا کو بھی لوگ دو دلوں کا مالک سمجھتے تھے) یہ بات اگرچہ کسی مذہبی عقیدے یا عمل سے متعلق نہیں تھی بلکہ فنِ طب کا معاملہ تھا، اسی لیے شریعت اسلام کو اس کی تردید کی ضرورت نہیں تھی، لیکن چونکہ اس بات کا غلط ہونا ظاہری بات تھی، اس لیے باقی دو مسئلوں کی تردید کے لیے اس بات کو بھی بطورِ تمہید ذکر کر دیا کہ جیسے اہل جاہلیت کا یہ کہنا غلط ہے اور اس کے غلط ہونے کو عام وخاص سب ہی جانتے ہیں، اسی طرح آنے والے دو مسائل میں بھی ان کا نظریہ غلطی پر مبنی ہے۔ (معارف القرآن)

۲- عرب کا دوسرا غلط نظریہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یا میری ماں کی برابر اور مثل ہے تو اس عورت کو اپنی حقیقی ماں کی طرح ہمیشہ کے لیے حرام سمجھتے تھے۔ اللہ ربّ العزّت نے ان

کے اس نظریہ کی تردید فرمائی کہ محض اس طرح کہنے سے تمہاری بیویاں حقیقتہً ماں نہیں بن جاتیں، لیکن ایسا کہنا گناہ ہے، اس سے پرہیز واجب ہے، البتہ اس طرح کہنے کا بیویوں پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ اس کا تفصیلی ذکر اللہ ربّ العزّت نے اٹھائیسویں پارے میں سورۃ مجادلہ میں بیان کیا ہے، وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

۳۔اہلِ جاہلیت کا تیسرا غلط نظریہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیتا تو اس کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے اور اس پر سارے احکامات حقیقی بیٹے والے لاگو کرتے۔ اللہ ربّ العزّت نے اس نظریہ کی تردید فرمائی کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا، کیونکہ جس طرح کسی شخص کے دو دل نہیں ہوسکتے اسی طرح دو باپ بھی نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا منہ بولے بیٹے کو اس کے حقیقی والد کی طرف منسوب کرنا لازم ہے، اس کو اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے پکارو، حقیقی باپ کی جگہ پرورش کنندہ کا نام لکھوانا یا کہلوانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام تھے، جن کا نام زید بن حارثہ تھا، یہ اصلاً عربی النسل تھے، لیکن انہیں کسی نے بچپن میں اغوا کرکے بیچ دیا تھا، اسی لیے یہ غلام بن گئے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ نے انہیں خرید لیا، اور خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کردیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما کر اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا، جس پر لوگ انہیں زید بن محمد کہنے لگے، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے ان کو ان کے حقیقی والد کی نسبت سے پکارنا شروع کردیا۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥

شانِ نزول

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو غزوہ کی تیاری کا حکم دیا تو کچھ لوگوں نے اپنے والدین سے اجازت لینے کی بات کی، تو اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں

اس آیت مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اطاعت تمام مخلوق سے زیادہ واجب ہونے کو بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ میرے نبی مومنین کے لیے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ خیر خواہ اور شفیق ہیں، لہٰذا اس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہیے کہ ہر مومن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی اطاعت سب سے زیادہ ہو، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے:

عن أنس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اپنے باپ، بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری شریف، نسخہ طوق النجاۃ، ص ۱۴)

اللہ ربّ العزّت ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے اور اس محبت کے تمام تقاضوں کو بجالانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اُمّت کی مائیں ہیں

آیت کے اگلے حصہ میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات عزّت اور احترام میں اور بزرگی اور اکرام میں ساری اُمّت کی مائیں ہیں۔ یعنی جیسے ان کے لیے ان کی اپنی حقیقی مائیں قابل احترام ہیں، ایسا ہی احترام ازواج مطہرات کا بھی ہے، البتہ ماں کے اور احکام مثلاً پردہ نہ ہونا یا ان کی لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کی حرمت کا حکم وغیرہ یہاں لاگو نہیں ہوں گے۔ جبکہ خود ازواج مطہرات سے کسی اُمّتی کا نکاح حرام ہونا خود ایک مستقل آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

نیز اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کا تعلق اگرچہ اُمّت سے اس قدر مضبوط ہے کہ ماں باپ سے بھی مقدم ہے، مگر میراث کے احکام میں اس کا کوئی دخل نہیں بلکہ میراث نسبی اور قرابتی رشتوں کی بنیاد پر ہی تقسیم کی جائے گی۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْــَٔـلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

”میثاقِ انبیاء“

اس آیت میں اللہ رب العزت نے تمام انبیاء سے ایک عہد لینے کا ذکر فرمایا ہے، یہ عہد نبوّت اور رسالت کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور مدد کرنے سے متعلق تھا۔ اس آیت میں تمام انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد پانچ انبیاء کا بصراحت ذکر فرمایا، جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامل ہیں، ان کو اولوالعزم انبیاء بھی کہا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَـنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ

طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۞ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۞ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۞ ...... وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۞ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۞ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۞

آیت نمبر ۹ تا آیت نمبر ۲۷

غزوۂ اَحزاب کا تفصیلی واقعہ

مذکورہ بالا مکمل دو رکوع میں اللہ ربّ العزّت نے غزوۂ اَحزاب کے واقعے کو تفصیلی طور پر بیان کیا ہے، یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال میں پیش آیا، جس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

یہود کے قبیلہ بنی نضیر اور قبیلہ بنی وائل کے تقریباً بیس افراد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے تھے، مکہ مکرمہ پہنچے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کر کے ان کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ کیا، اور انہیں قائل کرنے کے لیے اپنے علم اور ضمیر کے خلاف یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین، محمد کے دین سے بہتر ہے۔ جس پر وہ مطمئن ہوئے اور جنگ کے لیے حامی بھر دی، قریش مکہ کو تیار کرنے کے بعد یہ افراد عرب کے ایک بڑے اور جنگجو قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور انہیں بھی اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی اور بھاری رشوت کی پیشکش بھی کی، انہوں نے بھی شرکت کی حامی بھر لی۔ اس طرح یہ لوگ دیگر قبائل عرب کے پاس گئے اور انہیں بھی اپنے ساتھ جنگ میں شرکت پر آمادہ کر لیا۔ یوں تقریباً بارہ ہزار سے پندرہ ہزار تک کا لشکر جرار لے کر مدینہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

جبکہ دوسری طرف مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ اور ان کے پاس صرف چھتیس گھوڑے تھے۔ اور مدینہ کی کل آبادی مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو ملا کر بھی بارہ ہزار نہیں بنتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس متحدہ لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کہ چونکہ مدینہ کے تین طرف پہاڑ ہیں اور ایک جانب ہموار راہ ہے، تو اسی راہ پر گہری خندق کھود یں جس کو یہ عبور نہ کر سکیں، آپ کو یہ مشورہ پسند آیا، چنانچہ آپ نے دس دس آدمیوں کو ایک ٹکڑا دے دیا اور خندق کی کھدائی کا کام شروع کروا دیا، جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ ادھر

خندق تیار ہوگئی ادھر لشکر آ پہنچا، ان کے پاس ایک ہزار اونٹ، کئی سو گھوڑے، اور کئی تلواریں تھیں، لیکن جب وہ پہنچے اور آگے خندق دیکھی تو حیران و پریشان رہ گئے، کیونکہ یہ ان کا پہلا تجربہ تھا، حضور نے یہ دفاعی جنگ لڑی تھی، یہ لوگ خندق کے اس پار تقریباً بیس یا پچیس دن تک کھڑے رہے، اس دوران خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے، ایک یہودی نے اس کی کوشش کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا، کچھ اور لوگوں کی بھی آپس میں مڈبھیڑ ہوئی، جبکہ تیر اندازی ہر دو طرف سے مسلسل جاری رہی۔

یہ بہت مشکل وقت تھا، اس وقت میں ایک تو مدینہ کے مسلمان قحط سالی کا شکار تھے، یعنی سخت سردی تھی اور کھانے پینے کا سامان ختم تھا، ادھر سے دشمن کا خوف بھی لاحق تھا، جبکہ دوسری طرف ایک اور افتاد یہ آن پڑی کہ مدینہ کے اندر یہود کا ایک قبیلہ رہائش پذیر تھا جس کا نام بنوقریظہ تھا، ان کا مسلمانوں کے ساتھ عہد تھا کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیں گے، لیکن بنوغطفان نے ان کو بھی عہد شکنی پر ابھارا جس پر انہوں نے بغاوت کردی، اب مسلمان اندر اور باہر ہر دو اطراف سے دشمنوں کے چنگل میں پھنس گئے تھے، حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان کفار سے صلح کرلی جائے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، تو انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے تو ہمارے کچھ کہنے کی مجال نہیں ہے، اور اگر آپ ہمیں تکلیف اور مشقت سے بچانے کے لیے یہ تدبیر کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان سے صلح نہیں کرنا چاہتے، ہم ان سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ ربّ العزّت ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔

ایسے حالات میں اللہ نے مسلمانوں کی خاص مدد فرمائی اور ایک رات نہایت تند و تیز ٹھنڈی ہوا بھیج دی، ہوا اتنی تیز تھی کہ کفار کی کھانے کی دیگیں الٹ گئیں، ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہر طرف ریت اڑ رہی تھی، ساتھ ہی اللہ ربّ العزّت نے آسمان سے فرشتے نازل کیے جنہوں نے ان کے دلوں پر رعب طاری کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کیا، اور پورا لشکر ناکام، خائب و خاسر اور نامراد ہو کر واپس لوٹ گیا، حضور علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا کہ "الآن نغزوهم ولا يغزوننا" "اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، یہ ہم پر چڑھائی نہیں کرسکیں گے، اور ایسا ہی ہوا۔ (معارف القرآن)

غزوۂ احزاب میں منافقین اور مومنین کا طرزِ عمل

غزوۂ احزاب کے آغاز سے انجام تک منافقین نے مسلسل حیلے بازی اور دھوکہ دہی سے کام لیا، جنگ کے آغاز میں مختلف قسم کے بہانے بنا بنا کر جنگ سے فرار کی راہیں تلاش کرنے لگے، کچھ ویسے ہی چھپ گئے، جبکہ بعض منافقین جنگ کے درمیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے کر بھاگ گئے، اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، مسلمانوں کو طعنے دیتے رہے، غرض ہر طرح سے مسلمانوں کو زچ کرنے کی کوششوں میں مصروفِ عمل رہے۔

جبکہ دوسری طرف ایمان والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفا کی، ان سخت اور مشکل ترین حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل ساتھ دیا، بہادری اور ہمت کے ساتھ جبکہ بھوک اور پیاس کی شدت سے بے حال تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کی حفاظت کے لیے ڈٹ کر کھڑے رہے، اللہ ربّ العزّت نے ان آیات میں ان کی تعریف بھی فرمائی کہ جب ایمان والوں نے کفّار کے لشکروں کو دیکھا تو بجائے خوفزدہ ہونے کے ان کے ایمان میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ یقیناً اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ پورا ہوگا۔

غزوۂ بنو قریظہ

اس کے بعد اللہ نے غزوہ بنی قریظہ کا ذکر کیا، انہوں نے غزوۂ احزاب کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے عہد شکنی کی تھی، چنانچہ جب غزوہ احزاب ختم ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے تشریف لے گئے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، ان کے جسم پر گرد و غبار تھا، انہوں نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار اتار دیے، حالانکہ فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے، اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ پر حملہ کریں اور میں آپ سے آگے وہیں جا رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنو قریظہ کی طرف چلو، وہ مدینہ کے شمال میں رہتے تھے، ان کو جب اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو گئے، صحابہ کرام نے جا کر ان کا محاصرہ کیا، جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھجوایا کہ ہم قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ غزوہ احزاب میں زخمی ہو گئے تھے، اس لیے وہ مسجد نبوی میں ہی رہتے تھے، ان کو لایا گیا، تو چونکہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی اس لیے انہوں نے ان کے متعلق تورات میں ذکر کردہ عہد شکنی کی سزا کے مطابق سزا تجویز کی، تورات میں عہد شکنی کی سزا یہ درج تھی کہ عہد شکنی کرنے والوں کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے، تو آپ نے بھی یہی فیصلہ کیا، جس پر ان کے سینکڑوں مردوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيْلًا۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ
اَجْرًا عَظِيْمًا۝ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۝

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں کسی حد تک خوشحالی پیدا

کردی تھی، تو ازواج مطہرات کو بھی یہ خیال آیا کہ اب ان کے نان ونفقہ میں بھی کچھ اضافہ کیا جانا چاہیے، کیونکہ وہ بدستور تنگی کا شکار تھیں، تو انہوں نے جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر وکسریٰ کی بیویاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کنیزیں ہیں، جبکہ ہمارا حال فقر وفاقہ کا ہے، اس لیے اب ہم پر کچھ وسعت سے کام لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ مطالبہ پسند نہ آیا اور آپ کو اس سے بہت دُکھ ہوا، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر مسجد نبوی کے قریب بنے بالاخانہ میں چلے گئے، اور آپ نے قسم اٹھالی کہ میں ایک ماہ تک بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا، ادھر مدینہ میں افواہ پھیل گئی کہ حضور نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے کیونکہ ان کی بیٹی بھی حضور کی گھر والی تھی، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو وہ حاضر ہوئے اور دونوں حضرات بالاخانے میں چلے گئے، وہاں حضور سے جا کر اصل صورتِ حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے طلاق نہیں دی، جس پر انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹیوں کو ڈانٹا کہ حضور کا احترام کرو، اور آج کے بعد ان سے دنیا کی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرنا۔

جب ایک مہینہ گزر گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی، کہ میرے نبی اپنی بیویوں سے ارشاد فرمادیجیے کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرلو، اگر دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کی خواہش ہے تو میں تمہیں کچھ سامان دے کر اچھے طریقے سے رخصت کردوں گا،، اور اگر اللہ، رسول اور آخرت کی طلبگار ہو تو صبر سے میرے ساتھ زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں تم اپنے والدین سے مشورہ کر کے مجھے جواب دینا، پھر آپ نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی، اس پر انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا میں اس کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی، ''اخترت اللہ ورسولہ'' میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چنا۔ اس کے بعد تمام ازواج مطہرات نے بھی اسی سے ملتا جلتا جواب دیا اور سب نے اس فانی دنیا کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی آخرت کو ترجیح دی۔

اکیسواں پارہ اختتام پذیر ہوا

پارہ نمبر ۲۲

یہ پارہ سورۂ احزاب کے بقیہ حصے، سورۂ سبا، سورۂ فاطر اور سورۂ یٰسٓ کے کچھ حصے پر مشتمل ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ
وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ
الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝
وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝

اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ

اس پارے کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ازواج مطہرات کے مقام و مرتبہ کو بیان فرمایا ہے کہ ازواج مطہرات کا معاملہ عام عورتوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ ان کا مقام ان سے کہیں بڑھ کر ہے، یہی وجہ ہے اگر یہ کوئی نیکی سرانجام دیں گی تو ان کو دگنا اجر ملے گا اور اگر خدانخواستہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو ان کو عام عورتوں سے دگنی سرزنش کی جائے گی۔ کیونکہ جتنا کسی کا اعزاز و اکرام ہوتا ہے اتنا ہی اس کی طرف سے غفلت اور سرکشی کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے۔

تو چونکہ ازواج مطہرات کا مقام اور مرتبہ عام اُمّت کی خواتین سے کئی زیادہ ہے، اس لیے اگلی آیات میں ازواج مطہرات کو خطاب فرما کر کچھ نصائح کی گئی ہیں، یہ نصائح اور احکام اگرچہ ساری مسلمان عورتوں کے لیے ہیں لیکن ازواج مطہرات کو بطورِ خاص خطاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ان اعمال اور احکام کا دوسروں سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بارگاہِ خداوندی سے چند ہدایات

پہلی ہدایت

پردہ سے متعلق آواز اور کلام پر پابندی ہے، یعنی کسی غیر محرم سے پس پردہ بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے تو کلام میں نزاکت اور لطافت کے لہجہ سے بہ تکلف پرہیز کیا جائے، اس نرمی اور نزاکت سے مراد ایسی نرمی ہے جو مخاطب کے دل میں میلان پیدا کر دے۔

دوسری ہدایت

مکمل پردہ کرنے کی ہے، حکم فرمایا کہ اپنے گھروں میں بیٹھو اور زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نہ گھومتی پھرو۔ یعنی عورتوں کے لیے اصل حکم یہ ہے کہ وہ گھروں میں رہیں اور باہر نہ نکلیں، ان کی تخلیق گھریلو کاموں کے لیے ہوئی ہے، لہٰذا اسی

میں مصروف رہیں، لیکن اگر کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلنا پڑ جائے تو مکمل پردہ اختیار کرتے ہوئے گھر سے باہر قدم رکھیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔

تیسری، چوتھی اور پانچویں ہدایت

ازواجِ مطہرات کو اللہ ربّ العزّت نے تیسری ہدایت نماز سے متعلق فرمائی کہ نماز قائم کریں، چوتھی ہدایت زکوٰۃ کی ادائیگی سے متعلق فرمائی کہ زکوٰۃ ادا کیا کریں اور پانچویں ہدایت یہ فرمائی کہ ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کریں۔

پھر اللہ ربّ العزّت نے ازواجِ مطہرات کو ان احکامات اور ہدایات کا خصوصی مخاطب بنانے کی وجہ بھی ارشاد فرمادی کہ اللہ ربّ العزّت کی غرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو گناہوں کی گندگیوں سے پاک کردیں۔ اس آیت میں اہل بیت سے مراد خاص طور پر ازواجِ مطہرات ہیں، کیونکہ آیت سے پہلے اور بعد میں مکمل خطاب انہی سے ہے، البتہ حدیث نبوی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور حضرات حسنین کریمین بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں۔

چھٹی ہدایت

پھر اللہ ربّ العزّت نے ازواجِ مطہرات کو ایک اور ہدایت فرمائی کہ آپ کے گھروں میں قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنّت جو پڑھی جاتی ہیں، اس کو یاد کرکے اس پر عمل کریں، نیز ان تعلیمات کو اُمت تک پہنچائیں۔

اس آیت میں جس طرح آیاتِ قرآن کی تبلیغ و تعلیم اُمت پر لازم کی گئی ہے، اسی طرح لفظ حکمت فرما کر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و تعلیم کو بھی لازم کیا گیا ہے، اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم کی تعمیل ہر حال میں کی ہے، اور قرآن پاک کی طرح احادیث نبویہ کو بھی نہایت احتیاط کے ساتھ اُمت تک پہنچانے کا اہتمام فرمایا تھا۔

واضح رہے کہ اگرچہ مذکورہ بالا ہدایات ازواجِ مطہرات کو دی گئی ہیں تاہم یہ ان کے لیے خاص نہیں ہیں، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی خواتین کے لیے یہ ہدایات ہیں کہ وہ مذکورہ بالا احکام کی پابندی کریں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

شانِ نزول

قرآن کریم کے عام احکام میں اگرچہ مرد و عورت دونوں شامل ہیں، مگر خطاب عام طور پر مردوں کو ہی کیا گیا ہے،

عورتیں اس میں ضمناً شامل ہیں، حضرت مریم بنت عمران یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے علاوہ کسی عورت کا نام اللہ ربّ العزّت نے قرآن میں ذکر نہیں فرمایا، اور حضرت مریم کا نام ذکر کرنے کی وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کسی باپ کی طرف نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے ماں کی طرف نسبت کرنا تھی تو اس نسبت کے لیے ان کا نام ظاہر کیا۔ تو قرآن کریم کے اس اسلوب میں اشارہ ہے کہ عورتوں کے سب معاملات پردہ پوشی پر مبنی ہیں، حتیٰ کہ ان کے ناموں کا اظہار بھی پسندیدہ نہیں ہے، لیکن بعض خواتین کو اس اسلوب سے یہ گمان ہوا کہ شاید عورتوں میں کوئی خیر نہیں ہے، اور ان کو ڈر ہوا کہ شاید ان کی عبادت بھی قبول نہ ہوتی ہو، تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اللہ ربّ العزّت نے قرآن پاک میں سارے احکام مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمائے ہیں، عورتوں کو کبھی خطاب نہیں فرمایا، ان خواتین میں حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، تو اللہ ربّ العزّت نے ان کی دلجوئی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

اسی طرح ام المؤمنین سیّدہ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے مردوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا جاتا ہے، ہمارا ذکر کیوں نہیں کیا جاتا، اس پر مذکورہ آیت کا نزول ہوا، جس میں مردوں کے ساتھ بطورِ خاص خواتین کا ذکر کر کے کہا گیا: ”بلاشبہ مسلمان مرد، مسلمان خواتین، مومن مرد، مومن خواتین، فرمانبردار مرد، فرمانبردار خواتین، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی خواتین، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی خواتین، جھکنے والے مرد اور جھکنے والی خواتین، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی خواتین، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی خواتین، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی خواتین، کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور خواتین، ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔“

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا!

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کسی شخص کے غلام تھے، زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بازارِ عکاظ سے خرید لیا تھا، ابھی عمر بھی کم تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے کے بعد ان کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا اور ان کی پرورش فرمائی، جب یہ جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان کے نکاح کے لیے اپنی پھوپھی زاد بیٹی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا اور انہیں ان کی طرف سے پیغام بھجوا دیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ چونکہ آزاد کردہ غلام تھے، جبکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریش سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے انہوں نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس رشتہ سے انکار کر دیا کہ ہم باعتبار خاندان کے ان سے اشرف و افضل ہیں۔ اس پر یہ آیت

نازل ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کسی کام کا حکم (بطور وجوب) دے دیں تو اس پر وہ کام کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور اس کو نہ کرنے کا اختیار شرعاً نہیں رہتا، اور جو ایسا نہ کرے تو وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوگا، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے یہ آیت سنی تو اپنے انکار سے رجوع کر لیا اور نکاح پر راضی ہو گئے، چنانچہ یہ نکاح کر دیا گیا۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝

زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم کی تردید

حضرت زینب بنت جحش جن کا واقعہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے، کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہو تو گئی، لیکن دونوں کی طبیعتوں میں موافقت نہ ہونے کی وجہ سے حالات سازگار نہ رہ سکے، حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تیز زبانی اور نسبی شرافت کی بنا پر اپنے کو اونچا سمجھنے اور اطاعت میں کوتاہی کی شکایت کیا کرتے تھے، دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ بتا دیا گیا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیں گے، جس کے بعد حضرت زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی، اور اس سے مقصد اس قبیح رسم کا خاتمہ کرنا تھا اور یہ پیغام دینا تھا کہ منہ بولا بیٹا، حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا اور نہ اس کی بیوی، بہو کی طرح ہوتی ہے۔

تو ہوا یوں کہ ایک دن حضرت زیدؓ نے انہی شکایات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینا چاہتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ اس بات کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ارادہ سے باز رہنے کی تلقین فرمائی، کیونکہ طلاق دینا اگرچہ شریعت اسلام میں جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں، بلکہ جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اور مکروہ ہے، اس کے علاوہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ اندیشہ بھی پیدا ہوا کہ جب زید ان کو طلاق دیں گے اور وہ آپ کے نکاح میں آئیں گی تو عرب طعنے دیں گے اور زبان درازی پر اتر آئیں گے، اس پر اللہ ربّ العزّت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ وقت قابلِ توجہ ہے جب آپ اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ اور آپ نے انعام کیا (حضرت زید رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو بساؤ اور خوفِ خدا کرو اور آپ اپنے دل میں وہ چیز چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کرنا تھا، آپ لوگوں سے خوف زدہ تھے حالانکہ اللہ ہی اس لائق ہیں کہ ان سے ڈرا جائے، چنانچہ جب زید (رضی اللہ عنہ) نے ان (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) کو طلاق دے دی تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح

کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کے بارے میں) کوئی تنگی نہ رہے۔ اور اللہ رب العزت کا یہ حکم تو پورا ہونے والا ہی تھا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اِعلانِ ختمِ نبوّت

اس آیت میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اپنی رسم جاہلیت کے مطابق حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے تھے اور ان کی طلاق کے بعد حضرت زینب ؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر طعن کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، اس کے رد کے لیے یہ کہہ دینا کافی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید کے باپ نہیں ہیں، بلکہ زید کے باپ حارثہ ہیں، لیکن اس میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ بھی نہیں ہیں، تو ایسے شخص پر جس کی اولاد میں کوئی بھی مرد نہ ہو، یہ طعنہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور اس کی مطلقہ بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ پر حرام ہے۔ (معارف القرآن)

پھر اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امتیازی صفت اور مخصوص شان کا ذکر فرمایا اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت واضح فرمائی، ارشاد فرمایا: ''وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ ''خاتم'' مہر کو کہتے ہیں، اور مہر کسی چیز کو بند کرنے کے لیے آخر میں لگائی جاتی ہے، گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلسلہ نبوّت ختم ہو کر بند ہو گیا اور اب آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کہ کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو، جہاں کچھ نہ رکھا، لوگ اسے چاروں طرف دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے: کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پر کر لی جاتی، سو میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۵)

''صحیح مسلم'' میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں، مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے غنیمتوں کے مال حلال کیے گئے ہیں، میرے لیے ساری زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنائی گئی ہے، میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر تمام نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۳۷۱)

حضرت ابوحازم ؒ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء علیہم السلام

کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۵)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آجائے گی اور حشر برپا ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۳۵۴)

ختمِ نبوّت پر اُمّت کا اِجماع ہے

ختمِ نبوّت اُمّت کا اجماعی عقیدہ ہے، بلکہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلا اجماع مسئلہ ختمِ نبوّت اور منکرِ ختمِ نبوّت کے مرتد اور واجب القتل ہونے پر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور ایک بڑی جماعت اس کی پیروکار بن گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو انہوں نے سب سے پہلا کام اور سب سے پہلی مہم جوئی ان کے خلاف کی، تمام صحابہ نے آپ کی تائید کی، انہوں نے اس کو اور اس کی جماعت کو کافر سمجھا اور ان کے خلاف جہاد فرمایا، یہاں تک کہ تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰) کے قریب صحابہ وتابعین نے اس جنگ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ تب سے آج تک اُمّتِ مسلمہ میں بلا تفریق مسئلہ ختمِ نبوّت پر اجماع چلا آرہا ہے۔ (''ختمِ نبوّت'' از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

منکرینِ ختمِ نبوّت کا شرعی حکم

عقیدۂ ختمِ نبوّت ضروریاتِ دین میں داخل ہے، قرآن وحدیث کی نصوص کے مطابق ختمِ نبوّت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے، اس لیے جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا یا آپ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوّت کے جاری رہنے کا قائل ہے وہ بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے ان عورتوں کی عدت کے متعلق حکم بیان فرمایا ہے جن کو ان کے خاوند نکاح کر لینے کے بعد رخصتی سے پہلے طلاق دے دیں اور میاں بیوی میں خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو ان عورتوں پر عدت واجب نہیں ہے، وہ طلاق کے فوراً بعد اگر دوسرا نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔

پھر شوہروں کو حکم دیا کہ انہیں چاہیے کہ وہ ان عورتوں کو کچھ سامان (ایک جوڑا کپڑے وغیرہ) دے کر اچھے طریقے سے رخصت کر دیں، اچھے طریقے سے مراد یہ ہے کہ نہ زبان سے کوئی سخت بات کہیں اور نہ طعن وتشنیع کا طریقہ اختیار کریں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ

عمك وبنت عمتك وبنت خالك وبنت خلتك التي هاجرن معك ۡ وامراة مؤمنة ان وهبت نفسها
للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها ۗ خالصة لك من دون المؤمنين ۗ قد علمنا ما فرضنا عليهم في
ازواجهم وما ملكت ايمانهم لكيلا يكون عليك حرج ۗ وكان الله غفورا رحيما ۝ ترجي من تشاء
منهن وتـٔوي اليك من تشاء ۗ ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك ۗ ذلك ادنى ان تقر اعينهن
ولا يحزن ويرضين بما اتيتهن كلهن ۗ والله يعلم ما في قلوبكم ۗ وكان الله عليما حليما ۝ لا يحل لك
النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج ولو اعجبك حسنهن الا ما ملكت يمينك ۗ وكان الله
على كل شيء رقيبا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چند خصوصی اَحکام

ان آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے نکاح وطلاق سے متعلق ان سات احکام کا ذکر فرمایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہیں، ان میں سے بعض احکام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت بالکل واضح ہے، جبکہ بعض احکام ایسے ہیں جو اگرچہ سب مسلمانوں کے لیے عام ہیں، مگر ان میں کچھ قیود اور شرائط ایسی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہیں۔ ان احکام کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱- پہلا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیا گیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آپ کی سب موجودہ ازواج اور بیویاں جن کے مہر آپ نے ادا کردیے ہیں، حلال ہیں، یہ حکم بظاہر سب مسلمانوں کے لیے ہے لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ خصوصیت یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں موجود تھیں، اور عام مسلمانوں کے لیے چار سے زائد بیویوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حلال نہیں، تو یہ آپ کی خصوصیت ہوئی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کے لیے حلال کردیا گیا۔

۲- دوسرا حکم باندیوں سے متعلق ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وہ تمام عورتیں بھی حلال ہیں جو جنگوں میں مالِ غنیمت کے طور پر یا مالِ فئی کے طور پر حاصل ہوئی ہوں، اسی طرح وہ عورتیں اور باندیاں جنہیں آپ نے قیمتاً خریدا ہو وہ بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

اب بظاہر یہ حکم بھی سب مسلمانوں کے لیے عام ہے، لیکن اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ ربّ العزّت نے یہ خصوصی اختیار دیا تھا کہ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں سے کسی چیز کا اپنے لیے انتخاب فرمالیں تو وہ آپ کی خاص ملکیت میں شامل ہوجاتی تھی، جیسا کہ غزوہ خیبر کی غنیمت میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو اپنے لیے مخصوص کرلیا تھا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اہل حرب کی طرف سے اگر کوئی ہدیہ مسلمانوں کے امیر المومنین کے نام پر آئے تو شرعی

حکم یہ ہے کہ اس کا مالک امیر المؤمنین نہیں ہوتا بلکہ وہ بیت المال کی ملکیت قرار دیا جاتا ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا ہدیہ خصوصی طور پر حلال کر دیا گیا تھا۔(بیان القرآن:۱۸۶/۳)

اسی طرح اس ضمن میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جس طرح آپ کی ازواج مطہرات سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نکاح کرنا کسی اُمتی کے لیے جائز نہیں، اسی طرح جو کنیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حلال کی گئی، وہ آپ کے بعد کسی کے لیے حلال نہ ہوگی۔(معارف القرآن)

۳-تیسرا حکم آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاندان کی خواتین سے متعلق ہے، کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اپنے خاندان یعنی ددھیال اور ننھیال کی صرف وہ خواتین حلال ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہو، اور ان میں سے جس نے کسی وجہ سے ہجرت نہیں کی، اس سے آپ کا نکاح حلال نہیں رکھا گیا۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عورتوں کے ہجرت کرنے کی شرط صرف اپنے ماں باپ کے خاندان کی لڑکیوں میں تھی، عام اُمت کی عورتوں میں ہجرت کی شرط عائد نہیں کی گئی، بلکہ ان کا صرف مسلمان ہونا ہی کافی تھا۔(معارف القرآن)

۴-چوتھا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ اور گفٹ کر دے، یعنی بغیر مہر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنا چاہے، تو اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے نکاح کا ارادہ کریں تو آپ کے لیے بغیر مہر کے اس سے نکاح کرنا حلال ہے، اور یہ حکم صرف آپ کے ساتھ خاص ہے، دوسرے مؤمنین کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

۵-مذکورہ آیات میں "مومنہ" کی قید سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگرچہ عام اُمت کے لیے یہود ونصاریٰ کی عورتوں یعنی اہلِ کتاب کی خواتین سے نکاح کرنا حلال ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورت کا مومن ہونا شرط ہے، اہلِ کتاب خواتین سے آپ سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

۶-چھٹا حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اَزواجِ مطہرات میں سے جس کو چاہیں قریب کریں اور جس کو چاہے مؤخر کر دیں، یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اَزواجِ مطہرات کے درمیان نفقہ اور شب باشی میں برابری کرنا لازم نہیں ہے، جبکہ عام اُمت کے لوگوں کے لیے جب ان کی متعدد بیویاں ہوں، تو سب میں برابری کرنا ضروری ہے۔(معارف القرآن)

اسی طرح اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ جس بیوی سے آپ ایک بار اجتناب کا ارادہ فرمالیں، پھر اگر اس کو قریب کرنے کا ارادہ ہو تو کر سکتے ہیں۔

فائدہ:- اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات میں برابری کرنے کے حکم سے مستثنیٰ فرمادیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس اجازت سے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ اس استثناء اور اجازت کے باوجود اَزواجِ مطہرات کے درمیان ہمیشہ برابری کرنے کا التزام فرمایا۔ یہاں تک کہ مرض الوفات میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ازواجِ مطہرات کے گھروں میں روزانہ منتقل ہونا مشکل ہوگیا تو آپ نے سب سے اجازت حاصل کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیماری کے دن گزارنا اختیار فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب ازواج میں برابری فرماتے تھے اور یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ جس چیز میں میرا اختیار ہے (نفقہ اور شب باشی) اس میں تو میں نے برابری کر لی مگر جس میں میرا اختیار نہیں (دل کی محبت) اس معاملہ میں مجھے ملامت نہ فرمائیں۔ (سنن ابوداؤد:۲۰۸/۲)

۷۔ ساتواں حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیا گیا کہ اس کے بعد یعنی ان ازواجِ مطہرات کے بعد یا ان تمام قسم کی عورتوں کے بعد جن کا ذکر پچھلی آیات میں ہو چکا ہے (علیٰ اختلاف القولین)، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کسی اور عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اور نہ آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب اور اُصولِ معاشرت

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے گھرانے کے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں، جو در اصل اسلامی معاشرت کے زریں اصول ہیں۔

پہلا حکم: دعوتِ طعام اور مہمانی کے آداب

۱۔ پہلا ادب یہ ہے کہ بلا اجازت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں داخل ہونے کی اجازت نہ مل جائے۔ ۲۔ اور اگر کبھی کھانے کی دعوت ہو تو وقت سے پہلے آ کر کھانا تیار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ، ۳۔ اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے اپنے کاموں میں منتشر ہو جاؤ، وہیں بیٹھ کر آپس میں باتوں کی محفل نہ جماؤ۔

اور ان تینوں احکام کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنا میزبان کے لیے باعث کلفت اور پریشانی ہوگا، جیسا کہ اللہ ربّ العزّت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایسا کرنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے، لیکن وہ حیاء اور شرم کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں فرماتے۔

دوسرا حکم: پردے سے متعلق ادب

دوسرا ادب یہ بیان فرمایا کہ ازواج مطہرات سے اگر کوئی چیز مانگنے کی نوبت آئے تو سامنے آ کر نہ لیں، بلکہ پردہ کے پیچھے سے مانگیں، اور یہ پردہ کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک رکھنے کے لیے دیا گیا ہے۔

تیسرا حکم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات کا کسی سے نکاح جائز نہیں

تیسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ ہر ایسا قول اور فعل جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اور ایذاء ہوتی ہو، وہ حرام ہے، اس سے بچنے کا ہر ممکن التزام کرنا چاہیے، اس کے بعد فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات سے کسی کا نکاح حلال نہیں ہے۔ آپ کی ازواجِ مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد نکاح کرنا سخت گناہ ہے، لیکن یہ ایسا گناہ ہے کہ دنیا میں بحمد اللہ اس کا ارتکاب نہیں ہوا۔

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی، وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے، آپ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی، پھر بھی وہ نہ اٹھے، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیے، لیکن تین شخص پھر بھی وہیں بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں، آپ پھر لوٹ گئے، جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کو خبر دی، اب آپ گھر میں تشریف لے گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر دیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے رہا کریں!

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا اظہار کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک حق کو بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ اے ایمان والو اپنے نبی پر درود وسلام بھیجا کرو، کیونکہ اللہ ربّ العزّت اور اس کے تمام فرشتے بھی اس عمل کی انجام دہی فرماتے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے اس عمل کی نسبت اپنی ذات اقدس اور اپنے فرشتوں کی طرف فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت کو مزید بلند فرما دیا، اور ساتھ ساتھ اس عمل کے عظیم

اور مبارک ہونے کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ یہ ایسا عمل ہے جو اللہ رَبّ العزّت خود بھی سرانجام دیتے ہیں، اور اس کے فرشتے بھی، لہٰذا ایمان والوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس عظیم اور مبارک عمل کو سرانجام دیں۔

صلوٰۃ وسلام کا معنی

لفظ "صلوٰۃ" عربی زبان میں چند معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، ۱۔رحمت، ۲۔دُعا (مدح وثنا)۔

عربی زبان کے قواعد کے مطابق اس لفظ کی نسبت جب اللہ رَبّ العزّت کی طرف ہو تو اس کا معنی رحمت ہوتا ہے، اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو مراد دُعا ہوتی ہے، اور جب اس کی نسبت اُمتِ مسلمہ کی جانب ہو تو اس سے مراد دُعا اور مدح وثنا دونوں ہوتے ہیں۔

جبکہ لفظ "سلام" کا معنی ہے سلامتی، اور مراد اس سے یہ ہے کہ جملہ نقائص اور عیوب اور آفات وغیرہ سے سلامتی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ (معارف القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صلوٰۃ وسلام کا طریقہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ میں سے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ (آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ اور سلام) سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (کہ السلام علیک ایہا النبی کہتے ہیں) صلوٰۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو: "اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد. اللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد" یعنی درودِ ابراہیمی کے کلمات ارشاد فرمائے۔

فضائلِ درود شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مقبول ترین عبادت ہے۔ ہر عبادت کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ شاید یہ مردود ہو جائے، لیکن درود شریف وہ واحد عبادت ہے جو ہر حال میں مقبول ہی مقبول ہے، اس میں مردود ہونے کا شبہ ہی نہیں ہوتا۔ (شامی)

دوسری بات یہ ہے کہ درود کی برکت سے دوسرے اعمال بھی قبول ہوتے ہیں، اگر دُعا میں درود نہ پڑھا جائے تو دُعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح وظیفے میں درود نہ پڑھا جائے تو وظیفہ قبول نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء حتى تصلي على نبيك صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ:- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دُعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی

ہے، اور آسمان کی طرف چڑھتی ہی نہیں، جب تک کہ آپ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھ لیں۔ (سنن الترمذی: ۲/۳۵۴)

درود شریف کے بے شمار فضائل کتب احادیث میں نقل کیے گئے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی صلاۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحطت عنہ عشر خطیئات ورفعت لہ عشر درجات۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے، اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں گے۔ (سنن نسائی: ۳/۵۸)

۲- عن عبد اللہ بن مسعود: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال أولی الناس بی یوم القیامۃ أکثرھم علی صلاۃ۔

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا۔ (سنن الترمذی: ۲/۳۵۴)

۳- وعن علی - رضی اللہ عنہ - قال: قال رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - (البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی)۔ رواہ الترمذی

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ (ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی ۲/۱۲۴)

اس کے علاوہ بھی درود شریف کے ان گنت فضائل ہیں، جو کتب حدیث اور بزرگان دین کے مجربات سے ثابت ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو درود شریف کثرت سے پڑھنے کا التزام کرنا چاہیے۔ لیکن وہی درود شریف پڑھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلفؒ سے منقول ہیں، اور جہاں درود شریف پڑھنا لازم نہیں کیا گیا وہاں اپنی طرف سے لازم کر دینا ناجائز اور بدعت ہے، اسی طرح اپنی طرف سے درود شریف بنا لینا یا کھڑے ہونے کا التزام کرنا بھی بدعت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

اَزواجِ مطہرات اور مومن خواتین کو پردے کا حکم

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن خواتین کو فرما دیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں اور پردہ میں رہا کریں، تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے اور باندیوں سے ممتاز ہو جائیں۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں منافقین کے آوارہ قسم کے لوگ مسلمانوں کی باندیوں اور کنیزوں کو جب وہ کام کاج کے لیے باہر نکلتیں، چھیڑا کرتے تھے، آزاد عورتوں کو ان کے خاندان کی وجاہت کی وجہ سے چھیڑنے کی جرات نہیں کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی کنیزوں کے شبہ میں آزاد عورتیں بھی ان کے نرغہ میں آجاتی تھیں، تو اس لیے ضرورت پیش آئی کہ آزاد عورتوں کا کوئی خاص امتیاز ہو جائے تا کہ آسانی سے خود بخود ہی کم از کم آزاد عورتیں ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں، باقی رہی کنیزیں اور باندیاں تو ان کی حفاظت کا انتظام اگلی آیت میں ان منافقین کو سزا کی وعید سنا کر کیا گیا کہ اگر وہ اپنے اس طرزِ عمل سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی اپنے نبی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دلوائیں گے۔

پردے کی اہمیت اور پردہ نہ کرنے کی وعید

شریعت اسلامیہ میں عورتوں کے پردہ کی شدید اہمیت ہے اور پردہ نہ کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہے، متعدد آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ پردہ کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں، ذیل میں چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) سامنے سے آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو! کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟ (سنن ترمذی: ۲۷۷۸)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون ہیں، پردہ کے کپڑے بغیر چلی جاتی تھی اور میں کہا کرتی کہ (گھر میں تو) میرے خاوند اور میرے والد ہی ہیں (لہٰذا ان سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت؟) لیکن جب حضرت عمر ان کے ساتھ مدفون ہوئے تو قسم بخدا عمر سے شرم کے باعث میں اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر گھر میں داخل ہوتی۔ (مسند احمد: ۲۵۶۶۰)

ان دونوں روایات میں آج کی مسلمان خواتین کے لیے عبرت ہے کہ ازواج مطہرات جن کو بارگاہ خداوندی سے ''طاہرات'' کا لقب عطا ہوا ہے، ان کے پردہ کا یہ عالم ہے تو آج کی مسلمان خواتین کو پردہ سے استثناء کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

۳۔ حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے مرد پر اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔ (سنن کبریٰ للبیہقی: ۱۳۹۵۰)

اس حدیث میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر حرام نظر، مستحق لعنت ہے، ناظر بھی ملعون ہے اور منظور بھی ملعون ہے اس قاعدہ کی بہت ساری جزئیات ہیں، جن میں سے کچھ یہاں تحریر کی جاتی ہیں:

۱۔ کوئی عورت ایسے مقام پر بلا حجاب چلی گئی جہاں اسے مرد دیکھ رہے ہیں تو حدیث کے مطابق دونوں مستحق لعنت ٹھہرے یعنی عورت بھی اور دیکھنے والے مرد بھی۔

۲۔ کوئی عورت دروازے یا کھڑکی سے باہر جھانکتی ہے اور غیر مردوں کو دیکھتی ہے تو بدنظری کی وجہ سے اور مردوں کو دیکھنے کا موقع دینے کی وجہ سے مستحق لعنت ہے۔

۳۔ کسی مرد نے ناف سے گھٹنہ تک اپنے جسم کا کوئی حصہ بلا شرعی ضرورت کسی مرد کے سامنے ظاہر کر دیا تو دیکھنے اور دکھانے والے دونوں مستحق لعنت ہیں۔

۴۔ کسی عورت نے بلا عذر شرعی اپنے ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کا کوئی حصہ کسی عورت کو دکھلایا تو ناظرہ اور منظور دونوں مستحق لعنت ہوئے۔

۵۔ کسی عورت نے کسی بھی مرد کے سامنے (محرم ہو یا نامحرم) اپنا پیٹ یا پیٹھ وغیرہ بلا شرعی عذر کھول دی تو دونوں مستحق لعنت ہوں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پردہ کے وجوب پر اہل علم کا اجماع ہے، قرون اولیٰ سے لے کر اب تک صلحاء اور دیندار پردہ کرتے کراتے چلے آتے ہیں، پردہ ہی عزت وعظمت کی حفاظت اور فتنے سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اگر کسی خاتون کو اپنے نفس پر ہر طرح سے اعتماد ہو تب بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل میں پردہ کرنا لازم ہے، دور حاضر کے بیشتر جنسی جرائم سے بچاؤ کا ذریعہ بھی پردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کی خواتین کو اس حکم شرعی پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

منافقین کو تنبیہ

منافقین کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً جھوٹی خبریں اڑایا کرتے تھے کہ اب فلاں قبیلہ مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے وہ سب کو ختم کر دے گا، اور ان خبروں سے مدینہ کے لوگوں اور مسلمانوں کے دلوں میں خوف اور ڈر پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو اللہ ربّ العزت نے اس آیت میں ان کی سزا کا بھی ذکر فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے (مدینہ میں افواہیں اڑانے سے اور مسلمانوں کی باندیوں کو چھیڑنے سے) باز نہ آئے تو اللہ ربّ العزت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ان کو کڑی سزا دلوائیں گے، ان کو مدینہ سے بے دخل ہونا پڑے گا، اور یہ لوگ جہاں رہیں گے لعنت اور پھٹکار ان کے ساتھ ہوگی، اور جہاں ملیں گے گرفتار کیے جائیں گے اور قتل کر دیے جائیں گے۔

فائدہ:- اس آیت سے ایک بات یہ بھی سمجھ آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف ایک نہیں، بلکہ ایک سے زیادہ ہیں، کیونکہ اللہ رَبّ العزّت نے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اپنی بیٹیوں سے فرما دیجیے، یعنی جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور کی صرف ایک بیٹی "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا" تھیں، درست نہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھیں، لیکن حضور کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں، جن کے نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

شانِ نزول

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیا کرنے والے تھے، اور اپنے بدن کو مکمل طور پر چھپا کر رکھتے تھے، جب غسل کی ضرورت ہوتی تو پردہ کے اندر غسل کرتے، جبکہ ان کی قوم بنی اسرائیل میں عام طور پر یہ رواج تھا کہ مرد سب کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام جو کسی کے سامنے نہیں نہاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے، یا تو ان کو برص کی بیماری ہے، یا ان کے خصیتین بہت بڑھے ہوئے ہیں، یا کوئی اور مسئلہ ہے۔ اللہ رَبّ العزّت نے ارادہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس طرح کے عیوب سے براءت کا اظہار فرمادیں۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے خلوت میں غسل کرنے کے لیے اپنے کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے، جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینا چاہے تو یہ پتھر بحکم خداوندی حرکت میں آگیا اور کپڑے لے کر بھاگنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی اُٹھا کر پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلے "**ثوبی حجر، ثوبی حجر**" یعنی اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، مگر پتھر چلتا رہا یہاں تک کہ ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں بنی اسرائیل کا مجمع تھا، اس وقت بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو سر سے پاؤں تک ننگا دیکھا تو بہترین صحیح وسالم بدن دیکھا، جس میں ان کی جانب منسوب عیوب میں سے کوئی عیب نہیں تھا، جب پتھر وہاں ٹھہرا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اُٹھا کر پہن لیے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاٹھی سے مارنا شروع کردیا، اور اس پتھر میں موسیٰ علیہ السلام کی مار سے تین، چار یا پانچ نشان بن گئے۔ اس طرح اللہ رَبّ العزّت نے موسیٰ علیہ السلام کی ان عیوب سے براءت ان سب کے سامنے ظاہر فرمادی۔ (صحیح البخاری، ص: ۳۳۰)

تو اس آیت میں اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایذاء نہ پہنچانا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اِنسان نے بارِ اَمانت اُٹھالیا

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ ہم نے امانت یعنی احکام شرعیہ اور فرائض وغیرہ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیے لیکن ان سب نے اس بوجھ کے اٹھانے سے معذرت کر لی، پھر اللہ ربّ العزّت نے حضرتِ انسان کے سامنے یہ امانت پیش کی تو وہ اس کے اُٹھانے پر آمادہ ہو گیا۔

امانت سے کیا مُراد ہے؟

لفظ امانت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر صحابہ و تابعین کے بہت سے اقوال منقول ہیں، مثلاً فرائض شرعیہ، عفت کی حفاظت، مال کی امانت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ، اس لیے جمہور مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ اس امانت میں دین کے تمام احکام اور اعمال شامل ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امانت سے مراد احکام شرعیہ کا مکلف ہونا ہے، جس پر پورا اترنے پر جنّت کی دائمی نعمتیں اور خلاف ورزی یا کوتاہی پر جہنّم کا عذاب ملے گا۔ تو اللہ ربّ العزّت نے پہلے آسمان پھر زمین اور پھر پہاڑوں کو فرمایا کہ اگر تم اَحکام شرعیہ کے مکلف بننا چاہو تو طاعت پر ثواب اور بدی پر عذاب ہوگا، تو ان سب بڑے بڑے اجسام نے یہ سن کر جواب دیا کہ ہم اس بوجھ کو اٹھانے سے خود کو عاجز پاتے ہیں۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور ان کو اس امانت اور اس کے نتیجے میں ملنے والے ثواب اور عذاب کی تفصیل بیان فرمائی تو وہ آمادہ ہو گئے۔ پھر جو لوگ اطاعت اَحکام شرعیہ میں پورے نہ اترے اور امانت کا حق ادا نہ کیا یعنی اُمّت کے کُفّار و منافقین، اور فساق و فجار وغیرہ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ ظالم اور جاہل ہیں۔

اللہ ربّ العزّت ہم سب کو اس امانت کا حق ادا کرنے کی اور اَحکام شرعیہ کو بجالانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّار مکہ کے چند رسوم اور عقائد بد کا ذکر فرما کر ان کا رد فرمایا ہے، مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ ذہین و فطین افراد کے دو دل ہوتے ہیں، اسی طرح وہ عورت جس کو اس کا شوہر اپنی کسی محرم یعنی ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ مشابہت دے دیتا تو وہ اس عورت کو اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام سمجھتے تھے، اسی طرح منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھ کر حقیقی بیٹے والے سارے احکام اس پر لاگو کرتے تھے۔ تو اللہ ربّ العزّت نے ان سب باتوں کی تردید فرمائی۔

۲۔ اس سورت میں غزوۂ اَحزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے، کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، سورت کے دو رکوع اس واقعہ پر مشتمل ہیں۔

۳۔ اس سورت میں ازواجِ مطہرات ؓ کی عظمت اور شان بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت اطہار کی رفعتِ شان بھی بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات حقیقی اہلِ بیت ہیں، نیز اس ضمن میں ان کو چند اَحکام دیے گئے ہیں جس کی تعمیل پر دُگنے اَجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔

۴۔ کُفّار کے رسمِ بد یعنی منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے کی مکمل تردید کرنے کے لیے اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان کے منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے کروایا۔ اس کا ذکر بھی اس سورت میں موجود ہے۔

۵۔ اس سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا واضح اعلان بھی موجود ہے۔

۶۔ سورت میں غیر مدخول بہا مطلقہ کی عدت بھی بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اس سورت میں نکاح وطلاق کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ آداب بھی بیان کیے گئے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید بھی ذکر کی گئی ہے۔

۸۔ اس سورت میں پردے کے اَحکامات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ الاحزاب بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ سَبَا

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی ترتیب میں اس کا چونتیسواں (۳۴) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ اٹھاون (۵۸) نمبر پر ہے۔اس کے چھ رُکوع اور چوّن (۵۴) آیات ہیں۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام "سورۂ سبا" اس لیے رکھا گیا کہ اس میں اللہ ربّ العزّت نے "سبا" نامی مملکت کا قصہ تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے منافقین اور مشرکین کو عذاب دینے جبکہ مومنین کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے، جس کے لیے کامل ملکیت اور قدرت کی ضرورت ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے اعمال کی مکمل خبر ہو، تو اس سورت کے شروع میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے کمال ملک، قدرت اور کمال علم وحکمت کو بیان کیا۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "ایمان کے لیے اسلامی تہذیب وتمدن کی ضرورت کا بیان ہے"، اس سورۃ میں دو طرح کے تمدن کا بیان ہے:

۱۔ **ایمانی تمدن**: جس کا نمونہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، جنہیں ملک عطا کیا گیا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کی، ان کے لیے اللہ نے لوہا مسخر کردیا تھا اور کائنات مسخر کردی تھی، ان کے صاحبزادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی ہر چیز مسخر تھی۔

۲۔ **دوسرا تمدن**: خدا کی نافرمان قوم، قوم سبا کے تمدن کا ذکر فرمایا ہے، انہیں کے نام سے سورۃ موسوم ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہری اور ختم ہوگئی۔

دونوں نمونوں سے اشارہ فرمایا کہ جس قوم کے تمدن میں کفر و عصیان شامل ہوگا، وہ تباہ و برباد ہوگی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (۴۵)

جبکہ اس کے برعکس وہ تمدن جو احکام خداوندی کی بجا آوری کا ذریعہ ہو، وہ تسخیر کائنات اور نعمتوں کا ذریعہ ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے آج پورا عالم اسلام مغربی ثقافت و تمدن کی لپیٹ میں ہے، جس کی بنیاد کفر و الحاد، زندقہ اور فسق و فجور پر ہے، نیز دنیا بھر میں تہذیبوں کا تصادم چل رہا ہے۔ اللہ ربّ العزّت اُمّتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین یا ربّ العالمین!

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی نعمتوں کا شکر کرنا ان نعمتوں کے باقی رہنے کا سبب ہے، جبکہ ناشکری اور ان نعمتوں سے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیرنا یا ان نعمتوں پر اترانا اور فخر کرنا ان نعمتوں کے چھن جانے کا سبب ہے، ایسے افراد دنیا اور آخرت میں خسارے میں رہیں گے۔

۲۔ اس سورت میں کفّار کے قیامت کے متعلق شکوک و شبہات کا بیان ہے۔

۳۔ اس سورت میں یہ عقیدہ بھی کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے۔ اس کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔

۴۔ اس سورت میں جہنمیوں کے آپس میں جھگڑے کا بیان ہے۔

۵۔ اس سورت میں اصول دین یعنی توحید باری تعالیٰ، اثبات رسالت اور اثبات قیامت کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (۱) يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ (۲) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (۳) لِّيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۴) وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ (۵)

قدرتِ خداوندی کے نمونے اور اثبات قیامت

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے بیان فرمایا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے، اور اس کا علم بھی کامل ہے، زمین و آسمان کے ذرّے ذرّے کی اس کو خبر ہے۔

اس کے بعد کفار کے انکار قیامت کو ذکر کرنے کے بعد قسم کھا کر قیامت کو ثابت کیا، فرمایا کہ کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی، اے میرے حبیب! آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے، آسمان وزمین میں کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے، قیامت ضرور آئے گی۔

اس کے ساتھ وقوع قیامت کی عقلی وجہ بھی پیش کی کہ دنیا میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی، اور دنیا میں اکثر انہیں جزا وسزا نہیں ملتی، جبکہ نیک کو جزا اور بد کو سزا ملنا انصاف کا تقاضا ہے، اس لیے فرمایا کہ قیامت اس لیے آئے گی تاکہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے، وہ مغفرت اور رزق کریم یعنی اجر عظیم سے نوازے جائیں، جبکہ جن لوگوں نے اللہ ربّ العزّت کی آیات ماننے سے انکار کیا، انہیں بدترین عذاب اور سخت سزائیں ہوں اور انصاف کا تقاضا پورا ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪

حضرت داؤد علیہ السلام پر اِنعاماتِ خداوندی

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوّت، آپ کے معجزات اور آپ پر اللہ ربّ العزّت کے انعامات کو ذکر فرمایا ہے جو اللہ ربّ العزّت نے انہیں عنایت فرمائے تھے، ان میں سے ایک معجزہ یہ تھا کہ اللہ ربّ العزّت نے انہیں ایسی خوش الحانی عطا کی تھی، کہ جب آپ اللہ کے ذکر یا زبور کی تلاوت میں مشغول ہوتے تو پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے سننے کو جمع ہو جاتے، اسی طرح جب آپ تسبیح وتحمید کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ مل کر وہ کلمات دہراتے۔ آپ جب تلاوت کرتے تو جانور بھی ہمہ تن گوش آپ کی تلاوت سنتے اور رونے لگ جاتے۔

دوسرا معجزہ یہ تھا کہ اللہ ربّ العزّت نے ان کے لیے اس طرح لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ اس سے کوئی چیز بنانے میں نہ ان کو آگ کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ کسی ہتھوڑے یا دوسرے آلات کی، بلکہ وہ جس طرح چاہتے اس کو موڑ لیتے تھے، جیسے موم یا دوسری نرم چیزوں کو موڑ لیتے ہیں، چنانچہ آپ علیہ السلام اس سے زرہ سازی کا کام کرتے تھے اور اسی پیشے کو ذریعہ روزگار بنایا تھا۔ ایک زرہ تقریباً ایک ہزار درہم کی فروخت کرتے، اس آمدنی سے اپنا گزر بسر بھی کرتے اور صدقہ وخیرات بھی فرماتے تھے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ⑬ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ⑭

حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعامِ خداوندی

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ ربّ العزّت نے ان کے صاحبزادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بہت سے معجزات سے نوازا تھا، جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا معجزہ یہ تھا کہ اللہ ربّ العزّت نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر سوار ہو کر ہوا کو حکم فرماتے تو وہ ان کو اُڑا کر جہاں وہ چاہتے، لے جاتی، اور ہوا کے دوش پر تیرتا ہوا وہ تخت صبح کے وقت میں ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتا تھا، اور شام کے وقت میں بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کے متعدد افراد اور علمائے کرام بھی اس تخت پر موجود ہوتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک مصر سے کابل تک تھا، جبکہ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ آپ پوری روئے ارض کے بادشاہ تھے۔ آپ کا تخت کئی میلوں پر محیط تھا جو آپ کے حکم پر پرواز کرتا اور اترتا تھا۔

دوسرا معجزہ اللہ ربّ العزّت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ عنایت فرمایا کہ ان کے لیے تانبے کا چشمہ جاری فرما دیا، یعنی تانبے جیسی سخت دھات کو اللہ ربّ العزّت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے پانی کی طرح سیال بنا دیا، تاکہ آسانی سے اس کے برتن اور دوسری ضروریات بنا سکیں۔

تیسرا معجزہ آپ علیہ السلام کو یہ عنایت ہوا تھا کہ جنات آپ کے تابع کر دیے گئے تھے، چنانچہ جنات آپ کے حکم کی مکمل تعمیل کرتے تھے اور آپ کے لیے بڑے بڑے مشکل کام سرانجام دیتے تھے۔ یعنی آپ علیہ السلام ان سے بڑی بڑی عمارتیں، حوض اور دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں تعمیر کرواتے، اور جنات کو آپ کے حکم سے سرمو انحراف کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، کیونکہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان جنات کو جو آپ کی اطاعت سے انحراف کرے، آگ کے عذاب کی وعید سنائی گئی تھی۔

جنّات عالم الغیب نہیں ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا عجیب واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا کام جنات کے ذمہ لگایا تھا، ابھی تعمیر کچھ باقی تھی کہ بارگاہ خداوندی سے آپ علیہ السلام کی موت کا حکم جاری ہو گیا، ادھر جنات کی طبیعت میں سرکشی غالب تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے کام کرتے تھے تو اندیشہ ہوا کہ اگر آپ کی وفات کا علم جنات کو ہو گیا تو وہ کام چھوڑ دیں گے، اور یوں تعمیر ادھوری رہ جائے گی۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت کے حکم سے اس کا یہ انتظام کیا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ اپنی محراب میں داخل ہو گئے، جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی، باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں اور

اپنے معمول کے مطابق عبادت کے لیے ایک سہارا لے کر کھڑے ہو گئے، وقت مقرر پر آپ کی روح قبض کر لی گئی، مگر وہ اپنے عصا کے سہارے باہر سے ایسے نظر آتے تھے کہ عبادت میں مشغول ہیں، جنات کی یہ مجال نہ تھی کہ پاس آ کر دیکھ سکتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر کام میں مشغول رہے، یہاں تک کہ مکمل سال بھی گزر گیا اور بیت المقدس کی تعمیر کا بقیہ کام بھی پورا ہو گیا، تو اللہ ربّ العزّت نے دیمک کے کیڑے کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا پر مسلط کر دیا، دیمک نے عصا کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا، عصا کا سہارا ختم ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے، اس وقت جنات کو ان کے موت کی خبر ہوئی اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم غیب کا علم رکھتے ہوتے تو اتنا عرصہ اس سخت تکلیف اور پریشانی میں نہ رہتے۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ بیت المقدس کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہی ہو گئی تھی، سیّدنا سلیمان علیہ السلام اپنے حجرۂ عبادت میں ایک یا دو سال یا کم و بیش عرصہ کے لیے سامانِ خورد و نوش کے ساتھ داخل ہوتے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ جب فرشتے نے آپ کو آپ کی وفات کی خبر دی تو آپ نے اللہ ربّ العزّت سے دُعا کی کہ اے اللہ! میری موت سے جنات کو لاعلم رکھیے، کیونکہ جنات انسانوں سے کہتے تھے کہ ہم عالم الغیب ہیں، تو آپ نے اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ اللہ ربّ العزّت کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، یہ دُعا فرمائی، اور پھر کفن پہن کر خوشبو لگا کر کرسی پر عصا کا سہارا لے کر محوِ عبادت ہو گئے، اسی دوران آپ کی روح قبض کر لی گئی۔ ایک عرصہ کے بعد کیڑے نے آپ کے عصا کو کھوکھلا کر دیا، جس سے عصا ٹوٹ گیا، اور آپ گر پڑے، تب یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں ہے۔

کچھ لوگ اس واقعہ کو غلط رنگ دے کر انبیاء علیہم السلام کی عدمِ حیات پر استدلال کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے، اس واقعہ سے تو انبیائے کرام علیہم السلام کی بعد از وفات حیات کا پتہ ملتا ہے، اس لیے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بدن مبارک سے روح کا تعلق نہ ہوتا تو کیڑا بجائے خشک لکڑی کے اس گوشت و پوست پر واقع ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کو سلامت رکھا اور کیڑے نے لکڑی کو کھایا، سلیمان علیہ السلام کے وجود کو کچھ نہ ہوا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجل مولانا زاہد الحسینیؒ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام خواب میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رحمتِ کائنات'' تجویز فرمایا۔ آپ اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ لاٹھی کے ٹوٹنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے، اس گرنے کے لیے قرآن پاک میں لفظ ''خرّ'' بولا گیا، قرآنی اسلوب میں بیشتر مقامات پر ''خرّ'' زندہ کے گرنے پر بولا گیا ہے، مثلاً ''خَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ'' اور ''خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا'' وغیرہ۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات سے ایمانی تمدن کی بقاء اور ضرورت کی جانب بھی اشارہ ہو گیا۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ

طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ
خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ وَجَعَلْنَا
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا
اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

قومِ سبا کا عبرت انگیز واقعہ

"سبا" یمن میں ایک قوم تھی، اللہ ربّ العزّت نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیے تھے، اور اپنے انبیاء کے ذریعہ ان کو اللہ کی توحید اور اس کے احکام کی اطاعت کے ذریعہ نعمتوں کے شکر کا حکم دیا گیا تھا، ایک مدت تک یہ لوگ نعمتوں بھری زندگی اور ہر طرح کی راحت وعیش سے مالا مال رہے، پھر عیش وعشرت میں انہماک سے خدا تعالیٰ سے غفلت بلکہ انکار تک نوبت پہنچ گئی، تو اللہ ربّ العزّت نے ان کی تنبیہ کے لیے اپنے تیرہ انبیاء بھیجے، مگر انہوں نے ان کی تکذیب کی اور اپنی غفلت سے باز نہ آئے تو ان پر سیلاب کا عذاب بھیجا گیا، جس نے ان کے شہر اور باغات سب کو ویران وبرباد کر دیا۔

ہوا یوں کہ یمن میں صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر "مآرب" نامی شہر آباد تھا، جس میں قوم سبا رہتی تھی، یہ شہر دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں واقع تھا، دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا، تو اس شہر کے بادشاہ نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک نہایت مضبوط بند (ڈیم) تعمیر کیا تھا، اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنا دیا تھا، پہاڑوں کی بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہونے لگا تھا، اس ڈیم کے اندر اوپر نیچے تین دروازے رکھے گئے تھے، تا کہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں کے اور ان کی زمین وباغ کی آب پاشی کے کام آئے، ڈیم کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا تھا، جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف اطراف میں پہنچائی گئی تھیں۔ شہر کے دائیں بائیں طرف دو پہاڑ تھے، ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے، جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں، ان باغات میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ ائمہ سلف قتادہؒ وغیرہ کے بیان کے مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے خود بخود ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے یہ ٹوکری بھر جاتی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر) یہاں کا موسم ایسا خوشگوار تھا کہ یہاں نہ مکھی تھی، نہ مچھر اور نہ پسو، باغات میں سیب، الائچی وغیرہ ہمہ قسم کے پھل موجود تھے، پھلوں کے ساتھ پھول اور خوشبوؤں سے یہ زمین مہکی رہتی تھی۔

اللہ ربّ العزّت کی ایسی وسیع نعمتوں پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا کرتے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہتے، لیکن انہوں نے اللہ ربّ العزّت کی نافرمانی کی اور اس کے احکام سے مسلسل روگردانی کی روِش اختیار کیے رکھی، جس پر اللہ ربّ العزّت نے ان پر عذاب نازل فرمایا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ جو بند اور ڈیم ان کی خوشحالی اور حفاظت کا ذریعہ تھا، اللہ ربّ العزّت نے اسی کو ان کے لیے آفت و مصیبت بنا دیا، وہ ڈیم ٹوٹ گیا اور پانی ساری وادی میں پھیل گیا، تمام مکانات منہدم اور درخت تباہ ہو گئے، اور جو باغات تھے وہ سب خشک ہو گئے۔ اور یوں ایک جنتی بستی اور آباد وادی جھاڑ جھنکاڑ میں تبدیل ہو گئی، اور ان پھلوں اور پھولوں کے باغات کی جگہ بیری، جھاڑ وغیرہ کے درختوں نے لے لی۔

پھر اس قوم پر اللہ ربّ العزّت کا ایک اور احسان اور عظیم نعمت یہ تھی کہ ان بستی والوں کو ملکِ شام کی طرف کثرت سے سفر کرنا پڑتا تھا، جو کہ ان کی بستی سے کافی طویل مسافت پر واقع تھا، اللہ ربّ العزّت نے ان کے لیے یہ سہولت پیدا فرمائی کہ ان کی بستی سے ملکِ شام تک کے راستے میں جگہ جگہ بستیاں آباد فرما دیں، جو کہ برلب سڑک واقع تھیں، ان کا فائدہ یہ تھا کہ ان کا مسافر اگر آرام کرنا چاہتا یا کھانا کھانا چاہتا تو سہولت سے کسی بستی میں پہنچ کر یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن ان ظالموں نے اللہ کی اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی اور بارگاہ خداوندی میں خود یہ دُعا کی کہ ہمارے سفر میں دوریاں پیدا فرما دے، تو اللہ ربّ العزّت نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نافرمانی پر مشتمل تمدن بالآخر زوال پذیر ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

بارگاہِ خداوندی میں کفّار کا باہمی مکالمہ

ان آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی ضد اور سرکشی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کافروں نے یہ

طے کرلیا ہے کہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے، جبکہ آخرت میں یہ ایمان نہ لانے کے عذر کے طور پر ایک دوسرے پر الزامات عائد کرتے پھریں گے، ان میں جو کمزور اور تابعدار تھے وہ اپنے مقتداء اور وڈیروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہاری وجہ سے برباد ہوئے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لاتے، اس پر وہ وڈیرے جواب میں کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت پر عمل کرنے سے زبردستی روکا تھا؟ تم خود ہی قصوروار ہو۔ اس کے بعد اللہ ربّ العزّت ان سب کو عذاب میں مبتلا فرمادیں گے۔

''دولت'' مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں!

ازل سے اہل دنیا کا یہ طریق چلا آرہا ہے کہ دنیا کی دولت اور عیش وعشرت کے نشہ میں مخمور افراد نے ہمیشہ حق کی مخالفت اور انبیاء وصلحاء سے عداوت اور دشمنی کا طریقہ اختیار کیا ہے، سوائے چند افراد کے جن پر اللہ کا خاص فضل وکرم ہو، وہ دولت کے نشے میں دھت لوگ اپنی دولت اور مال وجائیداد کی کثرت کو اس بات کی دلیل بھی بناتے ہیں کہ وہ ربّ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مہربانی ان پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نصیب نہ ہوتیں، اور جب دنیا میں وہ مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآن پاک میں جابجا اس کی تردید فرمائی، چنانچہ یہاں بھی فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت اپنی حکمت سے جس کی روزی کشادہ کرنا چاہے کشادہ کردیتا ہے، اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہے تنگ کردیتا ہے، مالدار ہونا یا تنگ دست ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں، بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جان سکتے۔

قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

کُفّارِ مکہ کو دعوت

ان آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّارِ مکہ پر حجت تمام کرنے کے لیے ایک مختصر راستہ بتلایا ہے کہ صرف ایک کام کرلو کہ اللہ ربّ العزّت کے لیے کھڑے ہوجاؤ، یعنی اللہ کو راضی کرنے کے لیے پچھلے تمام باطل خیالات وعقائد سے توبہ کرکے حق کی تلاش میں لگو تاکہ پچھلے خیالات وعقائد قبول حق کی راہ میں رکاوٹ نہ ہوں۔ اور تم غور وفکر کرو تو تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمہارے شہر کے رہنے والے ہیں، تمہاری برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور تمہارے دن رات کے ساتھی ہیں، جن کی کوئی حالت اور کیفیت تم سے مخفی نہیں، اور تم نے بھی کبھی اس سے پہلے ان پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں کیا، تو لہٰذا اب بھی ان کی بات مان لو، کہ وہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ڈرانے والے ہیں، اور وہ تم سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے، بلکہ وہ تو تمہارے خیرخواہ ہیں۔ لہٰذا ان کی اطاعت کرو۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت سے متعلق کفارِ مکہ کے نظریہ کو بیان فرما کر اس کی مکمل تردید فرمائی۔ نیز قیامت کے دِن کی حکمت بھی بیان فرمائی کہ قیامت کا دِن جزاء وسزا کا دِن ہے، ایمان والوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء اور بُرے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

۲۔اس سورت میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیے جانے والے معجزات کا ذکر فرمایا۔ جس کے ضمن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور جنات کے عالم الغیب نہ ہونے کو بھی بیان فرمایا ہے۔ نیز ایمانی تمدن کی بقاء اور کافرانہ تمدن کے خاتمہ کی جانب بھی اشارہ فرمایا۔

۳۔اس سورت میں ''سبا'' نامی ایک قوم کا تفصیلی قصہ بھی بیان کیا گیا ہے، جس کو اللہ رَبّ العزّت نے بے پناہ نعمتوں سے نوازا تھا، لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی اور مسلسل کفر کی روش اختیار کیے رکھی تو اللہ رَبّ العزّت نے ان پر عذاب نازل فرمایا جس سے وہ قوم مکمل ہلاک ہوگئی۔ اور ان کی تہذیب بھی ختم ہو کر رہ گئی۔

۴۔سورت کے آخری دو رکوعات میں قدرت باری تعالیٰ کے دلائل، اثبات رسالت اور اثبات قیامت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ السبا بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ فَاطِر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے اعتبار سے اس کا پینتیس (۳۵) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ سورت تینتالیس (۴۳) نمبر پر ہے، اس کے پانچ رکوع اور پینتالیس (۴۵) آیات ہیں۔

سورت کے نام اور وجہ تسمیہ

۱۔ اس سورت کا ایک نام "سورۂ فاطر" ہے، "فاطر" دراصل اللہ ربّ العزّت کی صفت ہے، جس کا معنی ہے: "بغیر کسی نمونہ کے کسی چیز کو پیدا کرنے والی ذات" تو اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی اس صفت کا ذکر فرمایا ہے، اسی لیے اس سورت کو سورۂ فاطر کہا جاتا ہے۔

۲۔ اس سورت کا دوسرا نام "سورۂ ملائکہ" ہے، کیونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے، اسی لیے اسے "سورۃ الملائکۃ" بھی کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورتِ سبا میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل بیان کرتے ہوئے توحید باری تعالیٰ، اثباتِ رسالت اور اثباتِ قیامت جیسے عقائد کو بیان فرمایا تھا، اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کی اپنے بندوں پر بے پناہ رحمت کا بیان" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے دنیا میں اپنے بندوں پر کی جانے والی بے شمار نعمتیں گنوائی ہیں، جن سے اس کے بندے شب و روز مستفید ہوتے ہیں۔ نیز دنیوی نعمتوں کے ساتھ روحانی نعمتوں کا بھی ذکر فرمایا۔

۲۔انبیاء اور رسولوں کا بھیجنا اللہ ربّ العزّت کی بہت بڑی نعمت اور اس کی رحمت کی دلیل ہے، کیونکہ انبیاء اور رسولوں کے ذریعے ہی اور ان کے طریقے پر چل کر ہی انسان اپنے ربّ کو پاسکتا ہے۔

۳۔اس سورت میں اس بات کا بیان ہے کہ حقیقی عزّت اللہ ربّ العزّت کی فرمانبرداری میں ہے۔

۴۔اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل بیان فرما کر اپنی توحید کو بھی ثابت فرمایا ہے۔

۵۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن کریم پر عمل کرنے اور اس کے احکامات کی پاسداری کرنے سے متعلق لوگوں کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں، بعض ایسے ہیں جو قرآن کے احکامات پر آگے بڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ بعض ان احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

۶۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مؤمنین اور کافرین کی جزاء اور سزا کو بھی بیان فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ① مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَمَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ②

اللہ تعالیٰ کے پیغام رساں فرشتوں کا تذکرہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی چند صفات ذکر فرمائیں، جن میں سرفہرست آسمان و زمین کی تخلیق ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے فرشتوں کو رسول یعنی پیغام رساں بنا کر بھیجا، وہ اللہ ربّ العزّت کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر فرشتوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فرشتوں کو اللہ ربّ العزّت نے پروالے بازو عطا فرمائے ہیں جن سے وہ اڑ سکتے ہیں، اور پروں کی تعداد مختلف ہے، بعض کے دو دو پر ہیں، بعض کے تین تین جبکہ بعض کے چار چار پر ہیں، اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی حدیث سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہونا ثابت ہیں۔ (صحیح بخاری:۱/۲۲۲، صحیح مسلم:۱/۱۵۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں صرف دو بار دیکھا تھا، ایک بار شبِ معراج میں، ان کے چھ سو پر تھے، اور آسمان کا مشرقی کنارہ ان کے پروں میں چھپ گیا تھا، جبکہ دوسری بار ''أجیاد'' نامی مقام میں جبکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پروں نے آسمان کو بھر دیا تھا۔ (سنن الترمذی ۳۹۴/۵)

''آیتِ فتح'' کے فضائل

اس سورت کی دوسری آیت ''مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا وَمَا یُمۡسِکۡ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ وَہُوَ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ "کو" آیتِ فتح" کہا جاتا ہے، اس آیت کے بے شمار فضائل ہیں، بزرگانِ دین اس آیت کو مشکلات میں پڑھا کرتے تھے، کیونکہ یہ آیت دافعِ بلیات ہے، اس آیت کے پڑھنے سے مشکلات و مصائب دور ہو جاتے ہیں اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے کشادگی ہو جاتی ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت اگر کسی کے لیے کوئی رحمت کھول دیں تو اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور اگر اللہ اپنی کوئی رحمت روک لیں تو اسے کوئی بھیج نہیں سکتا، یعنی اللہ ربّ العزّت اگر کسی کو نوازنا چاہیں تو ساری کائنات مل کر بھی اسے روک نہیں سکتی، اور اگر اللہ کسی کو اپنی رحمت سے محروم کر دیں تو ساری کائنات مل کر بھی اسے وہ رحمت نہیں دے سکتی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

شیطان تمہارا دشمن ہے، اسے دشمن ہی سمجھو!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے انسان کو خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ روزِ قیامت جو روزِ جزاء ہے، وہ برحق ہے، لہٰذا احتیاط کرو! کہیں دنیا کی زندگی کی رونقیں تمہیں اس دن سے غافل نہ کر دیں، اور یہ بھی یاد رکھو کہ شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے، وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو اور اس کی باتوں میں آ کر اپنا نقصان نہ کرا بیٹھو۔ کیونکہ وہ تو تمہیں جہنم کی راہ پر گامزن کرنے کی کوششوں میں ہے اور جو لوگ اس کے دام میں پھنس کر اس کی راہ پر چل پڑیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

نیک اعمال کرنے والے اور بُرے اعمال کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے برے عمل کو اچھا سمجھتا ہے اور اسی پر ڈٹا رہتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو برے کو برا سمجھتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ ان میں سے ایک جہنمی ہے اور دوسرا جنتی ہے، کیونکہ ان دونوں کا برابر ہونا اور جزاء و سزا میں ان دونوں کے درمیان کوئی تفریق نہ رکھنا فطرت (Nature) کے بھی خلاف ہے اور انصاف کے بھی۔ عقل کا تقاضا ہے کہ نیکوکار کو جزا ملنی چاہیے اور بدکار کو سزا ملنی چاہیے۔

"فلا تذهب نفسك عليهم حسرات" یہ جملہ اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا کہ میرے نبی! آپ ان پر افسوس کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ
النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ
وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ
مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ
وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ
مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا
يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

قدرتِ باری تعالیٰ کے چند نمونے

ان آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کاملہ کے چند نمونے بیان فرمائے ہیں:

۱۔سب سے پہلے بارش کے نظام کا ذکر فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت پہلے ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو بادلوں کو اٹھا کر خشک زمینوں کی طرف لے جاتی ہیں، پھر ان بادلوں سے بارش برساتا ہے جس سے اس خشک اور بنجر زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور وہاں لہلہاتی فصلیں اور باغات اُگ آتے ہیں۔اسی سے عقیدہ قیامت اور موت کے بعد مردوں کا دوبارہ جی اٹھنا بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔جیسے مردہ زمین کو حق تعالیٰ زندہ کرتے ہیں، ایسے ہی مردہ جسموں کو اللہ تعالیٰ روز محشر زندہ فرمائیں گے۔

قدرت باری تعالیٰ کے نمونوں کے بیان کے درمیان میں اللہ ربّ العزّت نے انسان کو حصول عزّت کا طریقہ بتلایا ہے، فرمایا کہ جو عزّت کا طالب ہے وہ اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرے، کیونکہ ساری عزّت کا مالک وہی پاک ذات ہے، پھر فرمایا کہ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات یعنی (کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" اور "سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر" وغیرہ) چڑھتے ہیں اور نیک اعمال ان کلمات کو بارگاہ خداوندی میں بلند کرتے ہیں۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص عزّت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ان دو چیزوں کا اہتمام کرے:

۱۔**پاکیزہ کلمات**: یعنی کلمہ توحید اور ذکر الٰہی کے کلمات۔

۲۔**عمل صالح**: یعنی دل سے ایمان لانا اور اس کے مطابق شریعت پر عمل پیرا ہونا۔

پاکیزہ کلمات کے بعد عمل صالح ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کلمات کی قبولیت میں عمل صالح

کا بہت عمل دخل ہے، کیونکہ عمل صالح میں ایمان بھی شامل ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور ایمان کے علاوہ دوسرے نیک اعمال بھی قبولیت تامہ میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

یہ مضمون بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے دوبارہ اپنی قدرت کی نشانیاں ذکر فرمائیں۔

۲۔ اللہ ربّ العزّت نے تخلیق انسانی کے مختلف مراحب کا ذکر فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے ابتدائی طور پر انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر اس کی نسل چلانے کے لیے ان کے درمیان رشتہ ازدواج کا سلسلہ جاری فرمایا اور نطفہ سے انسان کی تخلیق فرمائی، اور جس طرح اس کی قدرت کامل ہے اسی طرح اس کا علم بھی کامل ہے، چنانچہ دوران حمل بچے کی جنس اس کے علم میں ہوتی ہے کہ یہ نر پیدا ہوگا یا مادہ، اسی طرح اس کی عمر کم ہوگی یا زیادہ، یہ سب اللہ ربّ العزّت کے پاس ریکارڈ (لوحِ محفوظ) میں موجود ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے ایک عجیب نمونے کو بیان فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے دو مختلف اقسام کے دریا برابر جاری فرما دیے، ان میں سے ایک میٹھے پانی کا دریا ہے جبکہ دوسرا سخت کھارے پانی والا ہے، ان دریاؤں سے مچھلیوں کی صورت میں تازہ گوشت حاصل ہوتا ہے، نیز زیور اور موتی جواہرات بھی ان دریاؤں سے نکلتے ہیں، اس کے علاوہ ان میں چلنے والی کشتیاں اور جہاز جن سے تمہاری روزی وابستہ ہے بھی اللہ ربّ العزّت کی قدرت اور فضل وکرم کے نمونے ہیں۔

۴۔ رات اور دن کا مرتب نظام اور سورج اور چاند کا ایک خاص ترتیب سے اپنے مدار میں چلنا بھی اس کی قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں۔

کُفّار کے معبودانِ باطلہ کی بے بسی

معبود برحق کی قدرت کاملہ کی نشانیاں بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان کے معبودان باطلہ (بت وغیرہ) کی بے بسی بھی بیان فرمائی کہ وہ تو ایسے ہیں کہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے تک کے بھی مالک نہیں ہیں، اور اتنے عاجز اور بے بس ہیں کہ اگر ان کو پکارا جائے تو سن تک نہیں سکتے۔ اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے اور نہ تمہاری پکار اور دُعا کو قبول کر سکتے ہیں، بلکہ وہ تو خود قیامت والے دِن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ لہٰذا ایسے عاجز، بے بس معبودوں کو پوجنا حد درجہ کی بے وقوفی ہے۔

إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾

اس آیت کا نزول مشرکین مکہ کے جھوٹے معبودوں کے متعلق ہوا، ان کے معبود اصنام اور بت تھے، اس آیت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ، سماع صلوٰۃ وسلام یا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ ہی مشرکین مکہ موتی

کو پکارتے تھے نہ ہی قبروں پر جاتے تھے، البتہ اللہ کے علاوہ کسی زندہ یا مردہ کو پکارنا یا ان کی پوجا کرنا حرام اور شرک ہے، اور قبرستان جا کر سلام کرنا سنت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

سب لوگ اللہ کے محتاج ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ تمام انسان خواہ مالدار ہوں یا غریب، سب اللہ ربّ العزّت کے محتاج ہیں، جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ذات ہے، اور اسے اتنی قدرت حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ کام اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا ایمان لے آؤ، ورنہ بروز قیامت سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے، اور وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، بلکہ اگر کوئی بوجھ والا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کی درخواست کرے گا تو بھی وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا چاہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَاۗبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى
اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝

قدرتِ باری تعالیٰ کے چند دلائل

ان آیات میں ایک بار پھر دلائل قدرت کے ذریعہ عقیدہ توحید کو ثابت کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس پانی کے ذریعہ مختلف رنگوں والے پھل پیدا فرمائے، زمین میں مختلف رنگوں والے پہاڑ پیدا فرمائے، اسی طرح انسانوں اور چوپایوں میں بھی مختلف رنگوں والے حیوانات پیدا فرمائے۔ یہ سب اللہ ربّ العزّت کی قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں۔ رنگوں کے اس اختلاف اور تنوع سے ہی کائنات میں خوبصورتی قائم ہے، جیسا کہ مشہور شعر ہے:

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

حقیقی عالم کون ہوتا ہے؟

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے علماء کی فضیلت اور شان بھی بیان فرمائی ہے اور اسی ضمن میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ در حقیقت عالم کون ہوتا ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں" اس میں علماء کے ایک خاص وصف بیان فرمایا کہ خشیت باری تعالیٰ یعنی اللہ ربّ العزّت کا خوف علماء کا خاص وصف ہے۔

"علماء" سے مراد اس آیت میں وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ ربّ العزّت کی کما حقہ معرفت حاصل ہو، اور ان کے دل اللہ ربّ العزّت کے خوف سے لبریز ہوں۔ صرف عربی زبان یا اس کے قواعد اور فنون بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے، اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اس کو اس سے نفرت ہو۔ (معارف القرآن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

لیس العلم بکثرۃ الحدیث ولکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ۔

یعنی محض زیادہ احادیث یاد کر لینا علم نہیں، بلکہ علم وہ ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

اسی لیے کہتے ہیں کہ علم بغیر عمل وبال، عمل بغیر علم ضلال یعنی گمراہی، جبکہ دونوں کا جمع کرنا کمال ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ
تَبُوْرَ ۙ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ مِنَ
الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ
اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ
فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ
الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا
يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ
فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ
وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

مومنین کی صفات

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مومنین کی بعض صفات بیان کرنے کے بعد ان کا اجر وثواب ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے کہ جس شخص میں تین صفات موجود ہوں ان کو ان کا پورا پورا اجر ملے گا بلکہ ان کے اجر سے زیادہ اللہ ربّ العزّت اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائیں گے، وہ تین صفات درج ذیل ہیں:

۱۔قرآن مجید کی تلاوت

۲۔نماز قائم کرنا

۳۔اللہ کی راہ میں اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرنا

اُمّتِ محمدیہ اور بالخصوص ان کے علماء کا اعزاز

اللہ ربّ العزّت نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم جیسی مقدس کتاب نازل فرمائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کتاب کی حفاظت کے لیے، اس کے پڑھنے پڑھانے کے لیے ایک قوم کو قرآن کا وارث بنایا، اور اس قوم کے بارے میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ وہ سب میرے چنیدہ لوگ ہیں، جمہور مفسرین کرام کے نزدیک اس سے مراد اُمّتِ محمدیہ کے علماء کرام اور ان کے واسطے سے باقی اُمّت ہے۔

لہٰذا جس شخص نے بھی قرآن پڑھا اور پڑھایا، اس کے احکامات پر عمل کیا، اور اس کی منع کردہ چیزوں سے رک گیا، وہ اس اعزاز میں شامل ہے۔ یہ اُمّتِ محمدیہ کے علمائے کرام، قراء عظام، حفاظ، مفسرین، محدثین، فقہاء عظام اور قرآن مجید پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

حاملینِ قرآن کی اَقسام

اللہ ربّ العزّت نے جن لوگوں کو منتخب اور پسند فرما کر اپنے مقدس کلام کا وارث بنایا، وہ تین طرح کے ہیں، جن کو اللہ ربّ العزّت نے درج ذیل عنوان سے ذکر فرمایا ہے:

۱۔''ظالم'' سے مراد حاملین قرآن میں سے وہ شخص ہے جو بعض واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے اور بعض محرمات کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔

۲۔''مقتصد'' وہ آدمی ہے جو تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات سے بچتا ہے، مگر بعض اوقات مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے اور بعض مکروہات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔

۳۔''سابق بالخیرات'' سے مراد وہ شخص ہے جو تمام واجبات اور مستحبات کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات ومکروہات سے بچتا ہے اور بعض مباحات کو عبادت میں مشغولیت یا حرمت کے شبہ کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ان تینوں طبقات سے اللہ ربّ العزّت نے مغفرت اور جنّت کا وعدہ فرمایا ہے، اگرچہ درجات کے اعتبار سے ان میں فرق ہوگا۔ جو لوگ تیسری قسم "سابق بالخیرات" یعنی نیکیوں میں پیش قدمی کرنے والوں میں شامل ہیں، وہ تو بغیر حساب وکتاب کے جنّت میں داخل ہوں گے، اور جو "مقتصد" یعنی درمیانی راہ چلنے والے ہیں ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا، اور جو "ظالم" یعنی اعمال میں کوتاہی کرنے والے اور گناہوں کی لغزش میں مبتلا ہونے والے ہیں، ان کو اس مقام میں سخت رنج وغم طاری ہوگا، یہ جنّت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک گناہوں سے پاک نہ ہو جائیں۔ پھر ان کو بھی جنّت میں داخل کر لیا جائے گا۔ (معارف القرآن)

یہ تینوں طبقات جنّت میں داخل ہوں گے، جہاں ان کو سونے اور موتیوں کے زیور پہنائے جائیں گے اور ریشم کے لباس زیب تن کروائے جائیں گے، جس پر یہ سب اللہ العزت کا شکر ادا کریں گے۔

کُفّار کا انجامِ بد

مومنین کے برخلاف جن لوگوں نے دنیوی زندگی میں کُفر کیا اور اسی کُفر کی حالت میں ان کو موت آ گئی تو آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے جہنّم کا عذاب تیار ہوگا، جہاں نہ ان کو موت آئے گی اور نہ عذاب میں تخفیف کی جائے گی، جہنّمی وہاں چیخ وپکار کر رہے ہوں گے اور اللہ ربّ العزّت سے فریادیں کر رہے ہوں گے کہ ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرما دیجیے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اب نیک اعمال کریں گے، لیکن ان کی فریاد کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی، بلکہ اللہ ربّ العزّت انہیں جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تمھیں سمجھنے کے لیے دنیا کی زندگی نہیں دی تھی؟ کیا ہم نے تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں بھیجے تھے، لیکن تم نے ان کی بات نہ مانی، لہٰذا آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔ (اعاذنا اللہ منہ!)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ
مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝

کُفّار اپنی قسم سے پھر گئے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کُفّارِ مکہ نے زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا یعنی پیغمبر آ جائے تو وہ دوسری تمام اُمتوں کی بنسبت اس پیغمبر کی زیادہ اطاعت کریں گے، پھر اللہ ربّ العزّت نے جب ان کے پاس اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے تو وہ اپنی قسم سے پھر گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور نفرت میں بڑھتے گئے۔ اور اسلام قبول کرنے سے تکبّر کیا، اور حضور اور اسلام کے خلاف بری تدبیریں کرنے لگے، حالانکہ قدرت کا قانون ہے کہ بری

تدبیر کا وبال، خود تدبیر کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس جس نے دین کو مٹانے کی کوشش کی وہ خود مٹ گیا، ابرہہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا تھا لیکن اللہ کے غضب کا نشانہ بنا، اور ہلاک ہو گیا۔ لہٰذا قدرت کے قانون کے مطابق ان سے پہلے والی قوموں کی طرح یہ کفارِ مکہ بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے اور تباہ و برباد ہو گئے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل جا بجا تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، اور یہ دلائل بیان فرما کر عقیدہ توحید ثابت کیا ہے، جس کے ضمن میں آسمان و زمین کی پیدائش، فرشتوں کی تخلیق، ہواؤں اور بارشوں کا نظام، تخلیقِ انسان اور اس کے مراتب، رات اور دن کے مرتب نظام وغیرہ مضامین ذکر کیے ہیں۔

۲۔ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے انسان کو شیطان کی اتباع سے روکتے ہوئے اس کے دشمن ہونے کو واضح فرمایا ہے، اور شیطان کی اتباع کرنے والوں کے لیے عذابِ جہنم کی وعید سنائی ہے۔

۳۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے علماء کی شان اور حقیقی عالم کی پہچان بتلائی ہے، نیز حاملینِ قرآن کی مختلف اقسام ذکر فرما کر ان کا اخروی اچھا انجام بھی بیان فرمایا اور ان کے برخلاف کفّار اور ان کے انجامِ بد کو بھی بیان فرمایا ہے۔

۴۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان معبودانِ باطلہ نے زمین و آسمان میں کوئی چیز پیدا نہیں کی، یہ صرف کفّارِ مکہ کا ایک دوسرے کو دھوکہ ہے۔ لہٰذا کفر و شرک سے اجتناب کرو اور ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اور اسی کو مشکلات میں پکارو۔

۵۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے زمین میں چلنے اور گھومنے کی ترغیب دی ہے، اور اس کی غرض بھی ذکر فرما دی کہ پہلے والی قوموں کے آثار اور باقیات دیکھ کر ان سے عبرت حاصل کی جائے۔

تمت سورة الفاطر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ يٰسٓ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں چھتیس (۳۶) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اکتالیس (۴۱) ہے۔ پانچ رُکوع اور تراسی (۸۳) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کو سورۂ یس اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا آغاز لفظ "یٰسٓ" سے ہے۔

سورۃ یٰسٓ کے فضائل

سورۂ یٰسٓ کے بے شمار فضائل احادیث مبارکہ میں مذکورہ ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یٰسٓ قلب القرآن" سورہ یس قرآن کا دل ہے، جو شخص سورۂ یس کو خالص اللہ اور آخرت کے لیے پڑھتا ہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اس کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ (سنن نسائی شریف: ۶/۲۶۵)

۲۔ جس نے سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی، اس کو دس مرتبہ مکمل قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔ (سنن الترمذی ۵/۱۶۲)

۳۔ جس شخص نے دن کے آغاز میں سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی، اس کی سارے دن کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ (سنن الدارمی ۲/۵۴۸)

۴۔ ہمارے شیخ اول حضرت مولانا قاری شہاب الدینؒ فرماتے تھے کہ ان کے مرشد اول حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ایک عالم دین کو نصیحت کی اور فرمایا کہ روز سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو، یہ ایسا ہے گویا کہ میں تمہیں سمندر کے کنارے بٹھا رہا ہوں، جتنا مرضی لے لو، کوئی خطرہ ہی نہیں ہے کہ پانی ختم ہو جائے، اسی طرح سورۂ یٰسٓ پڑھ کر اللہ سے جو مرضی لے لو، کوئی خطرہ ہی نہیں ہوگا کہ نہ ملے۔ اور فرمایا کہ میرا اپنا چالیس سال سے سورۂ یٰسٓ پڑھنے کا معمول ہے۔

بندہ نے یہ بات اس وقت سنی تھی جب میں شجاع آباد میں نیا نیا آیا تھا اور یہاں کام شروع کیا تھا، مدرسے (مدرسہ عربیہ فاروقیہ) کے چار کمرے تھے، اور کل قطعہ اراضی سات مرلے پر مشتمل تھا، تب سے لے کر آج تک میں نے اپنے مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ سے درخواست کی ہوئی ہے، ہم ہر روز سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہیں۔ اور اللہ کی توفیق سے میں خود بھی اس تیس پینتیس سال کے عرصہ میں پڑھتا چلا آیا ہوں۔ تو اسی سورۂ یٰسٓ کی برکت ہے کہ "مدرسہ عربیہ فاروقیہ" آج "جامعہ فاروقیہ شجاع آباد" کی صورت میں اپنی کرنیں ہر طرف بکھیر رہا ہے۔ اسی لیے آج میں آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ سورۂ یٰسٓ کو لازم پکڑلو، بس کچھ عرصہ گزرے گا اور فتوحات شروع ہو جائیں گی۔

ماقبل سے ربط

سورۂ فاطر میں اللہ ربّ العزّت نے کفارِ مکہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے وہ قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ اس کی اتباع کریں گے، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ اپنی قسم سے پھر گئے اور حضور کی رسالت کا انکار کر دیا، اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قسمیں کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی سچائی کو بیان فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اثباتِ عقیدۂ قیامت" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے بیان فرمایا کہ انسانوں کے تمام اعمال اللہ ربّ العزّت کے ہاں محفوظ ہوتے ہیں، جن کا انہیں بدلہ دیا جائے گا، اگر اچھے اعمال ہوں گے تو جنت نصیب ہوگی اور اگر برے اعمال ہوں گے تو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

۲- اس سورت میں مومنین اور کافروں کے کچھ احوال اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

۳- عقیدہ قیامت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

۴- کائنات میں پھیلی قدرت کی نشانیوں کے ذریعہ اللہ ربّ العزّت کی توحید کو ثابت کیا گیا ہے۔

۵- داعی کو دعوت کے دوران اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کی جانب تفویض کرنے اور ہمہ قسم خطرات کے باوجود دعوت پر جمے رہنے کا بھی ذکر کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا
فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ
اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا
قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

"يٰسٓ" مشہور قول کے مطابق یہ حروف مقطعات میں سے ہے، جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے (آغاز عنکبوت میں)، البتہ اس کے بارے میں چند مزید اقوال بھی پائے جاتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ اللہ ربّ العزّت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، حضرت ابن جبیر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ایک نام ہے۔ (معارف القرآن)

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا، اس کے بعد نزول قرآن کی غرض بیان فرمائی کہ یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل ہوا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ اپنی قوم کو عذاب خداوندی سے ڈرائیں، اور جو لوگ آپ کی بات کی تصدیق نہ کریں تو آپ اس کا غم نہ کیجیے، کیونکہ ان پر اللہ ربّ العزّت کی جانب سے مہر لگ چکی ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے، ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ آپ ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلیں اور جن کے دل میں اللہ ربّ العزّت کا خوف ہو۔ اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ ربّ العزّت کی طرف سے مغفرت اور بہترین اجر کا وعدہ ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا
بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا
تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ
ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔــلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ایک علاقے کے لوگوں کا دردناک واقعہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے منکرین رسالت کو متنبہ کرنے کے لیے ایک بستی کے باسیوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے، قرآن کریم میں اس بستی کا نام مذکور نہیں تھی، البتہ تاریخی روایات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کعب احبارؒ وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ بستی "انطاکیہ" تھی، جمہور مفسرین کرام نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

اس بستی کے رہنے والے مشرک اور کافر تھے، اللہ ربّ العزّت نے اس بستی میں تین رسول بھیجے تھے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت کعب احبار رحمہ اللہ وغیرہ سے یہی منقول ہے، ایک روایت میں ان حضرات کے نام "صادق، صدوق اور شمعون" بیان کیے گئے ہیں۔

جبکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ نبی اور پیغمبر نہیں تھے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے تھے۔

قصے کی تفصیل یہ ہے کہ ابتدائی طور پر اللہ ربّ العزّت نے اس بستی میں دو رسول بھیجے، بستی والوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات نہ مانی تو اللہ ربّ العزّت نے ان کی تائید اور تقویت کے لیے تیسرا رسول بھی بھیج دیا، اور ان تینوں حضرات نے بستی والوں کو تبلیغ کی۔ لیکن بستی والے نہ مانے، بلکہ الٹا ان سے کہنے لگے کہ "تم تو ہماری طرح کے انسان ہو، اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم جھوٹ بولتے ہو" ان رسولوں نے ان کے انکار کے باوجود تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا تو سرکش قوم کہنے لگی کہ تم لوگ منحوس ہو، تمہاری وجہ سے بستی میں قحط آ گیا ہے، لہٰذا اب اگر تم نے اپنی تبلیغ کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے اور سنگسار کر دیں گے۔

رسولوں نے جواب دیا کہ یہ نحوست اور قحط تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے، تمہیں چاہیے تھا کہ تم اس سے نصیحت حاصل کرتے، لیکن تم تو حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔

شہر کے کنارے سے آنے والے شخص کا واقعہ

جب قوم اور بستی والوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی تو اسی اثناء میں شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، بعض روایات میں اس شخص کا نام "حبیب نجار" ذکر کیا گیا ہے، یہ بڑھئی تھا اور لکڑی کا کام کرتا تھا۔ اس نے آ کر قوم کو سمجھایا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کر لو، یہ اللہ ربّ العزّت کے بھیجے ہوئے ہیں، اور ان کی صداقت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ تم سے کسی قسم کی کوئی اُجرت طلب نہیں کرتے، اور یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔

بائیسواں پارہ مکمل ہوا

پارہ نمبر ۲۳

یہ پارہ سورۂ یٰسٓ کے بقیہ حصے، سورۂ صافات، سورۂ صٓ اور سورۂ زُمر کے کچھ حصے پر مشتمل ہے۔

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ أَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّي
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۝ إِنِّي إِذًا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ۝ قِيلَ ادْخُلِ
الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝

مذکورہ شخص کے قصے کا بقیہ حصہ

اس شخص نے قوم کو انبیاء اور رسولوں کی اتباع کی نصیحت کرنے کے بعد خود ایمان لانے کا اعلان کر دیا اور انبیاء و رسل کی پیروی اختیار کر لی، اور قوم کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا کہ تم سب کو لوٹ کر اسی معبودِ برحق کی طرف جانا ہے، اور جن معبودانِ باطلہ کی تم پرستش کر رہے ہو، وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ لہٰذا تم سب گواہ ہو جاؤ میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں جو سب کا رب ہے۔

جب اس شخص نے بستی والوں کے سامنے ایمان لانے کا اعلان کیا تو قوم اس پر حملہ آور ہو گئی، سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر اس کو شہید کر دیا۔ اللہ ربّ العزّت نے اس کے لیے جنّت کا اعلان فرما دیا۔ جب یہ جنّت پہنچا اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو اسے اپنی قوم یاد آئی اور تمنا کی کہ اے کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ رسولوں پر ایمان لانے کی جزا میں اللہ ربّ العزّت نے مجھے کتنے اعزاز و اکرام اور کتنی نعمتوں سے نوازا، تو شاید وہ بھی ایمان قبول کر لیتے۔

اس شخص کی شہادت کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اسے شہید کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل فرمایا، جس کے بارے میں اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ ہمیں اس قوم کو عذاب میں جکڑنے کے لیے کوئی لشکر نہیں بھیجنا پڑا، بلکہ ایک فرشتے نے ایک زوردار آواز لگائی جس سے یہ سب ہلاک ہو گئے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ
نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝
سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَآيَةٌ لَهُمُ
اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ
الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا
أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝ وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ
وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝

قدرتِ خداوندی کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کاملہ کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ پہلی نشانی یہ بیان فرمائی کہ اللہ ربّ العزّت مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کردیتے ہیں، یعنی ویران اور بنجر زمین کو سرسبز وشاداب بنادیتے ہیں، اس سے نباتات اگاتے ہیں، کھجور اور انگور کے باغات اگاتے ہیں، چشمے جاری کرتے ہیں، جس سے انسان اور مویشیوں کو رزق نصیب ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری نشانی رات اور دن کے مرتب نظام کی ذکر فرمائی کہ پہلے رات ہوتی ہے، پھر اللہ رات کی چادر کھینچ لیتے ہیں اور دن کو ظاہر فرمادیتے ہیں۔

۳۔ تیسری نشانی میں اجرام فلکیہ کے سب سے اہم رکن ''سورج اور نظام شمسی'' کو بیان فرمایا جو اللہ ربّ العزّت کے حکم سے گردش کرتا ہے اور ایک وقت مقرر تک اپنے مدار میں گردش کرتا رہے گا۔ صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: کیا تجھے علم ہے کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سورج سارا دن کرنیں بکھیرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت کے عرش کے نیچے جاتا ہے اور وہاں سجدہ کرتا ہے، پھر اگلے دن طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے، وہ وقت قریب ہے جب وہ سجدہ کرے گا تو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اجازت مانگے گا تو اجازت نہیں دی جائے گی، اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا، تو وہ مغرب سے طلوع کرے گا، مسلم شریف کی روایت کے مطابق اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ (صحیح بخاری شریف: ۱/۲۲۸)

۴۔ چوتھی نشانی یہ بیان فرمائی کہ سورج، چاند، دن اور رات کا ایک مدار مقرر ہے، سب اپنے مدار میں حرکت کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی اپنے مدار سے باہر نہیں جاتا۔

۵۔ پانچویں نشانی یہ بیان فرمائی کہ سمندری جہاز اور کشتیاں سمندر کا سینہ چاک کرتے ہوئے سامان کی منتقلی کرتے ہیں، دنیا بھر کی ضرورت کا سامان آج بھی انہی بحری جہازوں کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ یہ جہاز اور دوسری سواریاں بھی اللہ کی نشانیاں ہیں، اگر رب چاہے تو ان جہازوں اور کشتیوں کو غرقاب کردے، انہیں کوئی نہیں بچاسکے گا۔ اس کی رحمت کی وجہ سے سب سمندروں کے دوش پر بحفاظت سفر کرتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ
رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً
وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

کفّار کی کج روی اور ڈھٹائی

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی ڈھٹائی کی دو مثالیں ذکر کی ہیں:

ایک تو یہ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کے عذاب سے ڈرو جو دنیا میں بھی آسکتا ہے اور آخرت میں بھی، اور اس سے بچاؤ کے لیے ایمان لے آؤ، تو وہ یہ سن کر اعراض کرنے لگتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ غریبوں اور فقیروں کی امداد کرو اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، تو مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ سب مخلوقات کا رازق اللہ ربّ العزّت ہے تو جب اس نے ان کو نہیں دیا، تو ہم کیوں دیں، اگر اللہ انہیں رزق دینا چاہتا تو خود ہی دے دیتا۔

اسی طرح ان کا ایک بڑا جرم یہ تھا کہ وہ قیامت کا انکار کرتے تھے اور مذاق اڑانے کے لیے مسلمانوں سے پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ قیامت کے منتظر ہیں، حالانکہ قیامت جب آئے گی تو عالم یہ ہوگا کہ ایک زوردار چیخ ہوگی جو سب کو اس طرح پکڑے گی کہ لوگ باہم جھگڑوں میں لگے ہوں گے، چنانچہ انہیں ذرا سی بھی مہلت نہیں ملے گی، نہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر لوٹ سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا
مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ
فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۝
سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا
تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ
جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ ۝ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَلَوْ
نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝

متقین ومجرمین کا اُخروی انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے وقوعِ قیامت کے کچھ احوال بیان فرما کر متقین اور مجرمین کا انجام بیان فرمایا

ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر رب العالمین کی طرف دوڑیں گے، جہاں ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

نیک لوگ اس دن مزے میں ہوں گے، اور کئی طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، انہیں ان کی من چاہی نعمتیں دستیاب ہوں گی اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان پر سلام بھیجا جائے گا۔

جبکہ دوسری طرف جو لوگ دنیوی زندگی میں بُرے اعمال میں مبتلا رہے اور انبیاء کی تعلیمات کو پس پشت ڈالے رکھا انہیں اس دن الگ کر دیا جائے گا اور اللہ ربّ العزّت ان سے ڈانٹتے ہوئے خطاب فرمائیں گے کہ کیا میں نے تمہیں شیطان کی پیروی کرنے سے نہیں روکا تھا، کیا میں نے تمہیں اپنی عبادت کرنے کا نہیں کہا تھا؟ لیکن تم نے بات نہ مانی اور شیطان کی راہ پر چل پڑے، لہٰذا آج جہنّم کی آگ اور عذاب کا مزہ چکھو۔ اس دن ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی، اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بولیں گے اور ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وہ بہت سخت دن ہوگا۔

ان کفّار کی تخویف کے لیے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو اسی دنیا کی زندگی میں ان کے کفر کی سزا میں ان کی آنکھیں مٹا دیں، یا ان کی صورتیں بدل ڈالیں اور ان کو اپاہج بنا دیں، لیکن یہ ہمارا فضل ہے کہ ہم نے انہیں مہلت دی ہے، جس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اللہ ربّ العزّت کی اطاعت کی طرف لوٹنا چاہیے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی اور اس کی رونقیں عارضی ہیں، انسان کو ہی دیکھ لو، جس طرح انسان کی عمر بڑھ جاتی ہے اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے، تو اس کا حسن و جمال، عقل و شعور اور سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں ایسے ہی دنیا کی رونق ختم ہو جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں ہیں

کفّار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور قرآن پاک کو شعر کہا کرتے تھے، اللہ ربّ العزّت نے اس آیت میں ان کی تردید فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی ہم نے سکھائی ہی نہیں، اور نہ ہی ان کے لیے شعر گوئی مناسب ہے، اور نہ قرآن پاک شعر ہے بلکہ یہ تو اللہ ربّ العزّت کی طرف واضح نصیحت ہے، اور اس کے نازل ہونے کی غرض یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے آگاہ کر کے انہیں ڈرائیں اور یہ بھی کہ کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا

مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔؕ بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

قدرتِ باری تعالیٰ کے چند مزید دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند مزید دلائل بیان فرمائے ہیں، فرمایا کہ ہم نے انسان کے نفع کے لیے چوپائے اور جانور بنائے اور انسانوں کو ان پر قابو دیا، چنانچہ وہ اس پر سوار بھی ہوتے ہیں اور ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی ان سے دیگر منافع حاصل کرتے ہیں، ان کا دودھ پیتے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود وہ اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ اللہ ربّ العزّت کے علاوہ دوسروں کو معبود بنا کر اس سے مدد مانگتے ہیں، حالانکہ وہ خود اپنی مدد کرنے پر قادر نہیں ہیں تو ان کی مدد کیا خاک کریں گے۔ اس لیے اپنے منعم کو پہچانتے ہوئے اسی کی عبادت کریں، اسی کو ایک جانیں، زندگی اسی کی اطاعت میں صرف کریں، یہی نمک حلالی اور وفا شعاری ہے۔

ایک کافر کا قصہ

سورۂ یٰسٓ کی آخری آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایک کافر کے اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب دیا ہے، یہ کافر اکثر روایات کے مطابق عاص بن وائل تھا، ہوا یوں کہ اس نے ایک دن ایک بوسیدہ ہڈی اٹھائی، اور اس کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا اللہ اس ہڈی کو زندہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر تجھے جہنّم میں داخل کرے گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ ربّ العزّت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس انسان کو دیکھو جو حقیر نطفہ سے پیدا ہوا اور اب پروردگارِ عالم سے مقابلے پر اتر آیا اور اس کی قدرت کا انکار کر دیا، یہ اپنی حقیقت اور اپنی پیدائش بھول گیا کہ ایک حقیر اور ناپاک قطرہ میں جان ڈال کر اس کو پیدا کیا گیا۔ تو اے پیغمبر آپ اسے بتا دیجیے کہ اس ہڈی کو دوبارہ وہی رب پیدا کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے اور ہر چیز کا عالم بھی۔

قدرتِ خداوندی کا عجیب نمونہ

اس کی قدرت کا نمونہ یہ ہے کہ وہ سرسبز درختوں سے آگ نکالتا ہے۔ عرب میں دو درخت تھے، ایک کا نام "مرخ"

تھا اور دوسرے کا نام "عفار" تھا، ان کی قلمیں بنائی جاتی تھیں، اور پھر ایک کی قلم دوسرے پر مسلنے سے آگ پیدا ہوتی تھی، فرمایا کہ جو رب اتنی قدرتوں والا ہے تو وہی معبود بھی ہے، اور وہی تمہیں زندہ بھی کرے گا۔

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کی ایک جھلک بیان فرمائی کہ اللہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہیں تو انسانی مصنوعات کی طرح ان کو اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ پہلے مواد جمع فرمائیں، پھر کاریگر بلوائیں، پھر ایک مدت تک کام کرکے وہ چیز تیار ہو، بلکہ وہ جب اور جس وقت کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہیں تو ان کو صرف حکم دے دینا اور "کن" کہہ دینا کافی ہوتا ہے اور وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، اس کی بادشاہت کامل ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کی صداقت کو بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کے نازل ہونے کی غرض بھی بیان فرمائی ہے۔ اور قرآن پاک پر ایمان لانے والوں اور نہ لانے والوں کے انجام کو بیان فرمایا ہے۔

۲- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ایک بستی کا واقعہ بیان فرمایا، جس میں اللہ نے تین پیغمبر بھیجے تھے، لیکن بستی والوں نے ان کی تکذیب کی، اور ان کو اذیت دینے کے درپے ہو گئے، تو انہی میں سے ایک شخص نے ان پیغمبروں پر ایمان لا کر ان کی حمایت کا اعلان کر دیا تو بستی والوں نے مار مار کر اس کو شہید کر دیا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے ان پر عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر دیا۔

۳- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے بہت سے دلائل بیان فرمائے ہیں، جن میں زمین اور اس سے اگنے والی بے شمار نباتات وغیرہ، رات اور دن کا مرتب نظام، سورج اور چاند کی اپنے مدار میں ایک مرتب نظام کے تحت گردش کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

۴- اس سورت میں احوالِ قیامت، نفخہ صور اور روزِ محشر کی ہولناکی بھی بیان کی گئی ہے اور مومنین اور کافرین کا انجام بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

تمت سورۃ یٰسٓ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الصّٰفّٰت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں اس کا سینتیس (۳۷) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ چھپن (۵۶) نمبر پر ہے، اس کے پانچ رُکوع اور ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیات ہیں۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام "صافات" ہے، جس کا معنی ہے صفیں بنانے والی جماعتیں۔ چونکہ سورت کے شروع میں اللہ ربّ العزّت نے صف بنانے والے فرشتوں کی قسم کھائی ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ صافات رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

اس سے پچھلی سورت میں قیامت کا تذکرہ تھا، اس سورت میں بھی قیامت کے احوال کا بیان ہے، نیز پچھلی سورت میں مومنین و مجرمین کا انجام بیان کیا گیا تھا اس سورت میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اولیاء اللہ کی عزّت اور اللہ کے دشمنوں کی ذلت" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے اولیاء کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے اور ان کی قسم کھائی ہے۔

۲- اس سورت میں کُفّار کی ہلاکت کے اسباب بیان کیے گئے ہیں، جن میں درج ذیل اسباب شامل ہیں:

۱: اللہ ربّ العزّت کی آیات کا مذاق اڑانا

۲: نصیحت سے اعراض کرنا

۳: نبوّت اور رسالت کا انکار کرنا

۴: قیامت کا انکار کرنا

۵: تکبر کرنا

۶: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مجنون اور شاعر کہنا

۷: اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرنا

۳- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کی مدد کے نمونے بھی بیان فرمائے ہیں۔

۴- اس سورت میں کفار کی بے وقوفی اور کم عقلی کا بیان ہے۔

۵- کفار کے لیے اللہ ربّ العزّت نے جو عذاب تیار کر رکھا ہے، اس کا ذکر بھی اس سورت میں فرمایا گیا ہے۔

۶- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مومنین سے مدد اور غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

فرشتوں کے اوصافِ بندگی کا بیان

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف اوصافِ بندگی کے حامل فرشتوں کی قسم کھا کر عقیدہ توحید کو بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم جو اللہ ربّ العزّت کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی قسم کھائی جو شیاطین کو عالم بالا تک پہنچنے سے روکتے ہیں اور انہیں ڈانٹ کر ہانک دیتے ہیں، یا بادلوں کو بارش برسانے کے لیے مختلف مقامات پر ہانکتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی قسم کھائی جو اللہ ربّ العزّت کا ذکر کرتے ہیں۔ ان قسموں سے مقصد فرشتوں کی بزرگی، کثرتِ عبادت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، تسبیح، تحمید اور تقدیس کو بیان کرنا ہے، اور یہ بھی کہ فرشتے تو اللہ ربّ العزّت کی اطاعت وعبادت کرتے ہیں وہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں؟ یہ تین قسمیں کھانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، اسی سے تعلق بناؤ، وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے، وہ مشرقوں اور مغربوں کا رب ہے۔

فائدہ:- ویسے تو مشرق ایک ہے لیکن یہاں "مشارق" جمع کے ساتھ اس لیے کہا ہے کہ سورج سال کے ہر دن میں ایک نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے، اسی بنا پر یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

ستاروں کی تخلیق کا مقصد

توحید کا مضمون بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ستاروں کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ ستاروں کو اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ آسمانِ دنیا کو مزین کیا جاسکے، اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعہ شیاطین کو عالم بالا کی طرف آنے سے روکا جاسکے، اب شیاطین اوپر نہیں جاسکتے، جو شیطان اوپر جانے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے عذاب تیار ہوتا ہے، اور جو شیطان کوئی بات چرانے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے ستارہ ٹوٹ کر لگتا ہے۔

کیا ستاروں کی چال سے قسمت کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے؟

بہت سے لوگ نجومی کے پاس اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے جاتے ہیں، اور نجومی کہتا ہے کہ تیرا ستارہ گردش میں ہے، تیرا یہ ہفتہ ایسے گزرے گا، وغیرہ۔ یہ بالکل بے اصل اور خلاف شریعت کام ہے، اس سے مکمل اجتناب لازم ہے، کیونکہ اللہ ربّ العزّت نے قرآن پاک میں ستاروں کی تخلیق کے تین مقاصد گنوائے ہیں، پہلا مقصد ''آسمان کی زینت'' ہے، دوسرا مقصد یہ ہے کہ ستارے شیطانوں کو بھگانے کا ذریعہ ہیں، جبکہ تیسرا مقصد یہ ہے کہ ستاروں سے راستوں کی تعیین ہوتی ہے، رات کو ستاروں کو دیکھ کر آدمی اپنی سمت متعین کرتے ہیں، خاص طور پر قطب ستارہ سے سمت کی تعیین میں بہت مدد ملتی ہے، پہلے زمانے میں اور آج بھی سمندری سفر کے دوران سمت کی تعیین کے لیے ستاروں کی افادیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔

ان تین مقاصد کے علاوہ ستاروں سے کوئی اور مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو عبث تھکا دینے کے مترادف ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے ستاروں سے مذکورہ تین مقاصد کے علاوہ کوئی مقصد حاصل کیا اس نے باطل کام کیا۔ لہٰذا نجومیوں کے پاس جا کر اپنا ایمان ضائع نہ کیجیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نجومی کے پاس جا کر اس سے کچھ دریافت کرے اللہ اس کی چالیس دن کی عبادات قبول نہیں فرماتے۔ (صحیح مسلم: ۴/۱۷۵۱)

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ
لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا
كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا
قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ
وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ

مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝

روزِ قیامت مجرمین کا عبرتناک انجام

توحید کے بیان کے بعد قیامت کا مضمون پیش کیا گیا، دونوں مضامین کو ثابت کرنے کے لیے اللہ ربّ العزّت کی قدرت کی نشانیاں پیش کی گئیں، اور اس کے ساتھ تفصیل سے حشر و نشر کے حالات پیش کیے گئے۔

چنانچہ فرمایا کہ بروزِ قیامت اللہ ربّ العزّت کی جانب سے اعلان ہوگا کہ مشرکوں، ان کے ہم مشربوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو جمع کر کے جہنّم کا راستہ دکھلاؤ، جب فرشتے ان کو لے کر چلیں گے تو پل صراط کے قریب پہنچنے کے بعد حکم ہوگا کہ ان کو ٹھہراؤ، ان سے سوال ہوگا۔ پھر ان کو رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا "مالکم لا تناصرون" تمہارے خدا تمہارے ساتھ ہیں، تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے، لیکن اس دن وہ سب فرمانبردار بن جائیں گے۔ اور اس قدر رسوائی کو دیکھنے کے بعد وہ معبودانِ باطلہ اور ان کے پجاری، بڑے اور چھوٹے کافر ایک دوسرے کی مدد کرنے کے بجائے، ایک دوسرے کو طعنے دیں گے اور آپس میں بحث و مباحثہ شروع کر دیں گے، ہر ایک اپنی گمراہی کے لیے دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ اور بالآخر سب کو عذاب میں جھونک دیا جائے گا، اور بتایا جائے گا کہ مجرمین کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔ ان مجرمین سے جب توحید کی بات کی جاتی تھی تو وہ تکبّر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم ایک شاعر اور دیوانے کے لیے اپنے خداؤں کو کیسے چھوڑ دیں۔

مومنین کا اُخروی انجام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے مومنین کے انجام کو ذکر فرمایا، کہ ایمان والوں کے لیے اللہ ربّ العزّت کی طرف سے معلوم رزق ہے، یعنی میوہ جات ہیں، وہ انواع و اقسام کی نعمتوں میں ہوں گے، تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، جنّت کے خدام ان کے سامنے شراب کے پیالے لے کر گھوم رہے ہوں گے، اور وہ شراب سفید رنگ کی انتہائی لذیذ ہوگی، دنیا کی شراب سے سر چکراتا ہے، اس شراب سے نہ سر چکرائے گا، نہ کوئی بہکے گا۔ خوبصورت، حیادار، نیچی نگاہوں والی بیویاں ہوں گی، اور خوبصورت بھی ایسی جیسے چھپے ہوئے موتی ہوں۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝

دو دوستوں کا باہمی مکالمہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے دو دوستوں کے مکالمے کو ذکر کیا، دنیا میں دو دوست تھے، ان میں سے ایک مومن وموحد تھا اور دوسرا مشرک وکافر تھا، تو موت کے بعد مومن دوست جنّت میں چلا گیا اور مشرک دوست جہنّم میں چلا گیا، جنّت میں جانے کے بعد ایک دن جنّتی دوست کو اپنے اس مشرک دوست کو دیکھنے کی آرزو ہوئی، اس نے اللہ سے دُعا کی کہ مجھے وہ دوست دکھا دیجیے، تاکہ میں اس سے کچھ بات چیت تو کرسکوں...... قرآن پاک میں ان دونوں کی تعیین وتفصیل نہیں بیان کی گئی، البتہ تفاسیر میں ان سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، جو ان آیات کے شانِ نزول کے طور پر ذیل میں درج ہے:

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

دو دوست کاروبار میں شریک تھے، ایک مسلمان تھا اور دوسرا کافر تھا، جس کے نتیجے میں آٹھ ہزار دینار منافع آیا، دونوں نے چار چار ہزار دینار لے لیے، تو کافر نے مومن سے کہا کہ مجھے ہزار دینار کی ایک زمین مل رہی ہے، میں وہ خریدتا ہوں، مومن نے کہا کہ میں بھی جنّت میں زمین خریدتا ہوں اور ہزار دینار صدقہ کردیے، کچھ دن بعد کافر دوست نے کہا میں نے ہزار دینار کا گھر بنالیا ہے، تو مومن دوست نے بھی ہزار دینار صدقہ کردیے اور اللہ سے دُعا کی کہ میں جنّت میں گھر بنوانا چاہتا ہوں، پھر کچھ دن بعد کافر دوست نے کہا کہ میں نے ہزار دینار کا باغ لگایا ہے، تو مومن دوست نے بھی ہزار دینار اللہ کی راہ میں دیے اور کہا کہ میرا بھی جنّت میں باغ لگ جائے، پھر اس کافر نے ہزار دینار خرچ کرکے ایک عورت سے شادی کی یا باندی خریدی تو مومن نے بھی اپنے آخری ہزار دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کردیے، اور تمنا ظاہر کی کہ مجھے جنّت کی حور مل جائے، اب جب سارے پیسے ختم ہوگئے، تو اتفاق سے اس مومن بندے کو کوئی شدید حاجت پیش آئی، اسے خیال ہوا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاؤں تو شاید وہ کچھ رقم قرض دے دے۔ چنانچہ اس نے اسی کافر دوست سے رجوع کیا، اس نے پوچھا کہ تو نے اپنے پیسوں کا کیا کیا، تو اس نے بتایا کہ میں نے وہ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کردی، جس پر اس کافر نے اس کا مذاق اڑایا، اور قرض دینے سے انکار کردیا، دونوں دنیا سے چلے گئے، مرنے کے بعد مسلمان دوست جنّت میں چلا گیا، اور کافر دوست جہنّم میں چلا گیا، تو جنّتی نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے وہ کافر دوست دکھا دیجیے تاکہ میں اس سے کچھ بات چیت کرسکوں، اللہ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن بحوالہ درمنثور)

تو جب وہ مومن شخص جنّت میں اللہ ربّ العزّت سے اس کافر دوست کو دیکھنے کی درخواست کرے گا تو اللہ ربّ العزّت جنّت اور جہنّم کے درمیان سارے پردے ہٹادیں گے، جنّتی ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر ہوں گے، جبکہ جہنّمی ساتوں زمینوں سے نیچے ہوں گے، اللہ ان کی آن لائن ملاقات کروائیں گے، جس زمانے میں قرآن پاک نازل ہورہا

تھا، اس زمانے میں آن لائن کا تصور نہیں تھا، لیکن اب یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ تو یہ اپنے دوست کو دیکھے گا کہ وہ جہنم کے درمیان میں جل رہا ہوگا، یہ اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اللہ کی قسم تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی والا تھا، اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا، اب تو ہمیں موت بھی نہیں آنی، بس وہی موت تھی جو ایک بار آ گئی، لہٰذا اب تم ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہو، اور ہم اللہ ربّ العزت کی نعمتوں میں رہیں گے۔ اور یہی حقیقی کامیابی ہے، اسی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۞ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۞ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۞ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۞ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۞

مختلف انبیاء علیہم السلام کے تذکرے اور نمونے

ان آیات میں اللہ ربّ العزت نے مختلف انبیاء علیہم السلام کے چند نمونے ذکر کیے اور فرمایا کہ ہمیشہ سے ماننے والوں کو عزت جبکہ نہ ماننے والوں کے مقدر میں ذلت لکھی گئی ہے۔ کل سات قصے بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ
۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ
۳۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قصہ
۴۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا قصہ
۵۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ
۶۔ حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ
۷۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

ان قصوں کو بیان کرنے سے ایک مقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے اور دوسرا مقصد کفار کو تنبیہ کرنا اور ڈرانا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

نوح علیہ السلام نے اللہ ربّ العزت کو پکارا، اکثر مفسرین کے مطابق اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دُعا مراد ہے جو سورۂ نوح میں مذکور ہے "رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا" اللہ نے ان کی پکار کو قبول فرمایا اور انہیں کامیابی، عزت اور نجات دی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ اور ان کی اولاد سے نسل آدم کا سلسلہ جاری فرمایا، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد پوری نسل انسانی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں حام، سام اور یافث سے پھیلی۔ اور ان کا تذکرہ خیر بعد میں آنے والی اُمتوں میں باقی رکھا۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۞ اَئِفْكًا

اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝
فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا
بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا
ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وہ بھی اسی گروہ انبیاء سے تعلق رکھتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے بتوں سے نفرت کا اظہار کیا اور جا کر بتوں کو توڑ دیا، جس پر انہوں نے آپ کو آگ کے بیچ میں ڈالا، لیکن آپ محفوظ رہے، یوں آپ کے حصے میں عزت اور ان کے حصے میں ذلت آئی، تفصیلی واقعہ پہلے (سورۂ انبیاء میں) گزر چکا ہے۔

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ
السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي
الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ
بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا واقعہ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک دوسرا اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی، واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے قوم کے سامنے ہجرت کرنے کا اعلان فرمایا، چنانچہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ اور بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے، اور عراق کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر شام تشریف لے آئے، اس وقت تک آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، تو آپ نے اللہ سے اولاد کی دُعا کی کہ مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما، چنانچہ آپ کی دُعا قبول ہوئی اور اللہ نے آپ کو ایک بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ یہ بیٹا آپ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوا اور ان کا نام اسماعیل رکھا گیا۔

جب بچہ تھوڑا بڑا ہوا تو اللہ ربّ العزّت نے ایک اور امتحان لیا، آپ علیہ السلام کو خواب میں دکھلایا گیا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، نبی کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے، اس لیے اس خواب کا مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے یہ بات اپنے بیٹے سے ارشاد فرمائی تو سمجھدار بیٹے نے جواب دیا کہ ”ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ کر گزریے“، یوں دونوں نے اللہ ربّ العزّت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن پیش کر دی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری چلائی، لیکن چونکہ اللہ ربّ العزّت کو درحقیقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کروانا مقصود نہیں تھا، اس لیے چھری نہیں چلی، بلکہ اللہ ربّ العزّت نے آسمان سے دُنبہ بھیج دیا، اور فرمایا کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے ان کا تذکرہ خیر تمام اُمتوں اور شریعتوں میں جاری فرما دیا۔ اور انہیں ایک اور بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی سنائی۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے ان دونوں حضرات پر بہت سے احسانات فرمائے، انہیں اور ان کی قوم کو بڑے غم (فرعون) سے نجات عطا فرمائی، فرعون کی تکالیف کے خلاف ان کی مدد فرمائی، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات جیسی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی اور بعد میں آنے والے لوگوں میں ان کا تذکرہ خیر جاری فرما دیا۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۝ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا، ان کی اُمت بعل نامی بت کی پجاری تھی، اور انہوں نے بعل بت کے چار سو جھوٹے نبی بنائے ہوئے تھے، حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کی، لیکن قوم نے ان کی نہ مانی، یہ پہاڑ پر چلے گئے، اکیلے رہتے تھے، وہاں قوم کے لیے بددعا کی، جس کی وجہ سے قوم پر قحط آ گیا، اب واپس

آئے اور بادشاہ سے کہا کہ تمہارے لیے مجھے آزمانے کا بہترین موقع ہے، میں دُعا کروں گا، اللہ تعالیٰ قحط دور فرمادیں گے، تم ایمان لے آنا، انہوں نے دُعا کی، قحط دور ہوا، لیکن بادشاہ اور اس کی بیوی نے پھر بھی نہ مانا، بلکہ آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن اللہ نے آپ کو عزت دی، اور بادشاہ اور اس کی بیوی کے مقدر میں ذلت رہی، اور وہ ہلاک ہوگئے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

حضرت لُوط علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی بدکردار قوم پر بھی اللہ ربّ العزّت کی طرف سے عذاب آیا تھا، لیکن آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والے اس عذاب سے محفوظ رہے، البتہ آپ کی بیوی چونکہ قوم کے ساتھ ملی ہوئی تھی، اس لیے وہ عذاب کا شکار ہوئی۔ اس کے بعد اہل مکہ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم شام کے تجارتی سفر میں قوم لوط کے علاقہ "سدوم" سے دن رات گزرتے ہو، لیکن اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ
الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ
بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا
فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، ان کی قوم نے جب مسلسل تبلیغ کے باوجود ان کی بات نہ مانی تو یہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے، اور دریا کے کنارے پہنچ کر کشتی میں سوار ہو کر جانے لگے تو راستے میں طوفان آیا اور کشتی والوں نے قرعہ اندازی کر کے ان کو دریا میں ڈال دیا، جہاں اللہ ربّ العزّت کے حکم سے ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا، مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت سے توبہ و استغفار کیا تو اللہ ربّ العزّت نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے باہر نکال دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر وہ تسبیح اور استغفار نہ کرتے، تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے، لیکن اللہ کے تعلق اور تسبیح کی برکت سے اللہ نے انہیں عزت عطا کی۔

دوسری طرف ان کے جانے کے بعد قوم پر عذاب کے آثار شروع ہوئے تو انہوں نے اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں اجتماعی طور پر توبہ کی اور ایمان لے آئے، جس کی وجہ سے ان سے عذاب ٹل گیا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ
إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ۝ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ
تَحْكُمُونَ ۝ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ۝ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَجَعَلُوا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝

مشرکین کے بعض نظریات کی تردید

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکین مکہ کے بعض عقائد ونظریات کی تردید کی ہے، مشرکین کا نظریہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور جنات کے سرداروں کی بیٹیاں فرشتوں کی مائیں ہیں، گویا معاذ اللہ جنات کے سرداروں کی بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی زوجیت میں ہیں۔ تو اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ تمہارا یہ عقیدہ تو تمہارے اور رسم ورواج کے بھی خلاف ہے، کیونکہ تم خود بیٹیوں کو باعث عار سمجھتے ہو، تو جو چیز تمہارے لیے باعث عار ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے ثابت کر سکتے ہو؟

پھر جنات کے سرداروں کی بیٹیوں کو تم کیسے اللہ تعالیٰ کی زوجیت میں قرار دے سکتے ہو حالانکہ جنات خود اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ آخرت میں ان کو اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیش ہونا ہے۔ اور جو اللہ ربّ العزّت کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کو عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ
فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

انبیاء علیہم السلام ہی بالآخر کامیاب ہوتے ہیں

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں سے رنجیدہ نہ ہوں، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ آپ غالب اور فتح یاب ہوں گے اور یہ لوگ مغلوب۔ کیونکہ ہم نے پہلے سے یہ بات طے کر رکھی ہے کہ ہمارے خاص بندے یعنی پیغمبر ہی غالب ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان سے اعراض کیجیے، عنقریب یہ اپنے انجام کو دیکھ لیں گے، جب عذاب خداوندی ان پر نازل ہوگا تو ان کی صبح بہت ہی بری ہوگی۔

سورت کا اختتام ان مبارک کلمات پر فرمایا: ''سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝'' تیرا ربّ پاک ہے، وہ عزّت والا ہے، اور وہ ان الزامات سے پاک ہے جو یہ اللہ پر لگاتے ہیں، رسولوں پر سلام ہو، اور تمام تر تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

ان تین مختصر آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے پوری سورت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ نیز ان آیات کی عظیم الشان فضیلت تفاسیر میں وارد ہوئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

> جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر ملے، اسے چاہیے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے آخر میں یہ (تین آیات) پڑھا کرے۔ (معارف القرآن، تفسیر ابن کثیر)

سورت کا اجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے فرشتوں کی قسم کھا کر عقیدۂ توحید ثابت کیا ہے، نیز ستاروں کی تخلیق کا مقصد اور غرض بھی بیان فرمائی ہے کہ ان کے ذریعہ آسمان کی خوبصورتی کے علاوہ شیاطین کی روک تھام کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

۲۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے مومنین اور مجرمین کا انجام بیان فرمایا ہے، مومنین کو ملنے والے اجر و ثواب اور اخروی نعمتوں جبکہ مجرمین کے لیے تیار کردہ عذاب کا بھی بیان ہے۔

۳۔ اس سورت میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو تسلی دی گئی ہے کہ بالآخر فتح اہلِ حق کا مقدر بنے گی۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے کفّار کے ایک نظریہ کی تردید کرتے ہوئے عقیدۂ توحید کو ثابت کیا ہے اور شرک کی نفی کی ہے۔

تمت سورۃ الصافات بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ صٓ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب اور نزولی ترتیب دونوں میں یہ اڑتیس (۳۸) نمبر پر ہے۔ اس کے پانچ رُکوع اور اٹھاسی (۸۸) آیات ہیں۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کو سورۂ صٓ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورت کا آغاز لفظ ''صٓ'' سے ہوا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ صافات میں اللہ رَبّ العزّت نے کچھ انبیاء کے تذکرے فرمائے ہیں، اس سورت میں مزید کچھ انبیاء کا تذکرہ فرمایا ہے، جن کا ذکر سورۂ صافات میں نہیں تھا۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''حق کی طرف رجوع کرنا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں کُفّار کا حق سے اعراض کرنے اور باطل کے ذریعہ حق کا مقابلہ کرنے کا بیان ہے۔

۲۔ اس سورت میں تکبّر کرنے والوں اور انبیاء کو جھٹلانے والوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ اس سورت میں کُفّار کے عناد کی شدت اور وعیدوں کی پروانہ کرنے کا بیان ہے۔

۴۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت اور حق کی جانب رجوع کرنے کے چند نمونے بیان کیے گئے ہیں، جس کے ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔ مومنین کے لیے تیار کردہ اجرِ عظیم اور بے شمار نعمتوں کا بیان اس سورت میں مذکور ہے۔

۶۔ کُفّار کے لیے اللہ رَبّ العزّت کی طرف سے تیار کردہ عذاب کا ذکر بھی اس سورت میں فرمایا گیا ہے۔

۷۔ جہنم میں جہنمیوں کے آپس میں جھگڑے کا منظر بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔
۸۔ حق سے تکبر کرنے والوں کا نمونہ اور ان کا اور ان کے متبعین کا انجام اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا
وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ
الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ
هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ
بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ
الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ
مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ
وَّاَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا
صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب مسلمان نہ ہونے کے باوجود آپ علیہ السلام کی مکمل دیکھ بھال کیا کرتے تھے، جب وہ ایک بیماری میں مبتلا ہوئے تو قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، جس میں ابوجہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور دوسرے سرداران مکہ شریک ہوئے، مشورہ یہ ہوا کہ ابوطالب بیمار ہیں، اگر وہ اس دنیا سے گزر گئے اور اس کے بعد ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے نئے دین سے باز رکھنے کے لیے کوئی سخت اقدام کیا تو عرب کے لوگ ہمیں طعنے دیں گے کہ جب تک ابوطالب زندہ تھے اس وقت تک تو یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکے، اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے آپ کو ہدف بنالیا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ابوطالب کی زندگی میں ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ کا فیصلہ کروالیں تاکہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔

چنانچہ یہ لوگ ابوطالب کے پاس پہنچے اور جا کر ان سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، آپ انصاف سے کام لے کر ان سے کہیے کہ وہ جس خدا کی چاہیں عبادت کریں، لیکن ہمارے معبودوں کچھ نہ کہیں، جناب ابوطالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس میں بلوایا اور آپ سے کہا کہ بھتیجے! یہ لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں کہ تم ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو، انہیں ان کے مذہب پر چھوڑ دو اور تم اپنے خدا کی عبادت کرتے رہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچا جان! کیا میں انہیں اس چیز کی دعوت نہ دوں جس میں ان کی

بہتری ہے؟ ابو طالب نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں ان سے ایک ایسا کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں جس کے ذریعہ سارا عرب ان کے آگے سرنگوں ہو جائے اور پورے عجم کے مالک ہو جائیں، اس پر ابو جہل نے کہا کہ بتاؤ وہ کیا کلمہ ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: "لا إله الا الله!" یہ سن کر تمام لوگ کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کو اختیار کر لیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے! اس موقع پر سورۂ ص کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

جن میں فرمایا گیا کہ عزت والے قرآن کی قسم کفار تکبر و مخالفت میں ہیں، ان سے قبل ہم نے بہت سے لوگ ہلاک کیے، وہ چیخ و پکار کرتے رہے لیکن انہیں کوئی نفع نہ ہوا۔ انہیں تعجب ہے کہ انہیں میں سے ایک شخص نبی بنا کر بھیج دیا گیا، اس لیے وہ کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے، یہ بہت سے خداؤں کو ایک خدا ہی قرار دینا چاہتا ہے، جو کہ بہت عجیب بات ہے۔

ان میں سے ایک جماعت یہ کہتی ہوئی چل پڑی کہ چلو اور اپنے خداؤں پر جمے رہو، یہ ایسی چیز ہے جس کا مکر کیا گیا ہے، ہم نے تو اس کے متعلق پہلے کبھی نہیں سنا، یہ تو من گھڑت چیز ہے۔

ان آیات میں اللہ رب العزت نے کفار مکہ کو تنبیہ کرتے ہوئے گزشتہ اقوام کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جس طرح انہوں نے (یعنی قوم نوح، قوم عاد اور میخوں والے فرعون نے) اللہ کے پیغام اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا جس کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، اسی طرح اگر تم بھی ان کے روش پر چلو گے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔

فائدہ: ۔فرعون کو "میخوں والا" کہنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

١۔ یا تو اس سے اس کی سلطنت کے استحکام کی طرف اشارہ ہے۔

٢۔ یا اس لیے کہ وہ اپنے مخالفین کو اس طرح سزا دیتا تھا کہ اسے چت لٹا کر اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ دیتا تھا۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ
وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۚ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ وَهَلْ
اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ
بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ
وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ
نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۚ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۚ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۚ
وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ

کفار کی تکذیب و استہزاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمہ ہوا تھا، اسے دور کرنے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کی غرض سے اس سورت میں مختلف انبیاء علیہم السلام کے تذکرے کیے گئے ہیں، جن میں سے پہلا تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے۔

اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو، وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والے تھے، ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع اور مسخر کر دیا تھا، وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے، پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیحات کیا کرتے تھے، ہم نے انہیں مضبوط ملک دیا تھا، حکمت دی تھی اور فیصلہ کر دینے والے خطاب کی صلاحیت دی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام شب بیدار اور ایک روز چھوڑ کر دوسرے روز روزہ رکھتے تھے، اپنی خاص لے اور انداز میں تسبیح کرتے تھے، آپ کی تسبیح پر پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ہم آواز ہوتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک امتحان کا قصہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک امتحان کا تذکرہ فرمایا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اہل خانہ میں عبادت کے اوقات تقسیم کیے ہوئے تھے، خود بھی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی کہا ہوا تھا، گھر میں چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں کوئی عبادت میں مصروف نہ ہو، ایک روز انہوں نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ پروردگار! دن اور رات کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی جس میں داؤد کے گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی آپ کی عبادت، نماز اور تسبیح و ذکر میں مشغول نہ ہو، باری تعالیٰ نے فرمایا کہ داؤد! یہ سب کچھ میری توفیق سے ہے، اگر میری مدد شاملِ حال نہ ہو تو یہ بات تمہارے بس کی نہیں ہے۔

اس کے بعد ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر اور عبادت کا وقت تھا، جس کے لیے وہ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے، دروازے پر دربان مقرر کیا اور اسے کہا کہ کسی کو بھی اندر مت آنے دینا، لیکن دو آدمی لڑتے لڑتے دیوار پھلانگ کر آ گئے، اور آ کر اپنا مقدمہ پیش کیا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کرو۔

مقدمہ یہ تھا کہ ایک نے کہا: ''اِنَّ ھٰذَا اَخِیْ'' یہ میرا بھائی ہے، اس میں فریق اول نے مخالف فریق کو بھائی کہا، جبکہ

آج کل اگر بھائی بھائی لڑ رہے ہوں تو ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں، اس اسلوب کے ذریعہ یہ سمجھا دیا کہ اگر کسی سے جھگڑا بھی ہو جائے تو دینی اُخوت کو ختم نہ کرو، اور اپنی زبان پر قابو رکھو، بہر حال اس شخص نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی مجھے دے دے تاکہ میری سو ہو جائیں، اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے، اپنی منہ زوری کی وجہ سے میری بات چلنے نہیں دیتا، حضرت داؤد علیہ السلام نے دوسرے فریق کا موقف سنے بغیر فوراً کہا: "لقد ظلمك بسوال نعجتك الی نعاجه" "تو ظالم ہے، ننانوے دنبیوں کا مالک ہو کر تجھے اس کی ایک دنبی بھی برداشت نہیں، بہت سارے شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں۔

پھر داؤد علیہ السلام کو احساس ہوا کہ ان سے کوئی لغزش ہو گئی ہے، اور اللہ ربّ العزّت نے انہیں آزمایا ہے، چنانچہ انہوں نے فوراً استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑے۔ اللہ ربّ العزّت نے انہیں معاف کر دیا، اور ان کو اپنے قرب اور اچھے انجام کی بشارت سنا دی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے، اور اسی ضمن میں ان پر آنے والی دو آزمائشوں اور امتحانات کا بھی ذکر ہے۔

پہلا امتحان

ایک دِن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے شام کے وقت عمدہ اور اصیل گھوڑے پیش کیے گئے جو جہاد کی غرض سے رکھے گئے تھے، آپ علیہ السلام ان کے معائنہ میں ایسے مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہو گئی، اور آپ کی ہیبت اور جلال کی وجہ سے کسی خادم کی جرأت نہ ہوئی کہ آپ کو مطلع اور متنبہ کر دے، پھر جب آپ کو خود احساس ہوا تو کہنے لگے کہ افسوس میں اس مال کی محبت میں اپنے ربّ کی یاد سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا، پھر آپ نے

خادموں کو حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ، چنانچہ لائے گئے، تو آپ نے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور ان سب کو ذبح کر دیا، اس غیرت میں کہ یہ مال عبادت خداوندی میں رکاوٹ کا ذریعہ بنا ہے، ان سب کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔

دوسرا امتحان

ہوا یوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاؤں گا، یاد رہے کہ ایک نبی کی طاقت چالیس جنتی مردوں کے برابر ہوتی ہے اور ایک جنتی انسان کی طاقت دنیا کے سو آدمیوں کے برابر ہوگی، تو گویا کہ ایک نبی کے پاس چار ہزار مردوں کی قوت ہوتی ہے، اس لیے اگر کسی نبی کی سو شادیاں ہو جائیں تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جا کر ان کا وظیفہ زوجیت ادا کروں گا، اور ان تمام سے بیٹے پیدا ہوں گے، تو میں ان سب کو مجاہد بناؤں گا، لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، چنانچہ رات کو تمام بیویوں کے پاس گئے، ننانوے بیویوں کو تو حمل ٹھہرا ہی نہیں، ایک بیوی کو حمل ٹھہرا، لیکن ان کا بھی ادھورا بچہ پیدا ہوا اور انہوں نے وہ دھڑ لا کر آپ کی کرسی پر رکھ دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو احساس ہوا کہ مجھ سے ان شاء اللہ کہنا رہ گیا تھا، جس پر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اپنی اس لغزش پر استغفار کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت سے دُعا مانگی کہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسّر نہ ہو، اللہ ربّ العزّت نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور انہیں بے مثال سلطنت نصیب فرما دی، ہواؤں کو ان کے تابع کر دیا، جو ان کے حکم کے مطابق چلتی تھی، اسی طرح جنات و شیاطین بھی آپ کے تابع فرمان بنا دیے گئے تھے۔ وہ آپ کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا
مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ وَخُذْ
بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝

حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ سورۃ الانبیاء میں تفصیل سے گزر چکا ہے، یہاں ان آیات میں موجود واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق

ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ بہت تکلیف میں مبتلا تھے، آپ کی عزیز بیوی جنہوں نے اس بیماری اور تکلیف میں آپ کا ہر قسم کا خیال رکھا، وہ بھی آپ کے لیے بہت پریشان رہتی تھیں، تو ایک بار شیطان ایک طبیب کی شکل میں آپ کی بیوی کو ملا، انہوں نے اسے طبیب سمجھ کر اس سے علاج کی درخواست کی، اس نے کہا کہ اس شرط سے علاج کروں گا کہ اگر ان کو شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی ہے، انہوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا۔ اور اس سے آپ کو بہت رنج اور دکھ پہنچا کہ میری بیماری کی وجہ سے شیطان کا اتنا حوصلہ بڑھا کہ میری بیوی سے ایسے کلمات کہلوانے کی کوشش کی جن سے شرک کا شائبہ پیدا ہوتا ہے، حالانکہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف مجازی ہو سکتی ہے، حقیقی شفا دینے والے ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے، تاہم آپ کو یہ شائبہ بھی گوارا نہ ہوا، اس لیے اس رنج اور غصے میں آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تجھ کو سو قمچیاں (پتلی اور لچک دار لکڑی) ماروں گا، اس کے بعد نہایت تضرع سے اللہ ربّ العزّت سے دُعا کی، تو اللہ ربّ العزّت نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو، چنانچہ آپ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ آپ کے غسل کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لیے ہے، یعنی اس سے غسل بھی کرو، اور اس کو پیو بھی! آپ نے ایسے ہی کیا جس سے آپ کی بیماری ساری چلی گئی، اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے آپ کو آپ کے اہل خانہ بھی عطا کر دیے، اور ان کے ساتھ مزید بھی ان کے برابر عطا فرما دیے۔

جب آپ شفایاب ہو گئے تو آپ کو اپنی اس قسم کا خیال آیا جو آپ نے اپنی بیوی کے بارے میں اٹھائی تھی کہ صحت یابی کے بعد اسے سو قمچیاں ماروں گا، لیکن اب آپ کو احساس ہوا کہ بیوی تو بے قصور ہے، وفا شعار ہے، اس کو سزا دینا تو زیادتی ہوگی، تو قسم کیسے پوری جائے؟

اللہ ربّ العزّت نے آپ کو اپنی قسم پوری کرنے کا حل بتا دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو، جس میں سو سینکیں ہوں، اور اپنی بیوی کو اس سے ایک بار مار لو، یوں قسم پوری ہو جائے گی اور بیوی کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوگی۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی کہ وہ بہت اچھے بندے تھے اور ہم نے ان کو صابر پایا، وہ خدا کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝

چند انبیائے کرام علیہم السلام کا اجمالی تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے چند انبیاء علیہم السلام کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے، جو اللہ ربّ العزّت کی جانب رجوع کرنے والے تھے، جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام شامل ہیں۔ اور ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب ہمارے منتخب کردہ اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا
بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِندَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ
هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ۝ هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
هٰذَا ۙ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۝ وَءَاخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۝ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا
بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝
قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ
الْأَشْرَارِ ۝ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ۝ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝

متقین اور سرکشوں کا اُخروی انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے متقین اور مجرمین کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے، کہ پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے، ہمیشہ رہنے کے باغات ہوں گے، انواع واقسام کے میوہ جات ہوں گے، نیچی نگاہوں اور ہم عمر حوریں ہوں گی۔

اس کے برعکس جو لوگ سرکشی پر اترے ان کے لیے برا ٹھکانا ہوگا، یعنی ان کو جہنم میں جھونکا جائے گا، جہاں پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور پیپ موجود ہوگا اور کئی طرح کے عذاب ہوں گے۔ پھر جہنم میں جہنمی آپس میں جھگڑا کریں گے، ہر ایک دوسرے پر الزام لگائے گا اور ایک دوسرے کے حق میں بددعائیں کریں گے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ
سٰجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۝ قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ
مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي
مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ
رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ
لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ۝ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ

وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ
لِلْعَالَمِينَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور شیطان کے اعلانِ بغاوت کے واقعے کو بیان فرمایا ہے، جو سورۂ بقرہ میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، سب فرشتوں نے اللہ ربّ العزّت کے حکم کو مانتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبّر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں جبکہ آدم مٹّی سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے میں ان سے افضل ہوں، اللہ ربّ العزّت نے ابلیس کی اس حکم عدولی پر اسے ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ بنا دیا۔ یہاں یہ واقعہ ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ابلیس نے محض حسد اور تکبّر کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی طرح مشرکینِ عرب بھی حسد اور تکبّر کی وجہ سے آپ کی بات نہیں مان رہے، لہٰذا جو انجام ابلیس کا ہوا وہی ان کا بھی ہونا ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ تفسیر کبیر)

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی قسم کھا کر کفّار کی سرکشی اور ضد و عناد کو بیان فرمایا، اور اس ضمن میں جناب ابو طالب کے انتقال کے وقت ان کی ہٹ دھرمی کی مثال بھی بیان فرمائی۔

۲- سورت میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکرے کیے گئے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے تذکرہ میں ان پر آنے والے بعض امتحانات کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ بالکل اِجمالی طور پر کیا گیا ہے۔ یہ سب رجوع الی اللہ کرنے والی شخصیات تھیں۔

۳- اس سورت میں مؤمنین و کافرین کے اخروی انجام کو بھی بیان کیا گیا ہے اور جنّت و جہنّم کے کچھ احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۴- سورت میں اثباتِ رسالت کے عقیدے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

۵- سورت کے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ بیان کر کے کفّارِ مکہ کو ان کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

تمت سورۃ صٓ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الزُّمَر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی ترتیب میں اس کا انتالیس (۳۹) نمبر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا اُنسٹھ (۵۹) نمبر ہے، اس کے آٹھ رکوع اور پچھتّر (۷۵) آیات ہیں۔

وجہِ تسمیہ

"زُمر" کا معنی ہے جماعتیں، چونکہ اس سورت میں اس بات کا ذکر ہے کہ جنّتی اور جہنّمی گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں جنّت اور دوزخ میں داخل ہوں گے، اس لیے اس سورت کو سورۂ زُمر کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

۱۔ گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے صداقتِ قرآن کو بیان فرمایا تھا، اس سورت کے آغاز میں بھی یہی مضمون وارد ہے۔

۲۔ گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو بیان فرمایا تھا، اس سورت میں حضرت آدم اور ان کی زوجہ حضرت حوا سے ان کی ذریت اور اولاد یعنی تمام انسانوں کی تخلیق اور تخلیق کے مراحل کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "خالص توحید" ہے، یعنی ایسی توحید اختیار کر جس میں شرک کی ذرا سی بھی آمیزش نہ ہو۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے خالص توحید کو بیان فرمایا ہے۔ نیز اخلاص کی اہمیت کو واضح فرمایا کہ ہمارے جملہ اعمال خصوصاً عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوں۔

۲۔ عقیدہ توحید ثابت کرنے کے لیے کائناتی دلائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

۳۔ عقلی دلائل اور مثالیں بیان فرما کر اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کو بیان فرمایا ہے۔

۴-شرک سے ممانعت اور باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۵-اس سورت میں یہ مضمون بھی بیان کیا گیا ہے کہ توبہ کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہے، خواہ مومن ہوں یا کافر۔

۶-قیامت کے دِن مومن اور کفار کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ②
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ
اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ
يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ
اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا
يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

''اِخلاص'' تمام اعمال کی رُوح ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن کی حقانیت بیان فرمانے کے بعد خالص توحید اور عمل میں اخلاص پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے، توحید خالص سے مراد ایسی توحید ہے جس میں شرک کی ذرا بھی آمیزش نہ ہو، جبکہ عمل میں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ عمل میں ذرا بھی ریا اور دکھلاوے کی آمیزش نہ ہو۔

اس سورت کی آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵ میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کروں۔ نیز حکم ہوا کہ آپ اعلان کر دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرتا ہوں، خالص اسی کو پکارتا ہوں۔

یہی مضمون سورت کے آخر میں یوں پیش کیا گیا ''قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْۤ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ'' یعنی فرما دیجیے کہ تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا کہتے ہو اے جاہلو!

مشرکین کا دھوکا اور فریب

مشرکین عرب بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ یہ بت مقام و مرتبہ میں

اللہ ربّ العزّت کے قریب ہیں اور اس کے پیارے ہیں، اس لیے اگر ہم ان کی عبادت کریں گے تو یہ اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ انہوں نے بارگاہ خداوندی کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا جن تک پہنچنے کے لیے وزراء اور افسران کا واسطہ درکار ہوتا ہے، حالانکہ اس پروردگار کی ذات پاک ہے اور اس کی کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے، تو اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس نظریہ کی تردید کی اور فرمایا کہ بروز قیامت اللہ ربّ العزّت فیصلہ فرما دیں گے جس سے حق اور سچ واضح ہو جائے گا۔

اسی طرح مشرکین عرب کا ایک اور نظریہ تھا کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں، اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہوتی تو وہ اپنی مخلوقات میں سے اپنی پسند کی مخلوق کو اولاد بنا لیتے، تاہم اولاد کا اپنے والد کی جنس میں سے ہونا ضروری ہے اور مخلوق خالق کی ہم جنس نہیں ہو سکتی، اس لیے مخلوق کو اللہ ربّ العزّت کی اولاد قرار دینا بھی درست نہیں ہے، اس کی ذات اولاد سے پاک ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ کے دلائل

اللہ ربّ العزّت نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا، رات اور دن کا مرتب نظام بنایا، سورج اور چاند بنائے، تمام انسانیت کو آدم علیہ السلام اور امّاں حوا علیہا السلام سے پیدا فرمایا، انسانوں کے نفع کے لیے جانوروں کے آٹھ جوڑے (نر و مادہ) پیدا کیے (اونٹ، گائے بھینس، بکری، بھیڑ کا جوڑا جوڑا، جن کا ذکر آٹھویں پارہ میں سورۂ انعام میں گزر چکا ہے)، ماں کے پیٹ میں بچے کو تین اندھیروں میں رکھتا ہے، ایک اندھیرا پیٹ کا، دوسرا اندھیرا رحم کا اور تیسرا اندھیرا اس جھلی کا جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔ ان متعدد اندھیروں میں تخلیق کمال قدرت کی دلیل ہے۔ ان سب دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، لیکن اس سب کے باوجود اگر کوئی کفر اور ناشکری اختیار کرے تو اللہ ربّ العزّت کی ذات اس سے بے پروا ہے، اور اگر کوئی شکر کی راہ پر گامزن ہو تو اللہ ربّ العزّت کی رضا اور خوشنودی کا پروانہ حاصل کر لے گا۔ آخرکار سب نے اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں انہیں ان کے اعمال کی خبر ہو جائے گی۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ
اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ
لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا
لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ
ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى

اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۚ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿﴾
لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ۚ وَعْدَ اللّٰهِ ۚ
لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿﴾

تقویٰ اِختیار کرنے اور ہجرت کا حکم

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور انہیں خوشخبری سنائی ہے کہ جو اس دنیا میں نیک عمل کرے گا اس کے لیے جنت ہوگی، اور اگر کسی کو نیک اعمال کرنے میں کوئی تنگی یا رکاوٹ درپیش ہو اور کسی خاص ملک و شہر یا کسی خاص ماحول میں رہتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس ملک و شہر کو چھوڑ دو، اللہ کی زمین بہت وسیع ہے، کسی ایسی جگہ اور ایسے ماحول میں رہو جو اطاعت احکام الٰہیہ کے لیے سازگار ہو۔ اور ہجرت کرنے میں جو مشکلات تمہیں درپیش ہوں ان پر صبر کرو، کیونکہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب اور بغیر کسی مقرر اندازے اور پیمانے کے بے حساب اور بے اندازہ دیا جائے گا۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے دوبارہ عبادت میں اخلاص کا ذکر فرمایا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بندگی خالص اللہ کی کروں، اور مجھے یہ بھی حکم ہے کہ میں پہلا پہلا فرمانبردار بن جاؤں، اس سے اگلی آیت میں پھر فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسی ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کرتا ہوں، تم جس کی چاہو عبادت کرتے پھرو، اور خسارے والے وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بروز قیامت خسارے میں ڈال دیا۔

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ توحید اور اخلاص ایمان کی بنیاد ہیں۔ اول الذکر کے بغیر ایمان بے سود ہے اور اخلاص کے بغیر عمل میں جان نہیں رہتی۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ فِىْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْسِبُوْنَ ﴿﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْىَ
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿﴾

”شرحِ صدر“ اللہ کی طرف سے ایک نُور ہوتا ہے

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے اس شخص کا تذکرہ فرمایا ہے جسے اللہ نے شرحِ صدر کی دولت سے نوازا ہو، شرحِ صدر سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اتنی استعداد موجود ہو کہ وہ کائنات میں پھیلی قدرت باری تعالیٰ کی نشانیوں میں غور کر کے عبرت حاصل کر سکے، اسی طرح وہ آیات الٰہیہ جو کسی الہامی کتاب میں نازل ہوئی ہوں ان میں غور کر کے استفادہ کر سکے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ایسے شخص کے دل میں درحقیقت اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ایک نُور رکھا جاتا ہے جس کی روشنی سے اسے حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

”شرحِ صدر“ کی دو نشانیاں ہیں

۱- التجافی عن دار الغرور: دنیا سے دوری اور بے رغبتی۔

۲- الانابة الی دار الخلود: آخرت کی طرف توجہ۔

یعنی جس کا دل اللہ ربّ العزّت اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں، وہ دنیا سے دور اور بے رغبت ہو جاتا ہے، دنیا کی رونقیں اسے راہِ حق سے گمراہ نہیں کر سکتیں، اور اپنا رُخ آخرت کی طرف موڑ لیتا ہے۔

قُرآن مجید کی چند صفات

شرحِ صدر کے بیان کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی چند صفات کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے ایک نہایت بہترین کتاب تمہارے لیے نازل کی ہے جس کے مضامین، واقعات اور احکام ملتے جلتے ہیں، اور وہ ایسی پر تاثیر کتاب ہے کہ جب وہ پڑھی جاتی ہے تو اللہ کا خوف رکھنے والوں کے دل نرم ہو جاتے ہیں و ران کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ان آیات میں قرآن کریم کے تین آداب کی جانب بھی اشارہ ہے:

۱- قرآن کریم کی آیات کی سماعت کرنا اور خود تلاوت کرنا۔

۲- آیات قرآنیہ کی سماعت سے حد درجہ ادب، خشیت، اللہ تعالیٰ سے امید اور اس سے محبت کی وجہ سے سجدوں میں گر جانا اور گریہ کا طاری ہو جانا۔ اس ادب کو سورۂ انفال اور سورۂ فرقان میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا“ اور سورۂ فرقان میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا: ”وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝“

۳- قرآن کریم کی تلاوت سنتے ہوئے ادب بجا لانا جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب کو

مذکورہ بالا آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، دل ذکر اللہ کی جانب نرم ہوجاتے ہیں، وہ نہ تو چیختے اور چلّاتے اور نہ ہی تکلف کرتے، بلکہ ثابت قدمی، سکون، ادب اور خشیت خداوندی کا مظاہرہ کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝

”مشرک“ اور ”موحد“ کی ایک خوبصورت مثال

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مشرک اور موحد کی بہت پیاری اور واضح مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک غلام ایسا ہو جس کے کئی مالک ہوں اور ان سب میں باہم ضد بھی ہو، تو اسے کتنی دشواری ہوگی، ایک کہے گا کہ میرا کام کرو، دوسرا کہے گا کہ پہلے میرا کام کرو، یوں اس کے لیے سب کو راضی اور خوش رکھنا کتنا مشکل ہوگا۔

جبکہ دوسرا غلام ایسا ہے جس کا صرف ایک مالک ہے، تو وہ آرام میں رہے گا کہ اسی کا کہا مانے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ تو اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ موحد صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، صرف اسی کے سامنے جھکتا ہے، صرف اسی سے مانگتا ہے، اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کا صرف ایک آقا ہو، جبکہ وہ مشرک جو در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے، جس نے کئی معبود بنا رکھے ہیں، اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کے بہت سے مالک ہوں، وہ ان کو راضی نہیں رکھ سکتا، جبکہ موحد اپنے اللہ کو بآسانی راضی کرسکتا ہے۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور کُفّار کو تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا کہ میرے نبی! اگر یہ لوگ دنیا میں کسی عقلی اور نقلی فیصلہ کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کیجیے کیونکہ آپ نے بھی دنیا سے جانا ہے، اور انہوں نے بھی مرنا ہے، مرنے کے بعد آپ کی مہمانی بھی میرے پاس ہوگی اور یہ بھی میرے پاس ہی آئیں گے، تو میرے پاس ہی تم سب کا فیصلہ ہوگا کہ موحد سچا ہے یا مشرک؟ توحید حق ہے یا شرک؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے متعلّق چند اُمور

اس آیت میں اطلاع دے دی گئی کہ حضور علیہ السلام نے بھی دنیا سے جانا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن حضور کی وفات اور عام آدمیوں کی موت میں فرق ہے، نبی اور غیر نبی کی موت ایک جیسی نہیں ہوتی، اگر حضور کی موت بھی عام انسانوں کی موت جیسی ہوتی تو انہیں ایک صیغہ میں بیان کیا جاتا، الگ الگ صیغوں سے ذکر نہ کیا جاتا، لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ حضور کی حیات بھی اعلیٰ ہے اور حضور کی موت بھی اعلیٰ ہے۔

”حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ سے متعلّق اہلِ سُنّت والجماعت کا عقیدہ

دوسری بات یہ ہے کہ اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے، یعنی

وفات پا گئے، لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک چونکہ ہر انسان کا موت کے بعد روح سے ایک تعلق ہوتا ہے جس کی بنا پر اگر وہ نیک ہو تو قبر میں ثواب ملتا ہے، اور اگر بد ہو تو عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا آپ کی روح مبارک سے تعلق بہت زیادہ مضبوط اور قوی ہے، اس لیے حضور اور دیگر سارے نبی اپنی اپنی قبروں میں حیات ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری قبر پر آکر درود پڑھے، تو وہ میں خود سنتا ہوں، اور جو دور سے پڑھے تو وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲/۲۱۸)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام" جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ رب العزت میری روح لوٹا دیتے ہیں، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۲/۱۶۹)

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور لطف کے لیے نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ: ۶/۱۴۷)

لہٰذا موت کا طاری ہونا اور موت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات ہونا دونوں باتیں درست ہیں۔

تیئیسواں پارہ مکمل ہوا

پارہ نمبر ۲۴

یہ پارہ سورۂ زمر کے بقیہ حصے، سورۂ مومن اور سورۂ حم السجدہ کے اکثر حصہ پر مشتمل ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِينَ ۝ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

حق کی تکذیب کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ جو شخص اللہ ربّ العزّت پر جھوٹ باندھے کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پوجا کا حکم دیا ہے اور حق یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے، اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے۔ اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جبکہ جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے قرآن و فرامین کی تصدیق کی وہ متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں۔ ان لوگوں کو آخرت میں ان کی من چاہی زندگی نصیب ہوگی۔

"وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ" سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور "وَصَدَّقَ بِهِ" سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یا "وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور "وَصَدَّقَ بِهِ" سے مراد اہل ایمان خصوصاً صحابہ کرام مراد

ہیں۔بعض مفسرین کرام کے نزدیک ''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ'' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ''وَصَدَّقَ بِهٖٓ'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اور موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی، آیت میں دونوں کو متقی فرمایا گیا ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝

مذکورہ آیات کا شانِ نزول

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس سے ڈرایا تھا کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کی بے ادبی کی تو ان بتوں کا اثر بہت سخت ہے اس سے آپ بچ نہ سکیں گے، ان کے جواب میں اللہ ربّ العزّت نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ ربّ العزّت اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے کافی ہیں، اور یہ جو آپ غیر اللہ سے ڈراتے ہیں یہ گمراہی ہے۔

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

نیند کے وقت بھی رُوح قبض ہوتی ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے ایک نمونے کو بیان فرمایا ہے، کہ جب تم سوتے ہو تو اللہ ربّ العزّت اس وقت تمہاری روح قبض کر لیتے ہیں، جیسے تمہاری موت کے وقت روح قبض کی جاتی ہے۔لیکن موت کے وقت روح قبض کرنے میں اور نیند کے وقت روح قبض کرنے میں دو فرق ہیں:

۱۔ پہلا فرق جو اللہ ربّ العزّت نے خود قرآن میں بیان فرما دیا ہے کہ ''موت'' کے وقت جب روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ ربّ العزّت اسے اپنے پاس روک لیتے ہیں، وہ دوبارہ عالم دنیا میں نہیں آتی۔لیکن ''نیند'' کے وقت جب روح قبض کی جاتی ہے تو وہ ایک مقرر وقت کے لیے ہوتی ہے، جب بیداری کا وقت ہوتا ہے تو روح لوٹا دی جاتی ہے۔اسی لیے ''نیند'' کو ''موت کی بہن'' کہا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے اُمت کو تلقین فرمائی کہ جب تم سو کر اٹھو تو کہو کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْر'' کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے مجھے مرنے کے بعد پھر زندہ کر دیا، اور تیرے پاس ہی مجھے جانا ہے۔

۲۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ سوتے وقت جب روح نکالی جاتی ہے تو اس کے جسم پر تین طرح کے اثرات باقی رہتے ہیں:

۱: نبض چلتی رہتی ہے اور خون دوڑتا رہتا ہے۔

۲: کھانا ہضم ہوتا رہتا ہے۔

۴: انسان میں احساس اور شعور بھی کام کر رہا ہوتا ہے۔

لیکن جب موت ہوتی ہے تو اس صورت میں روح کا جسم سے تعلق ایک درجہ کا رہتا ہے، اس صورت میں نبض بھی نہیں چلتی، خون بھی نہیں دوڑتا، اور کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا، بس احساس کام کر رہا ہوتا ہے، اگر مرنے والا نیک ہو تو اللہ کی طرف سے جزا کا احساس ہوتا ہے اور اگر بد ہو تو سزا کا احساس ہوتا ہے، اس لیے کہ عذاب قبر یا ثواب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے خواب دیکھا کہ اس کو کوئی شخص مار رہا ہے، یا اس کو سانپ کاٹ رہا ہے تو بدن کو تکلیف محسوس ہوتی ہے حالانکہ قریب بیٹھے لوگ اس تکلیف سے بے خبر ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کو اس آیت کی وجہ سے مغالطہ لگ گیا، انہوں نے کہا کہ مرجانے کے بعد چونکہ روح واپس نہیں آتی اس لیے قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب، عذاب وثواب یا شہداء اور انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات نہیں ہے۔ اس آیت کے ظاہر کا سہارا لے کر دیگر نصوص کا بالکلیہ انکار کر دیا، حالانکہ احادیث صحیحہ کثیرہ سے میت سے قبر میں سوال و جواب، قبر میں عذاب وثواب ثابت ہے۔ شہداء کی حیات قرآن کریم کی نص سے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات اقتضاء النص اور احادیث سے ثابت ہے۔ دراصل آیت سے مرنے والے کی روح کے امساک اور روکنے سے مراد عالم دنیا سے روکنا ہے، اس روح کو اللہ تعالیٰ جسم میں لوٹا کر ظاہر زندگی عطا نہیں فرمائیں گے، اصلی زندگی تو اب قیامت کے بعد ہوگی۔ قبر میں روح کا اعادہ اور سوال و جواب وغیرہ، عالم دنیا میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ عالم برزخ عالم آخرت کی تمہید ہے۔ عالم آخرت میں تو سب کے نزدیک روح کا اعادہ ہوگا۔ احادیث کی رو سے عالم برزخ میں بھی اعادہ ہوتا ہے۔ تو موت اور نیند کے اس نظام میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اللہ کے ذکر کے وقت مشرکین کی حالت

ان آیات میں اللہ رب العزت نے مشرکین کی اس حالت اور کیفیت کو بیان فرمایا جو ان کے سامنے ذکر اللہ کیے جانے کے وقت ان کی ہوتی ہے، کہ مشرک کے سامنے صرف اللہ کی توحید اور اس کی صفات کا ذکر کیا جائے تو اس کا دل مرجھا جاتا ہے، اور جب غیر اللہ کا ذکر کیا جائے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔

آج کل بھی اس طرح کے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں جن کے سامنے آپ اللہ کی توحید کی بات کریں تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ اگر کہیں کہ سجدوں کے لائق صرف ایک اللہ ہے، عبادت کے لائق صرف وہی ہے، نذر و نیاز کے لائق صرف وہی ہے، تو وہ اس بات پر چیں بہ جبیں ہوتے ہیں، اور جواب میں طعن و تشنیع پر اتر آتے ہیں۔ اور اگر آپ کبھی اللہ کی

توحید کے ساتھ ساتھ پیروں فقیروں کی جھوٹی تعریفیں اور ان کی من گھڑت کرامات بھی بیان کریں تو ان کی واہ واہ ختم نہیں ہوگی، بلکہ آپ کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیں گے، اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو کرامت بیان کی جا رہی ہے وہ قرآن وسنت کے خلاف تو نہیں ہے، مثلاً ایک مولوی صاحب کی تقریر میں نے سنی، وہ حضرت پیران پیر، محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کرامت بیان کر رہے تھے، کہ جوان کو جس دن دیکھ لیتا تھا اس دن اس کی روح نہیں نکلتی تھی، تو ایک دن ان کے پاس ایک بڑھیا اپنے بچے کو لے کر آئی، پیران پیر کی زیارت کی، لیکن اسی دن ملک الموت نے اس کے بچے کی روح قبض کر لی، تو وہ پیران پیر کے پاس شکایت لے کر آئی کہ آج تو میرے بچے نے آپ کی زیارت بھی کی تھی پھر بھی ملک الموت نے روح قبض کر لی، تو پیران پیر نے یوں ہاتھ بلند کیا، اور ملک الموت سے روحوں والی تھیلی چھینی اور اس میں جتنی روحیں تھیں وہ سب آزاد کر دیں، جتنے لوگوں کی اس دن وفات ہوئی تھی وہ سب زندہ ہو گئے۔ مجمع واہ واہ کر اٹھا، نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت اور نعرہ غوثیہ لگنے لگے، ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' حالانکہ اللہ کے نظام میں کون دخل دے سکتا ہے؟ حتیٰ کہ کسی نبی نے بھی اپنے دور میں ایسا کوئی دعوی یا فعل سرانجام نہیں دیا جو نظام قدرت میں یوں خلل اندازی کرے۔

''قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... الخ'' کے فضائل

صحیح مسلم میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز (تہجد) کو کس چیز سے شروع فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ جب تہجد کی نماز کو اٹھتے تھے تو یہ دُعا پڑھتے تھے: ''اللّٰھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادك فیما كانوا فیه یختلفون، اھدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تھدی من تشاء الی صراط مستقیم '' (صحیح مسلم: ۱/۵۳۴)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی جو دُعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے، پھر یہی آیت بتلائی۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صبح وشام پڑھنے کے لیے یہ دُعا تلقین فرمائی تھی:

اللّٰھم فاطر السموات والأرض عالم الغیب والشھادۃ لا إله إلا أنت رب كل شيء ومليكه أعوذ بك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه وأن أقترف على نفسي سوءا أو أجره إلى مسلم۔

(سنن الترمذی: ۵/۵۴۲)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

قرآن کی سب سے زیادہ اُمید اُفزا آیت

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی بے پایاں رحمت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے گنہگار بندوں کو خواہ وہ کافر اور مشرک ہی ہوں، بہت زیادہ امید اور توبہ کی ترغیب دلائی ہے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت قرآن کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔(معارف القرآن)

شانِ نزول

کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جنہوں نے بہت سے ناحق قتل کیے تھے، زنا کا ارتکاب کیا تھا، اور بہت سے بڑے گناہ کیے تھے، تو انہوں نے آکر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ جس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ ہے تو بہت اچھا لیکن فکر ہے کہ جب ہم اتنے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر چکے، اب اگر مسلمان ہو بھی گئے تو کیا ہماری توبہ قبول ہو جائے گی، اس پر اللہ ربّ العزّت نے یہ آیت نازل فرمائی۔(صحیح بخاری:۱/۲۷۱)

اور یہ آیت نازل فرما کر اللہ ربّ العزّت نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے امید کی ایک کرن عطا فرما دی ہے، اور فرما دیا کہ میرے وہ بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، اللہ سارے گناہوں کو بخش دیں گے، وہ بخشنے والے ہیں، رحم کرنے والے ہیں۔ لہٰذا کوئی کتنا ہی بڑا ظالم کیوں نہ ہو، کافر و مشرک کیوں نہ ہو، اسے امید نہیں توڑنی چاہیے۔ بقول شخصے:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ:- واپس آجا! واپس آجا! تُو جو کوئی بھی ہے واپس آجا۔ اگر تُو کافر اور مشرک اور بت پرست بھی ہے تو واپس آجا۔ ہماری یہ درگاہ نااُمیدی کی درگاہ نہیں ہے۔ اگر تُو سو بار بھی توبہ توڑ چکا ہے، پھر بھی واپس آجا!

توبہ کی ترغیب دلانے کے ساتھ ساتھ اللہ ربّ العزّت نے اس کی طرف رجوع کرنے اور قرآن پاک کی پیروی و اتباع کرنے کا بھی حکم فرما دیا اور ساتھ ہی تنبیہ بھی فرما دی کہ توبہ کرنے اور اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کرو، مبادا تم تاخیر سے کام لو اور عذاب الٰہی تم کو آپہنچے۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آؤ، تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی عبادت کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ میرے حبیب آپ ان سے کہہ دیجیے کہ ارے جاہلو! تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہو، کہ میں اللہ کو چھوڑ کر لات، منات اور عزیٰ جیسے بتوں کا پجاری بنوں، یہ تو جہالت کی انتہا ہے۔

"توحید" جملہ انبیاء کی مشترکہ دعوت

اللہ ربّ العزّت نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل میں سے ہر ایک کو وحی کی اور انہیں شرک کے انجام سے ڈرایا اور فرمایا: "لئن اشركت ليحبطن عملك" کہ اگر آپ نے شرک کیا تو زندگی بھر کی ساری نیکیاں اور اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ تمہاری نمازیں، روزے، زکوٰۃ، حج، سب کچھ ضائع ہو جائیں گے، لہٰذا شرک ہرگز نہ کرنا۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ
الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ
عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جنتیوں اور جہنمیوں کا انجام

سورت کے آخری رکوع میں اللہ ربّ العزّت نے جہنمیوں کے جہنم میں جانے اور جنتیوں کے جنت میں جانے کا منظر بیان فرمایا ہے۔ پہلے جہنمیوں کا تذکرہ فرمایا:

جہنم کی مثال جیل کی سی ہے، جیسے جیل کا پھاٹک ہوتا ہے، اسی طرح جہنم کا بھی ایک پھاٹک ہوگا، اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، جیسے جانوروں کو ہانکا جاتا ہے، پیچھے سے فرشتوں کے ڈنڈے پڑ رہے ہوں گے، جہنم کے پھاٹک کے پاس آئیں گے، پھاٹک کھلے گا، اور سب کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہ!

جہنم میں داخل ہونے کے بعد وہاں کا داروغہ ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے، جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتے تھے، اور کیا انہوں نے تمہیں اس دن کی ملاقات سے نہیں ڈرایا تھا؟

تو وہ جواب میں کہیں گے: کیوں نہیں! رسول تو آئے تھے، لیکن ہماری بدبختی کہ ہم پر عذاب ثابت ہو گیا۔

اس کے بعد اعلان ہوگا کہ اب تم سب جہنم میں داخل ہو جاؤ، تم نے ہمیشہ ہمیشہ اب جہنم میں ہی رہنا ہے۔ (اللّٰھم انا نعوذبك من غضبك وعقابك واجرنا برحمتك من دیر انك!)۔

دوسری طرف اہل ایمان واہل تقویٰ ہوں گے، ان کو اعزاز واکرام کے ساتھ لایا جائے گا، عزّت اور پورے پروٹوکول کے ساتھ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں لایا جائے گا، جنّت کے دروازے ان کے آنے سے پہلے ہی کھول دیے جائیں گے، وہاں کا فرشتہ ان جنتیوں کو سلامی پیش کرے گا اور کہے گا کہ بہت اچھے رہو، اور اب تم جنّت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

جنّتی کہیں گے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے، ہم نے تیرے رسول اور تیری کتاب میں جو وعدے پڑھے اور سنے تھے، وہ سچے ثابت ہوئے، ہمیں آپ نے جنّت کا مالک بنا دیا، مزے کی زندگی ہے، جہاں چاہتے ہیں جنّت میں رہتے ہیں۔

سورت کے آخر میں اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کا ایک اور منظر بیان کیا کہ اللہ کے فرشتے اس دن اس کے عرش کو چاروں جانب سے گھیرے ہوئے ہوں گے، اللہ ربّ العزّت اس دن جلال میں ہوں گے، ایک آیت میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا "ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية" "اس دن اللہ کے فرش کو آٹھ فرشتوں نے تھاما ہوا ہوگا، اور وہ فرشتے بھی نہایت طاقتور ہوں گے، ان کی جسامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے پاؤں تحت الثریٰ میں جبکہ ان کے کاندھے پر عرش کا پایہ ہے، تو آٹھ فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہوگا جبکہ باقی فرشتے عرش کے اردگرد ہوں گے، اور وہ مسلسل اللہ ربّ العزّت کی تسبیح بیان کر رہے ہوں گے، وہ کہہ رہے ہوں گے "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔"

اللہ ربّ العزّت اپنے عرش پر مخلوقات کے درمیان فیصلے کروائیں گے، جنّتی جنّت میں اور جہنّمی جہنّم میں چلے جائیں گے، قضیہ ختم ہو جائے گا اور کہا جائے گا "الحمد للہ رب العلمین۔"

فائدہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، خلفائے راشدین کے زمانے میں اور بعد کے ایک زمانہ تک بیت اللہ میں ایک طرف جماعت ہوتی تھی، لیکن رش بہت ہونے لگا جس کی وجہ سے جگہ کی تنگی ہونے لگی، تو ایک اُموی خلیفہ نے اس آیت سے استدلال کیا اور کہا کہ روز محشر اللہ کے فرشتے اللہ کے عرش کے چاروں جانب ہوں گے، تو کیوں نہ ہم بیت اللہ کے چاروں طرف نماز پڑھیں، تب سے بیت اللہ میں چاروں طرف نماز شروع ہوئی، اللہ ہم سب کو بار بار حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائے۔ آمین

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے صداقت قرآن کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کے کچھ غلط

نظریات کی تردید فرمائی ہے۔ جس میں بتوں کو اللہ رَبّ العزّت کے دربار میں سفارشی قرار دینا، فرشتوں کو اللہ رَبّ العزّت کی اولاد قرار دینا وغیرہ شامل ہے۔

۲۔ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرما کر عقیدۂ توحید کو ثابت فرمایا ہے اور شرک کی تردید کی ہے۔

۳۔ اس سورت میں توحید اور شرک کی نہایت خوبصورت اور جامع مثال بیان کی گئی ہے۔

۴۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے یہ مضمون بھی بیان فرمایا ہے کہ اللہ رَبّ العزّت نیند کے وقت بھی روح قبض فرما لیتے ہیں، جیسے موت کے وقت روح قبض کی جاتی ہے، لیکن دونوں میں کچھ فرق ہے جو اللہ رَبّ العزّت نے اس سورت میں بیان فرمایا ہے۔

۵۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے کفّار و مشرکین سمیت تمام گنہگاروں کو توبہ کی ترغیب دی ہے اور اس ضمن میں انہیں معافی کی نہایت امید دلائی ہے۔

۶۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے قیامت کے دن کے کچھ احوال اور جنّتی اور جہنّمی لوگوں کے جنّت و جہنّم میں داخلے کے مناظر بیان فرمائے ہیں۔

تمت سورة الزمر بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِن

''حوامیم'' کا تعارف

''آل حم یا حوامیم'' قرآن پاک کی ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جن کے آغاز میں لفظ ''حٰمٓ'' مذکور ہو، یہ کل سات سورتیں ہیں جو یکے بعد دیگرے قرآن پاک میں مذکور ہیں، ان کا آغاز ۱۔اس سورت (سورۂ مومن) سے ہوتا ہے، باقی سورتوں میں ۲۔سورۂ حم سجدہ، ۳۔سورۂ شوریٰ، ۴۔سورۂ زخرف، ۵۔سورۂ دخان، ۶۔سورۂ جاثیہ اور ۷۔سورۂ احقاف شامل ہیں۔ان سورتوں کے اسلوب میں عربی بلاغت کے لحاظ سے جو ادبی حسن ہے اس کی وجہ سے انہیں ''عروس القرآن'' یعنی قرآن کی دلہن کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ایک حدیث میں ان سورتوں کو ''لباب القرآن'' یعنی قرآن کا خلاصہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ان سات سورتوں میں کچھ چیزیں مشترک ہیں:

۱۔ان سب سورتوں کے شروع میں ''حٰمٓ'' ہے، اسی وجہ سے ان سورتوں کو ''حوامیم سبعہ'' کہا جاتا ہے، اور ''حٰمٓ لا ینصرون'' دشمن پر فتح کے لیے بہت موثر وظیفہ ہے۔(سنن ترمذی:۱۹۷/۴)

۲۔یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

۳۔ان سب سورتوں میں ''حم'' کے بعد قرآن کا ذکر ہے۔

۴۔ان سب سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔

۵۔ان میں سے چار سورتوں (سورۂ فصلت، سورۂ شوریٰ، سورۂ زخرف اور سورۂ جاثیہ) میں دین کے اندر تفرقہ پھیل جانے کی صورت میں دین کے خراب ہونے کا ذکر ہے۔

۶۔ان میں سے تین سورتوں (سورۂ شوریٰ، سورۂ جاثیہ اور سورۂ احقاف) میں سلسلہ نبوّت و رسالت کے بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہونے کا ذکر ہے۔

۷۔ان میں سے پانچ سورتوں (سورۂ شوریٰ، سورۂ زُخرف، سورۂ دُخان، سورۂ جاثیہ اور سورۂ اَحقاف) میں مہلت دینے اور درگزر کرنے کا حکم ہے۔

۸۔یہ جملہ سات سورتیں اُمتِ محمدیہ کو توحید اختیار کرنے، رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحمل اور ان کی دعوت کو بیان کر رہی ہیں۔

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی ترتیب میں یہ چالیس (۴۰) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا ساٹھ (۶۰) نمبر ہے۔ اس کے نو (۹) رکوع اور پچاسی (۸۵) آیات ہیں۔

سورت کے نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے مشہور نام دو ہیں:

۱۔ سورۂ غافر: ''غافر'' کا معنی ہے معاف کرنے والا، چونکہ اس سورت کے آغاز میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے استعمال ہوا ہے، اسی لیے اس کا نام ''غافر'' بھی رکھا گیا ہے۔

۲۔ سورۂ مومن: اس سورت میں فرعون کے خاندان کے ایک مردِ مومن کا تذکرہ کیا گیا ہے جو دوسری کسی سورت میں مذکور نہیں ہے، اس لیے اس سورت کا نام ''مومن'' رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے عبادت میں اخلاص پیدا کرنے کو بیان فرمایا تھا، اس سورت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ پکار میں بھی اخلاص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ پکارو۔

گزشتہ سورت کے آغاز میں بھی صداقتِ قرآن کا بیان تھا اور اس سورت کے آغاز میں بھی یہی بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''اللہ ربّ العزّت اور اس کے دین کی جانب دعوت دینے کی اہمیت اور دعوت کے مختلف اسالیب'' کا بیان ہے، نیز دعوت میں پیش آمدہ مصائب و مشکلات اور ان مشکلات میں داعی کو معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوتِ حق دینے کا بیان ہے اور اس ضمن میں ان کے اسلوبِ دعوت کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ فرعون کے خاندان کے ایک مردِ مومن کی تبلیغ اور دعوت بھی اس سورت میں ذکر کی گئی ہے اور اس کے اسلوبِ دعوت کو بھی ذکر کیا گیا ہے، اس مردِ مومن نے اپنی تقریر میں نہایت عمدہ اسلوب اختیار کیا تھا، اس نے دلیل سے بات کی، لہجہ نرم رکھا، پیار بھری ڈانٹ بھی دی، گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کے تذکرے بھی سنائے، آخرت کے دن اور اللہ ربّ العزّت سے ملاقات بھی یاد دلائی اور یہ سب کر کے آخر میں اپنا معاملہ اللہ ربّ العزّت کے سپرد کر دیا۔

دراصل یہی وہ صفات ہیں جو ایک داعی کو اپنی دعوت میں کامیاب کرتی ہیں اور اسے کامیاب داعی بناتی ہیں۔

۳۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کی بندوں پر کی گئی نعمتوں کا بیان ہے تاکہ بندے ان میں غور وفکر کر کے اللہ ربّ العزّت کی طرف متوجہ ہوسکیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي
الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي
الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ
وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا
وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ
يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

صداقتِ قرآن اور صفاتِ باری تعالیٰ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی صداقت کو بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد اپنی چند صفات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔"عزیز" وہ سب پر غالب ہیں۔

۲۔"علیم" وہ ہر چیز کا علم رکھنے والے ہیں۔

۳۔"غافر الذنب": وہ گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

۴۔"قابل التوب": توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

۵۔"شدید العقاب": سخت عذاب والے ہیں۔

۶۔"ذی الطول": وسعت اور طاقت والے ہیں۔

۷۔"لا إلٰہ الا ھو": اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پہلی تین آیات کی فضیلت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص شروع دن

میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیات "حٰمٓ" سے "الیہ المصیر" تک پڑھ لے وہ اس روز ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ (سنن ترمذی: ۵/۱۵۷)

حضرت ثابت بنانیؒ ایک تابعی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کے گردونواح میں تھا، میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورۂ مومن کی تلاوت کرنے لگا، میں ابھی "والیہ المصیر" تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں، مجھ سے کہا: جب "غافر الذنب" کہو تو "یا غافر الذنب اغفرلی ذنبی" اور جب "قابل التوب" پڑھو تو کہو "یا قابل التوب اقبل توبتی" اور جب "شدید العقاب" پڑھو تو کہو "یا شدید العقاب لا تعاقبنی" حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے گوشۂ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، فارغ ہو کر میں دروازہ پر پہنچا تو وہاں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے جس پر یمنی چادریں تھیں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص کے متعلق علم ہوا جو آپ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا کہ وہ شرابی بن گیا ہے، اس کو تو شراب سے فرصت ہی نہیں ملتی، حضرت عمر رضی اللہ نے ایک خط لکھا اور اس خط میں یہ آیت لکھی، اور وہ خط ایک شخص کے حوالے کر کے اس شرابی کے پاس بھیجا، اور اسے کہا کہ یہ خط اس شرابی کو اس حال میں دینا کہ وہ نشے میں نہ ہو، خط کا مضمون یہ تھا: "من عمر بن الخطاب الی فلان بن فلان سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر" پھر آپ نے تمام حاضرین مجلس سے فرمایا کہ سب مل کر اس کے لیے دُعا کرو، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ کو قبول فرمائے۔ جب وہ خط اس شخص کو ملا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وہ بار بار خط میں درج کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے بھی ڈرایا گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، پھر اس نے سچے دل سے شراب سے توبہ کر لی اور دوبارہ کبھی شراب نوشی کی طرف نہیں گیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپ بہت خوش ہوئے اور لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لیے دُعا کرو کہ وہ توبہ کر لے، اور تم اس کے مقابلہ میں شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دور نہ کرو، کیونکہ یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر)

جو لوگ اصلاح خلق اور تبلیغ و دعوت دین کی خدمت سے منسلک ہیں ان کے لیے اس حکایت میں ایک عظیم الشان ہدایت ہے کہ جس شخص کی اصلاح مقصود ہو اس کے لیے خود بھی دُعا کریں، پھر نرم تدابیر سے اس کو درستی کی طرف لائیں، اشتعال انگیزی نہ کریں کہ اس سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا بلکہ شیطان کی امداد ہوگی اور وہ اس کو اور زیادہ گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔ (معارف القرآن)

عرش تھامنے والے فرشتوں کی ایمان والوں اور ان کے خاندان والوں کے لیے دُعائے مغفرت

آغازِ سورت میں قرآن کریم کی صداقت بیان کر کے ترغیب و ترہیب کا پہلو اختیار کیا گیا ہے اور کفّار کی دولت و سرمایہ سے متاثر نہ ہونے اور پچھلی اُمتوں کی ہلاکت کے تناظر میں ان کی ناکامی کا بیان ہے، اس کے ساتھ اہل ایمان کا تذکرہ فرمایا۔ نیز گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے یہ بیان فرمایا کہ اس کے فرشتے عرش کے اردگرد اس کی تسبیح کرتے ہیں، یہاں ان سے متعلق ایک اور بات بتائی گئی ہے جو ہمارے لیے خوشخبری بھی ہے، اور وہ یہ کہ یہ مقرب فرشتے یعنی عرش کو تھامنے والے فرشتے اور دیگر فرشتے اس کے عرش کے اردگرد تسبیح بھی کرتے ہیں تحمید بھی کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ وہ ایمان لانے والے اور توبہ کرنے والے کے لیے دُعائے مغفرت بھی کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تیرے وہ بندے جو تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں تو انہیں بخش دے، اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، پھر وہ مزید دُعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تو ان کو بھی جنّت دے، اور ان کے والدین کو، ان کی ازواج کو اور ان کی اولادوں کو بھی ان کے ساتھ جنّت میں اکٹھا کر دے۔ بشرطیکہ والدین، زوجہ اور اولاد ایمان والے ہوں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ مومن جب جنّت میں جائے گا تو اپنے باپ، بیٹے، بھائی وغیرہ کو پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں، اس کو بتلایا جائے گا کہ انہوں نے تمہارے جیسا عمل نہیں کیا اس لیے وہ یہاں نہیں پہنچ سکیں گے، تو وہ مومن کہے گا کہ میں نے جو عمل کیا تھا وہ صرف اپنے لیے نہیں بلکہ اپنے اور ان کے لیے بھی کیا تھا تو حکم ہوگا کہ ان کو بھی جنّت میں داخل کر دو۔ (تفسیر ابن کثیر)

لہٰذا نیک بنو، نیکی پھیلاؤ، اولاد کو بھی نیک بناؤ، گھر والوں کو بھی نیک بناؤ، تو جو کمی کوتاہی ہوگی، ربّ سب کو دور فرما کر تم سب کو جنّت میں اکٹھا کر دیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝
قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ۝ ذَٰلِكُم
بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ
آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ۝ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ
يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝
الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ
إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ

وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ
هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾

کفّار جہنّم میں اپنے جرائم کا اعتراف کریں گے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی حالت کو بیان فرمایا کہ جب وہ جہنّم میں ڈال دیے جائیں گے تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ دنیا میں تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی لیکن تم کفر اختیار کرتے تھے، آج اللہ ربّ العزّت تم سے ناراض ہیں، تو اس وقت کفّار اپنے سارے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور جہنّم سے نکلنے کی درخواست کریں گے، لیکن اس وقت کوئی راہ نہ ہوگی۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی توحید کے کچھ دلائل دیے، جس کے نتیجہ کے طور پر فرمایا "فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین" خالص اللہ کو پکارو، اس کے سوا کسی کو نہ پکارو، "ولو کرہ الکافرون" اگرچہ یہ بات کافروں کو ناگوار گزرے گی، لیکن تم نے ان کی پروا نہیں کرنی۔

یہ آیت اس سورت کا جوہر اور خلاصہ ہے۔ مشکلات و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا جائے، وہی سب کی سنتا اور قبول کرتا ہے۔ آج بعض اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے جن، بھوت، فرشتے، زندہ بزرگ، مردہ بزرگ حتیٰ کہ نبی اور ولی کو پکارتے نہیں تھکتے اور بزعم خود ان کی توحید اور ایمان میں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ افسوس یہ ہے کہ مساجد جو اللہ تعالیٰ کا گھر اور اللہ ربّ العزّت سے مانگنے کی جگہیں ہیں وہاں بھی لکھا ہوتا ہے:

امداد کن امداد کن، از غم بندہ آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن، یا عبدا لقادر

جس کا مطلب ہے کہ: امداد کریں، امداد کریں، بندے کو غم سے آزاد کریں، دین و دُنیا میں خوش کریں، اے عبدالقادر جیلانی!

ہم مسلمان قرآن سے دُور نکل گئے ہیں، اس لیے "یا اللہ!" کہنے کی بجائے مخلوقات کو پکارتے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ کے بقول:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کواکب میں مانے کرشمے تو کافر — جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اِماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

اس کے بعد قیامت کے دن کے چند احوال بیان فرمائے ہیں کہ اس دن سب اللہ ربّ العزّت کے سامنے کھڑے ہوں گے، ان میں سے کوئی اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہوگا، اس دن آواز آئے گی: "لمن الملك اليوم" آج کس کی بادشاہت ہے؟" جواب آئے گا: "لله الواحد القهار" آج ایک اللہ کی بادشاہت ہے جو قہار ہے۔

اس دن اللہ پوچھیں گے: "این الجبارون؟" کہاں ہیں دنیا کے ظالم لوگ؟ "این الملوك؟" کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ؟ پھر اللہ خود ہی فرمائیں گے کہ آج صرف اللہ کی بادشاہت ہے جو قہار ہے۔

پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ قوم کو قیامت کے اس دن سے ڈرائیں جب دل حلق تک پہنچ جائیں گے، گھٹنے زمین پر لگے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے، وہ آنکھوں کی چوری اور سینہ کے خیالات سے بھی واقف ہے۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ ہی فیصلے فرمائیں گے، غیر اللہ تو فیصلے نہیں کر سکتے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ
اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ
الْحِسَابِ ۝ ...... وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ
وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ
دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ
مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۚ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ
بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا
اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اسلوبِ دعوت کی وضاحت، داعی کی استقامت اور اہلِ ایمان کی فتح مندی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنی آیات اور نشانیاں دے کر فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، انہوں نے آپ علیہ السلام پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا، اور آپ کی قوم پر ظلم وستم کرتے رہے، بالآخر آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا، فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ کو قتل کروں گا، اسے کہو کہ اپنے خدا کو پکارے، سورۂ قصص میں تفصیل سے گزر چکا ہے کہ فرعون نے آپ کے قتل کے جواز کے لیے آپ کے ہاتھ سے نادانستہ طور پر قتل ہو جانے والے قبطی کے قتل کا بہانہ بنایا۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کے جواب میں اللہ ربّ العزّت سے

پناہ مانگی "وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ" کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس متکبر سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ داعی کے ساتھ ہونے والے سلوک اور داعی کے تعلق باللہ کو اس واقعہ میں واضح کر دیا گیا۔

آلِ فرعون کے مردِ مومن کا تذکرہ

فرعون کی آل اور اس کے درباریوں میں ایک شخص تھا، جو چھپ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا، لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے ایمان کو اس وقت تک چھپا رکھا تھا، بعض مفسرین کے نزدیک یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور یہ وہی شخص تھا جس نے قبطی کے قتل کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کے مشورہ کی اطلاع حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جا کر دی، اور انہیں مصر سے ہجرت کر لینے کا مشورہ دیا تھا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین تشریف لے گئے۔

اس شخص کو جب فرعون کے اس ارادے کی خبر ہوئی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس نے فرعون، اس کی کابینہ اور قوم کو تبلیغ کی، اور فرعون اور آل فرعون کو مختلف عنوانات سے حق اور ایمان کی طرف بلایا، اور ان کو موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رہنے کا کہا، اس کا اسلوب دعوت نہایت شاندار اور بہترین تھا جو اللہ ربّ العزّت نے ان آیات میں نقل فرمایا ہے۔

سب سے پہلے اس شخص نے فرعون اور اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم ایک آدمی کو محض اس بنیاد پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے دلائل لے کر آیا ہے، فرض کرو کہ وہ جھوٹا ہے، تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا، لیکن اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو تمہیں عذاب کی دھمکیاں دیتا ہے وہ آ کر رہے گا، پھر تم بچ نہیں سکو گے۔

پھر اس نے کہا کہ اے قوم! آج تو تم زمین میں حاکم ہو، اگر خدا کا عذاب آ گیا تو ہمیں کون بچائے گا، اس لیے ہوش کرو، اور اس بندے کے قتل سے باز آؤ۔

فرعون نے اس کے وعظ و نصیحت کے جواب میں کہا کہ میں نے اپنی بصیرت کے مطابق تم سے بات کی ہے، میں تم سے صحیح بات کر رہا ہوں۔ اس پر وہ شخص بولا: اے میری قوم! مجھے تم پر عذاب کا خوف ہو رہا ہے، جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح اور ان کے بعد والوں پر عذاب آیا، اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں چیخ و پکار کا دن تم پر نہ آ پڑے، جب عذاب کی وجہ سے تم چیخ و پکار کر رہے ہو گے، لیکن کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

سلسلہ کلام کو مزید بڑھاتے ہوئے اس شخص نے کہا کہ تمہارے پاس تو حضرت یوسف علیہ السلام بھی آئے تھے، اور جب ان کا انتقال ہوا تو تم نے کہا کہ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا، حالانکہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیج دیا ہے، لہٰذا جھگڑو نہیں، اور حضرت موسیٰ پر ایمان لے آؤ۔

فرعون نے اس شخص کی بصیرت افروز تقریر کے جواب میں اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ ایک محل تیار کرو جس پر چڑھ

کر میں (نعوذ باللہ) موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھ لوں، مجھے لگتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، یہ قصہ پہلے بھی گزر چکا ہے، بعض روایات کے مطابق اس نے وہ محل تیار کروا لیا تھا لیکن فرشتے نے ایک پر مارا اور وہ سارا محل زمین بوس ہو گیا۔

اس شخص نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی کہا کہ لوگو! یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے، آخرت باقی رہنے والا گھر ہے، اچھے عمل کرو گے تو جنت ملے گی، برے عمل کرو گے تو سزا ملے گی، لہٰذا میری بات مان لو میں تمہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔

اس شخص نے مزید کہا کہ اے میری قوم میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو، اس کے بعد اس نے اپنے ایمان کو کھول کر بیان کر دیا، اس نے کہا کہ تم مجھے کفر کرنے کی دعوت دے رہے ہو جبکہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزیز اور غفار ہے، حالانکہ کفر و شرک کا نہ دنیا میں کوئی مقام ہے اور نہ آخرت میں، اور میری بات غور سے سنو، ایک وقت آئے گا جب تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

سبحان اللہ! کیا خوبصورت تقریر کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس صحابی نے، اور جرأت کی بات یہ ہے کہ فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے یہ ساری باتیں کیں، لیکن فرعون سے یہ سب برداشت نہیں ہوا، اور اس نے اس شخص کے بھی قتل کا حکم صادر کر دیا، جس پر یہ شخص کہیں پہاڑوں میں جا کر روپوش ہو گیا، اور ان کی گرفت میں نہ آ سکا۔

بالآخر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر وہاں سے چل پڑے، فرعون نے ان کا تعاقب کیا، موسیٰ علیہ السلام دریا سے پار ہو گئے، فرعون بمع لشکر ڈوب گیا، اس طرح اللہ نے اس شخص کی بھی حفاظت فرمائی۔ اور فرعون اور اس کی آل کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آلِ فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں، اور جہنم کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانا یہ ہے۔ (معارف القرآن)

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۙ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

اللہ کی مدد دُنیا اور آخرت میں اہلِ حق کے ساتھ ہوتی ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے رسولوں اور اہل ایمان کے ساتھ اپنی مدد کا وعدہ کیا ہے کہ دنیا میں بھی ان کی مدد کریں گے اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ہر قسم کی تکالیف و مصائب پر صبر کیجیے، اللہ کا وعدہ سچا ہے، وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت نے فرمایا: "واستغفر لذنبك" کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے پاک تھے، اس لیے اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اپنی اُمّت کے گناہوں کی معافی مانگیے، یا اس کا مطلب ہے کہ اپنے درجات کی بلندی کی دُعا کیجیے۔ بعض اہل علم نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اپنی چھوٹی موٹی لغزشوں کی معافی مانگیں۔ اور آپ کو یہ حکم اُمّت کی تعلیم کے لیے دیا گیا ہے تاکہ اُمّت اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اُمّتِ محمدیہ کو دُعا کی تلقین کی اور اس دُعا کی قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا، اور جو لوگ دُعا نہیں مانگتے اور تکبّر کرتے ہیں ان کے لیے عذاب کی وعید سنائی ہے کہ وہ ذلیل ہو کر جہنّم میں داخل ہوں گے۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاۗءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

قدرتِ خداوندی کے چند نمونے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے ہیں اور اس ضمن میں اپنی توحید کو بھی ثابت فرمایا ہے۔ چنانچہ رات اور دن کے مرتب نظام کو بیان فرمایا، زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کی مضبوطی کو بیان فرمایا، انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل اور مختلف صورتوں میں اس کی بناوٹ کو بیان فرمایا، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا، جبکہ جن معبودانِ باطلہ کو تم پوجتے ہو، وہ یا تو مرے ہوئے ہیں یا مر جائیں گے، اور معبود وہ ہونا چاہیے

جسے کبھی موت نہ آئے۔ لہٰذا یہ اقرار کرلو کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اخلاص کے ساتھ اسی کو پکارو۔ سورت میں دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّى يُصْرَفُونَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ۝ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ
يُسْجَرُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو
مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ۝ ذَٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا
كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ۝ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ
اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝

جہنّم اور جہنمیوں کے احوال

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے جہنّم اور جہنمیوں کے کچھ احوال بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ہماری کتابوں اور ہمارے رسولوں پر ایمان نہیں لائے، ان کی گردنوں میں طوق ڈالا جائے گا، انہیں زنجیروں سے باندھا جائے گا، پھر فرشتے ان زنجیروں سے انہیں گھسیٹیں گے، اور لے جاکر انہیں سخت کھولتے ہوئے پانی میں ڈبکی دیں گے، اس کے بعد جہنّم میں جھونک دیں گے، پھر کہا جائے گا کہ کہاں ہیں تمہارے جھوٹے خدا جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے؟، وہ کہیں گے کہ وہ سب ہم سے دور ہوگئے، ہمیں چھوڑ کر چلے گئے، پھر دوزخی مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو انہیں پکارتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد انہیں مکمل دھتکار دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ کے لیے اسی جہنّم میں جلتے رہیں گے۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین

جہنمیوں کے احوال بیان فرمانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ صبر کیجیے، ہم آپ کو ان کا انجام دنیا میں ہی یا آخرت میں دکھا دیں گے۔ یہی داعی کے لیے درس ہے اسے صبر سے کام لینا چاہیے، یا تو اللہ تعالیٰ کامیابیاں دنیا میں ہی ظاہر فرما دیتے ہیں یا بعد از وفات آخرت میں اس محنت کا صلہ عطا فرمائیں گے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً
فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي
الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ
فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ
وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ

مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

زمین میں چلو پھرو، تاکہ عبرت حاصل کرسکو!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمانے کے بعد زمین میں چلنے پھرنے کی دعوت دی ہے اور اس کا مقصد بھی بیان فرمادیا کہ تاکہ یہ دیکھ لو کہ تم سے پہلے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا، ان کی تباہ شدہ بستیاں آج بھی عبرت کا نشان بنی موجود ہیں، حالانکہ وہ سب طاقت، قوت، دولت، اقتدار اور ثقافت وتمدن کے لحاظ سے تم سے بڑھ کر تھے، لیکن یہ سب چیزیں انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں، جب انہوں نے ہمارے نبی کو جھٹلایا تو اللہ کے عذاب نے انہیں آ پکڑا، اور یہی قانون قدرت ہے، جھٹلانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے صداقت قرآن کا مضمون بیان فرمانے کے ساتھ اپنی کچھ صفات کا بھی بیان فرمایا ہے، نیز جھٹلانے والوں کا انجام بیان فرما کر اس اُمت کو ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۲- سورت میں جابجا اللہ ربّ العزّت کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جن سے اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۳- سورت میں دو مقام پر زمین میں چلنے پھرنے اور ہلاک شدہ اقوام کی باقیات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۴- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جزوی واقعہ کی تفصیل کے بیان کے ساتھ آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا، اس نے اپنی قوم کو تبلیغ کی، اور مختلف پیرائیوں میں موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت کو بیان کیا، قوم کو نہ ماننے کی صورت میں ان کے انجام سے ڈرایا، لیکن قوم نہ مانی اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوگئی، جس پر وہ روپوش ہوگئے اور ان کے ہاتھوں سے بچ نکلے۔

۵- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے، اور دُعا کی قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، جبکہ دُعا نہ مانگنے والوں کے لیے سخت وعید ذکر کی گئی ہے۔

۶- جو لوگ اللہ ربّ العزّت کی آیات اور رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، ان کا انجام اور جہنم میں ان کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ المؤمن بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن کریم کی ترتیب میں یہ اکتالیس (۴۱) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ اکسٹھ (۶۱) نمبر پر ہے۔ اس کے چھ رکوع اور چوّن (۵۴) آیات ہیں۔

سورت کے نام اور وجۂ تسمیہ

اس سورت کے مشہور نام دو ہیں:

۱- فُصِّلَتْ: اس سورت کو "فُصِّلَت" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس کتاب کی آیات کھول دی گئی ہیں۔

۲- حٰمٓ السجدۃ: اس سورت کو حٰم سجدہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ حوامیم میں یہ واحد سورت ہے جس میں آیت سجدہ ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے توحید کے دلائل، صداقت قرآن، اثبات قیامت اور اسلوبِ دعوت کو بیان فرمایا، ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے انجام کو بیان فرمایا، اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کی الوہیت، وحدانیت اور قدرت کے دلائل بیان کرنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اثبات اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرے انسانوں سے افضل ہونے کا بیان۔

۲- اللہ ربّ العزّت کی الوہیت اور وحدانیت پر کائنات کے طول و عرض میں پھیلے بے شمار دلائل قدرت کا بیان۔

۳- انبیاء کی تکذیب کرنے والوں کی تاریخ اور ان کے انجام کا بیان۔

۴۔ مشرکین کے عقائد باطلہ کا بیان اور یہ کہ انہوں نے اللہ ربّ العزّت کی ایسی قدر نہیں کی جیسا اس کا حق تھا۔

۵۔ اللہ ربّ العزّت کے احکام پر استقامت کی فضیلت اور استقامت رکھنے والوں کی صفات کا بیان

۶۔ تنگی اور فراخی کے وقت انسان کے احوال کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ
فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ
بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

قرآن کی صداقت پر ایک عجیب شہادت

تفسیر ابن کثیر میں متعدد روایات میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں قریش اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ اپنے میں سے کسی اچھے جادوگر، نجومی اور شاعر کا انتخاب کر کے اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجو، اس شخص نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال رکھی ہے اور ہمارے درمیان اختلاف پیدا کر دیا ہے، ہمارے دین کو برا بھلا کہتا ہے، تو وہ جادوگر اس سے بات کرے اور اسے سمجھائے اور اس کا جواب لائے۔ سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ عتبہ ان اوصاف کا حامل ہے، لہٰذا اسے بھیجا جائے۔

چنانچہ عتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ بہتر ہیں یا آپ کے والد عبداللہ؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہو گئے، اس نے دوبارہ سوال کیا، آپ خاموش رہے، پھر وہ کہنے لگا کہ اگر آپ کے باپ دادا آپ سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہیں معبودوں کی پوجا کی جنہیں آپ برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ بہتر ہیں تو پھر آپ ہم سے بات کریں تا کہ ہم آپ کی بات سنیں، آپ سے بڑھ کر ہماری قوم میں برا کوئی نہیں ہے، آپ نے ہمارے اتفاق کو پارہ پارہ کر دیا ہے، ہمیں عرب میں رسوا کر کے رکھ دیا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ قریش میں جادوگر ہے، کاہن ہے۔

آپ اگر مال کے طالب ہیں تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ عرب کے سب سے مالدار انسان بن جائیں گے، اگر شادی کی خواہش ہے تو قریش کی عورتوں کا انتخاب کریں، ہم دس خواتین کی آپ سے شادی کرا دیتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب سن کر ارشاد فرمایا کہ آپ بات کر چکے؟ عتبہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے اسی سورت کی تلاوت شروع فرمائی، جب تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہنچے "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ" تو عتبہ نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہنے لگا کہ بس کریں۔ اور قریش کی طرف

جانے کے بجائے اپنے گھر چلا گیا۔ جب ابوجہل کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ عتبہ بھی محمد کی طرف مائل ہوگیا ہے۔ اسے یا تو محمد کا کھانا پسند آ گیا ہے یا اس کی کوئی ضرورت پوری ہوگئی ہے۔ اس کے بعد وہ دیگر زعمائے قریش کو لے کر عتبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عتبہ! آپ ہمارے پاس واپس کیوں نہیں آئے، کیا آپ محمد کی طرف مائل ہو گئے ہیں؟ کیا انہوں نے آپ کی کوئی ضرورت پوری کردی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہم آپ کی ضروریات کے لیے مال اکٹھا کر دیتے ہیں جس سے آپ کو محمد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس پر عتبہ کو غصہ آیا اور قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ محمد سے کبھی بات نہیں کرے گا، اور کہنے لگا کہ قسم بخدا تم سب جانتے ہو میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ قصہ یہ ہے کہ میں نے محمد سے بات کی ہے، اس نے مجھے کچھ ایسا سنایا ہے جو نہ شعر ہے، نہ کہانت اور جادو ہے اور اس نے مجھے عذاب کی وعید سنائی ہے، جس پر میں نے اس کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر روک دیا۔ اور تم جانتے ہو کہ محمد جھوٹ نہیں بولتے، مجھے تو ڈر لگا کہ کہیں تم پر عذاب ہی نہ آجائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی

اس سورت میں بھی اللہ ربّ العزّت نے "حٰم" کے بعد قرآن مجید کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے اس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ وہ ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب کی وعید سنا کر ڈرا سکے، لیکن اس کے باوجود قریش عرب نے (کہ وہی قرآن کے پہلے مخاطب ہیں کیونکہ انہی کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا) قرآن کی طرف توجہ نہ کی، بلکہ ہٹ دھرمی اور ضد وعناد کی وجہ سے کہنے لگے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں، ہمارے کان بند ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان دوہرے پردے ہیں، اس لیے ہم پر تمہاری باتوں کا اثر نہیں ہوتا، سو آپ اپنا کام کریں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔

دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک انسان اگر مسلسل گمراہی کی راہوں پر چلتا رہے، گمراہی کے اسباب اختیار کرتا رہے تو اللہ ربّ العزّت اس کے دل پر قبول حق کے دروازے بند کر دیتے ہیں، اور ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتے ہیں، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایمان لانے پر قادر نہیں ہوسکتے۔

کفار کا بے جا مطالبہ اور اس کا جواب

کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آسمان سے کوئی کتاب لے آؤ، مکہ میں باغات لگا دو، اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ میرے نبی آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تم میں سے ایک بشر ہوں، اگرچہ تمہاری طرح کا بشر نہیں ہوں کیونکہ مجھ پر وحی آتی ہے، میرے پاس تمہارے لیے یہی پیغام ہے کہ تمہارا معبود فقط ایک ہی ہے، اسی کی طرف متوجہ رہو، اسی سے استغفار کرو۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ
فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوَىٰ

اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ
سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

قدرتِ باری تعالیٰ کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں، اور مشرکین سے شرک کرنے پر شکوہ فرمایا ہے کہ جو پروردگار اتنی قدرتوں کا مالک ہو اس کے ساتھ کسی کو کس طرح شریک کیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے صرف دو دنوں میں یہ پوری زمین بنائی، پھر اس نے اس میں پہاڑ اور برکتیں اور روزی رکھ دی، نباتات اگا دیے، نہریں چلا دیں، اس کے اندر پانی رکھ دیا، سونا اور چاندی کے ذخائر رکھ دیے، اور یہ سارا کام صرف چار دن میں ہوا۔

پھر اس نے دو دن میں آسمان بنایا، آسمان دھویں کی شکل میں تھا، اللہ نے اس کو موجودہ شکل میں کر دیا، اس کے بعد اللہ نے آسمان و زمین دونوں سے پوچھا کہ تم میرے تکوینی حکم کو خوش ہو کر مانتے ہو یا ناخوش ہو کر، دونوں نے کہا کہ ہم خوش ہو کر آپ کے حکم پر راضی ہیں، تو دو دن میں اللہ نے ساتوں آسمان بنا دیے، اور پھر ہر آسمان میں اپنا امر نافذ کر دیا، پھر اس نے پہلے آسمان پر ستارے، چاند اور سورج لگا دیے، فرمایا یہی اللہ عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ
هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ
لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ
فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾
وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

پیغامِ الٰہی نہ ماننے والوں کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے جنہوں نے اللہ ربّ العزّت کی قدرت کے دلائل دیکھنے کے باوجود راہِ حق کو اختیار نہ کیا اور اللہ ربّ العزّت کے پیغام کو ماننے سے انکار کر دیا تو فرمایا کہ اگر تم نہیں مانتے تو میں تمہیں ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے قوم عاد و ثمود پر عذاب آیا۔

قوم عاد نے جب حق قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان پر تند و تیز ہوا بھیجی گئی جو تقریباً آٹھ دن سات راتوں تک چلتی رہی، جس سے ساری عمارات گر گئیں اور ساری قوم تباہ ہو گئی۔

قوم ثمود کو بھی اللہ رب العزت نے سیدھی راہ دکھائی لیکن انہوں نے گمراہی کو چنا، چنانچہ ایک فرشتے نے ان پر چیخ ماری، اور وہ سب بھی ہلاک ہو گئے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۞ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۞ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۞ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۞ فَإِن يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ۞ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۞

روزِ محشر انسانی اعضا گواہی دیں گے

ان آیات میں اللہ رب العزت نے کفار کی رسوائی اور بے بسی کا منظر بیان فرمایا ہے کہ روزِ محشر اللہ کے یہ دشمن گروہوں کی شکل میں لائے جائیں گے، یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اور اپنے گناہوں کا انکار کریں گے، اللہ ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے اعضا بولیں گے، ان کے ہاتھ، پاؤں اور چمڑے بولیں گے، اور اس شخص کے خلاف گواہی دیں گے، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا اپنے سے ہونے والے جرائم کا اقرار کریں گے، بقول شخصے:

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر
لہو پکارے گا آستیں کا

یہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ میں تمہیں ہی بچانے کے لیے یہ سب کر رہا تھا، تو تم نے میرے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گے کہ ہمیں اللہ رب العزت کی قدرت سے زبان ملی ہے، وہی ہمارا خالق ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تو اس سے غلط بیانی کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ وہ پہلے سے ہر چیز پر عالم ہے۔ بہر حال اعضا کی گواہی کے بعد ان سب کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جہاں ان کی چیخ و پکار سننے والا کوئی نہیں ہوگا اور نہ ان کی معذرت قبول کی جائے گی، بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۞ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۞ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۞ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا اللَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ۞ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

کُفّار کی اِسلام مخالف چالیں

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے کُفّار کی مخالفت اسلام کو بیان فرمایا ہے، اور اس ضمن میں ان کی ایک چال بھی بیان فرمائی ہے جس کو لوگوں کو دین سے روکنے کے لیے وہ اپناتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھیں تو شور مچاؤ، تاکہ تم جیت جاؤ۔ یہی طریقہ کار اور وطیرہ ہر دور میں کافروں اور منافقوں کا رہا ہے کہ ہدایت سے روکنے کے لیے لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تھے تو یہ کافر لوگ سیٹیاں بجاتے تھے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر میں اللہ رَبّ العزّت نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ جو بھی سنتا وہ ایمان لائے بغیر نہ رہ پاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تلاوت فرماتے تھے تو لوگوں کی چیخیں نکل جاتی تھیں، عورتیں، بچے اور غلام جمع ہو جاتے تھے، بیویاں شوہروں سے پوچھے بغیر کلمہ پڑھ لیتی تھیں، اس لیے وہ شور کیا کرتے تھے، تاکہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

اللہ رَبّ العزّت فرماتے ہیں کہ ہم ان کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے، اور ان کو ان کے اس عمل کا سخت بدلہ دیں گے۔

اِستقامت کی فضیلت

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے استقامت والوں اور دین پر جمنے والوں کی فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ان کے لیے بہت بڑی خوش خبری بھی سنائی ہے، فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر اس پر جم گئے، ان کی موت کے وقت ان کے پاس فرشتے آکر خوشخبری سناتے ہیں کہ تم نہ کسی قسم کا خوف کرو اور نہ غم کرو، تمہیں جنّت مبارک ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اس آیت میں ایمان پر استقامت رکھنے والوں کی فضیلت کا بیان ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استقامت کی یہ تعریف منقول ہے کہ اللہ رَبّ العزّت کے تمام اوامر، نواہی اور احکام پر سیدھے جمے رہیں، اور اس سے ادھر ادھر لومڑیوں کی طرح راہ فرار نہ نکالیں۔ (تفسیر معارف القرآن بحوالہ مظہری)

اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ استقامت ایک مختصر لفظ ہے لیکن تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے، جس میں تمام احکامِ الٰہیہ پر عمل اور تمام حرام کردہ امور سے اجتناب شامل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ ایک صحابی حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا کہ یا

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجیے جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "قل آمنت باللہ ثم استقم" یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو اور اس کے تقاضوں کے مطابق اعمال صالحہ بھی سرانجام دیتے رہو۔ (سنن نسائی: ۶/ ۴۵۸)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

سب سے اَحسن کلام "دعوتِ حق" کا کلام ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے تبلیغ اور دعوت دین و دعوت الی اللہ کی فضیلت اور اس کا ایک اہم اصول بیان فرمایا ہے، چنانچہ سب سے پہلے فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت کی طرف دعوت دینے والے شخص کا کلام سب سے اچھا کلام ہے، اس سے اچھا کلام کس کا ہوسکتا ہے۔ اس میں دعوت الی اللہ کی سب صورتیں داخل ہیں، زبان سے، تحریر سے یا کسی اور عنوان سے، اذان دینے والا بھی اس میں داخل ہے کیونکہ وہ دوسروں کو نماز کی طرف بلاتا ہے۔

پھر چونکہ جب تبلیغ کی جاتی ہے تو لوگوں کی طعن و تشنیع اور گالم گلوچ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، تو اسی لیے فرمایا کہ تم گالیوں کا جواب گالیوں سے نہ دو، کیونکہ نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتے، نیکی اپنے اچھے اثرات چھوڑتی ہے، برائی اپنے برے اثرات چھوڑتی ہے، نیکی، نیکی کو کھینچ کر لاتی ہے اور بدی، بدی کو کھینچ کر لاتی ہے، لہٰذا تم درگزر اور معاف کرو، اور احسن انداز میں جواب دو، اس طرز پر تبلیغ کرنے کا اثر یہ ہوگا کہ جو شخص تمہارا دشمن بنا ہوا ہے، کل کو وہی تمہارا دوست بن کر ہدایت پر آجائے گا، لیکن چونکہ یہ کام بہت حوصلہ والا ہے اس لیے یہ کام وہی کریں گے جو صبر والے اور حوصلے والے ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِىٌّ وَّعَرَبِىٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝

''اِلحاد'' کفر کی ایک قسم ہے

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے ایسے افراد کا ذکر کیا ہے جو الحاد کرتے ہیں، الحاد سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں تو قرآن اور اس کی آیات پر ایمان و تصدیق کا دعویٰ کرے لیکن ان کے معانی اپنی طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن و سنت کی نصوص اور جمہور اُمّت کے خلاف ہوں اور جس سے قرآن کا مقصد ہی الٹ جائے۔ مثال کے طور پر اللہ رَبّ العزّت نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ''السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما'' یعنی جو شخص چوری کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اب بعض نام نہاد محقق جو دراصل ملحد ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں چور سے مراد سرمایہ دار ہے، اور آیت میں ہاتھ کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار کا مال چھین لو، اور یہ مطلب نصوص قرآنی اور جمہور اُمّت کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' کہا گیا ہے، تو قادیانی کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا دیں وہ بھی نبی ہے، جبکہ اس آیت کا یہ مطلب جمہور اُمّت میں سے کسی نے بیان نہیں کیا اور نہ ہی یہ مطلب قرآن و حدیث کی دوسری نصوص کے مطابق ہے، تو آیات قرآنیہ کی اس طرح کی تفسیر کرنا اور ان کا من چاہا مطلب بیان کرنا الحاد کہلاتا ہے۔ اللہ رَبّ العزّت نے فرمایا کہ جو لوگ الحاد کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اور وہ امن سے نہیں رہیں گے۔

قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ رَبّ العزّت نے لیا ہے

پھر اللہ رَبّ العزّت نے قرآن پاک کے بارے میں فرمایا کہ باطل نہ اس قرآن کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، کیونکہ یہ اللہ رَبّ العزّت کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل شدہ ہے، اور اسی نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

اور قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں بھیجتے تو قریش عرب جو قرآن کے پہلے مخاطب ہیں ان کو یہ شکایت ہوتی کہ یہ کتاب ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور تعجب سے کہتے کہ نبی تو عربی ہے اور کتاب عجمی ہے جو فصیح نہیں، لہٰذا یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے عربی میں ہی قرآن نازل فرمایا۔

قرآن کی فضیلت

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے قرآن کی فضیلت بیان فرمائی کہ قرآن پاک اہل ایمان کے لیے ذریعہ ہدایت اور روحانی و جسمانی امراض سے شفایابی کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ قرآن کے منکر ہیں دراصل وہ بہرے اور اندھے ہیں، اس لیے قرآن پاک سنتے اور دیکھتے ہی نہیں۔

پارہ نمبر ۲۵

یہ پارہ سورۂ حٰم السجدہ کے بقیہ حصے، سورۂ شوریٰ، سورۂ زخرف، سورۂ دخان اور سورۂ جاثیہ پر مشتمل ہے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ
وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ
قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۗءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝
وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَاۗىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ
اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ
اَنْعَمْنَا عَلَي الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاۗءٍ عَرِيْضٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ
اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

کامل علم صرف اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے علم کے کمال کو بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز کا علم اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے، لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اس کا علم بھی صرف اسی کے پاس ہے، اس کے علاوہ جو پھل بھی اپنے خول سے نکلتا ہے، یا مادہ حاملہ ہوتی ہے یا حمل جنتی ہے ان سب کا علم اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے۔

توحید اور ایمان سے بے بہرہ شخص حریص بھی ہوتا ہے اور نا اُمید بھی

جو شخص توحید اور ایمان سے بے بہرہ ہو تو اس کے اخلاق و اعمال کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی حالت میں یعنی فراخی ہو یا تنگی اس کا دل نہیں بھرتا جو انتہائی حرص کی علامت ہے۔ اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے تو نا امید اور مایوس ہو جاتا ہے جو انتہائی ناشکری اور اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کی علامت ہے، اور جب تنگی دور ہو جائے تو اسے اللہ ربّ العزّت کی مہربانی نہیں سمجھتا بلکہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ملنا ہی تھا، یہ میری محنت اور ذہانت کا نتیجہ ہے، اس میں انتہائی ناشکری اور تکبر ہے۔ اور اس تکبر میں وہ قیامت تک کا انکار کر دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ اوّل تو قیامت آئے گی ہی نہیں، اور اگر بالفرض آ بھی گئی تو میرے لیے وہاں بھی بہتری ہی ہو گی، کیونکہ میں اسی کا مستحق ہوں۔ حالانکہ یہ محض دھوکا ہے۔ اسے قیامت میں سخت عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

قدرتِ خداوندی کی نشانیاں حق ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ مکہ کے ان کافروں کو ہم عنقریب اس جہانِ رنگ و بو میں بھی اور

خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھا دیں گے، جس سے انہیں یقین ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، اور اللہ رَبُّ العزّت نے انہیں وہ نشانیاں بدر میں دکھا دیں، جب یہ قتل ہوئے اور انہوں نے فرشتوں کو اُترتے دیکھا تو جان گئے کہ حضور سچے نبی ہیں، اور پھر پورے عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو گئی، مکہ بھی فتح ہو گیا، عرب کے یہودی بھی شکست کھا گئے، تو اللہ نے یہ نشانیاں دکھا کر ثابت کر دیا کہ دین سچا ہے، توحید کا عقیدہ سچا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ رَبُّ العزّت نے صداقت قرآن کا مضمون بیان فرما کر کُفّار کی ہٹ دھرمی اور ضد وعناد کو بیان فرمایا، اور انہیں ان کے انجام بد کی وعید سنائی۔

۲۔آیات قدرت، آسمان و زمین کی تخلیق اور ان دونوں کا بطوع ورغبت اللہ رَبُّ العزّت کے احکام کی اطاعت کرنے کو بیان فرما کر کُفّار کو تنبیہ کی کہ اگر تم اب بھی نہ مانے تو تم پر قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح عذاب نازل ہوگا۔

۳۔ اس سورت میں کُفّار اور مجرمین کی بے بسی اور رسوائی کو بھی بیان فرمایا۔ روز قیامت جب سب لوگ اللہ رَبُّ العزّت کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو کوئی بھی اللہ رَبُّ العزّت کے سامنے اپنے گناہوں سے انکار نہیں کر سکے گا، کیونکہ اگر کوئی زبان سے انکار کر بھی دے تو اس کے اعضا ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

۴۔کُفّار کی ضد اور عناد کو بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لیے ان کے حیلے بیان کیے، کہ وہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے تھے تا کہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل نہ ہو سکیں۔

۵۔اس سورت میں اللہ رَبُّ العزّت نے ایمان اور استقامت کی فضیلت بیان فرمائی، اور استقامت والوں کو جنّت کی بشارت بھی سنائی۔

۶۔اس سورت میں دعوت الی اللہ اور دعوت الی الدین کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس ضمن میں داعی کے لیے دعوت کے کچھ اُصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۷۔سورت کے آخر میں اللہ رَبُّ العزّت نے انسان کی فطرت بیان فرما کر اس سے شکوہ کیا ہے کہ جب اس کو کوئی نعمت مل جائے تو ناشکری کرتے ہوئے اسے اپنی محنت کا پھل قرار دیتا ہے اور جب اس پر کوئی تنگی آئے تو ناامید، مایوس اور اللہ رَبُّ العزّت سے بدگمان ہو جاتا ہے۔

تمت سورة حم السجدة بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں یہ سورت بیالیس (۴۲) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا باسٹھ (۶۲) نمبر ہے، اس کے پانچ رُکوع اور ترپن (۵۳) آیات ہیں۔

سورت کے نام اور وجۂ تسمیہ

۱۔ **شوریٰ:** اس سورت کا نام "سورۃ الشوریٰ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں اہلِ ایمان کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ اہلِ ایمان کے باہمی معاملات مشورے سے طے ہوتے ہیں، "شوریٰ" کا معنی مشورہ ہے، جو اسلامی حکومت کا اہم ستون ہوتا ہے، کیونکہ اسلامی حکومت کا نظام شورائی طرز پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام "سورۃ الشوریٰ" رکھا گیا ہے۔

۲۔ **حٰمٓ عٓسٓقٓ:** اس سورت کا نام "سورۂ حم عسق" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت کا آغاز اللہ ربّ العزّت نے انہیں کلمات مبارکہ سے فرمایا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں توحید باری تعالیٰ، صداقت قرآن اور اثبات قیامت کا ذکر تھا، اس سورت میں بھی یہی مضامین مذکور ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت میں وحدتِ اُمّت اور تمام کاموں میں مشورہ کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے کہ یہ اُمّت وحدت اور اتحاد کا مظاہرہ کرے اور باہمی مشورے سے تمام معاملات سرانجام دے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ رُوئے ارض کا مرکز ہے۔

۲۔حسد اور ظلم ہلاکت اور تفرقہ کا باعث ہیں۔

۳۔اچھی نیت اور آخرت کی امید رکھنے کی فضیلت اس سورت میں بیان کی گئی ہے۔

۴۔گناہ تکلیف اور مصیبتوں کا باعث بنتے ہیں۔

۵۔وحی الٰہی کی اقسام بھی اس سورت میں بیان کی گئی ہیں۔

۶۔اس سورت میں ان مومنین کی صفات کا بھی ذکر ہے جو اللہ ربّ العزّت کے دین کے قیام اور بقاء کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ضمن میں ان کی درج ذیل صفات ذکر کی گئی ہیں:

۱۔عقیدے کی درستگی۔

۲۔گناہوں سے اجتناب۔

۳۔پاکیزہ اخلاق بالخصوص درگزر کردینے والی صفت سے متصف ہونا۔

۴۔اللہ ربّ العزّت کے احکامات پر استقامت۔

۵۔حقوق اللہ (نماز) اور حقوق العباد (زکوٰۃ) کی ادائیگی کا التزام کرنا۔

۶۔باہمی امور کا مشورہ کے ساتھ طے کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ
حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ
حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٨ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُـحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٩

اللہ ربّ العزّت کے رُعب وجلال سے آسمان کانپتا ہے

’’حٰم عسق ‘‘ یہ حروف مقطعات ہیں، جن کا مفہوم اللہ ربّ العزّت ہی جانتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے صداقت قرآن کو بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نازل کردہ ہے جو غالب ہے، حکمتوں والا ہے اور آسمان وزمین کا مالک ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فرشتوں کی کثرت اور ان کے بوجھ سے اور اللہ ربّ العزّت کے رعب وجلال کی وجہ سے یوں

لگتا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا، کیونکہ فرشتے آسمان میں بہت کثرت سے ہیں، حدیث مبارکہ میں ہے کہ ”آسمان چرچراتا ہے، اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے، کیونکہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ اللہ کے سامنے سجدہ میں نہ جھکا ہوا ہو“ (سنن الترمذی: ۵۵۶ / ۴) اور وہ فرشتے اللہ ربّ العزّت کی تسبیح اور تحمید کرتے ہیں، اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، اہل زمین کے لیے استغفار کرنے کے دو مطلب ہیں:

۱- اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ ہم میں سے جو اہل ایمان ہیں ان کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں جیسا کہ گزشتہ سورت میں بھی اس کا ذکر آیا تھا کہ اللہ کے عرش کے اردگرد جو فرشتے ہیں وہ تسبیح و حمد کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

۲- بعض مفسرین نے فرمایا یہاں ”من فی الارض“ سے مراد روئے ارض کے سب لوگ ہیں اور یہ فرشتے عرش والے نہیں، عرش والوں کے علاوہ آسمان کے دیگر فرشتے ہیں اور یہ پوری زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، اور استغفار سے مراد یہ ہے کہ زمین والوں کے لیے رزق کی دُعا مانگتے ہیں۔

مکہ مکرمہ رُوئے ارض کا مرکز ہے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کرنے کی غرض بیان فرمائی اور اسی ضمن میں مکہ مکرمہ کی فضیلت اور شان بھی بیان فرمادی کہ اے میرے حبیب! جس طرح تم سے پہلے انبیاء پر وحی الٰہی آتی رہی، اسی طرح آپ پر بھی ہم نے یہ قرآن نازل فرمایا جو عربی زبان میں ہے تا کہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے اردگرد والوں کو یعنی مشرق و مغرب سمیت تمام اطراف عالم والوں کو اللہ ربّ العزّت کے احکام اور اس کے عذابوں سے اور قیامت کے دن سے آگاہ کردیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پوری دنیا کے لیے ہے۔

اس آیت میں مکہ مکرمہ کو ”اُمّ القریٰ“ کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے: ”وہ بستی جو تمام بستیوں کی اصل اور مرکز ہو۔“ مکہ مکرمہ کو ”اُمّ القریٰ“ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل اور بہتر ہے اور دنیا کے تمام شہروں کا مرکز بھی ہے، مکہ مکرمہ کو اللہ ربّ العزّت نے بہت عزت اور مقام بخشا ہے، اور اس کی بہت سی فضیلتیں قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> اے مکہ! قسم ہے اللہ ربّ العزّت کی، تو اللہ کی ساری زمین سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب اور افضل ہے، اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ (سنن ترمذی: ۷۲۲ / ۵)

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ

وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا
تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا
الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا
أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ
فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ اللَّهُ
الَّذِي أَنزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا
يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي
ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

اگر آپس میں اختلاف ہوجائے تو معاملہ اللہ کے سپرد کردو!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف ہوجائے تو اس کا فیصلہ اللہ ربّ العزّت پر چھوڑ دو، کیونکہ اصل حکم صرف اللہ ربّ العزّت کی ذات کا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

''ان الحکم الا للہ'' فیصلہ صرف اللہ ربّ العزّت کا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے عقائد اور اخلاقیات ایک ہی تھے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو بھی وہ دین دیا ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک اور متفق علیہ ہے، آیت میں انبیائے کرام علیہم السلام میں سے پانچ (حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر فرمایا، ان پانچوں انبیائے کرام علیہم السلام کا شمار اولوالعزم انبیاء میں ہوتا ہے۔ ان انبیاء علیہم السلام میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ میں بھی انہیں پانچ پیغمبروں کا یوں ذکر فرمایا گیا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا
مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ (الأحزاب)

تو اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ وہ دین جس میں سب انبیاء علیہم السلام مشترک اور متحد ہیں اس دین کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف اور تفرقہ نہ ڈالو، دین سے مراد اصول اور عقائد یعنی توحید، رسالت، آخرت پر

ایمان وغیرہ ہیں، اسی طرح چوری، ڈاکہ، زنا، جھوٹ، فریب، دوسروں کو بلاوجہ ایذاء دینے اور عہد شکنی کی حرمت وغیرہ جیسے احکام ہیں جو سب ادیانِ سماویہ میں مشترک چلے آرہے ہیں، جبکہ بعض فروعی احکامات میں انبیاء کی شریعتوں کے درمیان جزوی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔حدیث پاک میں آتا ہے:

وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ. (صحیح البخاری،ص:۳۵۳)

ترجمہ:- انبیاء باپ شریک بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ الگ ہیں جبکہ ان کا دین ایک ہے۔یعنی سب انبیاء توحید کے قائل ہیں لیکن ہر نبی کی شریعت اور فروعی احکام جدا جدا ہیں۔

سورۂ مائدہ میں اللہ ربّ العزّت نے یہی مضمون بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا“ (المائدۃ:۴۸) یعنی ہم نے ہر اُمّت کے لیے الگ شریعت اور الگ راستہ مقرر کیا ہے۔

ایک آیت......دس اَحکام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ، وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ، وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ، وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ، وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ، اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ، لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ، لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا، وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۝

یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے اور ہر جملہ خاص احکام پر مشتمل ہے، اس کی نظیر پورے قرآن میں ایک آیۃ الکرسی کے علاوہ کوئی نہیں۔ذیل میں ان دس احکام کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے:

۱- فلذلك فادع: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلا حکم یہ دیا گیا کہ اگرچہ مشرکین پر آپ کی دعوت توحید گراں گزرتی ہے مگر اس کی وجہ سے آپ اپنی دعوت نہ چھوڑیں، بلکہ انہیں جملہ انبیاء علیہم السلام کے مشترکہ عقیدہ کی دعوت دیتے رہیں۔

۲- واستقم کما امرت: آپ اس دین پر استقامت اختیار کریں جس کی دعوت لوگوں کو دیتے ہیں اور یہ استقامت ایسی ہونی چاہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے یعنی تمام احکام عقائد، اعمال، اخلاق و عادات اور معاشرت میں اعتدال پر رہیں، کسی طرف افراط و تفریط کا ادنیٰ میلان نہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے دشوار حکم استقامت کا ہی تھا، کیونکہ جیسی استقامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلوب تھی وہ کوئی آسان کام نہیں تھا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے سفید بال آجانے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”شیبتنی هود“ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا، سورۂ ہود میں بھی یہی حکم انہی الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔(معارف القرآن: ج۴،ص۶۷۰) بعض مفسرین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر اس حکم استقامت نے توڑ کر رکھ دی تھی۔جس کا ذکر سورۂ الم نشرح میں یوں کیا گیا ہے ”الذی انقض ظهرك“۔

۳۔ولا تتبع اھواءھم: آپ اپنے فریضہ تبلیغ میں کسی مخالف کی پروانہ کریں۔

۴۔قل آمنت بما انزل اللہ من کتاب: آپ اعلان فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں، میرا ان سب پر ایمان ہے۔

۵۔امرت لاعدل بینکم: میرے پاس جو معاملات باہمی جھگڑوں کے آئیں ان کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان میں عدل وانصاف سے کام لوں۔

۶۔اللہ ربنا وربکم: یعنی اللہ ہم سب کا پالنے والا ہے، اس کی ربوبیت کا اقرار کریں

۷۔لنا اعمالنا ولکم اعمالکم: ہمارے اعمال ہمارے کام آئیں گے، تمہیں اس سے کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچے گا اور تمہارے اعمال تمہارے کام آئیں گے ہمیں اس سے کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچے گا۔

۸۔لا حجۃ بیننا وبینکم: حجت سے مراد بحث ومباحثہ ہے، مراد یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر تم (کفار مکہ) عناد سے کام لیتے ہو تو اب گفتگو فضول ہے، ہمارے اور تمہارے درمیان اب کوئی بحث نہیں۔ یہ حکم جہاد سے قبل تھا۔ حکم جہاد آ جانے کے بعد ایسے احکام منسوخ ہو گئے۔ اب منکرین توحید کے لیے شروط وقیود کے ساتھ جہاد کا حکم ہے۔

۹۔اللہ یجمع بیننا: قیامت کے روز اللہ ربّ العزّت ہم سب کو جمع فرمائیں گے اور ہر ایک عمل کا بدلہ دیں گے۔

۱۰۔الیہ المصیر: ہم سب کو اللہ ربّ العزّت کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

رِزق میں وسعت کا مجرّب قرآنی نسخہ

اس رُکوع کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا: ”اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝“ کہ اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، وہ جسے چاہتے ہیں خاص رزق عطا فرماتے ہیں، وہ طاقتور اور غالب ہیں۔

یہ سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۹ ہے۔ ہمارے بزرگوں کا اس آیت کے بارے میں تجربہ ہے کہ کوئی شخص اگر فرض نماز کے بعد ستر مرتبہ اس آیت کو پڑھ لے تو اللہ ربّ العزّت اس کے رزق میں برکت عطا فرمائیں گے اور اس کے رزق میں وسعت ہو جائے گی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي
الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰۗؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ
الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا
وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ
اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

شَكُوْرٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اللہ ربّ العزّت اِنسان کو اس کے اِرادے پر ہی چلاتے ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ہم ہر ایک سے اس کے ارادے کے مطابق پیش آتے ہیں، اگر کوئی شخص آخرت کا طالب ہو اور آخرت کے لیے کھیتی بوئے یعنی نیک اعمال کرے تو ہم اس کی کھیتی کو پھل لگاتے ہیں اور اس کی کھیتی میں اضافہ فرما دیتے ہیں، یعنی اس کے اعمالِ صالحہ کا دگنا اجر عطا فرماتے ہیں، اور اگر کوئی شخص دنیا کا طالب ہو یعنی سارے اعمال کا مقصد دنیا کا نفع اور ساز و سامان کا حصول ہو، آخرت کے لیے کوئی کوشش نہ کرے تو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیتے ہیں، لیکن آخرت میں سے اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ آخرت کی کھیتی کا طالب مسلمان جبکہ محض دنیا کا طالب کافر ہوتا ہے، کافر کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے کُفّار اور مومنین کے انجام کو بیان فرمایا کہ کُفّار اور مشرکین کو آپ بروز قیامت دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے، جبکہ وہ وبال ان پر ضرور پڑے گا۔

اس کے برعکس جو لوگ مومن ہوں گے ان کے لیے جنّت کے باغات اور من چاہی نعمتیں ہوں گی۔

داعی کا اِخلاص

مومنین کا انجامِ خیر بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنے حبیب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا کہ اے میرے حبیب! آپ ان سے فرما دیجیے کہ میں جو تمہیں دین کی دعوت دیتا ہوں اس پر تم سے کوئی اجرت اور فیس نہیں مانگتا، میں بس اتنا کہتا ہوں کہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں، میری اور تمہاری قرابت بھی ہے، اور اس قرابت کے ناطے میرے تم پر کچھ حقوق ہیں، سو اگر تم میری نبوّت کا اقرار نہیں کرتے تو کم از کم میری رشتہ داری کا حق تو ادا کر دو، اور میرے ساتھ اس برے سلوک اور رویے سے باز آجاؤ۔ دین کے داعی کو اس طرح کا اخلاص اختیار کرنا چاہیے کہ دین کی دعوت بغیر معاوضہ اور بغیر کسی دنیوی لالچ و حرص کے دی جائے۔ ایسی دعوت ہی پر تاثیر اور مفید ہوتی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اسی اخلاص سے دعوتِ دین دیتے رہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۗ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

ترغیب وطریق توبہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے بندوں کو توبہ کرنے کی ترغیب دی ہے اور خوشخبری دی کہ میں تمہاری توبہ قبول کروں گا اور تمہارے گناہ بخش دوں گا۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں کسی گناہ سے باز آنے کو توبہ کہتے ہیں۔ توبہ کے صحیح اور معتبر ہونے کے لیے تین شرائط ہیں اور وہی توبہ کی حقیقت ہے:

۱۔ جس گناہ میں مبتلا ہے اس کو فوراً ترک کر دے۔

۲۔ ماضی میں جو گناہ ہوا اس پر نادم اور شرمندہ ہو۔

۳۔ آئندہ اسے ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے اور اگر کوئی شرعی فریضہ چھوڑا ہو تو اسے ادا یا قضا کرنے میں لگ جائے، اور اگر گناہ حقوق العباد سے متعلق ہے تو اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا مال اس پر واجب ہے اور وہ شخص زندہ ہے تو اسے وہ مال لوٹائے یا اس سے معاف کرائے اور اگر وہ زندہ نہیں ہے اور اس کے ورثہ موجود ہیں تو ان کو لوٹائے، اگر ورثاء بھی نہیں ہیں تو بیت المال میں داخل کرائے، بیت المال بھی نہیں ہے یا اس کا انتظام صحیح نہیں ہے تو اس کی طرف سے صدقہ کر دے، اور اگر کوئی غیر مالی حق کسی کا اپنے ذمہ واجب ہو مثلاً کسی کو ناحق ستایا ہو، برا بھلا کہا ہو یا اس کی غیبت کی ہو تو اسے جس طرح ممکن ہو راضی کر کے اس سے معافی حاصل کرے۔ اس طرح توبہ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی بندہ جنگل و بیابان میں ہو اور اس کا سامان خورد و نوش اس کی سواری پر بندھا ہوا ہو اور اس کی سواری گم ہو جائے، وہ سواری سے مایوس ہو کر کسی درخت کے نیچے (موت کے انتظار میں) لیٹ جائے کہ اتنے میں اس کی سواری واپس آجائے اور یہ سواری کی لگام پکڑ کر خوشی کی انتہا میں بھول کر یہ کہہ دے کہ اے ربّ! تو میرا بندہ، میں تیرا ربّ۔ (صحیح مسلم: ۲۱۰۴/۴) تو جیسے یہ بندہ خوش ہوتا ہے ایسے ہی باری تعالیٰ بندہ کی توبہ پر خوش ہوتے ہیں۔

دولت کی فراوانی فتنے کا باعث ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنے خوبصورت نظام معیشت اور اس کی ایک حکمت کو بیان فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے دنیا میں سب انسانوں کو برابر رزق نہیں دیا اور نہ ہی ہر انسان پر رزق اور نعمتوں کی فراوانی فرمائی ہے، اس لیے کہ اگر سب پر ہر قسم کے رزق اور نعمتوں کی فراوانی کر دی جاتی تو انسانوں کا ایک دوسرے پر ظلم بڑھ جاتا، کیونکہ دولت کی فراوانی کی وجہ سے کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا اور نہ کوئی کسی سے دبتا، دوسری طرف دولت مندی کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنا ہی حرص و ہوس میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک دوسرے کے املاک پر قبضہ جمانے کے لیے زور زبردستی بھی بڑھ جاتی، لڑائی جھگڑے، سرکشی اور دوسری بداعمالیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتیں، اس

لیے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو ہر قسم کا رزق دینے کے بجائے ان نعمتوں کو اپنے بندوں پر ایک خاص اندازے سے تقسیم فرمایا ہے کہ کسی کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، کوئی صحت و قوت میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے، کوئی حسن و جمال سے مالا مال ہے، کسی کے پاس علم و حکمت دوسروں سے زیادہ ہے، غرض ہر شخص کسی نہ کسی چیز کے لیے دوسروں کا محتاج ہے، اور اسی ایک دوسرے کے محتاج ہونے پر تمدن کی عمارت قائم ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

”گناہ“ تکالیف و پریشانیوں کا باعث بنتے ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو جو بھی تکلیف و مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس کے اعمال اور گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور ہر گناہ کی سزا اللہ ربّ العزّت نہیں دیتے بلکہ اکثر گناہ اللہ ربّ العزّت معاف فرما دیتے ہیں۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح جسمانی تکلیفیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں اسی طرح باطنی امراض بھی کسی گناہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ آدمی سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے تو وہ دوسرے گناہوں میں مبتلا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور ان تکالیف و مصائب سے بچاؤ کا حل توبہ اور استغفار ہے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

دُنیوی مال و متاع محض زندگی سے لطف اندوز ہونے کا ذریعہ ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے دنیا کی نعمتوں اور اس کی دولت و رنگینیوں کا ناقص اور فانی ہونا اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کا کامل اور دائمی ہونا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ تمہیں دنیا کی نعمتوں میں سے جو بھی ملا ہے وہ محض دنیوی زندگی برتنے اور گزارنے کے لیے ہے، جو زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ختم ہو جائے گا، جبکہ جو اجر و ثواب اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے وہ اس سے کئی گنا بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

مومنین کے چند اَوصاف

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے جس اجر وثواب کا وعدہ فرمایا تھا اس کے لیے اولین شرط ایمان ہے، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں، اس لیے سب سے پہلے ایمان کا ذکر فرمایا، اس کے بعد چند خاص اعمال کا ذکر فرمایا جو اجر وثواب کے حصول میں معاون ثابت ہوتے ہیں، اور وہ ذیل میں درج ہیں:

۱-علی ربھم یتوکلون: یعنی ہر کام اور ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ رکھیں، اس کے سوا کسی کو حقیقی کارساز نہ سمجھیں۔

۲-الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش: جو کبیرہ گناہوں سے خصوصاً بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرنے والے ہیں۔

۳-واذا ما غضبوا ھم یغفرون: یعنی جب وہ غصہ میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ یہ حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے، کیونکہ کسی کی محبت یا کسی پر غصہ یہ دونوں چیزیں جب غالب آتی ہیں تو اچھے بھلے عاقل شخص کو اندھا بہرا کر دیتی ہیں۔

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم کا عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زمین اکٹھی تھی، ایک دفعہ ان دونوں حضرات کے دونوں کے مزارع آپس میں لڑ پڑے، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مزارع نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں آ کر شکایت کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مزارع نے ہمیں مارا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے حاکم تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اگر آج کے بعد آپ کے مزارع نے میرے مزارع کو مارا تو اچھا نہیں ہوگا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب وہ خط پہنچا تو انہوں نے اپنی شوریٰ کے لوگ بلائے اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ یہ خط آیا ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے، اس کو کیا جواب دوں؟ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت آپ سنتری بھیج کر گرفتار کروالیں، آپ نے فرمایا: تم میری شوریٰ کے قابل نہیں ہو، اور اس کو نکال دیا، پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اے اللہ کے رسول کے حواری اور ساتھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے! آپ کا خط مجھے پہنچا ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ کے مزارع کے ساتھ میرے مزارع نے زیادتی کی ہے، اگر میں آپ کے قریب ہوتا تو حاضر ہو کر معافی مانگتا لیکن چونکہ میں دور ہوں اس لئے میں معافی بھی مانگ رہا ہوں اور یہ جو میری زمین ہے جس کی وجہ سے آپ کے مزارع کو تکلیف پہنچی، میں یہ ساری زمین آپ کو ہدیہ میں پیش کرتا ہوں، قبول کر لیجیے۔

۴- الذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ: اللہ ربّ العزّت کی طرف سے جو حکم ملے اسے فوراً بغیر چوں چرا

قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائے، چاہے وہ حکم اپنی طبیعت کے موافق ہو یا مخالف، ہر حال میں اس کی تعمیل کرے۔

۵-**واقاموا الصلوٰۃ**: اور یہ لوگ نماز کو اس کے تمام واجبات اور آداب کے ساتھ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

۶- **وامرھم شوریٰ بینھم**: ان کے کام آپس کے مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔

''مشورے'' کی اہمیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں قرآن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آپ سے بھی اس کا کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کیسے عمل کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> اس کے لیے میری اُمّت کے عبادت گزاروں کو (اور بعض روایات میں ہے کہ فقہاءِ کرام کو) جمع کرلو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کرلو، کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ (معارف القرآن)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت فرمادے گا، یعنی اس کا رخ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لیے انجام کار خیر اور بہتر ہو۔ (المعجم الاوسط: ۱۸۱/ ۸)

۷-**مما رزقنٰھم ینفقون**: یعنی وہ لوگ اللہ ربّ العزّت کے دیے ہوئے رزق میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں، جس میں زکوٰۃ، فرض اور نفلی صدقات سب شامل ہیں۔ اسی طرح اس آیت کے مفہوم میں مال کے علاوہ علم اور حکمت بھی شامل ہے، یعنی جو اللہ ربّ العزّت کے دیے ہوئے علم اور حکمت میں سے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

۸- **والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون**: جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ برابر کا انتقام لیتے ہیں، اس میں حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ کیونکہ قانونِ فطرت ہے کہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہے، یعنی جتنا کوئی تمہارا نقصان کرے تم اس سے اتنا ہی بدلہ لو، یہ عدل اور انصاف کا راستہ ہے، لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور اصلاح کا راستہ اختیار کرے تو اللہ ربّ العزّت اسے اس عمل پر اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ
سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

دُنیا کی لذتوں کے طلب گار کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے جو مومنین صالحین کے برعکس فکر آخرت کرنے کے بجائے صرف دنیا کی لذت اور راحت کے طلبگار رہے۔ تو فرمایا کہ ایسے لوگ بڑی ذلت کے ساتھ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے، ان کی نگاہیں اور جسم جھکے ہوئے ہوں گے، اور ان کو ہمیشہ کے عذاب میں جھونک دیا جائے گا، جہاں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ لہٰذا تم اپنے رب کا حکم مان لو اور قیامت کا عذاب آنے سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ
يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۞ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا
وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۞

قدرتِ خداوندی کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کی ملکیت صرف اللہ ربّ العزّت کی ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور وہ ہر چیز کا خالق ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز بنانے پر اس کو پوری قدرت حاصل ہے، وہ جب چاہے جو چاہے پیدا فرما دیتا ہے، اسی سلسلہ میں انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا کہ وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں دے دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے، کسی کو بیٹا اور بیٹی دونوں دے دیتا ہے تو کسی کو بالکل بانجھ کر دیتا ہے کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔

فائدہ:- اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے بچوں کی تقسیم میں پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا ہے، لڑکوں کا ذکر بعد میں ہے، اسی وجہ سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

وحی کی اقسام

آیت مبارکہ "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ" دراصل یہود کے ایک اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی، یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لے آئیں جبکہ آپ نہ خدا کو دیکھتے ہیں اور نہ ان سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کلام کرتے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ تو اللہ رَبّ العزّت نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ کلام کرنا اس دنیا میں ممکن نہیں ہے، خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ رَبّ العزّت سے بالمشافہ کلام نہیں کیا بلکہ پس پردہ آواز سنی۔

اس آیت میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ کسی بشر سے اللہ رَبّ العزّت کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- **وحیًا**: یعنی کسی مضمون اور بات کو دل میں ڈال دینا، یہ جاگتے ہوئے بھی ہوسکتا ہے اور نیند میں بصورت خواب بھی، جیسا کہ بہت سی احادیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”القی فی روعی“ میرے دل میں یہ بات القاء کی گئی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں، ان میں شیطانی تصرف نہیں ہوسکتا۔

۲- **من وراء حجاب**: یعنی جاگتے ہوئے کوئی کلام پس پردہ سنے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ رَبّ العزّت کا کلام سنا مگر زیارت نہیں ہوئی۔

۳- **یرسل رسولًا**: یعنی کسی فرشتہ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام وغیرہ کو کلام دے کر بھیجا جائے اور وہ رسول کو پڑھ کر سنا دے، یہی طریقہ عام رہا ہے، قرآن مجید پورا اسی طرح نازل ہوا ہے۔ فرشتہ کبھی اپنی شکل میں آتا، کبھی انسانی شکل میں، کبھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شکل میں تو کبھی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی شکل میں آتا تھا اور اللہ رَبّ العزّت کا پیغام آپ کو پہنچا دیتا تھا۔

قرآنِ کریم سے ہی رُوحانی زندگی وابستہ ہے

سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس طرح بشر کے ساتھ ہمارے ہم کلام ہونے کا طریقہ ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھی اپنی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے۔ اس آیت میں وحی کو روح سے تعبیر کیا، جس کی وجہ ظاہر یہ ہے کہ روح دراصل زندگی کا ذریعہ ہے، تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وحی اور قرآن تمہاری روحانی اور ایمانی زندگی کا ذریعہ ہے، جس طرح تمہاری مادی زندگی کا انحصار پانی پر ہے اسی طرح تمہاری روحانی زندگی کا انحصار قرآن پاک پر ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے صداقت قرآن بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی قدرت اور توحید کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں، نیز شرک کی تردید اور معبودان باطلہ کا عجز بھی بیان فرمایا ہے۔

۲- حضرت آدم علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک تھا، ان سب کے عقائد اور اصول مشترک تھے، البتہ فروعی احکامات میں تمام شریعتوں کے درمیان جزوی اختلاف پایا جاتا رہا ہے۔

۳- انسان کو جو بھی تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے، اس کی وجہ اس کے اپنے اعمال اور گناہ ہوتے ہیں، جس سے بچاؤ کی صورت توبہ اور استغفار کرنا ہے۔

۴- اس سورت میں مؤمنین کی چند صفات بھی ذکر کی گئی ہیں جن میں اللہ ربّ العزّت پر توکل، کبیرہ اور فحش گناہوں سے اجتناب، غصہ پر قابو، اللہ ربّ العزّت کے جملہ احکام کی پاسداری، نماز کی ادائیگی، باہمی معاملات کا مشورہ سے طے کرنا اور اللہ ربّ العزّت کے عطا کردہ رزق اور علم وفہم سے راہِ خدا میں خرچ کرنا شامل ہیں۔

۵- اولاد کی تقسیم اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے صرف بیٹے عطا فرماتا ہے، جسے چاہتا ہے صرف بیٹیوں سے نوازتا ہے، جسے چاہتا ہے دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے، انسان کو ہر حال میں اللہ ربّ العزّت کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے۔

۶- دنیا میں کسی بشر کے لیے اللہ ربّ العزّت سے بالمشافہ کلام کرنا ممکن نہیں ہے، بلکہ اللہ ربّ العزّت خود جس سے چاہتے ہیں کلام فرماتے ہیں، اور اس کے لیے کبھی دل میں بات ڈال دیتے ہیں، کبھی پس پردہ صرف آواز سنا دیتے ہیں تو کبھی فرشتے کے ذریعہ کلام بھیج دیا جاتا ہے۔

تمت سورۃ الشوریٰ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ الزُّخْرُف

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے (۴۳) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے تریسٹھ (۶۳) نمبر پر ہے۔ سات رُکوع اور نواسی (۸۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

"زخرف" سونے کو کہتے ہیں، اس سورت کا نام "زخرف" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں سونے اور دنیا کی زیب وزینت اور اس کے ساز وسامان کے فتنوں کا ذکر ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں آخرت کی طرف متوجہ رہنے اور دنیا سے بچنے کی ترغیب تھی، اس سورت میں دنیا کی رنگینیوں اور اس کے مال ودولت کے دھوکا میں آنے سے بچنے کی ترغیب ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "دنیا اور اس کی رنگینیوں کے فتنے سے ڈرانا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکینِ مکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے پر وعید سنائی ہے، اور اس ضمن میں ان سے پہلے انبیائے کرام کے جھٹلانے والوں کا انجام بھی ان کو یاد دلایا ہے۔

۲- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل اور اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں، جس میں آسمان وزمین کی پیدائش، بارش کا آنا، سمندروں کا سینہ چیرتی کشتیاں اور سواریاں وغیرہ شامل ہیں۔

۳- اس سورت میں جاہلیت کے چند رسوم اور عقائد باطلہ کو بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ان کا نظریہ تھا کہ فرشتے اللہ ربّ العزّت کی بیٹیاں ہیں، تو ان کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔

۴- اس سورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شرک اور بتوں سے اعراض اور اعلان براءت کا بھی ذکر ہے۔

۵- اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں اپنا فضل فرماتے ہیں، لیکن دنیوی مال و دولت اور عہدے اللہ ربّ العزّت کے نزدیک مقبولیت کا معیار نہیں ہیں۔

۶- اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکش فرعون کا تذکرہ بھی مذکور ہے، نیز یہ بھی کہ فرعون دنیوی مال و دولت، عہدے اور بادشاہت کی وجہ سے دھوکے میں آ گیا تھا۔

۷- اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بھی مذکور ہے، نیز یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قربِ قیامت دوبارہ دنیا میں نزول فرمانا قیامت کی نشانی ہے۔

۸- آخرت کی نعمتوں اور اللہ ربّ العزّت نے مومنین کے لیے جو اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے، اس کا تذکرہ بھی اس سورت میں شامل ہے، جبکہ کفّار کے ٹھکانے کا تذکرہ بھی اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٣ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ
حَكِيْمٌ ۝٤ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝٥ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي
الْاَوَّلِيْنَ ۝٦ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝٩ الَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٠ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ
فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝١١ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ
وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝١٢ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا
سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝١٣ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝١٤ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۚ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١٥

مبلغ اور داعی کو مایوس نہیں ہونا چاہیے

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی قسم کھا کر اس کی صداقت اور حقانیت کو بیان فرمایا، اور قرآن مجید کو واضح کتاب فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وعظ و نصیحت پر مشتمل مضامین بآسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں، لیکن جہاں تک اس سے احکامِ شرعیہ کے استنباط کا تعلق ہے وہ بلاشبہ ایک مشکل کام ہے جو اجتہاد کی پوری صلاحیت کے بغیر سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ کیا ہم تم سے اس نصیحت بھرے قرآن کو صرف اس وجہ سے ہٹا لیں گے

کہ تم اپنی سرکشی اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کر رہے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ ہم تمہیں قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دعوت و تبلیغ کا کام کرتا ہو اسے ہر شخص کے پاس پیغامِ حق لے کر جانا چاہیے، اور کسی جماعت یا گروہ کو اس بنا پر تبلیغ کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے کہ وہ بے دین یا فاسق و فاجر ہیں۔

اللہ ربّ العزّت کی قدرت کے چند نمونے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے اور دلائل بیان فرمائے ہیں، جن سے اللہ ربّ العزّت کی توحید ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے آسمان و زمین کی تخلیق فرمائی، زمین کو بچھونا بنایا، زمین میں راستے بنائے، آسمان سے بارش برسائی، مردہ زمین کو زندہ کیا، ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا، بحر و بر میں سفر کے لیے سواریوں کا انتظام فرمایا، سمندر کے سینے پر کشتیاں چلائیں، خشکی پر جانور اور دیگر سواریاں مہیا فرمائیں، تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکو، اور ہر نعمت کی طرح اس نعمت پر اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا کرو اس کا ایک شکر یہ ہے کہ جب اس پر سواری کرنے لگو یہ دُعا پڑھو: ''سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ'' جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! تیری ذات کس قدر پاک ہے کہ تو نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر فرما دیا ورنہ آپ کی مدد کے بغیر ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور بالآخر ہمیں آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۝

بیٹی کی پیدائش پر غمگین ہونا کافرانہ طرزِ عمل ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کے ایک باطل عقیدہ کی تردید فرمائی ہے، کفّار کا نظریہ یہ تھا کہ وہ فرشتوں کو اللہ ربّ العزّت کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، تو اللہ ربّ العزّت نے انہیں فرمایا کہ تم اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو جبکہ اللہ ربّ العزّت کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو، تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو تمہارے چہرے کا رنگ اتر جاتا ہے، اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہو تو حیرت ہے کہ جس چیز کو خود ناپسند کرتے ہو اسے اللہ ربّ العزّت کی طرف کیسے منسوب کر دیتے ہو۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ'' یہ تو ناانصافی کی تقسیم ہے کہ ایسی شخصیت جس نے زیورات میں پرورش پائی ہو اور جھگڑے میں بات بھی واضح نہ کر سکے، یعنی خاتون، اور ظاہر و باطن میں ناقص ہو، اس کی اللہ تعالیٰ کی جانب نسبت کی جائے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹی کی پیدائش پر والدین کا ناخوش ہونا اور افسوس کا اظہار کرنا کافرانہ طرزِ عمل ہے، جس سے مکمل اجتناب لازم ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ
بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَلَمَّا
جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ
عَظِیْمٍ ۝ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَوْلَاۤ اَنْ
یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا
یَظْهَرُوْنَ ۙ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ۙ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ
الدُّنْیَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝

مشرکین عرب کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکین مکہ کے شرک اور عقائد باطلہ کی تردید کی تھی، ان آیات میں ان مشرکین کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا جارہا ہے، کیونکہ سارے مشرکین اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونے پر فخر کیا کرتے تھے، تو اللہ ربّ العزّت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرما کر انہیں ابراہیمی بننے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر تم نے اپنے آباؤ اجداد کے راستے پر ہی چلنا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستے پر کیوں نہیں چلتے جو تمہارے سب سے افضل جدِ اعلیٰ ہیں اور جن کے ساتھ وابستگی کو تم اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہو، وہ نہ صرف توحید کے قائل تھے بلکہ شرک اور مشرکین سے اعلانیہ اظہارِ براءت فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توحید کی دعوت کو ان کی نسلوں میں باقی رکھا تاکہ ان کی نسل توحید کی جانب پلٹ آئے، لیکن اس کے باوجود کفار اپنے کفر اور اپنی ضد پر اڑے رہے، اور قرآن کریم کی تکذیب کرتے رہے۔

مشرکینِ مکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت ملنے پر اعتراض

مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور رسالت پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ اگر اللہ ربّ العزّت نے کسی کو نبوّت دینی ہی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیوں کیا؟ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں تھے، تو یہ منصب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مکہ اور طائف کے کسی بڑے دولت مند مثلاً ولید بن مغیرہ، عتبہ بن ربیعہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو کیوں نہیں دیا گیا؟

اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس اعتراض کے دو جواب دیے ہیں:

۱- پہلا جواب اللہ ربّ العزّت نے یہ دیا کہ تمہیں اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ ربّ العزّت نبوّت کا منصب کسے دے رہے ہیں اور کسے نہیں؟ نبوّت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں نہیں کہ کسی کو نبی بنانے

سے پہلے تم سے رائے لی جائے، یہ کام اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنی عظیم مصلحتوں کے مطابق اسے انجام دیتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے جس طرح تمہاری روزی کی تقسیم تمہارے ذمہ نہیں رکھی بلکہ تقسیم معیشت کا کام خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، اسی طرح تقسیم نبوّت کا کام بھی اللہ ربّ العزّت ہی کے پاس ہے جسے وہ اپنی منشا کے مطابق انجام دیتے ہیں۔

۲- دوسرا جواب اللہ ربّ العزّت نے یہ دیا ہے کہ بے شک نبوّت کے لیے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے لیکن مال ودولت کی زیادتی کی بنا پر کسی کو نبوّت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ مال ودولت ہماری نگاہ میں اتنی حقیر چیز ہے کہ اگر تمام لوگوں کے کافر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سب کافروں پر سونے چاندی کی بارش کر دیتے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا اللہ ربّ العزّت کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی درجہ رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتے۔ (سنن الترمذی: ۵۶۰ / ۴) اس سے معلوم ہوا کہ نہ مال ودولت کی زیادتی کوئی فضیلت کی چیز ہے نہ اس کی کمی انسان کے کم رتبہ ہونے کی علامت ہے۔ البتہ نبوّت کے لیے کچھ اعلیٰ درجہ کے اوصاف ضروری ہیں جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

نبوّت کے انتخاب کی اس بحث کے ضمن میں انسانوں میں معاشی عدم مساوات کی حکمت بھی بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو برابر معیشت عطا نہیں فرمائی بلکہ بعض کو کم اور بعض کو زیادہ رزق عطا فرمایا تا کہ تم ایک دوسرے کے کام آسکو اور نظام حیات چلتا رہے، کسی کو دولت کی ضرورت ہے اور کسی کو چیز یا کام کی، چیز اور کام والا دولت مند کو خدمت فراہم کرے اور دولت مند اسے رقم ادا کرے، یونہی نظام چلتا رہے گا۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ
الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ
تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ
الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْۤ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

اللہ ربّ العزّت کی یاد سے اعراض شیطان کے مسلط ہونے کا سبب ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن سے جان بوجھ کر اعراض کرے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دنیا میں بھی اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اسے نیکیوں سے روک کر برائیوں پر ابھارتا

رہتا ہے، اور آخرت میں بھی جب یہ شخص قبر سے اٹھے گا تو یہ شیطان اس کے ساتھ ہوگا، وہ تمنا کرے گا کہ کاش یہ شیطان مجھ سے جدا ہو جائے، لیکن اس کی تمنا پوری نہیں ہوگی، یہاں تک کہ دونوں جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزّت کی یاد سے اعراض کی اتنی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے کہ انسان کی صحبت خراب ہو جاتی ہے اور شیاطین خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اس کو بھلائیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں، وہ کام سارے گمراہی کے کرتا ہے لیکن سمجھتا ہے کہ بہت اچھا کام کر رہا ہے۔

’’توحید‘‘ اِجماعی عقیدہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا کہ اے میرے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور پیغمبر دنیا میں بھیجے، آپ ان سے پوچھ لیجیے کہ کیا ہم نے اللہ ربّ العزّت کے علاوہ کوئی اور معبود بنایا ہے یا نہیں؟ یعنی توحید تمام انبیاء اور رسولوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ہر زمانے میں ہر رسول نے عقیدہ توحید کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا حکم دے کر بھیجا گیا تھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں توحید کا اور شرک مٹانے کا حکم دیا گیا تھا۔ (درمنثور)

فائدہ: عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس آیت ’’وَاسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ‘‘ سے مفسرین کرام نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’مشکلات القرآن‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں: ’’یستدل به علی حیوة الانبیاء‘‘ (ص:۲۷۷)

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَضۡحَكُوۡنَ ۞ وَمَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۚ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۞ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ۞ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ۞ وَنَادٰى فِرۡعَوۡنُ فِىۡ قَوۡمِهٖ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَيۡسَ لِىۡ مُلۡكُ مِصۡرَ وَهٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِىۡ ۚ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۞ اَمۡ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ مَهِيۡنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيۡنُ ۞ فَلَوۡلَاۤ اُلۡقِىَ عَلَيۡهِ اَسۡوِرَةٌ مِّنۡ ذَهَبٍ اَوۡ جَآءَ مَعَهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ مُقۡتَرِنِيۡنَ ۞ فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَهٗ فَاَطَاعُوۡهُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۞ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۞ فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ ۞

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیچھے بار بار گزر چکا ہے، یہاں ان کا واقعہ یاد دلانے اور ان کا تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر آپ کے مالدار نہ ہونے سے جو شبہ کر رہے ہیں یہ کوئی نیا شبہ نہیں،

بلکہ فرعون اور اس کی قوم نے یہی شبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت پر کیا تھا۔ فرعون کا کہنا یہ تھا کہ میں ملک مصر کا مالک ہوں اور میرے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس لیے میں موسیٰ علیہ السلام سے (معاذ اللہ) افضل ہوں، پھر میرے مقابلے میں انہیں نبوّت کیسے مل سکتی ہے، تو جس طرح اس کا یہ اعتراض بالکل لغو اور فضول تھا اسی طرح کفارِ مکہ کا اعتراض بھی لغو ہے۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کے حکم سے فرعون اور اس کی قوم کے پاس گئے اور انہیں اللہ ربّ العزّت کا پیغام سنایا اور معجزات دکھائے، لیکن فرعون اور اس کی قوم اپنے کفر پر ڈٹی رہی اور موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑایا، جس پر اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان پر مختلف قسم کے عذاب آئے جس میں طوفان کا عذاب، ٹڈی دل کا عذاب، جوؤں کا عذاب، مینڈکوں کا عذاب اور خون کا عذاب وغیرہ شامل ہیں، فرعون اور اس کی قوم ہر عذاب کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے دُعا کرواتی اور وعدہ کرتی کہ ہم اس عذاب کے ختم ہو جانے کے بعد ایمان لے آئیں گے لیکن ہر بار عذاب ختم ہو جانے کے بعد وہ اپنے عہد سے مکر جاتے۔

معجزات کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ فرعون کا اس سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس نے تکبّر کیا اور اپنی دولت کے بل بوتے پر موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھا اور خدائی کا دعویٰ کر دیا اور قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس ارضِ مصر کی بادشاہی ہے، جبکہ یہ (موسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ) حقیر ہیں، اگر یہ واقعی سچے پیغمبر ہوتے تو ان کو سونے کے کنگن عطا کیے جاتے یا ان کے ساتھ فرشتے چل رہے ہوتے، قوم نے اس کی باتیں سن کر اس کی تائید کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگے، جس پر قانونِ خداوندی حرکت میں آیا اور وہ سب اللہ ربّ العزّت کے عذاب کا شکار ہوئے اور دریا میں غرق ہو کر بعد والوں کے لیے نشانِ عبرت بن گئے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ أَمۡ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا
جَدَلًا ۚ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنۡ هُوَ إِلَّا عَبۡدٌ أَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيٓ إِسۡرٰٓءِيلَ ۝ وَلَوۡ نَشَآءُ
لَجَعَلۡنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً فِي الۡأَرۡضِ يَخۡلُفُونَ ۝ وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هٰذَا صِرٰطٌ
مُّسۡتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ
جِئۡتُكُم بِالۡحِكۡمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعۡضَ الَّذِي تَخۡتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي
وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرٰطٌ مُّسۡتَقِيمٌ ۝ فَاخۡتَلَفَ الۡأَحۡزَابُ مِنۢ بَيۡنِهِمۡ ۖ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنۡ
عَذَابِ يَوۡمٍ أَلِيمٍ ۝ هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأۡتِيَهُم بَغۡتَةً وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ۝ الۡأَخِلَّآءُ
يَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الۡمُتَّقِينَ ۝

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے اور کفار و مشرکین کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول میں حضرات مفسرین نے مختلف روایات نقل کی ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے قریش کے لوگو! اللہ رب العزت کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں، اس پر مشرکین نے کہا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ آپ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے نیک بندے اور نبی مانتے ہیں، ان کے اس اعتراض کے جواب میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

۲۔جب قرآن مجید کی یہ آیت: "انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" (بلاشبہ اے مشرکو! تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے) نازل ہوئی تو ایک کافر عبداللہ بن الزبعری نے کہا کہ اس آیت کا میرے پاس بہترین جواب موجود ہے اور وہ یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ یہ بات سن کر قریش کے مشرکین بہت خوش ہوئے، اس پر اللہ رب العزت نے ایک تو یہ آیت نازل فرمائی "ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون" اور سورۂ زخرف کی مذکورہ بالا آیات نازل فرمائیں۔(معارف القرآن)

آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی مثال بیان کی جاتی ہے تو آپ کی قوم کے لوگ یکا یک شور مچانے لگتے ہیں، اور آپ سے جھگڑا کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام تو ہمارے ایک بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا تھا اور انہیں بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنایا تھا، اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، اس لیے تم اس میں شک نہ کرو۔

قیامت کی بڑی نشانیاں

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر جھانکا اور دریافت فرمایا کہ تم کیا باتیں کررہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو:

۱۔دجال کا نکلنا۔

۲۔دابۃ الارض (زمین سے ایک جانور) کا نکلنا (جو انسانوں سے باتیں کرتا ہوگا)۔

۳۔مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا۔

۴۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا۔

۵-یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

۸،۷،۶-مشرق، مغرب اور جزیرہ عرب میں زمین دھنسنے کے تین واقعات کا ہونا۔

۹-دھویں کا پھیل جانا۔

۱۰-ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو میدان حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔ (صحیح مسلم:۲۲۲۶/۴)

دوستی درحقیقت وہی ہے جو اللہ رَبّ العزّت کے لیے ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل گنوانے کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے قیامت کے دن دوستیوں کے احوال بیان فرمائے ہیں کہ یہ دوستانہ تعلقات جن پر انسان دنیا میں ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال وحرام کی پرواتک نہیں کرتا، یہ قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہیں آئیں گی بلکہ یہ دوستیاں دشمنی میں بدل جائیں گی، سوائے اس دوستی کے جو اللہ رَبّ العزّت کے لیے ہو اور تقویٰ کی بنیاد پر ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو دوست مومن تھے اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اسے جنّت کی خوشخبری سنائی گئی تو اسے اپنا دوست یاد آیا، اس نے دُعا کی کہ یا اللہ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تاکید کرتا، بھلائی کا حکم دیتا اور بُرائی سے روکتا تھا اور یہ یاد دلاتا تھا کہ مجھے ایک دن آپ کے پاس حاضر ہونا ہے، لہٰذا اس کو میرے بعد گمراہ نہ کیجیے گا تاکہ وہ بھی جنّت کے مناظر دیکھ سکے جو آپ نے مجھے دکھائے اور آپ جس طرح مجھ سے راضی ہوئے ہیں اسی طرح ان سے بھی راضی ہوجائیں، اللہ رَبّ العزّت اس کی دُعا قبول فرمائیں گے اور جب اس دوسرے دوست کی وفات ہوگی تو دونوں کی روحیں جمع ہوں گی، اللہ رَبّ العزّت کے سامنے ہر ایک دوسرے کے بارے میں کہے گا کہ یہ بہترین بھائی، بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہے۔

اس کے برخلاف جب دو کافر دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوگا اور اسے بتایا جائے گا کہ اس کو جہنّم میں ڈالا جائے گا تو اسے بھی اپنا دوست یاد آجائے گا، اس وقت وہ دُعا کرے گا کہ یا اللہ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسول کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا تھا، برائی کی تاکید کرتا تھا اور بھلائی سے روکتا تھا، لہٰذا یا اللہ! اس کو میرے بعد ہدایت نہ دیجیے گا تاکہ وہ بھی دوزخ کے وہ مناظر دیکھے جو آپ نے مجھے دکھائے ہیں، اس کے بعد جب اس دوسرے دوست کا انتقال ہوگا تو دونوں کی روحیں جمع کی جائیں گی تو ان میں سے ہر ایک دوسے کے بارے میں کہے گا کہ یہ بدترین بھائی، بدترین ساتھی اور بدترین دوست ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس لیے دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو، جن دو دوستوں میں صرف اللہ رَبّ العزّت کے لیے محبت ہو، ان کے بڑے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میدانِ حشر میں یہ لوگ اللہ رَبّ العزّت کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ (صحیح بخاری:۶۶۰/۱)

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۚ اُدْخُلُوا
الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۞ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ
الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۚ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞
لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۞ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ
فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ
اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۞

اہلِ ایمان اور اہلِ کُفر کا اُخروی انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے نیک بندوں اور گنہگار بندوں کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے نیک بندوں کو روزِ قیامت کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوگا، اور انہیں اور ان کی ایمان والی بیویوں کو اعزاز واکرام کے ساتھ جنّت میں داخل کیا جائے گا، جہاں انہیں سونے کی رکابیوں میں کھانا اور مشروبات پیش کیے جائیں گے، اور مَن چاہی لذتیں دستیاب ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے برعکس جو گنہگار اور کافر لوگ ہوں گے وہ جہنّم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ تکلیف کی شدت میں دوزخ کے داروغہ "مالک" نامی فرشتے کو پکاریں گے کہ اے مالک! تم ہی دُعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمیں موت دے کر ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۞ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۚ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا
نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۞ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ
الْعٰبِدِيْنَ ۞ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى
يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۞ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۞
وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ وَلَا
يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۞ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۚ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞

کُفّار کے چند باطل نظریات اور ان کی تردید

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّار کے انجام بد کا ذکر فرمایا تھا، ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اس انجام اور ان پر آنے والے عذابات کی وجہ بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان کُفّار پر یہ عذاب اس لیے آیا

کہ انہوں نے ہمارے بھیجے ہوئے سچے دین کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے ان کے ایک باطل نظریہ کی تردید فرمائی، کُفّار کا نظریہ تھا کہ وہ اللہ رَبّ العزّت کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ رَبّ العزّت کی بیٹیاں سمجھتے تھے، اللہ رَبّ العزّت نے اس کی تردید کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے فرمایا کہ اگر بالفرض اللہ رَبّ العزّت کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ یعنی اگر صحیح دلائل سے خدا کی اولاد کا وجود ثابت ہو جاتا تو میں اسے ضرور مان لیتا، لیکن عقل و نقل کی ہر دلیل اس کی تردید کرتی ہے، اس لیے ماننے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی توحید کے چند دلائل بیان فرمائے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی کہ اگر یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو آپ ان سے منہ موڑ لیجیے، یہ عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے صداقتِ قرآن کا مضمون بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی قدرتِ کاملہ کے چند دلائل اور توحیدِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کا انجامِ بد بھی بیان فرمایا ہے۔

۲۔ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے کُفّارِ مکہ کے باطل عقائد اور نظریات کی تردید بھی فرمائی ہے، خاص طور پر ان کا یہ نظریہ کہ اللہ رَبّ العزّت کی اولاد ہے اور فرشتے اللہ رَبّ العزّت کی بیٹیاں ہیں، اس نظریہ کی اللہ رَبّ العزّت نے شدّت سے تردید فرمائی۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بھی اس سورت میں کیا گیا ہے، جس سے مقصود کُفّار کو تنبیہ کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا تھا۔

۴۔ دوستی درحقیقت وہی ہے جو اللہ رَبّ العزّت کے لیے ہو اور تقویٰ کی بنیاد پر ہو، ورنہ یہ دوستی بروزِ قیامت کسی کام نہیں آئے گی بلکہ دشمنی میں بدل جائے گی۔

۵۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے متقین اور مجرمین کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے، نیز اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ کُفّار ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، یہ عنقریب اپنا انجام خود دیکھ لیں گے۔

تمت سورۃ الزخرف بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الدُّخَان

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں چوالیس (۴۴) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے چونسٹھ (۶۴) نمبر پر ہے۔ تین رُکوع اور اُنسٹھ (۵۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام "الدخان" ہے، جس کا معنی ہے "دُھواں"، اس سورت کو "دُخان" اس لیے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بددعا کے سبب مکہ والوں پر قحط سالی کا عذاب آیا تھا، اس قحط میں بھوک کی شدت اتنی تھی کہ کفار جب آسمان کی طرف دیکھتے تو انہیں بھوک کی وجہ سے دھواں سا نظر آتا، تو اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اس عذاب کا ذکر فرمایا ہے، اسی لیے اس سورت کا نام "الدخان" رکھ دیا گیا۔

سورت کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سورۂ دُخان پڑھ لے تو صبح کو اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ (معارف القرآن)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کی رات یا دِن میں سورۂ دُخان پڑھ لی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت میں گھر بنائیں گے۔ (معارف القرآن)

ماقبل سے ربط

۱۔ گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے دنیا کی زیب و زینت کا ذکر فرمایا تھا اس سورت میں دنیا کے دھوکے سے بچنے کا حکم ہے۔

۲۔ گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف انبیاء علیہم السلام کی قوموں کا تذکرہ فرما کر کفارِ مکہ کو اپنے اعمالِ بد اور عقائدِ باطلہ سے باز رہنے کی تلقین کی تھی، اس سورت میں بھی فرعون اور دیگر قوموں کے انجام کو بیان فرما کر کفارِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "حکومت اور طاقت کے دھوکہ سے بچانا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے جھٹلانے والوں کو مہلت دینے کا ذکر کیا ہے۔

۲- اللہ ربّ العزّت کے احکامات کو جھٹلانے والوں پر ہمیشہ تکالیف اور عذابات آتے رہیں گے، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں یا اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ان پر پکڑ نہ آجائے۔

۳- اس سورت میں فرعون کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو اپنی طاقت اور حکومت کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ گیا تھا، یہاں تک کہ اس پر اللہ ربّ العزّت کی پکڑ آگئی اور وہ ہلاک ہوگیا۔

۴- اس سورت میں مومنین اور کافرین کے انجام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝
اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ
شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝

قرآن مجید مبارک شب میں نازل ہوا

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن کی عظمت اور بعض خاص صفات بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک خاص صفت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے قرآن کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو ایک ایسی مبارک رات میں نازل فرمایا ہے جس میں تمام اہم معاملات ہمارے حکم سے طے کیے جاتے ہیں۔ اس مبارک رات سے کون سی رات مراد ہے اس میں حضرات مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں:

جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد شب قدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ ربّ العزّت نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ "انا انزلنه فی لیلة القدر" کہ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی مبارک رات سے مراد شب قدر ہی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے جتنی کتابیں ابتدا دنیا سے آخر تک اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب ماہ رمضان ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل فرمائی ہیں۔ (معارف القرآن)

قرآن مجید کے شب قدر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے پورا قرآن آسمانِ دنیا پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا، پھر تیئیس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

جبکہ بعض مفسرین کرام مثلاً حضرت عکرمہؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں مبارک رات سے مراد شب براءت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے، کیونکہ ان آیات میں اس مبارک رات کی جو صفت ذکر کی گئی ہے کہ اس میں تمام اہم امور کے فیصلے کیے جاتے ہیں، یہ صفت بعض احادیث مبارکہ میں نصف شعبان کی رات کے متعلق ذکر کی گئی ہے۔

اہل علم نے دوسرے قول کے مقابلے میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے، کیونکہ دیگر نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کا نزول شب قدر میں ہوا ہے۔

کیا شب براءت کی عبادت ثابت ہے؟

مذکورہ بالا تفسیر تو آیت مبارکہ میں موجود "لیلۃ مبارکۃ" کی ہے، جس کا مصداق راجح قول کے مطابق شب قدر ہے۔ جبکہ شب براءت یعنی نصف شعبان کی رات کی اہمیت و عبادت اور اس رات میں رزق اور عمروں کے فیصلوں کے سلسلے میں بھی متعدد احادیث مذکور ہیں، جو مجموعی لحاظ سے درجہ حسن کو پہنچ کر لائق اعتماد ہیں۔ نیز چودہ صدیوں سے اُمت کا تعامل شب برات کی عبادت اور اگلے روز نفلی روزہ کا چلا آ رہا ہے۔ اس شب کی فضیلت سورہ دخان کی اس آیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ ایک سے زائد احادیث اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب براءت میں اللہ ربّ العزّت آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ افراد کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶/ ۳)

۲۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف شعبان کی رات (شب برات) آجائے تو اس رات میں عبادت کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات غروب آفتاب کے بعد اللہ ربّ العزّت آسمان دنیا کی طرف اترتے ہیں اور فرماتے ہیں: کیا نہیں ہے کوئی استغفار کرنے والا جسے میں بخش دوں! کیا نہیں ہے کوئی رزق طلب کرنے والا جسے میں رزق دوں! کیا نہیں ہے کوئی مصیبت میں گرفتار جسے میں نجات عطا کروں! اور اسی طرح پکارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۴۴/ ۱)

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نصف شعبان کی رات (شب برات) کو جھانکتے ہیں اور مشرک اور کینہ رکھنے والے شخص کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۴۵/ ۱)

البتہ شب برات میں جو خرافات معاشرہ میں رائج ہیں مثلاً مخصوص کھانے بنانا، حلوہ بنانا، چراغاں کرنا، آتش بازی کرنا وغیرہ اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ سب رسومات اور بدعات ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

دھویں کا عذاب

مذکورہ بالا آیات کی مفسرین کرام سے دو تفاسیر منقول ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ان آیات میں جس دھویں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو مشرکین مکہ پر عذاب کے طور پر چھا گیا تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار اور اپنے کفر پر اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بددعا فرمائی کہ یا اللہ! ان پر ایسا قحط ڈال دے جیسا کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ڈالا تھا، اس بدعا کا اثر یہ ہوا کہ لوگ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے، یہاں تک کہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے لگے، یہ لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انہیں دھویں کے سوا کچھ نظر نہ آتا، اس کے بعد وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ اپنے قبیلہ کے لیے اللہ رَبّ العزّت سے بارش کی دُعا کریں ورنہ وہ سب ہلاک ہو جائیں گے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا فرمائی تو اللہ رَبّ العزّت نے بارش دے دی، اور قحط دور ہو گیا، لیکن اس کے بعد کفار مکہ دوبارہ اپنی سابقہ روش پر آ گئے تو اللہ رَبّ العزّت نے انہیں سختی سے پکڑا اور بدر کے میدان میں انہیں ان کے انجام سے دوچار کیا، چنانچہ بدر میں ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور ان کا غرور ٹوٹ گیا۔ آیت مبارکہ میں "یوم نبطش البطشة الكبرىٰ" سے مراد غزوۂ بدر ہی ہے۔ (معارف القرآن)

۲۔ بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس دھویں سے مراد وہ دھواں نہیں جس سے مشرکین مکہ دوچار ہوئے، بلکہ یہ دُھواں علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے جو قیامت کے بالکل قریب واقع ہوگا، اور مختلف احادیث مبارکہ میں اس دُھویں کی وضاحت ملتی ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں ایک دھواں پھیلے گا جو مومن کے لیے ایک طرح کا زکام پیدا کر دے گا جبکہ کافر کے تمام بدن میں بھر جائے گا یہاں تک کہ اس کے ہر مسام سے نکلنے لگے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

یہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہوگا۔ قیامت کی بڑی نشانیاں ایک حدیث میں بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہے:

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم قیامت کے بارے میں مذاکرہ کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فرمایا کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں دیکھ نہ لو:

۱-دُھواں ۲-دجال ۳-جانور ۴-سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

۵-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ۶-یاجوج ماجوج ۷-تین جگہ زمین کا دھنسنا، مشرق میں

۸-مغرب میں ۹-جزیرہ عرب میں ۱۰-آخری نشانی ایک آگ ہوگی جو مشرق سے نکلے گی اور لوگوں کو ان کے محشر تک لے آئے گی۔(صحیح مسلم:۲۲۲۵/۴)

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـؤٌا مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝ فَاْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

نیک آدمی کی وفات پر زمین وآسمان روتے ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ فرمایا ہے جو قرآن مجید میں کئی مقامات پر بالخصوص حوامیم میں تفصیل سے گزر چکا ہے، یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے فرعون اور اس کی قوم کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے وہاں جا کر ان کو اللہ ربّ العزّت کا پیغام سنایا، فرعون چونکہ پہلے سے آپ کے قتل کے در پے تھا، اس لیے آپ نے اپنے آپ کو اللہ ربّ العزّت کی پناہ میں دے دیا اور انہیں کہا کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے دور رہو، لیکن میری قوم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو، ان پر مزید ظلم وستم نہ کرو، فرعون پر آپ کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ اپنی ڈھٹائی پر ڈٹا رہا، تو آپ نے ان کے خلاف اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں بددعا کی، اللہ ربّ العزّت نے آپ کو راتوں رات وہاں سے بنی اسرائیل کو لے کر نکل جانے کا حکم دیا، آپ نے حکم خداوندی کے مطابق قوم کو ساتھ لیا اور وہاں سے نکل گئے، فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپ کے پیچھے چلا، راستے میں دریا پڑتا تھا جس میں اللہ ربّ العزّت کے حکم سے آپ علیہ السلام کے لیے راستہ بن گیا، آپ اپنی قوم کے ساتھ پار ہو گئے، جبکہ فرعون اپنی قوم کو لے کر آپ کے پیچھے چلا لیکن وہ اور اس کا لشکر غرق ہو گیا۔

اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ان کی ہلاکت پر زمین اور آسمان نہیں روئے، کیونکہ انہوں نے زمین پر کوئی ایسا نیک عمل نہیں کیا تھا کہ ان کے مرجانے سے زمین روئے، اور نہ ہی ان کا کوئی نیک عمل آسمان تک پہنچا تھا کہ ان کو آسمان روئے۔
اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ نیک لوگوں کی وفات پر زمین وآسمان روتے ہیں، اور متعدد احادیث مبارکہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیک بندے کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان میں ہر بندے کے لیے دو دروازے مقرر ہیں، ایک سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے اور دوسرے سے اس کا عمل اوپر پہنچتا ہے، چنانچہ جب وہ بندہ مرتا ہے تو یہ دروازے اسے یاد کرکے روتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

"تُبّع" کون تھا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرہ کے بعد اللہ ربّ العزّت نے مشرکین مکہ کے ایک باطل نظریہ کی تردید فرمائی ہے، کفار قیامت کی وعیدیں سن کر بھی قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آخرت کی زندگی کچھ نہیں ہے، اور نہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے، اور اگر تمہاری بات واقعی سچ ہے تو ہمارے باپ دادوں کو ابھی زندہ کرکے دکھادو۔
اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس باطل نظریہ کے جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ قوت اور طاقت میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے گزری ہیں، ہم نے ان سب کو ہلاک کردیا تھا، تو ان کو بھی اپنے انجام کی فکر ہونی چاہیے۔
ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے "تبع" کا ذکر کیا ہے، جو دراصل کسی خاص فرد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ یمن کے ان حمیری بادشاہوں کا لقب رہا ہے جنھوں نے ایک عرصہ تک یمن کے مغربی حصہ کو دار السلطنت قرار دے کر عرب، شام، عراق اور افریقہ کے بعض حصوں پر حکومت کی۔ یہاں جس تبع کا ذکر ہو رہا ہے اس کا نام اسعد ابو کریب یمانی ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کم از کم سات سو سال پہلے گزرا ہے۔

بعثتِ نبوی کی عظیم الشان شہادت

ایک مرتبہ یہ بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ کی بستی سے گزرا اور اس پر چڑھائی کا ارادہ کیا، اہل مدینہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دن کے وقت اس سے جنگ کرتے اور رات کو اس کی مہمانی کرتے، اس سے اس کو شرم آئی اور اس نے مدینہ والوں سے لڑائی کا ارادہ منسوخ کردیا، اسی دوران وہاں کے دو یہودی عالموں نے اسے تنبیہ کی کہ اس شہر پر اس کا زور نہیں چل سکتا، کیونکہ یہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے، چنانچہ وہ ان یہودی عالموں کو ساتھ لے کر یمن چلا آیا اور ان کی تعلیم وتبلیغ سے متاثر ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو قبول کرلیا جو اس وقت برحق اور سچا دین تھا، پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے کر چلا گیا کہ جب وہ آخری نبی آئیں تو ان کو میرا یہ قصیدہ پہنچا دیا جائے، چنانچہ وہ قصیدہ نسل در نسل ان کے پاس رہا، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے

وقت وہ قصیدہ جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان تھے، تو انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ خط پہنچا دیا، جس میں درج ذیل اشعار مذکور تھے:

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم
فلو مد عمرى الى عمره لكنت وزيرا له وابن عم
جاهدت بالسيف اعداءه و فرجت عن صدره كل غم

ترجمہ:- میری تہ دل سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کا پیدا کرنے والا ہے، اگر میں آپ کے زمانہ تک زندہ رہا تو اللہ کی قسم آپ کی ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پھٹکنے نہ دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر ومعارف القرآن)

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۙ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۚ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۙ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ
سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۚ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۚ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ إِنَّ هَٰذَا
مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۙ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۚ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ
وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ۚ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۚ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۙ لَا
يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۙ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ۝

آخرت کے کچھ احوال

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے آخرت کے کچھ احوال بیان کیے ہیں، اور قرآن پاک کے اسلوب کے مطابق دوزخ اور جنّت کے احوال ایک ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

چنانچہ پہلے جہنّم کا تذکرہ فرمایا کہ جہنّم میں زقوم (تھوہر) کا درخت ہوگا، جو جہنمیوں کا کھانا ہے، اور وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، جو پیٹ میں جا کر ایسے کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے، اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو، پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر تیز گرم پانی انڈیل دو۔ (اعاذنا اللہ منہ!)

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے متقین کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ امن وسکون کی جگہ میں ہوں گے، جہاں باغات اور چشمے ہوں گے، ان جنتیوں نے قیمتی ریشمی لباس زیب تن کیا ہوگا، بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوروں سے ان کی شادی کردی جائے گی، ہر قسم کے میوہ جات سے لطف اندوز ہوں گے، انہیں کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس جنّت میں رہیں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے صداقت قرآن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اسے ایک مبارک رات یعنی شب قدر میں نازل فرمایا ہے۔

۲-اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے کُفّار پر آئے ایک عذاب کا بھی ذکر فرمایا جو دھوئیں کی شکل میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کی وجہ سے کُفّار پر چھا گیا تھا، نیز اس عذاب میں کُفّارِ مکہ کو بدترین قحط سالی کا بھی سامنا کرنا پڑا، پھر بعد میں کُفّار کی التجاء اور درخواست کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو وہ عذاب ختم ہو گیا۔

۳-سورت میں فرعون اور قوم تبّع وغیرہ کا ذکر کر کے کُفّارِ مکہ کو تنبیہ کی گئی کہ جب اتنے طاقتور لوگ اپنے کفر کی وجہ سے اللہ رَبّ العزّت کے عذاب سے نہیں بچ سکے تو تم بھی نہیں بچ سکو گے، لہٰذا یہ روش تبدیل کرو، اور اللہ رَبّ العزّت پر ایمان لے آؤ۔

۴-سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے جنّتیوں اور جہنمیوں کے انجام کا ذکر فرمایا ہے۔

تمت سورۃ الدخان بعون اللہ سبحانہ وتعالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں پینتالیس (۴۵) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ پینسٹھ (۶۵) نمبر پر ہے، سینتیس (۳۷) آیات اور چار رکوع پر مشتمل ہے۔

سورت کے نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کے مشہور نام تین ہیں:

۱- **الجاثیۃ**: یہ دراصل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو گھٹنے کے بل کھڑے ہوں، اس سورت کو "**الجاثیۃ**" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے اعمال کے ڈر سے قیامت کے دِن گھٹنے کے بل کھڑے ہوں گے۔

۲- **الشریعۃ**: اس سورت کو "**الشریعۃ**" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص شریعت عطا کرنے کا اور اس کی اتباع کرنے کا حکم فرمایا ہے

۳- **الدھر**: دہر عربی زبان میں زمانے کو کہا جاتا ہے، اس سورت کو "**الدھر**" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکین مکہ کے اس باطل نظریہ کو ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی، وہ کہتے تھے کہ ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے، اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ محض ان کے دماغ کا خلل ہے۔

ماقبل سے ربط

۱- گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے ایک عذاب کا ذکر فرمایا تھا، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے عذاب سے بچنے کے طریقے بیان فرمائے ہیں۔

۲- گزشتہ سورت میں پچھلی اُمتوں میں تکبر کرنے والوں کا ذکر تھا اس سورت میں ان کی روزِ محشر ذلت کا بیان ہے۔ یہ اُمتیں روزِ محشر گھٹنے کے بل کھڑی ہوں گی۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''تکبّر اور خواہشاتِ نفسانیہ کی اتباع سے بچنا'' ہے۔ نیز متکبرین کی اُخروی ذلت کا بھی بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں آفاق عالم میں پھیلی اللہ رَبّ العزّت کی قدرت کی نشانیاں اور اللہ رَبّ العزّت کے اپنے مخلوق پر احسانات اور نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ اللہ رَبّ العزّت کی نشانیوں سے تکبّر کرنے والوں کا انجام بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ خواہشات نفسانیہ کی اتباع کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

۴۔ بنی اسرائیل پر اللہ رَبّ العزّت کی نعمتیں اور احسانات ذکر کیے گئے ہیں، جن کا شکر ادا کرنے کے بجائے انہوں نے ناشکری اور انکار سے کام لیا۔

۵۔ ملحدین اور دہریوں کے عقیدے کی کمزوری بھی اس سورت میں بھی بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ
خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

توحیدِ خداوندی کے آفاقی دلائل

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے صداقت قرآن کا تذکرہ فرمایا ہے جو ''حوامیم سبعہ'' کا ایک مستقل موضوع ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ رَبّ العزّت کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو غالب ہیں اور حکمتوں والے ہیں۔

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل ذکر فرمائے ہیں جن میں آسمان و زمین کی تخلیق، انسان اور زمین میں چلنے پھرنے والے حیوانات کی تخلیق، رات اور دن کا مرتب نظام نیز بارشوں اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ نشانیاں ایک طرف اللہ رَبّ العزّت کی قدرت کو آشکارا کرتی ہیں، تو دوسری طرف اس خلاق عالم کی صناعت اور کاریگری کے ذریعہ اس کے وجود کو بھی ثابت کرتی ہیں کہ یہ سارا نظام عالم ایسے ہی معرض وجود میں نہیں آیا جیسا کہ ملحدین اور

دہریہ لوگوں کا نظریہ ہے، بلکہ کوئی ذات ہے جس نے ان سب کو وجود بخشا ہے۔ جس شخص کو اللہ ربّ العزّت نے ذرا سی عقل سلیم عطا کی ہو وہ ان نشانیوں میں غور کر کے ان کے بنانے والے کو پہچان سکتا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝٧ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٨ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٩ مِّن وَرَائِهِمْ
جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝١٠
هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝١١

اللہ ربّ العزّت کی نشانیوں میں غور و فکر نہ کرنے والوں کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ ربّ العزّت کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور ان کے بارے میں سن کر بھی تکبر کرتے ہیں، تکبر کا ہی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور قرآن کریم کو سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے تکبر کرنے والوں کے لیے اللہ ربّ العزّت نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے جو جہنّم کی صورت میں ہوگا اور انہیں چاروں جانبوں سے گھیر لے گا، تب انہیں دولت کام دے گی نہ جھوٹے خدا۔ بلکہ عذاب ہی بھگتنا پڑے گا۔

تکبر خطرناک روحانی مرض ہے جو کفر اور قرآن کریم کے انکار تک پہنچا دیتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر" یعنی جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ٩٣/١) تکبر نے ہی شیطان کو راندۂ درگاہ بنا دیا۔ بقول شاعر:

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝١٦
وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي
بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝١٧

منکرینِ قیامت کی زیادتیوں سے درگزر کر دیا کریں!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کیا کریں جو قیامت کے منکر ہیں اور ہماری ملاقات پر یقین نہیں رکھتے، ہم خود ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

شانِ نزول

غزوہ بنو المصطلق کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے مریسیع نامی ایک کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا، منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بھی مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا، اس نے اپنے غلام کو کنویں

سے پانی بھرنے کے لیے بھیجا، اسے واپسی میں دیر ہوگئی، عبداللہ بن ابی نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام کنویں کے کنارے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے کسی کو اس وقت تک پانی بھرنے کی اجازت نہیں دی جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشکیزے نہیں بھر گئے۔ اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہم پر تو وہی مثل صادق آتی ہے کہ "سمن کلبك یاکلك" اپنے کتے کو موٹا کرو تو وہ تمہیں کھا جائے گا، اس جملہ میں اس بدبخت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بدترین گستاخی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ تلوار سنبھال کر عبداللہ بن ابی کی طرف چلے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

کیا گزشتہ شریعتوں پر عمل کیا جاسکتا ہے؟

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم نے آپ کو ایک خاص شریعت پر رکھا ہے، لہٰذا آپ اسی کی پیروی کیجیے اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیے جو حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔" یہ بات واضح رہے کہ دین اسلام کے کچھ تو اصول اور عقائد ہیں مثلاً توحید و آخرت وغیرہ، اور کچھ عملی زندگی سے متعلق احکام ہیں، جہاں تک اصول و عقائد کا تعلق ہے وہ تو ہر نبی کی اُمّت میں یکساں رہے ہیں اور ان میں کبھی ترمیم اور تبدیلی نہیں ہوئی، لیکن عملی احکام مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے بدلتے رہے ہیں، مذکورہ آیت میں انہی دوسری قسم کے احکام کو "ایک خاص طریقہ اور شریعت" سے ذکر کیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرامؒ نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے لیے صرف شریعتِ محمدی ہی کے احکام واجب العمل ہیں، پچھلی اُمّتوں کو جو احکام دیے گئے تھے وہ ہمارے لیے اس وقت تک واجب العمل نہیں جب تک قرآن و سنّت سے ان کی تائید نہ ہو جائے۔

جاہلوں کی خواہشات کا اِتباع نہ کریں!

شریعت کی اتباع کے حکم کے ساتھ ساتھ اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے ساری اُمّت کو یہ حکم دیا ہے کہ جاہل لوگوں کی خواہشات کی بالکل پیروی نہ کیجیے، یعنی ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ تبلیغ ترک کر دیں، اور اسی لیے یہ طرح طرح سے آپ کو پریشان کرتے ہیں تاکہ آپ تنگ ہو کر تبلیغ چھوڑ دیں، لیکن آپ ہرگز ان کی پروا نہ کیجیے گا، کیونکہ یہ لوگ اللہ ربّ العزّت کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور نہ ہی یہ آپ کے دوست اور خیر خواہ ہیں، کیونکہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، جبکہ متقی اور پرہیزگاروں کا دوست اللہ ربّ العزّت خود ہوتا ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کہ ہمارا تجربہ بھی ہے کہ اگر آپ میں سے کوئی شخص یہ عہد کر لے کہ آج سے میں شریعت کے مطابق سارے معاملات سرانجام دوں گا اور اپنی زندگی مکمل طور پر شریعت کے مطابق گزاروں گا تو لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے، برادری آپ کو چھوڑ دے گی، لیکن اللہ ربّ العزّت آپ کی مدد فرمائیں گے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا ایمان افروز واقعہ

ہمارے کئی بزرگوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، انہوں نے جب اپنے علاقوں میں دین کا کام کرنا شروع کیا، اللہ ربّ العزّت کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی بات کی تو لوگ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور انہیں طرح طرح سے تکلیفیں اور اذیتیں دینے لگے، حتیٰ کہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔

ہمارے شیخ التفسیر امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ لاہور تشریف لائے، آپ ایک سکھ کے بیٹے تھے، لیکن خدا کی تقسیم ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے آپ کو سکھ گھرانے سے اٹھا کر قرآن کا مفسر اور امام الاولیاء بنا دیا، آپ صاحب کشف ولی تھے، وہ چیزیں جو عام طور پر نظر نہیں آتیں حضرت لاہوریؒ کو نظر آجاتی تھیں، آپ کی کرامات کے بہت واقعات زبان زد خاص و عام ہیں، تو آپ جب لاہور تشریف لائے تو شیرانوالا دروازہ نامی علاقہ میں درس قرآن کا آغاز کیا، وہاں کا ماحول سازگار نہیں تھا، لوگ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے، نیز چونکہ قرآن پاک سے لوگوں کے باطل نظریات اور غلط عقائد پر بھی زد پڑتی ہے، اس لیے وہاں کے مولوی حضرات بھی آپ کے خلاف ہو گئے، حتیٰ کہ آپ کی دشمنی میں اتنا آگے بڑھے کہ ایک بدمعاش کو آپ کے قتل کے لیے بھیجا، اور اسے سبق یہ پڑھایا کہ یہ نبی کا گستاخ ہے، چنانچہ وہ بدمعاش چھری لے کر آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلا، پلان یہ تھا کہ حضرت جب صبح تہجد کے وقت گھر سے نکل کر مسجد اور مدرسہ تشریف لائیں گے، اس وقت قتل کروں گا، لیکن چونکہ حضرت کو پہچانتا نہیں تھا، اس لیے اس وقت کوئی نقصان نہ پہنچا سکا، اور آپ کے درس میں شریک ہو گیا، اللہ والوں کا جو درس ہوتا ہے اس میں اللہ ربّ العزّت کی طرف سے انوارات کی برسات ہوتی ہے، ایک تو خود قرآن کریم کی مجلس جس کی فضیلت و شان کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اور پھر اللہ والے کی زبان سے اس قرآن کا درس ہو رہا ہو تو اس کی تاثیر کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ بہرحال حضرت نے قرآن کی تفسیر بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفات کا تذکرہ فرمایا تو اس کا دل بدل گیا، اور سوچنے لگا کہ مجھے ان کے بارے میں کیا بتایا گیا تھا، لیکن یہ تو اس کے بالکل برعکس شخصیت ہیں، درس کے بعد سب لوگ حضرت لاہوریؒ سے ملنے لگے تو یہ بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کیا، حضرت نے دریافت کیا کہ کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا: آیا تو کسی اور نیت سے تھا، لیکن اب مجھے بیعت فرما لیں، پھر سارا واقعہ سنا دیا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ
وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ

بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا
وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''مشرک'' اور ''موحد'' برابر نہیں ہو سکتے!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا ہے کہ مومن اور نیک اعمال کرنے والے اور مشرک کبھی برابر نہیں ہو سکتے، کیا زندگی اور موت برابر ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! اسی طرح ایمان وکفر اور نیکی و بدی بھی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ مجرمین یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے برابر رکھیں گے تو ان کا یہ گمان بالکل غلط اور فاسد ہے۔ اللہ ربّ العزّت عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ عنایت فرمائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے، اسی طرح بدکار لوگ نیکوکار لوگوں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

خواہشاتِ نفسانی کو معبود نہ بناؤ!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے اپنی خواہشات نفسانیہ کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے، یعنی وہ لوگ جو صرف اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور جو ان کے دل میں خیال گزرتا ہے اسی پر عمل کرنے لگتے ہیں، جبکہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ خواہشات نفسانیہ پر نہیں چلتا بلکہ اللہ ربّ العزّت کے احکامات کی پیروی کرتا ہے، تو اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ ربّ العزّت نے علم کے باوجود گمراہ کر دیا، ان سے ہدایت چھین لی، اور ان کے کان اور دل پر مہر لگا دی جس سے ہدایت کی کوئی بات ان کے دل میں اترتی ہی نہیں، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جس سے انہیں کوئی دلیل نظر ہی نہیں آتی، تو اللہ کے سوا انہیں اب کون ہدایت دے سکتا ہے؟ لہٰذا ان سے عبرت حاصل کرو۔

''دہریئے'' کے نظریے کی تردید

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو سرے سے خدا کے وجود کے منکر ہیں، انہیں دہریہ کہا جاتا ہے، جو کفر کی ایک سنگین قسم ہے، یہ طبقہ تقریباً ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے، اور آج کل اس طبقہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ تو اللہ ربّ العزّت نے ان کے نظریہ کو ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ ملحد اور دہریہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف یہ دنیا کی زندگی ہے، ہم اسی میں مرتے اور جیتے ہیں، اس کے سوا کوئی اور زندگی نہیں ہے، اور ہمیں تو موت

بھی صرف زمانہ کی گردش سے آتی ہے، یہ زمانہ ہی ہے جو ہمیں غریب بناتا ہے، امیر بناتا ہے، زمانہ کی گردش سے ہی ہم بیمار اور تندرست ہوتے ہیں، غرض ہمارے سارے حالات وکیفیات زمانے کی گردش کے تابع ہیں، اللہ ربّ العزّت نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کے برعکس اللہ ربّ العزّت کی ذات کے وجود پر کائنات میں بے شمار دلائل موجود ہیں، جنہیں دیکھ کر کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص اللہ ربّ العزّت کی ذات کو تسلیم کرنے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی بنانے والا ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں اللہ ربّ العزّت کے وجود کو نہایت سادہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے:

وجودِ باری تعالیٰ پر چند سادہ اور عام فہم دلائل

دیہاتی بڑھیا کا واقعہ

ایک دیہاتی بڑھیا سے کسی نے پوچھا: کیا آپ کے خیال میں اللہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہے۔ سوال کرنے والے نے پوچھا کہ آپ کے پاس اس کے وجود کی کیا دلیل ہے؟ اس نے کہا: میں چرخہ کاتتی ہوں اور سوت بنتی ہوں، یہ چھوٹا سا چرخہ میرے چلائے بغیر خود بخود نہیں چلتا، تو یہ اتنی بڑی کائنات کا نظام خود بخود کیسے چل رہا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اس کا چلانے والا ہے جو اللہ ربّ العزّت کی ذات اقدس ہی ہے۔

چرواہے کا واقعہ

ایک چرواہے سے کسی نے اللہ ربّ العزّت کے وجود پر دلیل طلب کی تو اس نے کہا: "البعرة تدل على البعير، وآثار الأقدام على المسير، فسماء ذات أبراج وأرض ذات فجاج وبحار ذات أمواج ألا تدل على العليم الخبير" دلیل یہ ہے کہ جب میری بکری یا اونٹ گم ہوجائے تو میں اس کی مینگنیاں دیکھ دیکھ کر اس کو تلاش کرتا ہوں اور اس کے قدموں کے نشانات پر چل کر اسے ڈھونڈ لیتا ہوں، تو جب مینگنی سے اونٹ کا پتہ چل جاتا ہے اور قدموں کے نشانات سے گزرنے والے کی خبر ہوجاتی ہے تو اس سارے جہاں اور اس پوری کائنات میں پھیلی قدرتِ خدواندی کی ان گنت نشانیوں سے اللہ ربّ العزّت کی ذات کی خبر کیوں نہیں ہوتی؟

امام احمد رحمہ اللہ کا واقعہ

امام احمد رحمہ اللہ بہت بڑے عالم ہیں، ان سے کسی نے اللہ ربّ العزّت کے وجود کی دلیل پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک سفید گھر دیکھا ہے، جس میں کوئی کھڑکی اور دروازہ نہیں ہے، لیکن کوئی ذات ہے جو اس بند گھر میں ایک مخلوق کو پیدا کرتی ہے اور اسے زندہ بھی رکھتی ہے، اس سے مجھے معلوم ہوا کہ کوئی ذات ہے جو اس مخلوق کو زندہ رکھے ہوئے ہے اور اسے اس بند گھر میں جہاں آمد ورفت کا کوئی راستہ نہیں، اس مخلوق کو آکسیجن فراہم کر رہی ہے، اور وہ ذات اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے۔

پوچھنے والے نے پوچھا کہ حضرت کچھ مزید وضاحت فرما دیجیے، تو آپ نے فرمایا کہ سفید بند گھر سے مراد انڈا ہے، جس میں اللہ رَبّ العزّت چوزہ پیدا کرتا ہے اور اس کو زندگی عطا کرتا ہے۔

اِمام شافعی رحمہ اللہ کا واقعہ

امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے اللہ رَبّ العزّت کے وجود کی دلیل مانگی تو آپ نے جواب میں شہتوت کے پتا کو بطور دلیل پیش فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اس پتے کو بکری کھاتی ہے تو سفید دودھ دیتی ہے، ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو ریشم پیدا کرتا ہے، حالانکہ پتا ایک ہے، جسے ایک ہی پانی لگا ہے، اور زمین بھی ایک ہے، اس کے باوجود اس سے مختلف نتائج اور ثمر حاصل ہو رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ذات ہے جس نے ایک ہی چیز سے مختلف نتائج پیدا فرمائے اور وہ اللہ رَبّ العزّت کی ذات ہے۔

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک دہریہ نے خدا کے وجود پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بحث کرنا چاہی، امام صاحب نے اسے مناظرہ کی دعوت دے دی، جس پر وہ رضامند ہو گیا، اور مناظرہ کے لیے وقت اور جگہ طے ہو گئی، جس دن مناظرہ طے تھا، اس دن سب لوگ جمع ہو گئے، دہریہ مناظر وقت پر آ گیا لیکن امام صاحب دانستہ طور پر تاخیر سے تشریف لائے، جب آپ تشریف لائے تو اس دہریہ نے امام صاحب سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو امام صاحب نے فرمایا: دراصل آج میں نے ایک ایسی عجیب بات دیکھی جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، اسی لیے دیر ہو گئی، ہوا یوں کہ مجھے دریا کے پار سے آنا تھا، تو جب میں دریا پر پہنچا تو دیکھا کہ کوئی کشتی موجود نہیں ہے، میں پریشان وہاں کھڑا رہا، اسی پریشانی کے عالم میں کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک درخت گرنا شروع ہو گئے، اور خود بخود ان کی لکڑیوں سے تختے بننے شروع ہو گئے، پھر تختے آپس میں ملتے ملتے کشتی تیار ہو گئی، اور خود بخود چل کر دریا کے کنارے آ کھڑی ہوئی، میں اس میں سوار ہوا، پھر وہ خود بخود بغیر ملاح کے چل پڑی اور میں نے دریا پار کر لیا، اس وجہ سے مجھے تاخیر ہوئی۔ دہریے نے یہ سب سن کر امام صاحب کا مذاق اڑایا اور کہا کہ عجیب آدمی ہو، بھلا کبھی ایسا بھی ہوا کہ درخت خود ٹوٹ کر تختے بنے ہوں، پھر تختے جڑ کر کشتی بنی ہو، اور وہ خود بخود چل کر دریا عبور کر لیتی ہو، ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ بس مناظرہ ہو گیا، جب تمہارے نزدیک ایک کشتی خود بخود نہیں بن سکتی تو پھر یہ سارا جہاں بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود کیسے بن گیا؟ اس دہریہ کی سمجھ میں بات آ گئی اور اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ
كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا
كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ

قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ۝ وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ
نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۝
وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۝
ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ
یُسْتَعْتَبُوْنَ۝ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝

قیامت کے چند ہولناک مناظر

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر اُمّت خوف اور دہشت کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گر جائے گی، پھر اللہ ربّ العزّت ہر جماعت کو ان کے نامہ اعمال میں درج اعمال کے حساب کی طرف بلائیں گے، ہر کوئی اپنا اعمال نامہ دیکھے گا، اللہ ربّ العزّت کی طرف سے اعلان ہوگا کہ یہ نامہ اعمال ہمارا لکھوایا ہوا رجسٹر ہے جو تمہارے بارے میں بالکل ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، ہم دنیا میں تمہارے سارے اعمال لکھواتے تھے، اس کے بعد جو لوگ ایمان والے ہوں گے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے تو انہیں اللہ ربّ العزّت اپنی رحمت یعنی جنّت میں داخل فرمائیں گے، جبکہ جو لوگ کافر ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم نے دنیا میں ہماری آیات کا انکار کیا تھا، اور قیامت کے دن کو بھی بالکل فراموش کر دیا تھا، لہٰذا آج ہم بھی تمہیں اپنی رحمت سے فراموش کر رہے ہیں، تمہارا ٹھکانا جہنّم ہے، جس سے تمہیں کبھی نہیں نکالا جائے گا، اور نہ کوئی تمہاری مدد کر سکے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے صداقت قرآن کو بیان فرما کر اپنی توحید اور اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں، جس میں آسمان و زمین کی پیدائش، رات اور دن کا مرتب نظام، بارشوں اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ شامل ہیں، اس کے بعد ان نشانیوں کو نہ ماننے والوں کے انجام کا بھی ذکر کیا ہے۔

۲۔ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص شریعت کا ذکر ہے جس کی اتباع کرنا ہم سب پر لازم ہے، جبکہ پچھلی شریعتوں کے احکام میں سے ہم پر صرف ان احکام کی اتباع لازم ہوگی جن کو ہماری شریعت میں بھی برقرار رکھا گیا ہو۔

۳۔ اس سورت میں ملحدین اور دہریوں کا تذکرہ فرما کر نہایت بلیغ انداز میں ان کا رد کیا گیا ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں، نیز مومنین اور کفّار کا اُخروی انجام بھی بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الجاثیۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْاَحْقَاف

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن پاک کی ترتیب میں چھیالیس (۴۶) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا چھیاسٹھ (۶۶) نمبر ہے، چار رکوع اور پینتیس (۳۵) آیات پر مشتمل ہے۔ یہ سورت حوامیم سبعہ میں سے آخری سورت ہے، یعنی جن سات سورتوں کے آغاز میں "حٰمٓ" آیا ہے ان میں آخری سورت ہے۔

وجہِ تسمیہ

"احقاف" دراصل ریت کے ٹیلوں کو کہتے ہیں، اس سورت میں قوم عاد کا ذکر ہے جن کا مسکن یمن میں ریت کے ٹیلوں میں تھا، اس وجہ سے اس سورت کا نام "الاحقاف" رکھ دیا گیا۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں مشرکین کو شرک کرنے پر سرزنش کی گئی تھی، اس سورت کی ابتداء میں بھی یہی مضمون ذکر کیا گیا ہے۔ نیز گزشتہ سورت میں ذکر کیے گئے منہج کو اس سورت میں قبول کرنے اور قبول نہ کرنے والوں کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ "ہدایت اور حق قبول کرنے کی صلاحیت اللہ رب العزت کی طرف سے ہے، وہ جسے چاہتے ہیں یہ صلاحیت بخش دیتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں اس صلاحیت سے محروم کر کے گمراہ کر دیتے ہیں، جیسے قوم عاد کو اس صلاحیت سے محروم کر دیا جبکہ جنات کو یہ صلاحیت دے کر ہدایت بخش دی۔"

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں حق قبول کرنے والے اور حق سے اعراض کرنے والوں کے نمونے بیان کیے گئے ہیں۔

ا: چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا نمونہ پیش فرمایا جو یہودی تھے، پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

۲: اس بچے کا نمونہ پیش کیا جو والدین کا فرمانبردار اور حق قبول کرنے والا ہے نیز اس بچے کا نمونہ بھی پیش کیا جو اپنے رَبّ کا بھی نافرمان ہے اور اپنے والدین کی اطاعت بھی نہیں کرتا۔

۳: قومِ عاد کا نمونہ پیش کیا جنہوں نے اللہ رَبّ العزّت کے احکام سے اعراض کیا اور کُفر پر ڈٹے رہے۔

۴: جنوں کی ایک جماعت کا نمونہ بھی پیش کیا جنہوں نے اللہ رَبّ العزّت کے حکم کو مانا بلکہ اس کے داعی بھی بن گئے اور اپنے بھائیوں کو بھی دین کی دعوت دینے لگے۔

۲۔ والدین بالخصوص والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔

۳۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے لوگوں کو اپنی قدرت کی نشانیوں خاص کر زمین و آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، کیونکہ جو بھی صدقِ دل سے آسمان وزمین کی تخلیق میں غور وفکر کرے گا وہ ضرور حق کو پالے گا۔

۴۔ کُفّار اور مشرکین کا اُخروی انجام بیان کیا گیا ہے کہ اپنے تکبّر، فسق اور کُفر کی وجہ سے جہنّم کی آگ ان کا ٹھکانا بنے گی۔

۵۔ اس سورت میں حق کی دعوت دینے اور دعوت کے راستے میں آنے والی تکالیف اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

پارہ نمبر ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ
وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا
خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ
غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾

مشرک سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے؟

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے دیگر حوامیم کی طرح صداقتِ قرآن کو بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن اللہ رَبّ العزّت کا کلام ہے، جو حکمتوں والے ہیں۔ اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے دلائل میں سے آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا کہ ہم نے آسمان وزمین کو اور ان کے درمیان کی ساری مخلوقات کو حکمت کے ساتھ ایک معیّن وقت تک کے لیے پیدا کیا ہے، اس کے بعد یہ سب چیزیں فنا ہوجائیں گی اور قیامت کا دن بپا ہوگا جس سے یہ کفار اعراض کرتے ہیں۔

پھر اللہ رَبّ العزّت نے مشرکین کے دعاویٔ شرک کو باطل کرنے کے لیے ان سے ان کے دعوے پر دلیل کا مطالبہ

کیا اور فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اس شرک اور بت پرستی کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو تو اسے پیش کرو، اگر دلیل عقلی ہے تو مجھے ذرا یہ دکھاؤ کہ تمہارے ان جھوٹے معبودوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا کون سے آسمان کی تخلیق میں ان کا حصہ ہے؟ اور اگر دلیل نقلی ہے تو میرے پاس کوئی آسمانی کتاب لاؤ جس میں شرک اور بت پرستی کی اجازت دی گئی ہو یا کسی نبی کا قول ہی لے آؤ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی مشرک ایسے دلائل نہیں لا سکتا۔ لہٰذا اس شرک اور بت پرستی سے باز آؤ۔

اس سب کے باوجود اگر کوئی مشرک اپنے باطل عقیدے سے باز نہ آئے تو اس کے بارے میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو دلیل سے عاجز آنے کے باوجود حقیقی معبود کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہ دیں اور جنہیں اس کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو، نیز بروز قیامت وہ جھوٹے معبود اپنے ان پجاریوں کی عبادت کا ہی انکار کر بیٹھیں اور ان کے دشمن ہو جائیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اِثباتِ رسالت اور اس کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دلائل کے ذریعہ ثابت فرمایا ہے، اور اس ضمن میں کفار اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

چنانچہ فرمایا کہ جب ان کفار پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو واضح جادو ہے یا کہتے ہیں کہ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود گھڑ لیا ہے، تو اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ان کو جواب دلوایا کہ اگر یہ قرآن میں نے اپنی طرف سے گھڑا ہے تو اللہ ربّ العزّت مجھے اس کی سزا دینے پر قادر ہیں اور تم مجھے اس سے بچا نہیں سکتے، مگر مجھے اس کی طرف سے کوئی سزا اور سختی درپیش نہیں ہوئی، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ میں اپنے دعوائے نبوّت میں جھوٹا نہیں ہوں۔

نیز میں کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر آ چکے ہیں جن کی خبر تم نے بھی سنی ہے، اسی طرح میں علم غیب کا دعویٰ بھی نہیں کرتا، مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ مجھے غیب کی باتوں میں سے صرف وہ معلوم ہیں جو وحی سے مجھے بتا دی گئی ہیں، غیب کی اور کسی بات کی مجھے خبر نہیں۔

اور اے کفارِ مکہ تم یہ تو سوچو کہ اگر واقعتاً یہ قرآن اللہ ربّ العزّت کی جانب سے نازل کیا گیا ہو اور تم اس کا انکار

کرتے رہو تو تمہارا کیا انجام ہوگا، خصوصاً اس صورت میں کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بڑا عالم اس قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کردے اور مسلمان ہوجائے اور تم اس علم کے باوجود اپنی ضد اور کفر پر ڈٹے رہو تو تم کس قدر عذاب کے مستحق ہوگے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت

گزشتہ آیت میں اللہ ربّ العزّت نے بنی اسرائیل کے کسی عالم کا تذکرہ فرمایا جس نے قرآن کے حق ہونے اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نازل شدہ ہونے کی تصدیق کی اور مسلمان ہوگیا، لیکن اس عالم کا نام نہیں لیا گیا اور نہ ہی کسی خاص عالم کو متعین کیا گیا، اس لیے بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت سے مراد کوئی خاص عالم نہیں، بلکہ بنی اسرائیل کے وہ سب علماء مراد ہوسکتے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ البتہ جمہور مفسرین کرام کے نزدیک یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے اور بعد میں مسلمان ہوگئے۔

قبولِ اسلام کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کے دیکھنے کے لیے حاضر ہوا، "فلما رأيته وجهه عرفت أن وجهه ليس بوجه كذاب" اور میں آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، اور پہلا کلام جو میں نے آپ کی زبان اقدس سے سنا وہ یہ تھا:

ايها الناس اطعموا الطعام وافشوا السلام وصلوا الارحام وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام۔ (سنن الترمذی: ۴/۶۵۲)

ترجمہ:- اے لوگو! کھانا کھلایا کرو اور آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات میں نماز پڑھو جبکہ لوگ خدا سے غافل سو رہے ہوں، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے۔

پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کیے جن کے جواب نبیوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتے، میں نے پوچھا کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ اور کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی اپنے باپ کے؟

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کے پیچھے لگے گی اور انہیں مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کردے گی، جنتیوں کی پہلی خوراک مچھلی کی کلیجی ہوگی، اور تیسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کر جاتا ہے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جاتا ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ یہ جوابات سنتے ہی میں نے اسلام قبول کرلیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۲۹)

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا
وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي
أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ
إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي
أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ
وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي ۖ وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا
أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ
إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ
الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ
عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ ۝

پورے دِین کا خلاصہ

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ ربّ العزّت نے بڑی بلاغت کے ساتھ پورے دین یعنی ایمان اور احمالِ صالحہ کو جمع کر دیا ہے، اور وہ اس طرح کہ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ ربّ العزّت کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اس پر استقامت رکھتے ہیں تو ان کو آئندہ نہ کسی تکلیف و پریشانی کا خوف ہوگا اور نہ ماضی کی کسی تکلیف پر رنج و افسوس رہے گا۔ تو "ربنا اللہ" کا اقرار پورے ایمان کو شامل ہے جبکہ اس پر استقامت میں ایمان پر ثابت قدم رہنا اور ایمان کے تمام تقاضوں پر عمل کرنا دونوں شامل ہیں۔

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تلقین

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت اور بدسلوکی کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے، اور اس ضمن میں انسان پر اس کے والدین کے احسانات کا اور اولاد کے لیے سخت محنت و مشقت برداشت کرنے کا تذکرہ بھی فرمایا ہے، نیز فرمانبردار اور نافرمان اولاد کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے والدین کے بارے میں انسان کو نصیحت کی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، کیونکہ انہوں نے تمہاری پیدائش سے لے کر جوانی تک تمہارے لیے بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں، خصوصاً ماں کی مشقت اور محنت بہت ہی زیادہ نمایاں ہے، کیونکہ وہ ایک طویل مدت تک یعنی نو ماہ تک بچے کو پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، جس میں اس کو طرح طرح کی تکلیفیں اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں، پھر ولادت کے وقت سخت درد اور تکلیف کے ساتھ بچے کو جنم دیتی ہے، پھر اتنی مشکلات اور تکالیف کے بعد بھی ماں کو محنت اور مشقت سے فراغت نہیں ملتی، کیونکہ اس کے بعد بچے کی غذا

بھی قدرت نے ماں کی چھاتیوں میں اتاری ہے اور وہ اس کو دودھ پلاتی ہے۔ چونکہ ماں کی تکالیف اور مشکلات باپ کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہیں اس لیے شریعت اسلامیہ نے ماں کے حقوق کو باپ کے حقوق پر فوقیت دی ہے اور ماں کے تین حق مقرر کیے ہیں جبکہ والد کا ایک حق مقرر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! من أحق الناس بحسن صحابتي قال أمك قال ثم من قال أمك (ثم أمك) قال ثم من قال أمك (ثم أمك) قال ثم من قال ثم أبوك۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷۱)

حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ بچے کا حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس مہینے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ کی ہے، کیونکہ قرآن پاک میں دودھ پلانے کی اکثر مدت دو سال متعین کی گئی ہے، اور یہاں حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ قرار دی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کے دو سال یعنی چوبیس مہینے نکالنے کے بعد حمل کے چھ مہینے ہی رہ جاتے ہیں، جس کو کم سے کم مدت حمل قرار دیا گیا ہے۔

فرمانبردار اولاد کے احوال

پھر فرمایا کہ یہ بچہ جس کو اس کی ماں نے سخت تکالیف جھیل کر پیدا کیا، جب یہ جوان ہو گیا اور اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچ گیا، یعنی اس کی عمر چالیس سال ہو گئی اور عقل پختہ ہو گئی تو اب جو سعادت مند ہوتا ہے وہ اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیونکہ چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقل بالکل پختہ ہو جاتی ہے، زندگی کے تجربات حاصل ہو جاتے ہیں، اور اس کے بعد عمر ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے، لہٰذا اس وقت اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تو سعادت مند شخص اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اس بات کی توفیق دیجیے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، اور مجھے اس بات کی بھی توفیق

اور پابندی نصیب فرمایئے کہ میں نیک اعمال کیا کروں جس سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دیجیے، میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور آپ کی فرمانبرداری کا اقرار کرتا ہوں۔

یہ ماں باپ کے فرمانبردار اور نیک اولاد کا تذکرہ تھا جس نے اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کیا اور اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے خیر اور سعادت کا سوال کیا۔ حضرات مفسرین کرامؒ کے نزدیک اس آیت کا سب سے پہلا مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، جو صحابہ کرام میں واحد صحابی ہیں جو خود بھی صحابی ہیں، ان کے والد بھی صحابی ہیں اور ان کی اولاد بھی صحابیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئی۔ گویا آپ کے خاندان کی تین پشتیں صحابیِ رسول ہیں۔

پھر اللہ ربّ العزّت نے اس نیک اولاد کی فضیلت اور ان کا صلہ و اجر بیان فرمایا کہ ہم ان کے نیک اعمال قبول کرتے ہیں اور ان کی خطاؤں سے درگزر کر دیتے ہیں، یہ لوگ جنّت کے مستحق ہوں گے۔

نافرمان اولاد کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ماں باپ کی نافرمان اولاد کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جنھیں والدین نے نہایت مشقت اور محنت سے پالا، باپ نے اس کی پیدائش اور پرورش پر خرچہ کیا، ماں نے اس کی تربیت میں مشقتیں جھیلیں، لیکن جب یہ بڑا ہوا اور جوان ہو کر اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچ گیا تو کافر اور ماں باپ کا نافرمان بن گیا، اور جب اس کے والدین نے اس کو حق کی اور اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگا کہ تف ہے تم پر، کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں قیامت میں دوباہ زندہ ہو کر قبر سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر گئیں، مگر آج تک اس جیسی کوئی بات سامنے نہیں آئی کہ کوئی مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہو۔ اور وہ دونوں (غریب ماں باپ اس کے کفر سے گھبرا کر) اللہ ربّ العزّت سے فریاد کرتے ہیں اور اس کی ہدایت کے لیے ہر پل دُعا کرتے ہیں اور اسے سمجھاتے رہتے ہیں کہ تیرا ناس ہو، ایمان لے آ، اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ پھر بھی تسلیم نہیں کرتا بلکہ اپنی ڈھٹائی پر اڑا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب دقیانوسی باتیں ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ ربّ العزّت کا عذاب آیا کرتا ہے۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۖ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا
اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن
كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا
تَجْهَلُونَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُم
بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ۠

قومِ عاد کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قومِ عاد کا تذکرہ فرمایا ہے جو یمن کے قریب ریت کے ٹیلوں پر فروکش تھی، ان کے پاس حضرت ہود علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کا پیغام لے کر آئے، انہوں نے ان سے کہا کہ شرک چھوڑ دو، اور ایک اللہ ربّ العزّت کی عبادت کرو، اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے اور اپنے کفر اور شرک پر ڈٹے رہو گے تو مجھے تم پر سخت عذاب کا اندیشہ ہے، اس پر قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیرنے کے لیے آئے ہو، یہ کبھی نہیں ہوگا، تم جس عذاب کی ہمیں دھمکیاں دیتے ہو وہ لے آؤ۔ غرض جب انہوں نے کسی طرح حق کو قبول نہ کیا تو اللہ ربّ العزّت نے ان پر سخت آندھی کا عذاب بھیجا، جس کا آغاز یوں ہوا کہ ایک بادل اٹھا، جب ان لوگوں نے بادلوں کو دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگے کہ اب بارش آئے گی، حالانکہ وہ برسنے والا بادل نہیں تھا بلکہ درحقیقت وہ عذابِ خداوندی تھا، چنانچہ اس کے بعد سخت تند و تیز ہوا چلی جس نے تمام آدمیوں اور مویشیوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا اور ہلاک کر دیا، یہاں تک کہ ان کے مکانات کے سوا اور کچھ نہ بچا۔ (قومِ عاد کی ہلاکت کا تفصیلی واقعہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے)۔

ان کی ہلاکت کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے کفارِ مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ طاقت اور قوت میں تم (کفارِ مکہ) سے بڑھ کر تھے، اللہ ربّ العزّت نے انہیں بھی کان، آنکھ اور دل دیے تھے، لیکن چونکہ وہ اللہ ربّ العزّت کی آیات کا انکار کرتے تھے اس لیے جب ان پر عذاب آیا تو نہ ان کے کان ان کے کام آئے، نہ آنکھیں اور نہ ان کے دل کچھ کام آ سکے۔ اور وہ سب ہلاک ہو گئے، اس لیے تم بھی حق کو قبول کر لو تاکہ عذابِ خداوندی سے محفوظ رہ سکو۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ۚ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

جنوں کے قبولِ اسلام کا ایمان افروز واقعہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اہلِ مکہ کو عار دلانے کے لیے جنات کے ایمان لانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جنات تو تکبر اور غرور میں تم سے بھی بڑھ کر ہیں مگر قرآن سن کر ان کے دل بھی موم ہو گئے اور وہ مسلمان ہو گئے، تمہیں تو اللہ ربّ العزّت نے جنات سے زیادہ عقل و شعور بخشا ہے مگر اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔ واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا اور جو جن آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر جاتا تو اس پر شہاب ثاقب پھینک کر دفع کیا جانے لگا، تو جنات میں اس کا تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے کہ کون سا نیا واقعہ دنیا میں ہوا ہے جس کی وجہ سے جنات کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا، جنات کے مختلف گروہ دنیا کے مختلف خطوں میں اس کی تحقیقات کے لیے پھیل گئے، ان کا ایک گروہ جو تقریباً سات یا نو افراد پر مشتمل تھا اور ان کا تعلق مقام نصیبین سے تھا، حجاز کی طرف بھی پہنچا، اس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ وادی نخلہ کے بطن میں تشریف فرما تھے اور آپ عکاظ بازار کی طرف تشریف لے جانے کے ارادے سے نکلے تھے۔ تو جب وہ جنات یہاں سے گزرے، اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، تو جب انہوں نے قرآن پاک سنا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ بس یہی وہ نئی بات ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے، اس کے بعد وہ سب اسلام کی حقانیت پر یقین و ایمان لا کر اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی اور انہیں بھی اسلام کی تبلیغ کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کے آنے کی خبر نہیں ہوئی، یہاں تک کہ اللہ ربّ العزّت نے سورۂ جن نازل فرما دی اور اس میں آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ (معارف القرآن)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

تمام اُولوالعزم انبیائے کرام علیہم السلام صابر تھے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے آسمان و زمین کی تخلیق کا نمونہ پیش فرما کر قیامت اور معاد کے عقیدے کو بیان فرمایا کہ جو ربّ آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوقات کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور ان عظیم مخلوقات کو پیدا کر کے اس کو ذرا تھکاوٹ تک نہیں ہوئی تو وہ ذات مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں ہو سکتی؟ اس کے باوجود جو لوگ اپنی ڈھٹائی پر اڑے رہے اور کفر پر ڈٹے رہے تو ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور فرمایا کہ آپ صبر کیجیے جیسا کہ دیگر اولوالعزم انبیاء علیہم السلام نے صبر کیا، اور ان کفار کے لیے عذاب الٰہی مانگنے کی جلدی نہ کیجیے، کیونکہ اللہ ربّ العزّت نے ان کے لیے عذاب کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اور جب وہ عذاب آئے گا تو اس عذاب کی شدت کی وجہ سے ان کو ایسا لگے گا گویا یہ دنیا

میں صرف ایک گھڑی رہے ہیں، یعنی دنیا کی یہ طویل زندگی بہت تھوڑی اور کم لگے گی۔ آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچانا ہے، آپ اپنا پیغام پہنچاتے رہیے، اگر انہوں نے آپ کے پیغام کو تسلیم نہیں کیا تو عنقریب یہ ہلاک ہوں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے صداقت قرآن کا مضمون بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمائے، نیز کفّار اور مشرکین کو ان کے شرک پر نہایت بلیغ انداز میں تنبیہ فرمائی۔

۲۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے والدین بالخصوص والدہ کے حقوق پر بہت زور دیا، والدہ کی تکالیف اور پریشانیوں کا ذکر کیا جو اسے بچے کی پیدائش اور پرورش میں جھیلنی پڑتی ہیں، اور اس ضمن میں فرمانبردار اور نافرمان اولاد کے احوال بھی بیان فرمائے۔

۳۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے قوم عاد اور دیگر ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ فرمایا اور کفّار مکہ کو تنبیہ کی کہ وہ سب طاقت اور قوت میں تم سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود جب انہوں نے اللہ کے احکام کو نہ مانا تو عذاب کا شکار ہوئے، لہٰذا تم بھی ان کی روش پر چلنے سے باز آجاؤ۔

۴۔ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے جنات کے قبولِ اسلام کے واقعہ کو بھی بیان فرمایا جنھوں نے دورانِ گشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے قرآن پاک کی تلاوت سنی اور مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی اسلام کی طرف دعوت دی۔

۵۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کفّار کے مصائب پر صبر کی تلقین فرمائی۔

تمت سورۃ الاحقاف بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃُ مُحَمَّد

سورت کا تعارف

یہ سورت مدنی ہے، قرآنی ترتیب میں سینتالیس (۴۷) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا پچانوے (۹۵) نمبر ہے، چار رکوع اور اڑتیس (۳۸) آیات پر مشتمل ہے۔

سورت کے نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں:

۱- **سورۃ محمد**: اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام یعنی "محمد" قرآن پاک میں چار بار ذکر فرمایا ہے، جس میں سے ایک اس سورت میں ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام "سورۃ محمد" رکھا گیا ہے۔

۲- **سورۃ القتال**: اس سورت کا ایک نام سورۃ القتال بھی ہے، کیونکہ اس سورت میں قتال اور جہاد کے احکام ذکر کیے گئے ہیں۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا تھا کہ "فاسق لوگ ہی بالآخر ہلاک ہوں گے" اس سورت میں ان کی ہلاکت اور ان کے خلاف جہاد کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے اعراض کرنے والے کی سزا" ہے، نیز اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر اعمال قبول ہونے کا مدار ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کے لیے مختلف سزاؤں اور ذلت و رسوائی کی مختلف صورتوں کو ذکر فرمایا ہے۔

۲- مؤمنین کے لیے عزّت اور بلندی کی مختلف صورتیں بھی اس سورت میں بیان کی گئی ہیں۔

۳-اس سورت میں مومنین کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس وقت تک جہاد ترک نہ کریں جب تک ان کے ہاتھوں کفار کو ذلت اور رسوائی نہ پہنچ جائے۔

۴-اس سورت میں ان چند چیزوں کو بھی بیان کیا گیا ہے جن سے انسان کے اعمال غارت ہو جاتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱: خود کفر کرنا اور دوسروں کو اللہ ربّ العزّت کے راستے سے روکنا

۲: باطل کی اتباع کرنا

۳: اللہ ربّ العزّت کے نازل کردہ احکامات کو ناپسند کرنا

۴: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنا

۵: ریا اور منافقت اختیار کرنا

۶: مرتد ہو جانا

۷: کفر پر موت کا آ جانا

۵-اس سورت میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص میں بخل کا ہونا اس کے ذلیل ہونے کے لیے کافی ہے، کیونکہ بخل کی صفت رسوائی کی سب سے قبیح صورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

”کفر“ اور دوسروں کو اسلام سے روکنا اعمال ضائع ہونے کا سبب ہے

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے خود بھی کفر کیا اور دوسروں کو بھی حق سے یعنی اسلام سے روکا، اللہ ربّ العزّت کے ان کے وہ نیک اعمال جو انہوں نے دنیا میں کیے، مثلاً مساکین کی امداد و اعانت، سخاوت اور خیرات وغیرہ سب ضائع کر دیں گے اور آخرت میں ان کا کوئی اجر و ثواب ان کو نہیں ملے گا، کیونکہ اعمال کی قبولیت اور آخرت میں ان پر اجر و ثواب ملنے کے لیے ایمان کا ہونا لازمی شرط ہے جس سے یہ محروم ہیں۔

جبکہ دوسری طرف وہ لوگ جو اللہ ربّ العزّت پر ایمان لائے، اور پھر نیک اعمال کرتے رہے اور خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے قرآن اور احکام شریعت کو دل سے تسلیم کیا تو اللہ ربّ العزّت ان کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اور ان کے دنیا و آخرت کے تمام کاموں کو درست کر دیں گے۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾

جہاد اور قتال حکمِ خداوندی ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی طرف سے پھیلائے گئے شر اور فساد کو ختم کرنے کے لیے مومنین کو جہاد کا حکم فرمایا ہے کہ جب تمہارا کفّار سے مقابلہ اور مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب کفّار کی شوکت اور قوت اور ان کا زور ٹوٹ جائے تو اس وقت ان کو قید کر لو، پھر اس کے بعد تمہیں دو باتوں کا اختیار ہے کہ یا تو بلا معاوضہ ان کو چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔

دراصل جنگ بدر میں کفّار کے جو ستر آدمی گرفتار ہوئے تھے، ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی اکثریت کے مشورہ سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا، جس پر سورۂ انفال میں اللہ ربّ العزّت نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب تک کافروں کی طاقت اچھی طرح کچلی نہیں جاتی اس وقت تک قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا مناسب نہیں تھا، کیونکہ ان حالات میں دشمنوں کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کی طاقت کو اور مضبوط کیا جائے۔ تو سورۂ انفال کی ان آیات سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا تھا کہ شاید آئندہ بھی جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہ ہو، اس آیت نے یہ وضاحت فرمادی کہ اس وقت قیدیوں کے چھوڑنے پر اللہ ربّ العزّت نے ناراضگی کا جو اظہار فرمایا تھا وہ اس لیے کہ دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچلے بغیر انہیں رہا کر دیا گیا، لیکن جب ان کی طاقت کچلی جا چکی ہو تو اس وقت انہیں چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مسلمان حاکم کے لیے دونوں صورتیں جائز ہیں، چاہے کوئی فدیہ یعنی معاوضہ لیے بغیر احسان کے طور پر انہیں چھوڑ دے، یا کوئی فدیہ لے کر چھوڑ دے۔ چنانچہ اس آیت کی روشنی میں اسلامی حکومت کو چار قسم کے اختیار حاصل ہیں:

۱۔ قیدیوں کو بلا معاوضہ احسان کے طور پر چھوڑ دے۔

۲۔ ان سے کوئی فدیہ یا معاوضہ لے کر چھوڑ دے، جس میں قیدیوں کا تبادلہ بھی شامل ہے۔

۳۔ اگر ان کو زندہ چھوڑنے میں یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کے لیے خطرہ بنیں گے تو انہیں قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

۴۔ اگر ان میں یہ صلاحیت محسوس ہو کہ وہ زندہ رہ کر مسلمانوں کے لیے خطرہ بننے کے بجائے اچھی خدمات انجام دے سکیں گے تو انہیں غلام بنا کر رکھا جائے اور ان اسلامی احکام کے مطابق رکھا جائے جو غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتے ہیں اور انہیں بھائیوں جیسا درجہ دیتے ہیں۔

ان چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی لازمی نہیں ہے بلکہ اسلامی حکومت حالات کے مطابق کوئی بھی صورت اختیار کر سکتی ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب دشمنوں سے جنگی قیدیوں کے بارے میں کوئی معاہدہ نہ ہو۔ اگر ایسا کوئی معاہدہ ہو تو

مسلمانوں پر اس کی پابندی لازم ہے۔ آج کل بین الاقوامی طور پر اکثر ملکوں نے جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ معاہدہ کیا ہوا ہے کہ وہ قیدیوں کو نہ قتل کریں گے اور نہ غلام بنائیں گے، تو جو ممالک اس معاہدے میں شریک ہیں اور جب تک شریک ہیں، ان کے لیے اس کی پابندی شرعاً لازم ہے۔ (مستفاد از "آسان ترجمہ قرآن")

اُمّتِ مسلمہ کو جہاد کا حکم کیوں دیا گیا؟

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مشروعیت جہاد کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو جہاد کا حکم کیوں دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ ربّ العزّت چاہتے تو ان کفّار پر خود براہِ راست کوئی عذاب نازل کر کے ان سے انتقام لے سکتے تھے لیکن اس نے تم پر جہاد کا فریضہ اس لیے عائد فرمایا ہے کہ تمہارا امتحان مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر تم میں سے کون ثابت قدمی سے اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے اور ان کافروں کا بھی امتحان مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت دیکھ کر ایمان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا نہیں۔

شہید کے لیے اِنعامات

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے شہید کے لیے چار انعامات ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ اللہ ربّ العزّت ان کے اعمال ضائع نہیں فرماتے، یعنی اگر انہوں نے کچھ گناہ بھی کیے ہوں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے نیک اعمال پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ بسا اوقات ان کے نیک اعمال ان کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتے ہیں۔

۲، ۳۔ اللہ ربّ العزّت ان کو ہدایت دے گا اور ان کے حالات درست کر دے گا۔ حالات سے مراد دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کے حالات ہیں، دنیا میں تو یہ کہ جو شخص جہاد میں شریک ہوا اگرچہ وہ شہید نہ ہوا، سلامت رہا، وہ بھی شہید کے ثواب کا مستحق ہو گیا۔ اور آخرت میں یہ کہ وہ قبر کے عذاب سے اور محشر کی پریشانی سے نجات پائے گا اور کچھ لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ رہ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اصحابِ حقوق کو اس سے راضی کر کے اس کی خلاصی کرا دیں گے۔ اور موت کے بعد ہدایت دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کو ان کی منزلِ مقصود یعنی جنّت میں پہنچا دیں گے۔

۴۔ ان کے دلوں میں جنّت میں اپنے مقام اور اس میں ملنے والی نعمتوں سے ایسی واقفیت پیدا کر دی جائے گی جیسے وہ ہمیشہ سے انہی میں رہے تھے اور ان سے مانوس تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا" یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر کو پہچانتا ہے اس سے بہت زیادہ وہ جنّتی اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے۔ (صحیح بخاری شریف، ص:۲۳۱)

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝ أَفَمَنْ كَانَ
عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ
فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ

مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ۝

جنّت کی دلفریب نعمتیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اے میرے حبیب! ان لوگوں نے آپ کو آپ کے شہر مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ان کی شرارتوں کی وجہ سے آپ کو اپنا شہر چھوڑنا پڑا تو آپ اس کا غم نہ کیجیے، ہم ان سے آپ کا بدلہ لیں گے، ہم نے ان سے زیادہ طاقتور بستیوں اور قوموں کو ہلاک کر دیا، جنہیں کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ اسی طرح ہم انہیں بھی ہلاک کر دیں گے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ نیک لوگ اور گنہگار لوگ نہ دنیا میں برابر ہیں اور نہ آخرت میں، جس طرح دنیا میں ان کے اعمال کے درمیان تفاوت ہے اسی طرح آخرت میں ان کے انجام کے درمیان بھی تفاوت ہوگا۔ نیک لوگ جنّت اور ثواب کے مستحق ہوں گے جبکہ اہلِ باطل عذاب کے مستحق ہوں گے۔

پھر اللہ ربّ العزّت نے جنّت کی چند دلفریب اور خوش کن نعمتیں بیان فرمائی ہیں کہ جس جنّت کا متقین سے وعدہ کیا جاتا ہے اس میں چار طرح کی نہریں ہوں گی:

۱۔ بعض نہریں پانی کی ہوں گی، لیکن وہ پانی ایسا ہوگا کہ اس میں کبھی بھی تغیر اور بدلاؤ نہیں آتا، نہ اس میں بو پیدا ہوتی ہے، نہ رنگ تبدیل ہوتا ہے اور نہ ذائقہ میں فرق آتا ہے، بلکہ وہ ہمیشہ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہی رہتا ہے۔

۲۔ بعض نہریں دودھ کی ہوں گی، جس کا ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔

۳۔ بعض نہریں شراب کی ہوں گی لیکن وہ شراب دنیا کی شراب جیسی نہیں ہوگی، بلکہ اس شراب میں نہایت لذت ہوگی۔

۴۔ بعض نہریں شہد کی ہوں گی جو نہایت صاف شفاف ہوگا، دنیا کے شہد میں میل اور موم وغیرہ ہوتا ہے جبکہ جنّت کی شراب ان آلائشوں سے بالکل پاک ہوگی۔

اس کے علاوہ جنّت میں جنتیوں کے لیے انواع واقسام اور من چاہے میوہ جات ہوں گے جن سے وہ ہمہ وقت لطف اندوز ہو سکیں گے۔

جہنمیوں کا بُرا انجام

اس کے برعکس وہ لوگ جو اپنے کفر اور اللہ ربّ العزّت کے احکام کی تکذیب کی وجہ سے جہنّم میں جا پڑے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور اگر وہ پینے کے لیے پانی مانگیں گے تو انہیں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاۗءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاۗءَتْهُمْ

ذِكْرٰىهُمْ ۞ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۞

قیامت کی اکثر نشانیاں آچکی ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ کیا یہ کافر لوگ قیامت کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، جبکہ قیامت کی (متعدد) نشانیاں آچکی ہیں، تو جب وہ قیامت آجائے گی تو ان کو نصیحت ماننے کا موقع کہاں ملے گا؟

علامات قیامت کی ابتدا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوجاتی ہے، کیونکہ ختمِ نبوت بھی قربِ قیامت کی علامت ہے۔ اسی طرح چاند کے دو ٹکڑے ہوجانے کے معجزہ کو بھی قرآن میں قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ یہ وہ قریبی علامات اور نشانیاں ہیں جو قرآن پاک نازل ہونے کے زمانے میں ظاہر میں ہو چکی تھیں، اس کے علاوہ بھی متعدد علامات اور نشانیاں احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں:

۱۔ علم اٹھ جائے گا۔

۲۔ جہل بڑھ جائے گا۔

۳۔ زنا کی کثرت ہوگی۔

۴۔ شراب نوشی کی کثرت ہوگی۔

۵۔ مرد کم رہ جائیں گے۔

۶۔ عورتیں بڑھ جائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی کفالت کرنے والا ایک مرد ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۵۶/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت سمجھ لیا جائے اور امانت کو مالِ غنیمت قرار دے دیا جائے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے اور علم دین دنیوی اغراض کے لیے حاصل کیا جانے لگے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے اور مساجد میں شور وشغب ہونے لگے اور قوم کا سردار ان میں سے فاسق اور بدکردار آدمی ہوجائے اور قوم کا نمائندہ ان میں سے ذلیل شخص ہوجائے اور شریر آدمی کا اکرام صرف اس لیے کرنا پڑے کہ اس کا اکرام نہ کریں گے تو یہ ستائے گا اور تنگ کرے گا، اور گانے والی عورتوں کا گانا عام ہوجائے، اور مزامیر یعنی آلات موسیقی پھیل جائیں، اور شرابیں پی جانے لگیں، اور اس اُمّت کے آخری لوگ اپنے اسلاف پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت تم لوگ انتظار کرو ایک سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کا اور صورتیں مسخ ہوجانے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا اور دوسری علامات قیامت کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے موتیوں کی لڑی کو کاٹ دیا جائے اور موتی ایک ایک کر کے نیچے آگرتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۴۹۵/۴)

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي
قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ
فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ
أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ
سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ
اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

منافقین جہاد سے جی چراتے ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے منافقین کی ایک صفت کو بیان فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی ایسی سورت نازل ہوتی ہے جس میں اللہ ربّ العزّت نے جہاد اور قتال کے احکام دیے ہوں تو ان منافقین کے منہ بن جاتے ہیں، جس کی وجہ ان کا خوف اور بزدلی ہے، اس کے برعکس مومن لوگ ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ مزید کلام الٰہی نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہو اور نئے احکام ملیں تو ان پر عمل کا ثواب بھی حاصل کریں۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے جہاد کی تاکید اور اس سے پیچھے رہنے والوں کو خطاب کر کے ترک جہاد کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ اگر تم جہاد سے رک جاؤ اور اس میں شریک نہ ہو تو کوئی بعید نہیں کہ تم زمین میں فساد کرنے لگو گے اور قطع تعلقی کرنے لگو گے، یعنی زمانہ جاہلیت میں جو تمہاری حالت تھی، اسی حالت میں دوبارہ چلے جاؤ گے، کیونکہ جہاد کا بڑا فائدہ عدل اور انصاف اور امن کا قیام ہے، اگر جہاد چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے گا اور لوگوں کی حفاظت کا انتظام نہیں ہو سکے گا اور تم بھی ان مفسدین میں شامل ہو جاؤ گے۔ جبکہ ایسے لوگوں پر جو زمین میں فساد کریں اور قطع تعلقی کرنے لگیں اللہ ربّ العزّت کی طرف سے پھٹکار اور لعنت برستی ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اگر اللہ ربّ العزّت تمہیں حکومت دے دیں تو کیا تم زمین میں فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے، حالانکہ ایسے حکمرانوں پر جو زمین میں فساد کریں اور قطع رحمی سے کام لیں اور اقتدار کے نشے میں مخلوق خدا پر ظلم کرنے لگیں، اللہ ربّ العزّت لعنت فرماتے ہیں۔

اس آیت سے قطع رحمی کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا ہے کہ زمین میں فساد کرنا اور رشتے توڑنا کس قدر سنگین گناہ ہے اور اس پر لعنت اور گمراہی کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص رشتے توڑتا ہے اللہ ربّ العزّت اسے توڑتے ہیں اور جو شخص رشتے جوڑتا ہے اللہ ربّ العزّت اسے جوڑتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۸۹)

اس کے ساتھ ہی قرآن کریم میں غور وفکر نہ کرنے پر سخت ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ فرمایا کہ لوگ قرآن کریم میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ چکے ہیں۔ اگر آیت کو ماسبق کے ساتھ جوڑا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ فساد فی الارض اور قطع رحمی کے مرتکبین کے ملعون اور گمراہ ہونے کے قرآنی ذکر میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔ اس سے جہاں قرآن کریم کے ساتھ تعلق کرنے کا حکم ہے، وہاں فساد اور قطع رحمی کے جرم کی سنگینی بھی بڑھ جاتی ہے۔

باطل کی ادھوری اتباع، حق سے مکمّل محرومی کا باعث بن سکتی ہے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے منافقین کی گمراہی کی ایک وجہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ جنہوں نے حق کو واضح طور پر دیکھ لینے اور جان لینے کے بعد پیٹھ پھیر لی، ان کو شیطان نے بے وقوف بنایا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہود کے سرداروں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے، یعنی تم ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے منع کرتے ہو، تو ہم بعض مصلحتوں کی وجہ سے ظاہراً تو تمہاری بات نہیں مان سکتے لیکن باطن کے لحاظ سے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ غرض قومی تعصب کی بنا پر حق سے محروم ہو گئے اور دشمنانِ خدا کی اتباع کی، لہٰذا اب ان کا انجام یہ ہوگا کہ جب فرشتے ان کی روح قبض کر کے لے جا رہے ہوں گے تو ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کفار اور فساق کو قبر کا عذاب مرتے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ فرشتے انہیں مارتے ہیں لیکن جس طرح موت کے وقت کا یہ عذاب نظروں سے اوجھل ہوتا ہے ایسے ہی قبر میں جانے کے بعد بھی نظر نہیں آتا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ۝

اللہ ربّ العزّت ایمان والوں کا امتحان لیتے ہیں

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دل کا کینہ اور حسد ظاہر نہیں کریں گے، حالانکہ اگر اللہ ربّ العزّت چاہیں تو ان سب منافقین کی شخصی طور پر تعیین فرما دیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ان کو ظاہر فرما دیں، لیکن کسی مصلحت اور حکمت کی وجہ سے اللہ ربّ العزّت نے انہیں اس طرح رسوا کرنا پسند نہیں فرمایا، البتہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی بصیرت عطا فرما دی کہ آپ خود منافقین کو ان کے کلام اور ان کی باتوں سے پہچان لیں۔

پھر فرمایا کہ ہم کلمہ پڑھنے والوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو ظاہر فرما دیں کہ کون صبر کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۙ لَنْ يَضُرُّوا

اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ڰ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ڰ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔــلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝ اِنْ يَّسْـَٔــلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝

وہ اعمال جن سے نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں

یہ آیات دراصل منافقین اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان اعمال کا تذکرہ فرمایا ہے جو انسان کے نیک اعمال کو ضائع اور غارت کر دیتے ہیں، اور وہ اعمال درج ذیل ہیں:

۱۔ خود بھی کفر اختیار کرنا اور دوسروں کو بھی اللہ ربّ العزّت کے راستے سے روکنا: یہ پہلا عمل ہے جس سے نیک اعمال غارت ہوجاتے ہیں، یعنی انہوں نے دنیا میں جو نیک اعمال مثلاً صدقہ اور خیرات وغیرہ کیے تھے وہ سب ضائع ہوجائیں گے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا: جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے لائے ہوئے احکام اور شریعت کی مخالفت کرے اس کے بھی سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔

۳۔ کفر پر موت کا آنا: جس شخص کو حالت کفر پر موت آئی ہو اس کے بھی تمام دنیوی نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے اور ان کی بھی مغفرت نہیں ہوگی۔

بخل کی مذمّت

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے بخل کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت تم سے تمہارے مال نہیں مانگتا، اس نے تمہیں جو زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کا حکم دیا ہے وہ بھی تمہارے اپنے نفع کے لیے ہے کہ تمہارے غریبوں کی پرورش ہو اور تمہارے لیے آخرت میں باعث ثواب ہو۔ اور اگر بالفرض اللہ ربّ العزّت تم سے سارے مال کا مطالبہ فرما لیتے تو تم بخل کرنے لگتے اور بخل کی وجہ سے جو ناگواری اور کراہت تمہارے دلوں میں ہوتی وہ سب ظاہر ہوجاتی۔ اس لیے اس نے تم پر تمہارے مالوں میں سے نہایت معمولی حصہ فرض کیا ہے، اس میں بھی بعض لوگ بخل کرنے لگے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جو بخل کرتا ہے وہ اللہ ربّ العزّت کا کوئی نقصان نہیں کرتا، بلکہ خود اپنی جان کا نقصان اس بخل کے ذریعہ کرتا ہے کہ آخرت کے ثواب سے بھی محروم ہوجاتا ہے اور فرض چھوڑنے کا وبال بھی اس کے گلے پڑتا ہے۔ اللہ ربّ العزّت کو اس کے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ تو غنی اور بے نیاز ہے، تم ہی حاجت مند ہو، اللہ ربّ العزّت کی راہ میں خرچ کرنا خود تمہاری حاجت پوری ہونے کا سبب اور ذریعہ ہے۔

اور اگر اس کے باوجود بھی تم اس کے احکام کی تعمیل نہ کرو اور مسلسل روگردانی کرتے رہو تو جس طرح اللہ رب العزت کو تمہارے مالوں کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح وہ خود تمہارا بھی محتاج نہیں ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم پیدا کردے جو اس کی اطاعت کرے گی اور تمہاری طرح اس کے احکام شرعیہ سے روگردانی نہیں کرے گی۔

اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی فضیلت

بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت کا مصداق امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں، ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون سی قوم ہے کہ اگر ہم (خدانخواستہ) احکام دین سے روگردانی کرنے لگیں تو وہ ہمارے بدلے میں لائی جائے گی اور پھر وہ ہماری طرح احکام سے روگردانی نہیں کرے گی؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (جو کہ مجلس میں موجود تھے) کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم، اور اگر (بالفرض) دین حق ثریا ستارے پر بھی ہوتا (جہاں لوگوں کی رسائی مشکل ہوتی) تو فارس کے کچھ لوگ وہاں بھی پہنچ کر دین کو حاصل کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ (سنن ترمذی: ۵/۳۸۴)

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی کوفہ، فارس کے رہنے والے تھے۔ اسی وجہ سے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں، کیونکہ فارس والوں میں سے کوئی جماعت علم کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچی جس پر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پہنچے ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رب العزت نے جہاد کے بعض احکام بیان فرمائے ہیں، جس کے ضمن میں جنگی قیدیوں کے متعلق اسلامی حکومت کو کچھ ہدایات دی گئی ہیں۔

۲۔ اس سورت میں اللہ رب العزت نے مومنین اور کافروں کے اخروی انجام کو بھی بیان فرمایا ہے، نیز جنت کی بعض نعمتوں اور دلفریب مناظر کا بھی اس سورت میں ذکر ہے۔

۳۔ اس سورت میں مختلف پیرایوں میں منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور ان کے کئی مکر اور حیلوں کا بھی ذکر ہے۔

۴۔ اس سورت میں اللہ رب العزت نے بعض ان اعمال کا ذکر فرمایا ہے جن سے نیک اعمال ضائع اور غارت ہوجاتے ہیں۔

۵۔ سورت کے آخر میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور بخل کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور اس ضمن میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ رب العزت کے احکام سے روگردانی کروگے تو وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا جو اس کی فرمانبردار ہوگی۔

تمت سورۃ محمد بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْفَتْح

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی، قرآنی ترتیب کے اعتبار سے اڑتالیس (۴۸) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو گیارہ (۱۱۱) نمبر پر ہے۔ چار رکوع اور انتیس (۲۹) آیات پر مشتمل ہے۔

شانِ نزول

ہجرت کے چھٹے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں، اور احرام سے فارغ ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سر کا حلق کرایا، جبکہ بعض نے بال کٹوا لیے، نبی کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے اس لیے اس صورت کا واقع ہونا تو یقینی تھا، لیکن خواب میں اس واقعہ کے لیے کوئی سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا، مگر جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو خواب سنایا تو ان سب کے سب نے مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے شوق میں فوراً ہی تیاری شروع کر دی اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارادہ فرما لیا کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا تھا، یہ احتمال بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ چنانچہ آپ چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آپ کو پتہ چلا کہ قریش کے مشرکین نے ایک بڑا لشکر تیار کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکے۔ اس خبر کے ملنے پر آپ نے اپنی پیش قدمی روک دی، اور مکہ مکرمہ سے کچھ دور حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، (یہ جگہ آج کل شمیسیہ کہلاتی ہے) وہاں سے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا ایلچی بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ وہاں کے سرداروں کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے ارادے سے تشریف نہیں لائے، وہ صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں اور عمرہ کر کے پرامن طور پر واپس چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے تو کفار مکہ نے انہیں ادھر روک لیا، جبکہ دوسری طرف مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مکہ مکرمہ کے کافروں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے یہ بیعت لی کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خلاف جہاد کریں گے، اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ آپ کے حکم سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، اس لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت ہے۔

دوسری طرف جب کفار مکہ کو اس بیعت کا علم ہوا تو ان پر اللہ ربّ العزّت نے مسلمانوں کا رعب طاری کر دیا اور وہ خود صلح پر آمادہ ہو گئے، اور مکہ مکرمہ سے کئی ایلچی اور وفود صلح کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے، سب سے آخر میں سہیل بن عمرو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ معاہدہ فرمالیا۔

اس معاہدہ کی شقیں ظاہری لحاظ سے مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت غم و غصہ کی کیفیت میں تھے۔ قریش نے پہلی شرط یہ رکھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں، اور اگلے سال بغیر ہتھیاروں کے عمرہ کے لیے آجائیں اور تین روز مکہ مکرمہ میں قیام کریں، اپنے جانوروں کی قربانی کریں اور احرام کھول دیں۔

معاہدہ کی دوسری شق یہ تھی کہ دس سال تک دونوں فریق آپس میں جنگ نہیں لڑیں گے، اور عرب کا جو قبیلہ مسلمانوں یا عرب میں سے جس کے ساتھ شامل ہونا چاہے ہو سکتا ہے۔ جس پر قبیلہ بنو خزاعہ نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوتے ہیں، اور بنو بکر نے آگے بڑھ کر کہا کہ ہم قریش کے عہد میں داخل ہیں۔

تیسری شق یہ تھی کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس جائے گا تو آپ اس کو واپس کر دیں گے اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو اور مسلمانوں میں سے جو کوئی قریش کے پاس آئے گا ہم اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ سب شرائط مسلمانوں کے لیے بظاہر بہت بھاری تھیں اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ چاہتے تھے کہ ان شرائط کو قبول کرنے کے بجائے ان کافروں سے ابھی ایک فیصلہ کن معرکہ ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اسی صلح کے نتیجہ میں آخر کار قریش کا اقتدار ختم ہو۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت کے حکم سے یہ شرائط منظور کر لیں۔

جب معاہدہ طے پا گیا تو سہیل نے کہا لائیے ہم اپنے اور آپ کے درمیان صلح نامہ لکھ لیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سہیل نے یہیں سے بحث شروع کر دی اور کہا کہ لفظ رحمٰن اور رحیم ہمارے محاورات میں نہیں ہے، آپ وہی لفظ لکھیں جو پہلے لکھا کرتے تھے، یعنی "باسمك اللّٰهم" آپ نے اس کو مان لیا اور اسی طرح لکھوا دیا۔ اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا کہ یہ لکھو کہ یہ وہ عہد نامہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ سہیل نے اس پر بھی ضد کی کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو ہرگز بیت اللہ سے نہ روکتے۔ آپ صرف محمد بن عبد اللہ لکھوائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منظور فرما کر حضرت علی

سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اس کو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں یہ تو نہیں کر سکتا کہ آپ کے نام کو مٹا دوں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح نامہ کا کاغذ خود اپنے دست مبارک میں لے لیا اور باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے پہلے کبھی لکھا نہیں تھا مگر اس وقت آپ نے خود اپنے قلم سے یہ لکھ دیا "هذا ما قاضى محمد بن عبد الله وسهيل ابن عمرو اصلحا على وضع الحرب عن الناس عشر سنين يأمن فيه الناس ويكف بعضهم عن بعض" یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو نے دس سال کے لیے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے جس میں سب لوگ مامون رہیں، ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔

معاہدہ طے پا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ سب لوگ اپنی قربانی کے جانور جو ساتھ ہیں ان کی قربانی کر دیں اور سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیں۔ صحابہ کرام کی مسلسل رنج و غم کی وجہ سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کے فرمانے کے باوجود کوئی اس کام کے لیے اٹھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغموم ہوئے اور اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا، اُمّ المؤمنین نے بہت مناسب اور اچھا مشورہ دیا کہ آپ صحابہ کرام کو اس پر کچھ نہ کہیں، ان کو اس وقت سخت صدمہ اور رنج پہنچا ہے، آپ ان سب کے سامنے حجام کو بلا کر خود اپنا سر منڈوا لیں اور احرام کھول دیں اور اپنی قربانی کر دیں۔ آپ نے ان کے مشورہ کے مطابق ایسا ہی کیا، صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور قربانی کے جانوروں کی قربانی کرنے لگے، آپ نے سب کے لیے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں اس صلح کو "فتح مبین" قرار دیا گیا۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دے کر اس کا تذکرہ فرمایا، اس کے علاوہ اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو فتوحات کرنی تھیں ان میں سے بہت سی فتوحات کا تذکرہ فرمایا۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام "سورۃ الفتح" رکھا گیا۔

سورت کی فضیلت

جب یہ سورت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ مجھ پر رات ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی ساری سورتوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۹/۱)

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے قتال اور جہاد کے احکام بیان فرمائے تھے، اس سورت میں جہاد کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی فتح کا ذکر فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کو اُمت کو اللہ رَبّ العزّت کی طرف سے عطا کردہ فتوحات اور انعامات'' ہے۔

عمومی مضامین

اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت کی طرف سے عطا کردہ مختلف انعامات کا ذکر ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ رَبّ العزّت کی نعمتوں کی تکمیل۔

۲۔ اللہ رَبّ العزّت کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد اور نصرت کا ذکر۔

۳۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ پر سکینت کا نزول۔

۴۔ اللہ رَبّ العزّت کا مومنین سے جنّت کا وعدہ اور اس کی خوشخبری سنانا۔

۵۔ اللہ رَبّ العزّت کا مومنین صحابہ کرام سے راضی ہونا۔

۶۔ دنیا میں مومنین پر اللہ رَبّ العزّت کا فضل و کرم ہونا اور مختلف انعامات کا ملنا۔

۷۔ مکہ مکرمہ کے دشوار حالات میں مومنین کے دلوں کو طمانیت اور سکون بخشنا۔

۸۔ فتح مکہ کی خوشخبری۔

۹۔ ساری دنیا میں دین کے غلبہ کا وعدہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝۳ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا
اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ
فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ
عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

''صلح حدیبیہ'' غلبۂ اسلام کا پیش خیمہ

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''فتح مبین'' یعنی واضح اور مکمل فتح کی خوشخبری

سنائی، اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔حالانکہ جن حالات اور جن شرائط پر صلح حدیبیہ ہوئی تھی وہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں، اسی وجہ سے صحابہ کرام میں ان شرائط اور بغیر عمرہ کے واپسی کی وجہ سے سخت ناگواری تھی، اور یہ انہی کا ایمان تھا کہ ان سب حالات میں ایمان اور اطاعت رسول پر جمے رہے۔ چنانچہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ فتح مبین ہے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے اس صلح کا فتح مبین ہونا کھل کر واضح ہو گیا۔ اسی صلح کی وجہ سے راستے مامون ہو گئے اور دعوت اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے لیے راستے کھل گئے۔ عرب کے وفود کو آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے گوشہ گوشہ میں دعوت اسلام کو پھیلایا، دنیا کے بادشاہوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے خطوط بھیجے گئے، ان میں سے چند بڑے بادشاہ متاثر ہوئے۔ اسی عرصہ میں سات ہجری میں خیبر فتح ہو گیا جس کی بدولت مسلمانوں کو بڑی مقدار میں سامان مل گیا اور ان کی مادی قوت مستحکم ہو گئی۔ اور اس صلح کو دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی جو اس سے پہلے نہیں تھی۔

اس صلح کے دو سال کے اندر اندر کفار مکہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغام بھیجا کہ یا تو وہ اس کی تلافی کریں یا معاہدہ ختم کر دیں، قریش نے اس وقت غرور میں آ کر کوئی بات نہ مانی جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیغام بھیج دیا کہ آپ کا اور ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ہجرت کے آٹھویں سال دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ اس وقت تک قریش کا غرور ٹوٹ چکا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص خونریزی کے بغیر مکہ مکرمہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے اور قریش کے لوگوں نے شہر آپ کے حوالے کر دیا۔ یوں صلح حدیبیہ کی وجہ سے اسلام عرب سے نکل کر چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ جس سے اس کا فتح مبین ہونا واضح ہو گیا۔ جو کہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بڑا انعام تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ ربّ العزّت کا دوسرا انعام

فتح مبین عطا کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرا انعام یہ عطا فرمایا کہ آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کو اللہ ربّ العزّت نے معاف فرما دیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس لیے ایسے مقامات پر جہاں کسی نبی کی طرف "ذنب" یا "عصیان" جیسے الفاظ منسوب کیے گئے ہوں تو وہاں ان سے مراد خلاف اولیٰ کام ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان اور بلند مقام کے اعتبار سے افضل نہیں ہوتا، یا ان سے مراد گناہوں سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔

تیسرا اِنعام

اللہ ربّ العزّت نے آپ کو ہدایت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کر دیا۔ کیونکہ ہدایت کے درجات مختلف ہیں، تو ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے درجے کی ضرورت باقی رہتی ہے جس سے کوئی نبی یا ولی بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے "اھدنا الصراط المستقیم" کی دُعا نماز کی ہر رکعت میں کرنے کی تعلیم جیسے اُمّت کو ہے ایسے ہی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے، تو اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت نے آپ کو اپنے قرب و رضا کا بہت اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔

چوتھا اِنعام

چوتھا انعام اللہ ربّ العزّت کی طرف سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ تھا کہ اللہ ربّ العزّت نے آپ کو اپنی مدد ونصرت سے نوازا جس کی بدولت آپ کو اتنی فتوحات حاصل ہوگئیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اللہ ربّ العزّت کے اِنعامات

جب اس سورت کی شروع والی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ انعامات تو آپ کے لیے ہیں، ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًاۙ

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے صحابہ کرام کے دلوں پر سکینت نازل فرمادی تھی جس کی وجہ سے ان کا حوصلہ بڑھ گیا اور یہ جہاد کی طرف پیش قدمی دل وجان سے تیار ہوگئے اور دوسرا یہ کہ کفّار کی بے جا ضد کے وقت اپنے جوش وغصہ کو قابو میں رکھا۔ نیز اس واقعہ سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوگیا۔ جس کا اخروی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ربّ العزّت ان کو دائمی جنتوں میں داخل فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں کو بخش دیں گے۔

اس کے برعکس منافقین اور مشرکین کا اخروی انجام یہ ہوگا کہ وہ اللہ ربّ العزّت کے عذاب کا شکار ہوں گے اور اس کی رحمت سے دور ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ

الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۞ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۞ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت درحقیقت اللہ ربّ العزّت سے بیعت ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اس بیعتِ جہاد کا تذکرہ فرمایا جو صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔ اس بیعت کے متعلق اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ بیعت کی، چونکہ اس سے مقصود اللہ ربّ العزّت کے حکم کی تعمیل اور رضا جوئی تھی اس لیے گویا خود انہوں نے اللہ ربّ العزّت سے بیعت کی اور جب انہوں نے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو گویا اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

فائدہ:- اللہ ربّ العزّت کا ہاتھ ہونا، یہ متشابہات میں سے ہے، جس کی کیفیت اور حقیقت نہ کسی کو معلوم ہے اور نہ معلوم کرنے کی فکر میں رہنا درست ہے۔

''بیعت'' کیا ہے؟

بیعت دراصل کسی خاص کام پر عہد لینے کا نام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے مختلف کاموں پر بیعت لیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کبھی جہاد کی بیعت لیا کرتے تھے، کبھی اعمال کی بیعت لیا کرتے تھے، ہمارے مشائخ اور بزرگوں میں جو بیعت مروج ہے وہ عام طور پر اعمال کروانے اور گناہ چھڑوانے کی بیعت ہوتی ہے۔ مردوں کے لئے بیعت کا قدیم اور مسنون طریقہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے کا ہے، اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرط اور ضروری نہیں، لیکن جس کام کا کسی سے عہد کیا جائے اس کی پابندی شرعاً واجب ہے اور خلاف ورزی حرام ہے اسی لیے فرمایا کہ جو شخص اس عہد بیعت کو توڑے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ ربّ العزّت اور اس کے رسول کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، اور جو اس عہد کو پورا کرے گا تو اس کو اللہ ربّ العزّت بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔ (معارف القرآن)

''صلح حدیبیہ'' میں شرکت نہ کرنے والے منافقین کے حیلے بہانے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کرنے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے اردگرد کے دیہات والوں کو بھی اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی، لیکن ان میں سے بہت سے لوگوں نے ساتھ چلنے سے انکار کردیا اور کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں جو ساز و سامان والے اور طاقتور ہیں، اور ان (مسلمانوں) کا اپنا انجام یہ ہوگا کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہیں لوٹ سکیں گے۔ ان آیات میں االلہ ربّ العزّت نے ان منافقین کا تذکرہ فرما کر ان کا

پردہ چاک فرما دیا، چنانچہ فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد طرح طرح کے بہانے بنائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اپنے مال اور اولاد سے فرصت نہیں ملی، ہم ان کی ضروریات میں مشغول رہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ باتیں ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ ان کے آپ کے ساتھ نہ چلنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کا گمان تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سفر سے واپس نہیں آئیں گے۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے ان کو ان کے اُخروی انجام کی وعید سنائی کہ جو لوگ اللہ ربّ العزّت اور اس کے رسول پر (صدقِ دل سے) ایمان نہیں لائے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

''صلح حدیبیہ'' میں پیچھے رہنے والے غزوۂ خیبر میں شرکت نہ کر سکیں گے!

ان آیات میں اس واقعہ کا ذکر ہے جو حدیبیہ سے واپسی پر سات ہجری میں پیش آیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کا ارادہ فرمایا تو صرف ان لوگوں کو ساتھ لیا جو سفرِ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح اور وہاں سے اموالِ غنیمت ملنے کا وعدہ فرمایا تھا، اس وقت دیہات کے وہ لوگ جو سفر حدیبیہ میں کسی عذر کے بغیر پیچھے رہ گئے تھے ان لوگوں نے بھی خیبر میں ساتھ چلنے کا ارادہ کیا، ان کے جواب میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے حکم کو بدلنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ غزوہ خیبر اور اس سے حاصل ہونے والی غنیمتیں صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص ہیں جو حدیبیہ میں شریک تھے۔ لہٰذا آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیں کہ اگر ایک خیبر میں نہ گئے تو نہ سہی، ثواب حاصل کرنے کے اور بھی مواقع آنے والے ہیں چنانچہ عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو سخت لڑنے والے ہوں گے، اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک رُوم اور فارس کے غزوات ہیں، جن کا انعقاد ہونا باقی ہے، کیونکہ ان کی فوجیں تربیت یافتہ اور مسلح تھیں۔ تو اگر اس وقت تم اطاعت کرو گے اور ان سے جہاد کرو گے تو تم کو اللہ ربّ العزّت بہترین اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تم اس وقت بھی روگردانی کرو گے جیسے پہلے حدیبیہ وغیرہ میں روگردانی کر چکے ہو تو اللہ ربّ العزّت تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا فرما دیں گے۔

لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اوپر کی آیات میں جہاد کی شرکت سے ہٹنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید آئی تو کچھ معذور لوگ جو صحابہ کرام میں تھے اور سچے مسلمان تھے، ان کو فکر ہوئی کہ ہم تو شرکت جہاد کے قابل نہیں، کہیں ہم بھی اس وعید میں شامل نہ ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اندھے، لنگڑے اور بیمار کو جہاد کے حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔ (معارف القرآن)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝

بیعتِ رضوان کا قصہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے پھر ان صحابہ کا تذکرہ فرمایا ہے جنھوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ گزشتہ آیات میں ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اس بیعت کے شرکاء سے اپنی رضا کا اعلان فرما دیا ہے اسی لیے اس کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے۔ اس بیعت میں جتنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل تھے ان کو باقی صحابہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے، جس طرح بدر میں شریک صحابہ کرام کے لیے قرآن واحادیث مبارکہ میں فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں، اسی طرح اس بیعت میں شریک صحابہ کرام کے لیے بھی قرآن وحدیث میں کئی فضائل ذکر کیے گئے ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

بیعتِ رضوان میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''انتم خير اهل الارض'' یعنی تم لوگ تمام روئے زمین کے انسانوں سے بہتر ہو۔ (صحیح بخاری: ۲۶۳/۱)

۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا يدخل النار احد ممن بايع تحت الشجرة'' یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔

(سنن ابی داؤد: ۳۴۴/۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن وتشنیع اس آیت کے خلاف ہے

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جن خیارِ اُمت (اُمت کے بہترین لوگ) کے متعلق اللہ ربّ العزّت نے معافی اور

بخشش کا اعلان فرما دیا ہے، اگر ان سے کوئی لغزش یا گناہ ہوا بھی ہے تو یہ آیت اس کی معافی کا اعلان ہے، پھر ان کے ایسے معاملات کو جو مستحسن نہیں ہیں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا میدان بنانا بدبختی اور اس آیت کی مخالفت ہے۔

''فتحِ خیبر'' اور دیگر فتوحات کی بشارت

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے صحابہ کرام کو خیبر کی فتح اور دیگر بہت سی فتوحات کی خوشخبری سنائی، چنانچہ فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی ان سے اللہ راضی ہو گیا، ان کے دلوں پر سکون اتار دیا اور انہیں ایک قریبی فتح بھی عنایت کی جائے گی، جس میں بہت سا مالِ غنیمت انہیں حاصل ہوگا، اس سے مراد باتفاق فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد سات ہجری میں فتح ہوا۔ اور اس سے مسلمانوں کو بے شمار غنیمت حاصل ہوئی۔

اس کے علاوہ ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مسلمانوں کو دیگر فتوحات کی خوشخبری بھی سنائی جو آگے مسلمانوں کو حاصل ہونے والی تھی، چنانچہ چشمِ فلک نے دیکھا کہ صحابہ کرام نے ایک کے بعد ایک معرکہ فتح کیا اور اللہ ربّ العزّت کا یہ وعدہ پوری طرح سچ ثابت ہوا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ
وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۚ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ
مَعَهُ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ
وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهُ
فَاٰزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچ ثابت ہوا

جب صلح حدیبیہ مکمل ہو گئی اور یہ بات طے ہو گئی کہ اس وقت مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کیے بغیر مسلمان واپس جائیں گے، اور صحابہ کرام کا عمرہ کا یہ ارادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی بنا پر ہوا تھا جو ایک طرح کی وحی تھی، اب بظاہر اس کے خلاف ہوتا ہوا دیکھ کر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں یہ شکوک پیدا ہونے لگے کہ معاذ اللہ آپ کا خواب سچا ثابت نہ ہوا۔ دوسری طرف کفار و منافقین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تمہارے رسول کا خواب صحیح نہ ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ ربّ العزّت نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بالکل سچا تھا، تم ضرور مسجد حرام میں امن اور اطمینان سے داخل ہو گے، وہاں عمرہ بھی کرو گے، اور بعض حضرات حلق (سر منڈوانا) کروائیں گے جبکہ

بعض قصر (بال ترشوانا) کروائیں گے، مگر یہ سب اس سال نہیں ہوگا، بلکہ اس سال کے بعد ہوگا، خواب میں اس کا وقت متعین نہیں کیا گیا تھا، صحابہ کرام نے اپنے اشتیاق کی وجہ سے اسی سال عزم سفر کرلیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موافقت فرمائی جس میں اللہ ربّ العزّت کی بڑی حکمتیں تھیں جن کا ظہور صلح حدیبیہ کے وقت ہوا۔ ایک بڑی حکمت اور مصلحت یہ بھی تھی کہ اللہ ربّ العزّت نے چاہا کہ اس سے پہلے خیبر فتح ہوجائے تاکہ مسلمانوں کی قوت اور سامان میں اضافہ ہوجائے اور وہ فراغت اور اطمینان کے ساتھ عمرہ ادا کرسکیں۔

آئندہ کرنے والے کاموں کے لیے "اِن شاءاللہ" کہنے کی تاکید

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے آئندہ ہونے والے مسجد حرام میں واخلہ کے لیے "ان شاءاللہ" کا لفظ استعمال فرمایا، حالانکہ اللہ ربّ العزّت خود اپنی مشیت کو جانتے ہیں، ان کو اس کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اپنے رسول اور سب بندوں کو تعلیم دینے کے لیے اس جگہ اللہ ربّ العزّت نے لفظ "ان شاءاللہ" استعمال فرمایا، چنانچہ ہمیں بھی اپنے آئندہ ہونے والے تمام کاموں اور ارادوں کے ساتھ "ان شاءاللہ" کہنے کی عادت بنانی چاہیے۔

غلبۂ اسلام کی بشارت

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت دین اسلام کو دیگر تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ دینے کی بشارت بھی سنائی، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اسلام کے ابتدائی دور یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں بھی اسلام پوری دنیا میں پھیلا اور تمام ادیان پر غالب رہا، اور آخری دور یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد بھی اللہ ربّ العزّت اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب فرمادیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ذکر کرنے کی وجہ

سورت کی آخری آیت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

پورے قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے بجائے عموماً آپ کی صفات کے ساتھ آپ کا ذکر کیا گیا، صرف چار مقامات ایسے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک "محمد" ذکر فرمایا ہے، اور وہاں آپ کا نام ذکر کرنے میں ہی کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر مصلحت یہ تھی کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفارِ قریش نے اس کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت کے حکم کے مطابق اس کو منظور فرمالیا، تو اللہ ربّ العزّت نے اس مقام پر خصوصیت سے آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ قرآن میں لا کر اس کو دائمی بنادیا جو قیامت تک اسی طرح پڑھا جائے گا۔ (معارف القرآن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور فضائل

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے کچھ اوصاف اور فضائل اور خاص علامات بیان فرمائی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ صحابہ کرام کا سب سے پہلا وصف یہ ذکر کیا گیا کہ وہ کفّار کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے نرم اور مہربان ہیں۔ کفّار کے مقابلے میں سخت ہونا ان کا ہر موقع پر ثابت ہوتا رہا ہے کہ نسبی رشتے ناطے تک اسلام پر قربان کر دیے، اور آپس میں مہربان اور نرم ہونا خصوصیت سے اس وقت ظاہر ہوا جب مہاجرین اور انصار میں مواخات اور بھائی چارہ قائم ہوا اور انصار نے اپنی سب چیزوں میں مہاجرین کو شریک کرنے کی دعوت دی۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دوسرا وصف یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ رکوع وسجدہ اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، ان کے چہروں پر نماز اور سجدوں کے مخصوص آثار اور انوار نمایاں ہوتے ہیں، خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے والوں کے چہروں پر جو نور ہوتا ہے وہ ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

صحابہؓ کا تذکرہ تورات وانجیل میں

پھر فرمایا کہ صحابہ کرام کی جو علامت اوپر بیان کی گئی ہے یعنی سجدوں اور نمازوں کا نور ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوتا ہے، ان کی یہی علامت اور مثال توراۃ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ جبکہ انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اگائے تو پہلے وہ ایک کمزور سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں پھر وہ اور مضبوط ہوتا ہے پھر اس کا مضبوط تنا بن جاتا ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ابتدا میں بہت کم تھے، پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب بتلائی گئی ہے۔

توہینِ صحابہ حرام!

اور یہ سب یعنی صحابہ کرام کو ان صفات کے ساتھ مزین فرمانا اور ضعف کے بعد قوت، قلت کے بعد کثرت عطا کرنا اس وجہ سے ہوا کہ ان کو دیکھ کر کافروں کو غصہ آئے اور وہ حسد کی آگ میں جلیں۔ حضرت ابو عروہ زبیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی مجلس میں شریک تھے کہ ایک شخص نے بعض صحابہ کرام کی شان میں کچھ نامناسب کلمات کہے تو امام مالک نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرام میں سے کسی کے ساتھ غیظ اور غصہ ہو تو اسے اس آیت کی وعید ملے گی۔ (معارف القرآن)

قرآن پاک کی کئی آیات اور کئی احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کو معیارِ حق قرار دیا گیا ہے اور ان کے متعدد فضائل

بیان کیے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اللہ ربّ العزّت کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو وہ میرے صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مٹھی بھر یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ (صحیح بخاری: ۱۳/۱) اسی وجہ سے اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل اور ثقہ ہیں، اور ان کی تنقیص اور ان کی شان میں دریدہ دہنی بہت بڑا جرم ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے چند انعامات کا تذکرہ فرمایا جو صلح حدیبیہ کے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے جن میں لغزشوں کی معافی، اور اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نصرت اور مدد کا ملنا وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان صحابہ کرام کی خصوصاً اور جملہ صحابہ کرام کی عموماً تعریف فرمائی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگرچہ انہوں نے ظاہراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے لیکن درحقیقت وہ بیعت اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ پر ہوئی۔

۳۔اس سورت میں منافقین کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے جو مشکل نظر آنے پر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور جب حالات موافق ہوجائیں تو مسلمانوں کے ساتھ ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان منافقین کا پردہ چاک فرمایا ہے۔

۴۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مسلمانوں کو فتح خیبر سمیت دیگر کئی فتوحات کی بشارت دی جو بعد میں بالکل سچ ثابت ہوئی، اسی طرح اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں غلبہ اسلام کی بھی بشارت عطا فرمائی ہے۔

۵۔سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند اوصاف اور گزشتہ کتب سماویہ میں ان کی جو علامات مذکور ہیں، ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

تمت سورة الفتح بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰت

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب میں انچاس (۴۹) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو چھ (۱۰۶) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور اٹھارہ (۱۸) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

''حجرات'' عربی میں ''حجرۃ'' کی جمع ہے، کمرے کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی حجروں کے پیچھے سے آپ کو آواز دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ حجرات رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

۱۔ گزشتہ سورت میں کفّار سے قتال کرنے کا بیان تھا، اس سورت میں باغیوں سے قتال کرنے کا بیان ہے۔

۲۔ گزشتہ سورت کے شروع میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا تھا، اس سورت کے آغاز میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام ومرتبہ کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ ''اخلاق پورے معاشرے کی بنیاد ہے۔''

عمومی مضامین

۱۔ اللہ ربّ العزّت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب اختیار کرنا لازم ہے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آواز اونچی کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

۲۔ کسی بھی خبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرنا ضروری ہے، اور فاسق آدمی کی بات کو ماننے سے بچنا لازم ہے۔

۳- دو جھگڑنے والوں میں کتاب و سنت کے مطابق صلح کروانے کا حکم بھی اس سورت میں مذکور ہے۔

۴- اسلامی اُخوّت اور ایسے اخلاق کو اپنانے کی تلقین بھی اس سورت میں کی گئی ہے جس سے عزتوں اور حقوق کی حفاظت ہو جائے۔

۵- اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں، نیز ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے تقاضے بھی اس سورت میں مذکور ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ
قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

شانِ نزول

ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بات زیرِ غور تھی کہ اس قبیلے پر کس کو حاکم بنایا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قعقاع ابن معبد کے بارے میں رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس کے متعلق رائے دی۔ اس معاملے میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان آپس میں کچھ تلخ کلامی کی نوبت آ گئی جس میں دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۲۹۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند آداب بیان کیے گئے ہیں:

پہلا ادب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی قول یا فعل میں پیش قدمی نہ کرو بلکہ انتظار کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ چل رہے ہوں تو کوئی آپ سے آگے نہ بڑھے، کھانے کی مجلس ہے تو آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، غرض کسی کام یا کسی بات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھے۔

علمائے کرام کا ادب

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ علماء و مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے تنبیہ فرمائی کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ (معارف القرآن) اس لیے علماء نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔

دوسرا ادب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مجلس کا دوسرا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے سامنے آپ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا یا بلند آواز سے اس طرح گفتگو کرنا جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں، ایک قسم کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال ہوگیا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہے۔ (درمنثور: ۵۴۸/۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کے بعد اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے، یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اور اپنی آواز کو گھٹایا۔ (معارف القرآن)

روضۂ اقدس کے سامنے بھی بلند آواز سے گفتگو کرنا ممنوع ہے!

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا آپ کی زندگی میں تھا۔ اسی لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام اور گفتگو کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جا رہی ہوں اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے کیونکہ آپ کا کلام جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو اس وقت سب کے لیے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب اور ضروری تھا اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔

تیسرا ادب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا ادب یہ ہے کہ جس وقت آپ اپنے مکان میں تشریف فرما ہوں، اس وقت باہر کھڑے ہو کر آپ کو پکارنا، خصوصاً نام لے کر پکارنا، بے ادبی ہے، عقل والوں کے یہ کام نہیں ہیں۔
یہ آیت دراصل اسی قبیلہ بنوتمیم کے وفد کے متعلق نازل ہوئیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہ دوپہر کے وقت

مدینہ منورہ پہنچے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی حجرے میں آرام فرما رہے تھے۔ یہ لوگ آداب معاشرت سے ناواقف تھے اسی لیے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے باہر سے ہی آپ کو پکارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے: "اخرج الینا یا محمد!" اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اس طرح پکارنے کی ممانعت اور انتظار کا حکم دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝

شانِ نزول

قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار جن کی صاحبزادی حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اُمّ المؤمنین ہیں فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا، میں نے اسلام قبول کیا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ اب میں اپنی قوم میں جا کر ان کو بھی اسلام اور ادائے زکوٰۃ کی طرف دعوت دوں گا، جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے میں ان کی زکوٰۃ جمع کر لوں گا، اور آپ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تا کہ جو رقم زکوٰۃ کی میرے پاس جمع ہو جائے اس کو سپرد کر دوں گا، پھر جب حارث نے حسب وعدہ ایمان لانے والوں سے زکوٰۃ جمع کر لی اور وہ مہینہ اور تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لیے طے ہوئی تھی گزر گئی اور آپ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے۔ حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والوں کے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ادھر واقعہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ تاریخ پر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا تھا مگر ولید بن عقبہ کو راستہ میں خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری پرانی دشمنی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اس خوف کی وجہ سے وہ راستہ ہی سے واپس ہو گئے، اور بعض روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ پہنچے تو بستی کے لوگ ان کے استقبال اور تعظیم کے لیے باہر نکلے، ان کو شبہ ہوا کہ شاید یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آئے ہیں، اس وجہ سے وہیں سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر یہ کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ کیا، ادھر یہ دستہ روانہ ہوا ادھر سے حارث اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے، مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہوئی۔ حارث نے ان سے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے

گئے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ حارث نے وجہ پوچھی تو ان حضرات نے ان کو ساری بات بتادی۔ حارث نے یہ سن کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے، میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں، اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ اس کے بعد حارث جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حارث نے کہا کہ ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغام حق دے کر بھیجا ہے، نہ وہ میرے پاس آئے ہیں نہ میں نے ان کو دیکھا، پھر جب مقررہ وقت پر آپ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہوا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، اس لیے میں حاضر خدمت ہوا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی شریر یا فاسق آدمی اگر کسی شخص یا قوم کی شکایت کرے یا ان پر کوئی الزام لگائے تو اس کی خبر پر بغیر تحقیق کے عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے صحابہ کرام کو ایک اور ہدایت فرمائی کہ اگر کسی معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے مشورہ طلب کریں آپ اپنی رائے دے دو، لیکن یہ کوشش مت کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے کے مطابق ہی عمل کریں، کیونکہ اللہ ربّ العزّت نے جو فراست اور دانش اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے کے مطابق عمل کریں تو بہت سے معاملات میں نقصان اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ
تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٩
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝١٠

مومنین کے درمیان صلح کروادیا کرو

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے معاشرتی آداب میں سے ایک اور ادب بیان فرمایا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروادیا کریں، پھر صلح کے بعد بھی اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے اور لڑائی بند نہ کرے تو اس زیادتی کرنے والے گروہ کو مجبور کردو کہ وہ لڑائی بند کردے۔ کیونکہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اگر بھائیوں میں کوئی رنجش آجائے تو ان میں صلح کروادینی چاہیے تاکہ یہ اسلامی برادری قائم رہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ
خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝١١ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا

اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

چند معاشرتی آداب کا بیان

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے چند معاشرتی آداب کو بیان فرمایا ہے جو ایک بہتر اور پرامن معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۔ کوئی کسی کا مذاق نہ اُڑائے!

پہلا ادب یہ بیان فرمایا کہ کوئی بھی شخص خواہ مرد ہو یا عورت، کسی دوسرے مرد یا عورت کا مذاق نہ اڑائے، یعنی اس کی تحقیر اور توہین کے لیے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر نہ کرے جس سے لوگ ہنسنے لگیں، اور یہ جیسے زبان سے ہوتا ہے ایسے ہی اعضا یعنی ہاتھ پاؤں سے بھی ہوتا ہے کہ اس کی نقل اتاری جائے۔ تو اللہ رَبّ العزّت نے یہاں مذاق اڑانے سے منع فرمادیا اور مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مرد یا عورت کسی دوسرے مرد یا عورت کا مذاق اڑاتا ہے اسے کیا خبر کہ شاید وہ اللہ رَبّ العزّت کے نزدیک استہزاء کرنے اور مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو۔

۲۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرو!

دوسرا ادب یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی دوسرے میں کوئی عیب دیکھو تو اس کو ظاہر نہ کرو، اسی طرح اس کو اس عیب کا طعنہ بھی نہ دو۔ بلکہ اس کے برعکس ہر شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔

۳۔ کسی کو بُرے لقب سے نہ پکارو!

تیسرا ادب یہ بیان فرمایا گیا کہ کوئی شخص کسی کو برے لقب اور برے نام سے نہ پکارے جس سے وہ ناراض ہوتا ہو، جیسے کسی کو لنگڑا، لولا یا اندھا کہہ کر پکارنا یا اسی طرح ایسے ناموں سے پکارنا جو تحقیر کے لیے استعمال ہوتے ہوں۔

اسی طرح اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو، اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا، مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ۔ جس نے کسی گناہ سے توبہ کر لی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے عار دلانا اور تحقیر کرنا حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے (بعض روایات میں ہے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو) تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (سنن ترمذی: ۶۶۱/۴)

۴۔ بدگمانی سے اجتناب کیجیے!

چوتھا ادب یہ بیان فرمایا کہ کسی کے متعلق بدگمانی رکھنے سے مکمل اجتناب کیا جائے، کیونکہ اکثر اس طرح کے گمان

بالکل غلط ہوتے ہیں جو انسان کو گناہ تک لے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ" یعنی بدگمانی سے بچو، کیونکہ گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ (صحیح بخاری: ۷/۱)

۵۔ کسی کے عیب تلاش کرنے میں نہ لگے رہو!

پانچواں ادب یہ بیان کیا گیا کہ کسی کے عیب تلاش کرنے میں اور ایسی باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو جس کو لوگوں نے تم سے چھپایا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسلمانوں کے عیوب کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرتا ہے اور جس کے عیب کی تلاش اللہ تعالیٰ کرے اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتا ہے۔" (سنن ابی داؤد: ۲۲۱/۴)

اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ چھپ کر کسی کی باتیں سنی جائیں یا اپنے آپ کو سوتا ہوا ظاہر کر کے دوسروں کی باتیں سنی جائیں۔ البتہ اگر کسی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے نقصان پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کو جاننے کی کوشش کرے تو جائز ہے۔ (معارف القرآن)

۶۔ غیبت سے بچیں!

چھٹا ادب یہ بیان کیا کہ کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے۔ یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہے جس کو اگر وہ سنتا تو اس کو تکلیف ہوتی، اگرچہ وہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بات ہی غلط اور جھوٹ پر مبنی ہو تو وہ تہمت کہلائے گی، جس کی حرمت الگ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

غیبت کی حرمت اور اس کی شناعت بیان کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت نے کسی مسلمان کی غیبت اور آبروریزی کو اس کا گوشت کھانے کے مشابہ قرار دیا ہے کہ کسی کی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے کسی مردہ انسان کا گوشت کھایا جائے۔

۷۔ کوئی کسی کو کمتر یا حقیر نہ سمجھے!

ساتواں ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو خود سے کمتر اور حقیر نہ سمجھے، اور اپنے نسب اور خاندان یا مال و دولت وغیرہ کی بنا پر فخر نہ کرے کیونکہ یہ چیزیں درحقیقت فخر کرنے کا باعث نہیں ہیں۔ بلکہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور بھائی بھائی ہیں۔ خاندان اور قبائل یا مال و دولت کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ محض تعارف کے لیے ہے۔ عزّت اور فخر کی چیز درحقیقت صرف ایمان اور تقویٰ ہے، جو جتنا زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوگا وہ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک اتنا ہی شرف اور عزّت والا ہوگا۔

یہ آیت دراصل فتح مکہ کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ

عنہ کو اَذان کا حکم دیا تو قریش مکہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے ہی وفات پا گئے ہیں، ان کو یہ روز دیکھنا نہیں پڑا، اور حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کالے کوے کے سوا کوئی آدمی نہیں ملا جو مسجد حرام میں اذان دے۔ ابوسفیان بولے کہ میں کچھ نہیں کہتا، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں کچھ کہوں گا تو آسمانوں کا مالک ان کو خبر کر دے گا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تمام گفتگو کی اطلاع دی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا انہوں نے اقرار کر لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

ایمان کا اصل دار و مدار قلبی تصدیق پر ہے

شانِ نزول

قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط کے زمانے میں حاضر ہوئے، یہ لوگ دل سے مومن نہیں تھے، محض صدقات حاصل کرنے کے لیے اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا، اور چونکہ واقع میں مومن نہ تھے اور اسلامی اَحکام سے بے خبر اور غافل تھے، اس لیے انہوں نے مدینہ کے راستوں پر غلاظت و نجاست پھیلا دی اور بازاروں میں اشیاء ضرورت کی قیمت بڑھا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلایا کہ ہم خود آپ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہوئے لہٰذا ہماری قدر کرنی چاہیے۔ اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان کے جھوٹے دعوائے ایمان کی نفی کی اور احسان جتلانے پر ان کی مذمت کی۔ چنانچہ فرمایا کہ تمہارا ایمان لانے کا دعویٰ غلط ہے، تم نے صرف ظاہری طور پر اقرار کیا ہے، جبکہ ایمان ابھی تک تمہارے دِلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور تمہارا احسان جتلانا بھی بالکل غلط ہے، کیونکہ اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے، بلکہ تمہیں اللہ ربّ العزّت کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے تمہیں اسلام کی راہ دکھائی۔ وہ ہر چیز کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ آداب بیان فرمائے، جس میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی کرنے، آپ کے سامنے اونچی آواز میں گفتگو کرنے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام گاہ میں تشریف فرما ہوں تو حجرے کے باہر سے آپ کو آواز دینے منع فرمایا گیا ہے۔

۲۔اس سورت میں متعدد اجتماعی معاشرتی آداب بیان کیے گئے ہیں جو کسی بھی صحت مند اور پر امن معاشرے کے لیے نہایت ضروری ہیں، جن میں بغیر تحقیق کسی کی بات پر عمل نہ کرنا، اگر دو مسلمان گروہوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کروا دینا وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔اسی طرح اس سورت میں چند معاشرتی برائیوں سے بھی منع کیا گیا ہے، جن میں کسی کا مذاق نہ اڑانا، کسی کی عیب جوئی نہ کرنا، برے القابات سے پرہیز، بدگمانی سے اجتناب، کسی کی عیبوں کی تلاش میں رہنا اور غیبت سے گریز وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی توفیق اللہ ربّ العزت کا خاص انعام اور احسان ہے، کسی شخص کا ذاتی کمال نہیں۔ اس لیے ایمان یا دیگر نعمتوں پر اترانا اور احسان جتلانا ہرگز درست نہیں ہے۔

تمت سورۃ الحجرات بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ قٓ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب میں پچاسویں (۵۰) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا چونتیس (۳۴) نمبر ہے۔ تین رکوع اور پینتالیس (۴۵) آیات پر مشتمل ہے۔

وجۂ تسمیہ

چونکہ اس سورت کا آغاز حروف مقطعات میں سے حرف ''ق'' سے کیا گیا ہے، اسی بنا پر اس سورت کا نام سورۂ ق رکھ دیا گیا۔

سورت کی فضیلت

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو اور سورۂ قمر کو عیدین کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲/۴۱۵)

۲۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبہ میں سورۂ ق پڑھا کرتے تھے، اور میں نے یہ سورت وہیں سے سن سن کر یاد کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲/۵۹۵)

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اعمال کے جزا کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اس پوری سورت میں قیامت اور جزا و سزا کے اثبات کو بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''وقوعِ قیامت اور جزا و سزا کا اثبات'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں قیامت اور جزا و سزا کو ثابت کرنے کے لیے عقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

۲۔ گزشتہ قوموں میں جن لوگوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا تھا ان کا انجام اس سورت میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ اس سے عبرت حاصل کی جاسکے۔

۳۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کے علم کی وسعت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ظاہری اور باطنی تمام اعمال سے واقف ہے۔

۴۔اس سورت میں آخرت کا تذکرہ اور اس کے کچھ احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مومنین سے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۶۔صبر کے حصول کے لیے نماز اور اللہ ربّ العزّت کا ذکر اکسیر ہے۔

۷۔اس سورت میں قرآن کے بیان کردہ دلائل، وعدے و بشارتوں اور وعیدوں کی مضبوطی بھی بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝١ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝٢ ءَاِذَا
مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝٣ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ
كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا
وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً
وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ
بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝١١

موت کے بعد کی زندگی حق ہے

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی قسم کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور موت کے بعد کی زندگی کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔ اور اس پر کفّار کے اعتراض کو ذکر فرما کر اس کا جواب بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا پیغمبر آ گیا جو کہتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ تو بہت عجیب بات ہے۔ بھلا جب ہم مر جائیں گے اور مٹّی مٹّی ہو جائیں گے تو پھر کیسے دوبارہ اٹھیں گے؟

اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس اعتراض کا بہت خوبصورت جواب ارشاد فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا ناممکن تب ہو سکتا ہے جب اللہ ربّ العزّت کو ان کے لوٹانے پر قدرت نہ ہو یا اسے علم نہ ہو کہ ان کے جو اجزاء مٹّی میں مل چکے ہیں وہ کہاں بکھرے ہیں، جبکہ اللہ ربّ العزّت کی قدرت بھی کامل ہے اور علم بھی۔ بلکہ اس کے علم کی تو یہ شان ہے کہ ان کے وہ اجزاء جو مٹّی میں مل کر بکھرتے جاتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ اور یہ آج سے نہیں بلکہ ازل سے یہ سب اللہ ربّ العزّت نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیے ہیں جو اس کے پاس محفوظ ہے۔

اور اس کی قدرت کے دلائل تو کائنات میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً آسمان جو برسہا برس سے اسی مضبوطی اور خوبصورتی سے قائم ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی رخنہ اور دراڑ تک نہیں پڑی۔ اسی طرح زمین ہے جس کو اللہ ربّ العزّت نے

پانی پر پھیلا دیا ہے اور اسے مضبوط بنانے کے لیے اس میں پہاڑ گاڑ دیے، پھر اسے نباتات اگانے کے قابل بنا دیا۔ اس کے علاوہ اللہ ربّ العزّت نے آسمان سے بارش برسائی جس کا پانی نہایت صاف اور برکت والا ہے، پھر اس پانی کے ذریعہ مختلف قسم کے باغات اور اناج اگائے اور کھجور کے اونچے اونچے درخت جن میں تہ بہ تہ خوشے ہوتے ہیں۔

تو جس رب کا علم اور قدرت اتنی کامل ہو، اس کے لیے دوبارہ زندہ کرنا بھی بالکل آسان ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

چند ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ماضی کی چند ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جن قوموں نے اللہ ربّ العزّت کے پیغام کو جھٹلایا، انبیاء کو تکالیف پہنچائیں، اہل حق کا مذاق اڑایا اور انہیں ستایا اور قیامت کا انکار کیا تو اللہ ربّ العزّت نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ان اقوام میں قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، فرعون، قوم لوط، گھنے جنگل والے، اور قوم تبع وغیرہ شامل ہیں۔

''اَصحاب الرس'' (کنویں والے) کون ہیں؟

کنویں والوں سے مراد قوم ثمود کے وہ باقی ماندہ لوگ ہیں جو عذاب کے بعد بچ گئے تھے۔ مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو ان میں سے چار ہزار آدمی جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے وہ عذاب سے محفوظ رہے۔ یہ لوگ اپنے مقام سے منتقل ہو کر حضرموت میں جا کر مقیم ہو گئے، حضرت صالح علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک کنویں پر جا کر یہ لوگ ٹھہر گئے، اور حضرت صالح علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ یہ لوگ یہیں رہنے لگے۔ پھر ان کی نسل میں بت پرستی شروع ہو گئی، ان کی اصلاح کے لیے اللہ ربّ العزّت نے ایک نبی بھیجا جن کو انہوں نے قتل کر ڈالا، ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ان کا کنواں جن پر ان کی زندگی کا انحصار تھا وہ بے کار ہو گیا، اور عمارتیں ویران ہو گئیں۔ (معارف القرآن)

''اَصحاب الأیکہ'' (گھنے جنگل والے) کون ہیں؟

''ایکہ'' گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایک ایسے ہی مقام پر آباد تھے، ان کی طرف اللہ ربّ العزّت نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، انہوں نے نافرمانی کی اور بالآخر عذاب سے دوچار ہوئے۔ (معارف القرآن)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ

سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَآءَتْ كُلُّ
نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ
حَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ
مُّرِيْبِ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ
وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ
وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

اللہ ربّ العزّت انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں

قیامت اور جزا و سزا کے وقوع پر مشرکین کو یقین نہیں آتا تھا، وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو محال سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے متعدد دلائل سے ثابت کیا کہ معبود برحق کو دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت ہے، وہ کامل قدرت اور کامل علم والا ہے، اس کے علم کا عالم تو یہ ہے کہ وہ انسان کے وساوس کو بھی جانتا ہے کیونکہ وہ انسان سے اتنے قریب ہیں کہ اس کی شہ رگ جس پر اس کی زندگی کا مدار ہے وہ بھی اس کے اتنی قریب نہیں۔ اللہ ربّ العزّت کے شہ رگ سے قریب ہونے کا مطلب اکثر مفسرین کرامؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت اپنے علم کے لحاظ سے شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ (معارف القرآن)

ہر انسان کے ساتھ اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہوتے ہیں

پھر اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ہم نے ہر انسان کے ساتھ اس کے تمام اچھے برے اعمال لکھنے اور ان کا ریکارڈ رکھنے کے لیے دو فرشتے مقرر کیے ہیں جو ہر وقت اس کی دائیں بائیں موجود ہوتے ہیں، یہ انتظام صرف اس لیے کیا گیا ہے تاکہ انسان کے اعمال نامہ کو قیامت کے دن خود اس کے سامنے حجت کے طور پر پیش کیا جاسکے ورنہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے اعمال جاننے کے لیے کسی اور کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات سے بھی بخوبی واقف ہیں، جیسا کہ ابھی ذکر ہوا۔

موت کی سختی برحق ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسان کو متنبہ کرنے کے لیے فرمایا کہ کہ ایک وقت آئے گا جب موت اپنی سختی اور شدت کے ساتھ آئے گی، اس وقت انسان کو کہا جائے گا کہ یہی وہ موت ہے جس سے تم بھاگتے تھے اور بچنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس آیت سے موت کی سختیوں کا حق ہونا ثابت ہوگیا، احادیث مبارکہ میں بھی موت کی سختی کو بیان کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حالت (نزع) پیش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں ہاتھ ڈال کر چہرہ

مبارک پر ملتے اور فرماتے: "لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات" یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ موت کی بڑی سختیاں ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۲۲۱)

قیامت کے چند احوال

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند احوال اور مناظر بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایک مقررہ وقت پر صور پھونکا جائے گا، جس کے بعد ہر شخص پروردگار عالم کے دربار کی جانب چلے گا، اور ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے، ایک فرشتہ اس لیے ہوگا کہ وہ انہیں میدان حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس لیے ہوگا کہ وہ حساب و کتاب کے وقت اس کے اعمال کی گواہی دے۔ بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو دنیا میں اس کا نامۂ اعمال لکھا کرتے تھے۔ پھر اللہ ربّ العزّت ان فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان کافروں کو جہنّم میں ڈال دو کیونکہ یہ حق کے پکے دشمن تھے، دوسروں کو بھلائی سے روکتے تھے، حد سے زیادتی کرتے تھے اور اللہ ربّ العزّت کے ساتھ دوسروں کو معبود بناتے تھے۔ آج ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

اس موقع پر وہ کافر لوگ یہ چاہیں گے کہ اپنے حصے کی سزا یہ کہہ کر اپنے سرداروں اور خاص طور پر شیطان پر ڈال دیں کہ اس نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں شیطان کہے گا کہ یا اللہ! میں نے انہیں گمراہ نہیں کیا، کیونکہ مجھے ایسا اختیار نہیں تھا کہ میں انہیں زبردستی گمراہی کے راستے پر ڈالوں۔ زیادہ سے زیادہ میں نے انہیں ترغیب دی تھی، گمراہی میں تو یہ خود پڑے تھے۔ اللہ ربّ العزّت فرمائیں گے کہ اب جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، میں نے دنیا میں ہی تمہیں عذاب کی وعید سنادی تھی کہ کفر اختیار کرنے والا اور کفر کی ترغیب دینے والا دونوں جہنّم کے مستحق ہیں، اب وہ بات بدلی نہیں جاسکتی۔ لہٰذا تمہیں عذاب کا مزہ چکھنا ہی پڑے گا۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَٰذَا مَا
تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ
يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

اللہ ربّ العزّت اور جہنّم کا مکالمہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنا اور جہنّم کا ایک مختصر مکالمہ ذکر فرمایا ہے کہ اللہ ربّ العزّت روزِ حشر حساب و کتاب اور جہنمیوں کو جہنّم میں ڈال دینے کے بعد جہنّم کو مخاطب کرکے فرمائیں گے: کیا تو بھر گئی ہے؟ تو وہ کہے گی کہ اگر کچھ اور گناہگار ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دیجیے۔ ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنّم میں گنہگار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یعنی مزید مانگتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ ربّ العزّت اپنے شان کے مطابق اپنا قدم اس میں رکھیں گے تو وہ کہے گی کہ بس بس۔ (صحیح بخاری: ۱/۲۹۹)

جنت کا مستحق کون ہے؟

پھر اللہ ربّ العزّت نے مستحقین جنت کو بیان فرمایا ہے کہ روز قیامت جنت متقین کے قریب کر دی جائے گی اور متقین سے مراد ہر وہ شخص ہے جس میں مندرجہ ذیل چار صفات موجود ہوں:

۱-**اواب:** ''اواب'' کا معنی ہے رجوع کرنے والا، یعنی وہ شخص جو گناہوں کو چھوڑ کر اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ بعض حضرات کے نزدیک اواب سے مراد وہ شخص ہے جو خلوت میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور ان سے استغفار کرے۔

۲-**حفیظ:** ''حفیظ'' سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے گناہوں کو یاد رکھے تاکہ ان سے رجوع کر سکے۔ بعض حضرات کے نزدیک حفیظ سے مراد وہ شخص وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو یاد رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں چار رکعتیں (اشراق) پڑھ لے وہ اواب اور حفیظ ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۱۷/۲۱)

۳-جس کے دل میں بن دیکھے اللہ ربّ العزّت کا ڈر موجود ہو۔

۴-جو اللہ ربّ العزّت کے پاس ''**قلب منیب**'' (رجوع کرنے والا دل) لے کر آئے، یعنی ایسا دل جو اللہ ربّ العزّت کے ادب کو ہر وقت مستحضر رکھے، اس کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ (معارف القرآن)

تو جس شخص میں یہ چاروں صفات موجود ہوں گی ان کے لیے اللہ ربّ العزّت کا وعدہ ہے کہ ان کو ایسی جنت ملے گی جہاں ان کے لیے من چاہی نعمتیں تیار ہوں گی اور وہ سلامتی کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي
سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝

مجرمین اللہ ربّ العزّت کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ان سے پہلے بہت سی ایسی قومیں گزری ہیں جو قوت اور طاقت میں ان سے کہیں بڑھ کر تھیں اور وہ تجارت کی غرض سے مختلف ملکوں اور خطوں میں گھومتی پھرتی رہیں، لیکن جب اللہ ربّ العزّت کی پکڑ آئی تو کوئی جگہ ان کو موت سے پناہ نہ دے سکی۔ اس لیے آپ صبر کیجیے اور ان کی تکلیف دہ باتوں اور تکلیفوں کی پروانہ کیجیے، بلکہ صبح وشام اللہ ربّ العزّت کی تسبیح اور اس

کی عبادت میں لگے رہیے، یعنی طلوع آفتاب سے پہلے بھی تسبیح کیجیے اور (فجر کی) نماز پڑھیے، اور غروب آفتاب سے پہلے بھی (عصر کی) نماز پڑھیے۔ اسی طرح وہ اذکار اور تسبیحات جن کے صبح وشام پڑھنے کی احادیث میں ترغیب وارد ہوئی ہے اور وہ اذکار جن کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کی ترغیب احادیث میں مذکور ہے، وہ بھی پڑھتے رہیں۔

مختلف تسبیحات اور اذکار کے فضائل

حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو سو مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھا کرے تو قیامت کے روز کوئی آدمی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا، سوائے اس کے کہ وہ بھی یہ تسبیح اتنی یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔ (سنن ترمذی: ۵/۵۱۳)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے دن میں سو مرتبہ "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ "سبحان اللہ"، ۳۳ مرتبہ "الحمد للہ"، ۳۳ مرتبہ "اللہ اکبر" اور ایک مرتبہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" پڑھ لیا کرے تو اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اگرچہ وہ دریا کی موجوں کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱/۲۱۸)

سورت کا اجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت اور موت کے بعد کی زندگی سے متعلق کفارِ مکہ کے ایک باطل شبہ کو ذکر فرما کر اس کا جواب دیا ہے اور اپنی قدرت کے دلائل ذکر فرما کر بعث بعد الموت کو ثابت فرمایا ہے۔

۲۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ فرما کر کفار اور مشرکین کو تنبیہ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے۔

۳۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے موت کے وقت کی سختی کو بیان فرمانے کے ساتھ موت کے بعد کے احوال اور جنّت اور جہنم کے کچھ احوال بیان فرمائے ہیں، جنّت اور جہنم کے مستحقین کا تذکرہ بھی اس سورت میں موجود ہے، نیز پروردگارِ عالم اور جہنم کا مکالمہ بھی اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے ایک بار پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کی تلقین کی ہے اور کفار کو ان کے انجام سے ڈرایا ہے۔

تمت سورۃ قٓ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الذّٰرِیٰت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنِ کریم کی ترتیب میں اکاون (۵۱) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ (۶۷) نمبر پر ہے۔ تین رُکوع اور ساٹھ (۶۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

چونکہ اس سورت کا آغاز لفظ "ذاریات" سے کیا گیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام "سورۃ الذاریات" رکھ دیا گیا۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے قیامت اور جزا و سزا کا ذکر فرمایا تھا، اس سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے قسمیں کھا کر جزا و سزا کے حق ہونے اور قیامت کے واقع ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "مسئلہ رزق" ہے۔ یعنی اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رزق کی تقسیم اور رزق کی فراخی و تنگی صرف اللہ رَبّ العزّت کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رزق اللہ رَبّ العزّت کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق جس کو جتنا چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں۔

۲۔ اس سورت میں رزق کی بعض اقسام بیان کی گئی ہیں، جس میں غذا اور اولاد وغیرہ شامل ہے۔

۳۔ اس سورت میں مؤمنین کی ان چند صفات کو بیان کیا گیا ہے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت اور جنّت کے مستحق ہوجاتے ہیں۔

۴۔ اس سورت میں جھٹلانے والوں کے چند نمونے اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

۵۔انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد بھی اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝٣ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝٤ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥
وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝٩
قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ
يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝١٥
اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝١٦ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝١٧
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝١٨ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝١٩ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝٢٠
وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝٢١ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝٢٢ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝٢٣

قیامت ضرور واقع ہو کر رہے گی

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے چند چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور یہ کہ اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے متعلق جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ سب سچ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ان ہواؤں کی قسم کھائی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں، پھر بادلوں کی قسم کھائی جو اپنے اندر پانی لیے ہوئے ہیں، پھر ان کشتیوں کی قسم کھائی جو نرمی سے چلتی ہیں اور پھر ان فرشتوں کی قسم کھائی جو اللہ ربّ العزّت کے حکم کے مطابق زمین والوں میں چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً جہاں جس قدر بارش کا حکم ہوتا ہے اتنی بارش برساتے ہیں وغیرہ۔ ان قسموں کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور جزا و سزا کا معاملہ ضرور ہو کر رہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

محض اندازوں کی بنا پر حق کا انکار کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو بغیر کسی دلیل کے محض اپنے اندازے کی بنا پر قیامت کا انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ایسے لوگ درحقیقت جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اسی جہالت کی بنا پر قیامت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ جب وہ دن آئے گا تو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

متقین کے احوال

کفار اور مجرمین کے احوال بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قرآنی اسلوب کے مطابق متقین کے احوال اور ان کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ متقین ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں چشمے بہہ رہے ہوں گے، اور

اللہ رَبُّ العزّت سے خوشی خوشی اپنا اجر و ثواب وصول کریں گے۔ اور اس انعام و اکرام کی وجہ یہ ہے کہ وہ درج ذیل صفات کے حامل تھے:

متقین کے اوصاف

۱۔ ان لوگوں نے دنیوی زندگی میں اللہ رَبُّ العزّت کے احکام کی فرمانبرداری کی، اپنی زندگی قرآن اور شریعت محمدیہ کے مطابق بسر کی۔ نیکیوں کے کام سرانجام دیے اور برائیوں سے بچنے کا التزام کیا۔

۲۔ متقین کی دوسری صفت یہ ہے کہ یہ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں صرف کرتے تھے اور کچھ حصہ اپنے آرام میں گزارتے تھے۔

۳۔ ان کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارنے کے باوجود رات کے آخری حصہ میں خود کو عبادت میں کوتاہی کرنے والا سمجھ کر استغفار کیا کرتے ہیں۔

رات کے آخری حصے میں استغفار کے فضائل

اس آیت میں اللہ رَبُّ العزّت نے مؤمنین کی ایک صفت یہ بیان کی کہ وہ رات کے آخری حصہ میں استغفار کرتے ہیں، ایک دوسری آیت میں بھی اللہ رَبُّ العزّت نے رات کے آخری پہر میں استغفار کرنے والوں کی فضیلت بیان کی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "والمستغفرین بالاسحار" (آل عمران: ۱۷)۔ اسی طرح مختلف احادیث مبارکہ میں رات کے آخری پہر استغفار کرنے والوں کی فضیلت ذکر کی گئی ہے، چنانچہ ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ۔ (صحیح البخاری، ص: ۱۰۸)

ترجمہ:- ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں اللہ رَبُّ العزّت آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مجھ سے پکار کرنے والا کہ میں اس کی پکار سنوں (قبول کروں)، ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی مجھ سے استغفار کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔

اسی طرح رات کے آخری پہر تہجد کے بھی بے شمار فضائل منقول ہیں۔

۴۔ متقین کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور سوالی اور غیر سوالی کی مدد کرتا ہے، یعنی ان محتاج اور غریب لوگوں کی بھی مدد کرتا ہے جو اپنی حاجت اور ضرورت لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیں اور ان فقراء اور غریبوں کو بھی دیتا ہے جو اپنی شرافت اور عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے گریز کرتے ہیں۔

ہر کسی کا رزق مقرر ہے، جو اسے مل کر رہے گا!

پھر اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے جو تمہیں مل کر رہے گا۔ آسمان میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ تمہارا رزق جتنا ہے اور جس شکل میں بھی ہے وہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جو ہر حال میں تمہیں مل کر رہے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے مقررہ رزق سے بھاگنے کی کوشش کرے تو رزق اس کے پیچھے پیچھے بھاگے گا جیسے موت سے انسان بھاگ نہیں سکتا، ایسے ہی رزق سے بھی فرار ممکن نہیں۔ (معارف القرآن)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۞ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ
مُّنْكَرُوْنَ ۞ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۞ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ
قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۞ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۞
قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۞

پارہ نمبر ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۞ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۞ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ
طِيْنٍ ۞ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۞ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا
غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۞ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۞ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ
اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۞ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۞ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۞ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ
عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۞ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۞ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۞ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۞ وَقَوْمَ نُوْحٍ
مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۞

گزشتہ اُمتوں میں سے مختلف انبیاء علیہم السلام کے نمونے

یہاں سے اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے گزشتہ اُمتوں میں سے چند انبیاء کے واقعات بیان فرمائے ہیں، جن کو ان کی اُمتوں نے جھٹلایا تو وہ اللہ ربّ العزّت کے عذاب کا شکار ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد

سب سے پہلے اللہ ربّ العزّت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا۔ ان کے پاس انسانی شکل میں

چند فرشتے آئے تھے، انہوں نے آکر سب سے پہلے سلام کیا جس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو نہ پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں اس لیے وہ ان کی خاطر تواضع میں لگ گئے، اور گھر والوں کے پاس جا کر ذرا سی دیر میں بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت تیار کر کے لے آئے، اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ فرشتے چونکہ کھانے پینے سے پاک ہیں اس لیے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا، جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام خوفزدہ ہو گئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت شرفاء کا تعامل یہ تھا کہ مہمان کچھ نہ کچھ مہمانی قبول کرتا اور کھاتا تھا۔ جو مہمان اتنی بھی مہمانی قبول نہ کرتا اس سے خطرہ ہوتا تھا کہ شاید یہ دشمن نہ ہو جو تکلیف پہنچانے آیا ہو۔ اس وقت کے چوروں اور ظالموں میں بھی یہ شرافت تھی کہ جس کا کچھ کھا لیا اس کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ اس لیے ان فرشتوں کا نہ کھانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے خوف کا سبب بن گیا۔

فرشتوں نے جب دیکھا کہ ہمارے نہ کھانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف محسوس ہو رہا ہے تو انہوں نے عرض کی کہ آپ خوف نہ کیجیے، ہم فرشتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نرینہ اولاد کی خوشخبری سنائی۔ آپ کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام بھی پاس ہی موجود تھیں، انہوں نے جب سنا تو حیرت کے مارے کہنے لگیں کہ میں تو بوڑھی اور بانجھ ہوں۔ مجھ سے اولاد کیسے ہوگی؟ فرشتوں نے کہا کہ اللہ ربّ العزّت ہر چیز پر قادر ہے، وہ اسی حالت میں اولاد پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس خوشخبری کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال جبکہ حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ننانوے سال تھی۔ (معارف القرآن)

اس کے بعد ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خبر دی کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ان پر پتھر برسائے جائیں گے جن پر اللہ ربّ العزّت کی طرف سے خاص علامت لگی ہوگی۔ بعض مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جس کو ہلاک کرنے کے لیے یہ بھیجی گئی تھی۔ وہ جس طرف بھاگا اس کنکری نے اس کا تعاقب کیا۔ (معارف القرآن) پہلے یہ مضمون تفصیل سے گزر چکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پانچ قسم کے عذاب آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

قومِ لُوط کے بعد اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا۔ کہ اللہ ربّ العزّت نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغامِ حق دے کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرعون نے آپ سے رخ پھیر لیا اور اپنی فوج اور وزراء کی طرف متوجہ ہو گیا، تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے اسے اور اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا۔

قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ نوح کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ نوح کا مختصر تذکرہ فرمایا، ان پر آنے والے عذابات کو بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے قومِ عاد پر ایسی تند و تیز ہوا بھیجی جس نے سامنے آنے والی ہر چیز کو تباہ و برباد

کر دیا۔ اور قوم ثمود پر ہم نے فرشتے کی چیخ کا عذاب نازل فرمایا جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اور قوم نوح پر طوفان کا عذاب آیا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، باقی سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ ان قوموں پر عذابات کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۞ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۞ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞

اللہ ربّ العزّت کی طرف دوڑو

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے جس میں آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا ہے۔ ان دلائل کو بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسانوں کو ترغیب دی ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی طرف لوٹ آؤ۔ اس کی طرف دوڑ کر آؤ، یعنی اپنے گناہوں کو چھوڑ کر توبہ کے ذریعہ اللہ کی طرف رجوع کرو، اور اس کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۞ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۞

اِنسانوں اور جنّات کی تخلیق کا مقصد

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو اپنی کسی ضرورت کے لیے پیدا نہیں فرمایا، نہ ہی میں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے رزق دیں یا کھانا کھلائیں، بلکہ میں نے انہیں صرف اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میری توحید کو پہچانیں، اور اپنے رزق کی پرواہ نہ کریں، میں ان کے رزق کا ضامن ہوں، انہیں رزق عطا کروں گا، ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ تونگری و بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو مختلف مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۶۶/۴)

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔ نیز مجرمین اور متقین کے چند خصوصی احوال بیان فرمائے۔

۲۔اس سورت میں اللہ رب العزت نے مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی قوموں کا تذکرہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو آپ غم نہ کیجیے، آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء گزرے ہیں سب کے ساتھ ان کی قوموں نے یہی کیا۔

۳۔اس سورت میں اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرما کر اپنی توحید کو ثابت فرمایا ہے۔

۴۔سورت کے آخر میں اللہ رب العزت نے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے۔

تمت سورة الزاريات بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الطُّوْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب میں باون (۵۲) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چھہتر (۷۶) ہے۔ دو رکوع اور انچاس (۴۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے طور کی قسم کھائی ہے، اسی وجہ سے اس سورت کو "سورہ طور" کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۃ الذاریات کے شروع میں متقین اور آخر میں کفّار کا انجام بیان کیا گیا تھا، اس سورت کے شروع اور آخر میں بھی یہی مضامین ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "عقیدہ قیامت سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں منکرین قیامت کو اللہ ربّ العزّت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو یقیناً واقع ہو کر رہے گا۔
۲- اس سورت میں مؤمنین سے جنّت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جنّت کی کچھ نعمتیں بیان کی گئی ہیں۔
۳- منکرین قیامت کے شبہات اور جھوٹے دلائل کا رد بھی اس سورت میں مذکور ہے۔
۴- اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے، نیز آپ کو اور آپ کے واسطہ سے تمام اُمّت کو نماز کا اور تمام اوقات میں اللہ ربّ العزّت کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ

الْمَسْجُورِ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهُ مِن دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝
فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هَٰذِهِ النَّارُ
الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ
عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

قیامت واقع ہو کر رہے گی!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے پانچ قسمیں کھا کر قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

۱۔سب سے پہلی قسم طور پہاڑ کی اٹھائی جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا، بعض روایات میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنّت کے ہیں ان میں سے ایک طور ہے۔(قرطبی)

۲۔دوسری قسم ایک لکھی ہوئی کتاب کی اٹھائی ہے جس سے مراد یا تو انسان کا نامۂ اعمال ہے یا اس سے مراد قرآنِ کریم ہے۔

۳۔تیسری قسم بیت المعمور کی اٹھائی ہے جو آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے، اور دنیا کے کعبہ کے بالکل سیدھ میں ہے، حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں جب ساتویں آسمان پر پہونچے تو آپ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں، پھر کبھی ان کو دوبارہ یہاں پہونچنے کی نوبت نہیں آتی (کیونکہ ہر روز دوسرے نئے فرشتوں کا نمبر ہوتا ہے)۔(صحیح بخاری:۴۳۲/۱)

۴۔چوتھی قسم آسمان کی اٹھائی گئی ہے۔

۵۔پانچویں اور آخری قسم بھڑکائے ہوئے سمندر کی ہے جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت کے روز سارے سمندر آگ بن جائیں گے۔

ان پانچ قسموں کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ کُفّار پر تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، پوری کائنات کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس کے عذاب کو دور نہیں کر سکتیں۔اور یہ عذاب اس روز واقع ہوگا جس روز آسمان ٹوٹ جائیں گے اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، یعنی قیامت کا دن مراد ہے۔تو اس دن جو لوگ قیامت کو جھٹلانے والے ہوں گے اور قیامت کے دن کی تکذیب میں مشغول ہوں گے، ان کے لیے ہلاکت ہوگی اور انہیں جہنّم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔اور انہیں کہا جائے گا کہ یہ وہی جہنّم ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے، اب تم اس میں داخل ہو جاؤ۔تم جیسے اعمال کرتے تھے تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۝ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كُلُوا
وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝ وَالَّذِينَ

اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝

متقین کا اُخروی انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے جنہوں نے دنیا میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گزاری، چنانچہ فرمایا کہ پرہیزگار لوگ جنّت کے باغوں اور مختلف قسم کی نعمتوں میں ہوں گے، اور انہیں عیش و آرام کی جو چیزیں ان کے پروردگار نے عطا کی ہوں گی وہ اس میں خوش ہوں گے، ان کا پروردگار انہیں جہنّم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ خوب مزے کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ وہ برابر بچھائے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور اللہ ربّ العزّت بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کردیں گے۔

اگر ایمان ہوا تو بزرگوں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں نفع دے گا

اہلِ ایمان متقی اور پرہیزگاروں کا اُخروی انجام بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی مومن ہوئی تو ہم ان کی اولاد کو بھی جنّت میں ان کے ساتھ شامل کردیں گے۔
حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچا دیں گے، اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (شرح مشکل الآثار ۱۰۵/ ۳)

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص جنّت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ اور بیوی اور اولاد کے متعلق پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ اس سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے، اس لیے ان کا جنّت میں الگ مقام ہے، یہ شخص عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے جو کچھ عمل کیا وہ اپنے لیے اور ان سب کے لیے تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجۂ جنّت میں اس کے ساتھ رکھا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ان روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ نیک والدین کی برکت سے ان کی اولاد کو فائدہ پہنچے گا اور عمل میں ان کا درجہ کم ہونے کے باوجود وہ اپنے والدین کے درجہ میں پہنچا دیے جائیں گے بشرطیکہ وہ مومن ہوں۔ اور ان نیک ماں باپ کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ ربّ العزّت محض اپنے فضل و کرم سے ان کا درجہ بڑھائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوگا کہ نیک لوگوں کے پورے خاندان کو جنّت میں جمع فرمادیں گے، نیز والدین کی شفقت دنیا کی طرح آخرت میں بھی باقی رہے گی۔

نیک اولاد سے والدین کو بھی نفع پہنچتا ہے

جس طرح ان آیات میں نیک ماں باپ کی برکت سے اولاد کو فائدہ پہنچنا ثابت ہوا، اسی طرح نیک اولاد کی وجہ سے والدین کو نفع پہنچنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنّت میں اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنّت میں اس کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا کر دیں گے، تو وہ شخص دریافت کرے گا کہ میرے پروردگار مجھے یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا، میرا عمل تو اس قابل نہ تھا تو جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لیے استغفار و دُعا کی اس کا یہ اثر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۷/۲)

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۞ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۞ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۞ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۞ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۞

اثباتِ رسالت اور کفّار کے اعتراضات کے جوابات

اس رکوع میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کے چند اعتراضات ذکر فرما کر ان کے متعدد جوابات دیے ہیں اور اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی ثابت فرمایا ہے۔

کفّار اور مشرکینِ مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف قسم کے اعتراضات کرتے تھے، کبھی آپ کو کاہن کہتے تھے تو کبھی مجنون اور کبھی آپ کو دوسرے شعراء جیسا کوئی شاعر سمجھتے تھے، اللہ ربّ العزّت نے ان کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا تذکیر و تبلیغ والا کام جاری رکھیے کیونکہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں، نہ مجنون اور نہ ہی آپ شاعر ہیں۔ اور آپ انہیں کہہ دیجیے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں، نتائج اللہ ربّ العزّت پر چھوڑ دیتے ہیں، وقت کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا اور کس کے انجام میں کامیابی ہے اور کون ناکام ہوگا۔

کفّارِ مکہ کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے، یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا ہے تو تم بھی اس طرح کا فصیح و بلیغ کلام بنا کر لے آؤ۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۞ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۞ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ۞ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۞ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۞ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۞ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۞ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتّٰى
يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

اللہ ربّ العزّت کی وحدانیت کے چند دلائل

رسالت کے مضامین کے بعد اللہ ربّ العزّت نے توحید کا مضمون شروع فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ کفّار اور مشرکین اللہ کی وحدانیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ کیا یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں، یا انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ضد اور عناد یا جہالت کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔

نبوّت اللہ کے اِنتخاب سے ملتی ہے

کفّار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر اللہ نے نبوّت دینی ہی تھی تو مکہ اور طائف کے فلاں فلاں سرداروں کو کیوں نہ دی؟ اللہ ربّ العزّت اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے ربّ کی نعمتوں اور رحمتوں کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں نبوّت دے دیں یا یہ لوگ حاکم ہیں کہ جسے چاہے نبوّت دلوا دیں۔ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ آسمان سے وحی سن کر آ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نبوّت محض اللہ ربّ العزّت کا انتخاب ہے، وہ اپنے فضل و کرم سے جسے چاہتا ہے اس اعزاز سے نوازتا ہے، اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

مشرکین کے ایک شرکیہ عقیدے کی تردید

پھر اللہ ربّ العزّت نے مشرکین کے ایک شرکیہ عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ ربّ العزّت کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ کیا تم خدا کے لیے وہ چیز تجویز کرتے ہو جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ اللہ ربّ العزّت اولاد سے پاک ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ سورۂ صافات کے آخر میں گزر چکا ہے۔

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان مخالفین کی مخالفت اور دشمنی سے تنگ دل نہ ہوں، آپ ہماری حفاظت میں ہیں، ہم آپ کو ان کے شر سے بچائیں گے، آپ صبر کیجیے اور اپنے ربّ کی تسبیح اور حمد بیان کیجیے جب آپ کھڑے ہوں۔ اس سے مراد سو کر اٹھنا بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جو شخص رات کو بیدار ہوا اور اس نے یہ کلمات پڑھے تو جو دُعا کرے گا وہ قبول کی جائے گی، وہ کلمات یہ ہیں: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ

إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ " پھر اگر اس نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔" (سنن ترمذی:۵/۴۸۰)

اور کھڑے ہونے سے مراد مجلس سے کھڑا ہونا بھی ہوسکتا ہے، یعنی جب کوئی آدمی اپنی کسی مجلس سے اُٹھے تو تسبیح کرے اور استغفار پڑھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اچھی بری باتیں ہوں تو اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے اگر وہ یہ کلمات پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب خطاؤں کو جو اس مجلس میں ہوئی تھیں معاف فرمادیں گے، وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ۔" (سنن ترمذی:۵/ ۴۹۴)

"وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ" "اس کے علاوہ رات میں تسبیح کیجیے، اس میں نماز مغرب وعشاء بھی داخل ہے اور عام تسبیحات بھی، نیز ستاروں کے غائب ہونے کے بعد بھی تسبیح کیجیے، اس سے مراد نماز فجر اور اس وقت کی تسبیحات ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے چند قسمیں کھا کر عقیدہ قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ نیز جھٹلانے والوں کے انجامِ بد اور ماننے والوں کے اچھے انجام کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

۲۔ اس سورت میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر والدین نیک اور صالح ہوں تو ان کی وہ اولاد جو مومن ہو لیکن ان کے اعمال میں کچھ کوتاہی ہو، ان کو بھی جنّت میں اپنے والدین کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور ان والدین کے اجر میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ اس سورت میں کُفّار ومشرکین مکہ کے توحید اور رسالت پر چند اعتراضات بیان کر کے ان کے جوابات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۔ سورت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رَبّ العزّت نے تسلی دی ہے کہ آپ مخالفین کی شرارتوں سے تنگ دل نہ ہوں، آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ آپ صبر کیجیے اور ذکر وتسبیح کرتے رہیے۔

تمت سورۃ الطور بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ النَّجْم

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، مکی زندگی کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی، قرآن کریم کی ترتیب کے لحاظ سے یہ ترپن (۵۳) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر تیئیس (۲۳) ہے۔ دو رکوع اور باسٹھ (۶۲) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

''نجم'' عربی زبان میں ستارے کو کہتے ہیں، چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ ربّ العزت نے ستارے کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ نجم کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ طور میں اللہ ربّ العزت نے کفّار کا یہ اعتراض ذکر کیا کہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنالیا ہے، اس سورت کے شروع میں اللہ ربّ العزت نے کفّار کے اس اعتراض کا رد فرمایا ہے۔

سورت کی خصوصیات

۱۔ سورۂ نجم وہ پہلی سورت ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اعلان فرمایا۔ (معارف القرآن)

۲۔ یہ وہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کیا۔ اس سجدہ میں ایک عجیب بات یہ پیش آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت مجمع عام میں تلاوت فرمائی جس میں مسلمان اور کفّار سب شریک تھے، جب آپ نے آیت سجدہ پر سجدہ ادا کیا تو مسلمانوں نے تو آپ کی اتباع میں سجدہ کیا، لیکن تعجب کی بات یہ پیش آئی کہ جتنے کفّار و مشرکین موجود تھے وہ بھی سب سجدہ میں گر گئے، صرف ایک متکبر شخص جس کے نام میں اختلاف ہے، ایسا رہا جس نے سجدہ نہیں کیا مگر زمین سے ایک مٹھی مٹی کی اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہنے لگا کہ بس یہی کافی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو کفر کی حالت میں مرا ہوا دیکھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۰۶۷، ۱۰۷۱)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "وحی کی سچائی اور عظمت کا بیان" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل، زبان اور کلام، آپ کے معلم حضرت جبرائیل علیہ السلام، آپ کے دل اور نگاہ کے تزکیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے عقائد و نظریات کی بنیاد ظنی باتوں، خواہشات نفسانیہ، جہالت اور اندھی تقلید پر ہے۔

۳۔اس سورت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اصولی عقائد (قیامت، حساب و جزاء وغیرہ) میں مشترک ہیں۔

۴۔آسمان و زمین کی تخلیق کی حکمت بھی اس سورت میں بیان کی گئی ہے۔

۵۔اس سورت میں بعض ہلاک شدہ قوموں کا اجمالی تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤ عَلَّمَهٗ
شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝٥ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝٦ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝٧ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ
اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً
اُخْرٰى ۝١٣ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝١٤ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝١٥ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝١٦ مَا زَاغَ الْبَصَرُ
وَمَا طَغٰى ۝١٧ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝١٨

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ستارے کی قسم کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ستارے کی قسم جب وہ ڈوب رہا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ صراطِ مستقیم اور رضائے الٰہی کا صحیح راستہ ہے، نہ آپ راستہ بھولے ہیں اور نہ غلط راستہ پر چلے ہیں۔ آپ کی عقل کامل ہے۔ "ستارے کی قسم" اس لیے کھائی کہ جس طرح ستارہ چمکدار ہوتا ہے اسی طرح حضور کی تعلیم اور آپ کا نور بھی چمکدار ہے، جس طرح ستارہ اللہ ربّ العزّت کے حکم سے اپنے مدار میں چلتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے حکم کے مطابق

عمل کرتے ہیں، جس طرح ستارے سے راستہ ڈھونڈنے میں مدد ملتی ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

احادیثِ رسول بھی وحی اور حجت ہیں

پھر اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بات بھی فرماتے ہیں وہ سب اللہ ربّ العزّت کی طرف سے وحی کیا ہوا ہوتا ہے، آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں فرماتے، اور نہ ہی اس بات کا کوئی امکان ہے کہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر اللہ ربّ العزّت کی طرف منسوب کریں۔ بلکہ جس طرح قرآن مجید اللہ ربّ العزّت کی وحی ہے، اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام اور آپ کی احادیث مبارکہ بھی وحی ہی ہیں، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نازل ہوتے ہیں، جبکہ احادیث مبارکہ کے معانی تو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے نازل ہوتے ہیں البتہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم (حضرت جبرائیلؑ) کی صفات اور آپ کی ان سے ملاقات

پھر اللہ ربّ العزّت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا، ان کی چند صفات ذکر فرمائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھانے والا جو فرشتہ ہے وہ بڑا مضبوط اور قوت والا ہے، اور پیدائشی طاقتور ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زیارت بھی کی ہے، یعنی ان کو ان کی اصل شکل وصورت میں بھی دیکھا ہے۔ اور ایسا دو مرتبہ ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے خواہش کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت دکھلا دو، آپ غارِ حراء میں تشریف رکھتے تھے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان کے مشرقی افق میں اپنی اصل شکل میں ظاہر ہوئے، ان کے چھ سو پر تھے، اور اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ مغربی اُفق تک آسمان ان کے دو پروں نے گھیرا ہوا تھا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی تسکین کے لیے نیچے اُتر آئے، اور آپ کے قریب ہوئے، اور اتنے نزدیک آگئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے آپ پر جو وحی فرمانی تھی وہ اس فرشتہ (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے فرمائی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش وحواس برقرار تھے، آپ کے دل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزّت کا دیدار کیا ہے؟

اس میں حضرات مفسرین کرامؒ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی اختلاف تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل تھے کہ آپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ ربّ العزّت کا دیدار کیا ہے، یہ حضرات ان آیات میں ذکر کردہ تمام صفات یعنی "شدید القوی، ذو مرۃ فاستوی، اور دنیٰ فتدلیٰ" کو اللہ ربّ العزّت کی صفات قرار دیتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف اکثر صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ائمہ تفسیرؒ نے ان آیات کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اصلی صورت میں دیکھنے کا بیان قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پوری اُمت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (ولقد راٰہ بالافق المبین) کا مطلب دریافت کیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے کا آیت میں ذکر ہے وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ آیت میں جس رؤیت کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت جبرائیلِ امین کو آسمان سے زمین کی طرف اُترتے ہوئے دیکھا کہ ان کے جثّے نے زمین و آسمان کے درمیان کی فضا کو بھر دیا تھا۔ (صحیح مسلم: ١/١٥٩)

جبرائیلِ امین علیہ السلام سے دوسری ملاقات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ ان کی اصل شکل و صورت میں معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا تھا۔ "سدرۃ المنتہیٰ" بیری کا ایک درخت ہے جو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے واقع ہے، عام فرشتوں کی رسائی کی یہ آخری حد ہے، بعض روایات میں ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے احکام پہلے عرش سے سدرۃ المنتہیٰ پر نازل ہوتے ہیں، پھر یہاں سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد ہوتے ہیں اور زمین سے آسمان پر جانے والے اعمال نامے وغیرہ بھی فرشتے یہیں تک پہونچاتے ہیں (تفسیر ابن کثیر) اسی بیری کے درخت کے پاس جنّت واقع ہے، اور اس پر انوارات برستے رہتے ہیں۔

پھر اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، اور اس دیکھنے میں آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، اور نہ ہی آپ علیہ السلام کو کسی قسم کا کوئی التباس ہوا۔

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝

شرک اور معبودانِ باطلہ کی تردید

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مشرکین عرب کے باطل نظریات اور شرک کی عادت کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے مختلف بتوں کو اپنا کارساز اور معبود بنا رکھا ہے، اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

مشرکین عرب بے شمار بتوں کی عبادت کرتے تھے لیکن ان میں سے تین زیادہ مشہور ہیں، اور ان کی عبادت

پر عرب کے بڑے بڑے قبائل لگے ہوئے تھے، ان بتوں میں لات، منات اور عزیٰ شامل ہیں۔ "لات" قبیلۂ ثقیف (اہلِ طائف) کا بت تھا، "عزیٰ" قریش کا، اور "منات" بنی ہلال کا بت تھا۔ ان بتوں کے مقامات پر مشرکین نے بڑے شاندار مکانات بنا رکھے تھے جن کو کعبہ کی حیثیت دیتے تھے، فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو منہدم کرادیا۔ (معارف القرآن)

تو اللہ ربّ العزّت نے ان بتوں کا تذکرہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا کبھی تم نے ان بتوں کے حال میں غور بھی کیا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہوتا کہ وہ قابلِ پرستش ہیں یا نہیں، اور تم جن فرشتوں کو اللہ ربّ العزّت کی بیٹیاں قرار دیتے ہو تو کیا تم نے کبھی اس بات میں غور کیا ہے کہ تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کی ہیں، یعنی جن لڑکیوں کو تم خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے اور تم عار اور شرم کی وجہ سے انہیں زندہ درگور کردیتے ہو انہیں تم اللہ ربّ العزّت کی طرف منسوب کرتے ہو، یہ نہایت بے ڈھنگی اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جتنے باطل اور جھوٹے خدا تم نے بنائے ہوئے ہیں، یہ صرف نام کے خدا ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی اللہ ربّ العزّت نے ان کی عبادت کے لیے کوئی دلیل نازل فرمائی ہے۔ تم صرف اپنے ظن اور بے بنیاد خیالات اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ان کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس اللہ ربّ العزّت کی جانب سے اس شرک اور معبودانِ باطلہ کی اتباع کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی صورت میں ہدایت آچکی ہے، تمہیں چاہیے کہ ان کی اتباع کرو۔

فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ ۙ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ
هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۙ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ
الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ﴿﴾ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ
إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ
أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ﴿﴾

کفار کی جدّ و جہد اور تعلیم صرف دُنیا کی آسائشوں کے گرد گھومتی ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے نبی! اگر یہ کفار ایمان قبول نہیں کرتے بلکہ آپ کو ایذا اور تکالیف پہنچانے کے درپے رہتے ہیں تو آپ ان سے اعراض کرلیں، کیونکہ ان کا مطمحِ نظر صرف اور صرف دنیا اور اس کی آسائشیں ہیں، انہیں صرف دولت، پیسہ، جائیداد اور شہرت مطلوب ہے، یہی ان کے علم کی انتہا بھی ہے۔

قرآن کریم نے یہ حال ان کفار کا بیان فرمایا ہے جو آخرت اور قیامت کے منکر ہیں، افسوس ہے کہ انگریزوں کی تعلیم

اور دنیا کی ہوس نے آج کل ہم مسلمانوں کا بھی یہی حال بنا دیا ہے کہ ہمارے سارے علوم وفنون اور علمی ترقی کی ساری کوششیں صرف معاشیات کے گرد گھومنے لگیں، جبکہ آخرت کے معاملات کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں، اور آپ کی شفاعت کی امید لگائے ہوئے ہیں جبکہ حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت والوں سے رخ پھیر لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ (معارف القرآن)

اس کے برعکس جو حقیقی مومن ہیں اور اللہ رب العزّت کی طرف سے آئی ہدایت اور احکامات کی پیروی کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ ربّ العزّت ان کا اجر ضرور عطا فرمائیں گے، اور ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے عموماً اور فحش و بے حیائی کے کاموں سے بالخصوص دور رہتے ہیں۔

''إِلَّا اللَّمَمَ'' کی تفسیر

''لَمَم'' کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرامؒ کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، بعض مفسرین کرامؒ نے نقل فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ گناہ ہے جو انسان سے اتفاقی طور پر کبھی سرزد ہو گیا، پھر اس سے توبہ کر لی اور توبہ کے بعد اس کے پاس نہیں گیا۔ تو ایسے لوگ بھی اللہ ربّ العزّت کے نزدیک ''محسنین'' یعنی نیکوکاروں کی فہرست میں شامل ہوں گے۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ۝ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ۝ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ۝ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ
مُوسَىٰ ۝ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ وَأَنَّ
سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۝ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ وَأَنَّهُ
هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۝ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ
الْأُخْرَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ۝ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۝ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ۝
وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۝ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۝ فَبِأَيِّ
آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ۝ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ۝ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝
أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩

شانِ نزول

ایک شخص اسلام لے آیا، تو اس کے کسی ساتھی نے اس کو ملامت کی کہ تو نے اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑ دیا؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں، وہ بولا کہ تو مجھے کچھ دے دے تو میں آخرت میں تیرا عذاب اپنے سر لے لوں گا، تو عذاب سے بچ جائے گا، چنانچہ اس نے کچھ دے دیا، اس نے اور مانگا تو کچھ اور بھی دے دیا اور بقیہ کی دستاویز گواہوں کی موجودگی میں لکھ دی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے حق سے منہ موڑ لیا اور اللہ ربّ العزّت کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کے بعد رک گیا، کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے اسے علم ہو گیا کہ فلاں شخص میرے گناہوں کا عذاب اپنے سر لے لے گا، کیا اسے یہ خبر نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی یہ بات درج تھی کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اس طور پر اپنے سر نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے اور دوسرے کو سزا مل جائے، بلکہ قانون شریعت یہی ہے کہ جس شخص کا گناہ ہوگا اسی کو سزا ملے گی۔ ہر انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرے گا، ہر کسی کو اسی کے عمل کی جزا ملے گی۔

کیا ایصالِ ثواب ثابت ہے؟

اوپر ذکر کردہ آیت سے جس طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا گناہ اپنے سر نہیں لے سکتا، اسی طرح اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ ہر شخص کو صرف اس کے اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا، اس سے بظاہر ایصال ثواب کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ ایصال ثواب میں ایک شخص کے نفلی اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جاتا ہے، تو یہاں ایصال ثواب کی مشروعیت پر سوال پیدا ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایصال ثواب یعنی ایک شخص کی دُعا اور صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، کئی احادیث میں ایصال ثواب کا ثبوت موجود ہے، اور اس پر اُمّت کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ (معارف القرآن)

ذیل میں ایصال ثواب کے ثبوت پر چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں:

عن عائشة أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمي افتلتت نفسها ولم توص وأظنها لو تكلمت تصدقت أفلها أجر إن تصدقت عنها؛ قال: نعم (صحيح مسلم: ۲/۶۹۶)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری امی کا اچانک انتقال ہو گیا ہے، انہیں کوئی وصیت کرنے کا موقع نہیں ملا، جبکہ مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کا کہتیں، تو آیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جی ہاں!

عن أبي هريرة أن رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم إن أبي مات وترك مالا ولم يوص فهل يكفر عنه أن أتصدق عنه؛ قال: نعم! (صحيح مسلم: ۳/۱۲۵۴)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کی کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے، اور انہوں نے اپنے پیچھے مال چھوڑا ہے لیکن کوئی وصیت نہیں کر سکے، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا یہ ان کی طرف سے شمار ہوگا؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جی ہاں۔

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث موجود ہیں جس میں مختلف اعمال کے ایصالِ ثواب کا ثبوت ملتا ہے۔ آیت مذکورہ میں جس سعی کی دوسروں کو کام نہ آنے کا ذکر ہے وہ ''سعی ایمانی'' ہے، یعنی کسی ایک شخص کا ایمان دوسرے غیر مومن کے کام نہیں آئے گا۔

قدرتِ باری تعالیٰ کے چند نمونے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے کہ اللہ ربّ العزّت ہی ہنساتے ہیں اور رُلاتے ہیں، یعنی خوشی اور غمی اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ہوتی ہے، زندگی اور موت بھی اللہ ربّ العزّت کے قبضۂ قدرت میں ہے وہی زندگی دیتے ہیں اور وہی موت دیتے ہیں، اسی نے ہر چیز کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اس کے جوڑے جوڑے (نر اور مادّہ) کردیے، وہی دوبارہ پیدا فرمائیں گے، وہی لوگوں کو مالداری سے نوازتے ہیں اور وہی ہیں جو بقدرِ ضرورت رزق عنایت فرماتے ہیں، اور اللہ ربّ العزّت ہی ''شعریٰ'' نامی ستارے کے بھی رب ہیں، چونکہ عرب کے بعض قبائل اس ستارے کی پرستش کرتے تھے اس لیے بطورِ خاص اس ستارے کا تذکرہ فرمایا۔

اللہ ربّ العزّت ہی ہیں جس نے قوم عاد اور قوم ثمود جیسی طاقتور قوموں کو ان کی نافرمانیوں اور حق سے اعراض کے سبب ہلاک فرمادیا۔ اسی طرح قوم نوح اور قوم لوط بھی اللہ ربّ العزّت کے عذاب سے نہ بچ سکیں، یہ سب قومیں نافرمانی، شرک کرنے اور حق سے روگردانی میں مبتلا تھیں، چنانچہ پروردگارِ عالم کی طرف سے ان سب پر مختلف قسم کے عذاب آئے، جس سے یہ سب ہلاک ہو گئے۔

توحید باری تعالیٰ کا مضمون بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے رسالت اور قیامت کا تذکرہ فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پہلے رسولوں کی طرح اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں جو صراطِ مستقیم اور دین و دنیا کی فلاح پر مشتمل ہدایات لے کر آئے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو اللہ ربّ العزّت کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت قریب آچکی ہے، اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو، قرآن کریم جو ایک معجزہ ہے اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنستے ہو اور اپنی کوتاہیوں پر روتے نہیں ہو۔ ابھی بھی وقت ہے، سنبھل جاؤ اور اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کرو، خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے سامنے جھکو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے ستارے کی قسم کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے اور آپ پر نازل ہونے والی وحی میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

۲-اس سورت میں واقعہ معراج کے چند جزوی واقعات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ان کی اصل شکل میں ملاقات کے تذکرے بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

۳-سورت میں کفّار اور مشرکین کے چند باطل نظریات کا تذکرہ فرما کر ان کی تردید کی گئی ہے، نیز بت پرستی کے غلط ہونے کو بھی کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

۴-اس سورت میں اس بات کو بھی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا عذاب اپنے سر نہیں لے سکتا، اور نہ ہی کسی ایک کا عمل کوئی دوسرا انجام دے سکتا ہے۔

۵-اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بھی بیان فرمائے ہیں، نیز رسالت اور قیامت کے اثبات کو بھی بیان فرمایا ہے۔

تمت سورة النجم بعون الله سبحانه وتعالىٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الْقَمَر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب میں چوّن (۵۴) جبکہ نزول کے اعتبار سے سینتیس (۳۷) نمبر پر ہے۔ تین رُکوع اور پچپن (۵۵) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

چونکہ اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشانی معجزہ "شق قمر" یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہوجانے کا ذکر ہے، اسی لیے اس سورت کا نام "سورۂ قمر" رکھ دیا گیا۔

ماقبل سے ربط

۱۔ گزشتہ سورت میں اثبات رسالت کا بیان تھا، اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ "شق قمر" کا بیان ہے۔

۲۔ گزشتہ سورت میں چند ہلاک شدہ قوموں کا اجمالی تذکرہ اللہ ربّ العزّت نے بیان فرمایا تھا، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان ہلاک شدہ قوموں کا قدرے تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے۔

سورت کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازوں میں سورۂ قمر اور سورۂ ق کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲/۶۰۷)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کی نشانیوں کو جھٹلانے والے کے بارے میں اللہ ربّ العزّت کی سنّت اور عادت کا بیان" ہے۔

عمومی مضامین

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان قوموں کا تذکرہ فرمایا ہے جنھوں نے اللہ ربّ العزّت کی آیات کو جھٹلایا

اوران کے انجام کو بیان فرمایا ہے۔ اوراس سے مقصد دیگر لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اس گمراہی سے رک جائیں۔ نیز یہ بھی بیان کرنا مقصد ہے کہ اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

شانِ نزول

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے مقام منیٰ میں تشریف رکھتے تھے، چاندنی رات تھی، مشرکین مکہ نے آپ سے نبوّت کی نشانی طلب کی، اللہ ربّ العزّت نے یہ کھلا ہوا معجزہ دکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو کر ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف چلا گیا، اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ حائل نظر آنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو اور شہادت دو، جب سب لوگوں نے صاف طور پر یہ معجزہ دیکھ لیا تو یہ دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے، اس کھلے ہوئے معجزے کا انکار تو کسی صاحب بصیرت و بصارت سے ممکن نہ ہو سکتا تھا، مگر مشرکین کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے، لیکن سارے جہان پر تو آپ جادو نہیں کر سکتے، اس لیے دوسرے ممالک سے آنے والے لوگوں کا انتظار کرو، بعد میں تمام اطراف عالم سے آنے والے مسافروں سے ان لوگوں نے تحقیق کی تو سب نے ایسا ہی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا اعتراف کیا۔ (معارف القرآن) اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

چاند کا دو ٹکڑے ہونا قیامت کی نشانی ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا قیامت کی نشانی ہے، چنانچہ جن احادیث مبارکہ میں قرب قیامت کی علامات ذکر کی گئی ہیں ان میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی مذکور ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کے اظہار کے طور پر رونما ہو چکا۔ لیکن جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین مکہ کو یہ کھلا معجزہ دکھایا تو وہ بجائے ایمان لانے کے یہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے جو چلتا آ رہا ہے۔ اور انہوں نے اس معجزہ کو بھی جھٹلا دیا، اس پر اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ ان سے اعراض کیجیے، جب قیامت قائم ہو گی تو ان کو خود اپنے اعمال کا بدلہ معلوم ہو جائے گا، اس دن یہ ذلت اور ہیبت کے مارے جھکی ہوئی نظریں لے کر آئیں گے اور قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے بکھری ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ اور اس دن کی سختیاں دیکھ کر یہ کافر کہیں گے کہ یہ تو بڑا سخت دن ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى

ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِيْ بِأَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ
كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ
وَنُذُرِ ۝ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ
مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

چند ہلاک شدہ قوموں کے نمونے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی عبرت اور نصیحت کے لیے ان سے پہلے کی چند ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ فرمایا ہے، جنہوں نے حق کو پہچانتے ہوئے اس سے اعراض کیا اور باطل پر ڈٹے رہے تو اللہ ربّ العزّت نے ان کو تباہ کر دیا۔

قومِ نوح کا تذکرہ

سب سے پہلے قومِ نوح کا تذکرہ کیا گیا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال تبلیغ کی اور اللہ ربّ العزّت کا پیغام سنایا لیکن ان کی قوم نے ان کی بات نہ مانی بلکہ الٹا ان کو اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے، ان پر مجنون ہونے کا الزام لگایا اور انہیں دھمکیاں بھی دیں کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو ہم آپ کو سنگسار کر دیں گے، حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی سرکشی اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو دیکھ کر اللہ ربّ العزّت سے مدد کی دُعا کی، اللہ ربّ العزّت نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور ان پر طوفان کا عذاب بھیجا، آسمان کے بانے کھول دیے، زمین سے پانی ابلنے لگا، یہاں تک وہ سب ہلاک ہو گئے، اور اللہ ربّ العزّت نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ دوسرے مومنین کو اس عذاب سے نجات دی اور انہیں سرخرو فرمایا، انہوں نے اللہ ربّ العزّت کے حکم سے ایک کشتی بنائی جس میں تمام مومنین اور چوپایوں میں سے ایک ایک جوڑا سوار کیا اور اس طوفان سے بحفاظت نکل گئے۔

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"

اس مختصر قصہ کے اختتام پر نیز اس سورت میں جا بجا اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو "ذِکر" کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ ذِکر کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

۱۔ ذِکر کے معنی یاد کرنے اور حفظ کرنے کے بھی آتے ہیں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے قرآن پاک کو حفظ کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، یہ بات اس سے پہلے کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی کہ پوری کتاب تورات، انجیل یا زبور کسی کو زبانی مکمل یاد ہو، جبکہ اللہ ربّ العزّت کی قدرت ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے پورے قرآن کو ایسا حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زیر زبر کا فرق نہیں آتا، چودہ سو برس سے ہر زمانہ، ہر طبقے اور ہر خطے میں ہزاروں لاکھوں حافظوں کے سینوں میں اللہ کی یہ کتاب محفوظ ہے۔ (معارف القرآن)

۲۔ ذِکر کا معنی نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کے بھی آتے ہیں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ

اللہ ربّ العزّت نے قرآن کریم کے عبرت اور نصیحت سے بھرپر مضامین کو اس قدر آسان کر دیا ہے کہ جس طرح بڑے سے بڑا عالم اور فلسفی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح ہر عامی اور جاہل انسان بھی عبرت اور نصیحت کے مضامین کو سمجھ کر اس سے متاثر ہوتا ہے۔ (معارف القرآن)

فائدہ:- اس آیت میں اگرچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنایا گیا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن سے مسائل اور احکام کا استنباط کرنا بھی آسان ہے، وہ بہرحال ایک مشکل فن ہے جس میں عمریں صرف کرنے والے علماء ہی کو حصہ ملتا ہے۔ بدقسمتی سے آج کل بہت سے لوگ اس آیت کی وجہ سے اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ قرآن سے مسائل کا استنباط بھی ہر کوئی کر سکتا ہے، اور ایسے لوگ قرآن کریم کی مکمل تعلیم اور اس کے اصول وقواعد سے واقفیت حاصل کیے بغیر مجتہد بن بیٹھتے ہیں جو بلاشبہ کھلی گمراہی ہے۔

''قومِ عادؑ'' کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قوم عاد کا تذکرہ فرمایا، جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، لیکن انہوں نے بھی اپنے پیغمبر کی بات نہ سنی، جس پر اللہ ربّ العزّت کی جانب سے ان پر سخت تند و تیز آندھی بھیجی گئی جو مسلسل ایک ہفتہ تک چلتی رہی، اس ہوا نے ان لوگوں کو ایسے اکھاڑ پھینکا جیسے کھجور کے گرے ہوئے تنے ہوں، اور یوں پوری قوم ہلاک ہوگئی۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۞ فَقَالُوٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۞ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ
مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۞ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۞ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۞ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۞ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى
فَعَقَرَ ۞ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۞ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۞ وَلَقَدْ
يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۞ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ۞ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ
لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۞ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۞ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
بِالنُّذُرِ ۞ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۞ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً
عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۞ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۞ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۞

''قومِ ثمودؑ'' کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قوم ثمود کا تذکرہ فرمایا، جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو خدا کا پیغام پہنچایا، حق کی طرف بلایا اور کفر و شرک سے باز رہنے کی ہدایت کی، لیکن قوم نہ مانی، بلکہ آپ کی دشمن ہوگئی، اور کہنے لگی کہ کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا ہی ہے، اور کیا ہم سب کو چھوڑ کر اللہ ربّ العزّت نے اسی پر اپنی وحی نازل کی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ شخص بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے (نعوذ باللہ من

ذلك ۱)، اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے انہیں ایک معجزے کے طور پر پہاڑ سے اونٹنی نکال کر دی اور ان کی آزمائش کے لیے انہیں حکم دیا کہ اونٹنی اور تمہارے مویشیوں کے درمیان پانی کی باری تقسیم کی گئی ہے، لہٰذا اب اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، لیکن وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور بجائے حکم کی بجا آوری کے اونٹنی کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے، یہاں تک کہ ایک بدبخت قدار نامی شخص نے اونٹنی کو مار ڈالا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا، ایک فرشتے نے چیخ ماری جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ ان کانٹوں کی باڑ کی طرح ہو گئے جسے جانور روند روند کر چورا بنا دیں، اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔

"قومِ لُوط" کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قوم لوط کا تذکرہ فرمایا، جو اپنی سرکشی اور برائیوں میں بہت آگے جا چکی تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا اور ان سب برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کی، لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، پھر ایک دن حضرت لوط علیہ السلام کے پاس چند فرشتے خوبصورت نوجوان لڑکوں کی صورت میں تشریف لائے، جب قوم کو ان نوجوانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ بری نیت اور ارادے سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور ان نوجوانوں کو پھسلانے کی کوشش کی، لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں اپنا پر مارا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے، اور اگلی صبح اللہ ربّ العزّت نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا، ان پر پتھروں کی بارش ہوئی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور وہاں سے انہیں الٹے منہ نیچے پھینک دیا۔ اور یوں وہ ساری قوم ہلاک ہو گئی، جبکہ حضرت لوط علیہ السلام اور مومنین کو اللہ ربّ العزّت نے محفوظ فرما لیا۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۚ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ
اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۚ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ
السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۘ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

فرعون کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرعون کا تذکرہ فرمایا، جو اپنی سرکشی اور تکبر میں اس قدر بڑھ چکا تھا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا، اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو اس کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر فرعون کو تبلیغ کی، اللہ ربّ العزّت کی طرف سے عطا کردہ معجزات دکھائے، لیکن فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے اسے پانی میں غرق کر کے نمونۂ عبرت بنا دیا۔

کُفّار و مشرکینِ مکہ کو تنبیہ

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اقوامِ عالم میں سے پانچ مشہور قوموں کا تذکرہ فرما کر کُفّارِ مکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب وہ قومیں جو قوت اور طاقت میں تم سے بڑھ کر تھیں، اللہ ربّ العزّت کے عذاب اور ہلاکت سے نہیں بچ سکے تو تم کیسے بچ سکو گے، عنقریب تمہاری جماعت شکست کھا جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی، غزوۂ بدر اور غزوۂ احزاب میں یہ پیشین گوئی مکمل ہوئی، اور صرف دنیوی شکست پر ہی بس نہیں ہوگی بلکہ قیامت میں بھی تمہارے لیے جہنّم کا عذاب تیار ہے، جس میں منہ کے بل جھونک دیے جاؤ گے۔

متقین کا انجام

کُفّار اور مشرکین کے انجام کے برعکس جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں وہ جنّت کے باغوں اور نہروں میں مزے سے رہیں گے، جہاں انہیں بادشاہِ حقیقی اور تمام قدرتوں کے مالک پروردگار کا قرب بھی حاصل ہوگا۔ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ!)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ "شقِ قمر" یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کو بیان فرمایا۔ جس کے ضمن میں کُفّار کی ڈھٹائی اور حق ظاہر ہو جانے کے باوجود اسے تسلیم کرنے سے انکار کرنا بھی بیان فرمایا۔

۲۔ اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اقوامِ عالم میں سے پانچ مشہور قوموں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے حق کو تسلیم کرنے سے اعراض کیا اور کُفر و شرک اور دیگر برائیوں میں مبتلا رہے، جس پر اللہ ربّ العزّت نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ان قوموں میں قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط اور قومِ فرعون شامل ہیں۔

۳۔ اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے مشرکینِ مکہ کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جب وہ قومیں جو طاقت اور قوت میں تم سے بڑھ کر تھیں، حق کو جھٹلانے کے سبب اللہ ربّ العزّت کے قہر اور عذاب کا شکار ہو گئیں، تو تم اگر ان کی روش اختیار کرو گے تو کیسے بچ پاؤ گے؟

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّار اور متقین کے انجام کو بیان فرمایا کہ کُفّار دنیا میں بھی شکست اور رُسوائی کا شکار ہوں گے اور آخرت میں منہ کے بل جہنّم میں جھونک دیے جائیں گے، جبکہ مومنین اور متقین جنّت کے باغوں میں آرام کریں گے اور اللہ ربّ العزّت کے قرب سے لطف اندوز ہوں گے۔

تمت سورۃ القمر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

سورت کا تعارف

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں مفسرین کرامؒ کا اختلاف ہے، عام طور پر قرآن کریم کے نسخوں میں اس کو مدنی قرار دیا گیا ہے، لیکن علامہ قرطبیؒ نے کئی روایتوں کی بنا پر یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت پچپن (۵۵) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ستانوے (۹۷) ہے۔ تین رُکوع اور اٹھتر (۷۸) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

چونکہ اس سورت کا آغاز اللہ ربّ العزّت کے وصفی نام "الرحمٰن" سے کیا گیا ہے، اسی لیے اس سورت کو "سورۃ الرحمٰن" کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں وقوعِ قیامت کا ذکر تھا، نیز متقین اور مجرمین کے احوال کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا تھا، اس سورت میں انہی موضوعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

سورت کی فضیلت

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ، وَعَرُوْسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمٰنُ۔ (شعب الإيمان للبيهقي: ۲/۴۹۰)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کی دلہن ہوتی ہے، اور قرآن کی دلہن "سورۃ الرحمٰن" ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع لوگوں کو اللہ ربّ العزّت کی دنیوی واخروی نعمتیں اور احسانات یاد کروانا یعنی تذکیر بآلاء اللہ ہے اور اس کے ضمن میں دعوت ایمان ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کی وہ نعمتیں بیان کی گئی ہیں جو دنیا میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے بندوں کے لیے تیار کی ہیں۔

۲۔اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنتیوں کے درجات مختلف ہوں گے، کچھ اعلیٰ درجات میں ہوں گے اور کچھ ان کی بنسبت ادنیٰ درجہ میں ہوں گے۔

۳۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے انسانوں اور جنات دونوں کو مخاطب فرما کر ایمان اور توحید کی دعوت دی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ انسان اور جنات دونوں مکلّف ہیں، اور دونوں کو نیک اعمال پر ثواب اور برے اعمال پر سزا ملے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

الرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وَّالنَّجْمُ
وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ
وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖۚ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ
وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۚ
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ
كَالْاَعْلَامِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

’’رحمٰن‘‘ معلمِ قرآن ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی ایک خاص صفت ’’رحمٰن‘‘ بیان فرمائی، جس کی وجہ یہ تھی کہ کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ’’رحمٰن‘‘ سے واقف نہیں تھے، اسی لیے کہتے تھے کہ ’’وما الرحمٰن ؟‘‘ رحمٰن کیا چیز ہے؟ ان لوگوں کو واقف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رحمٰن کا انتخاب کیا گیا۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی دنیوی اور دینی نعمتوں کا سلسلہ شروع فرمایا، اور اپنی سب سے بڑی نعمت

قرآن کریم سے آغاز فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ رحمٰن نے ہی قرآن کی تعلیم دی، قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ صفت رحمٰن ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن سراسر خدا کی رحمت ہے، جس کو قرآن کی صحبت نصیب ہوئی اسے اللہ ربّ العزّت کی رحمت مل گئی، جس نے قرآن سیکھا وہ اللہ ربّ العزّت کی رحمت سے سرفراز ہوگیا، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمه'' (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۰۲۷) یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ ''اشراف أمتي حملة القرآن واصحاب الليل'' (شعب الایمان للبیہقی: ۲/۵۵۶) یعنی میری اُمّت کے سب سے زیادہ عزّت والے لوگ وہ ہیں جو قرآن والے اور رات کو تہجد پڑھنے والے ہیں۔

اظہار مافی الضمیر کی قدرت پروردگارِ عالم کی نعمت ہے

اللہ ربّ العزّت نے اپنی ایک دینی و روحانی نعمت (تعلیم قرآن) بیان فرمانے کے بعد دنیوی اور جسمانی نعمت بیان فرمائی کہ اللہ ربّ العزّت نے انسان کو پیدا کیا جو بجائے خود ایک نعمت اور احسان ہے، جانوروں، حشرات الارض اور دیگر مخلوقات کا خالق بھی تو اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے، اس نے ہمیں انسان بنایا، جانور، سانپ، بچھو وغیرہ نہیں بنایا، یہ اس کا کتنا بڑا انعام ہے۔ پھر اس نے انسان کو بیان اور اظہار مافی الضمیر کی قدرت بھی عطا فرمائی۔ اس بیان کی قدرت میں زبانی بیان بھی شامل ہے اور تحریر وخط بھی، نیز افہام وتفہیم کے جتنے ذرائع اللہ ربّ العزّت نے پیدا فرمائے ہیں وہ سب بیان میں شامل ہیں۔

اللہ ربّ العزّت کی آفاقی نعمتیں

روحانی اور جسمانی نعمتوں کے بیان کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی آفاقی نعمتوں کا بیان شروع فرمایا جو اطراف وآفاق عالم میں پھیلی ہوئی ہیں، مختلف مخلوقات ان سے استفادہ کرتی ہیں، اور وہ پروردگارِ عالم کے وجود اور اس کی قدرت کاملہ کی روشن دلیلیں ہیں۔ ان نعمتوں میں چاند اور سورج کا مرتب نظام سرفہرست ہے، جو اپنے اپنے مدار میں سالوں سے چل رہے ہیں، اور انسانی زندگی کے بہت سے معاملات کا مدار ان پر موقوف ہے۔ اسی طرح درخت اور بوٹے بھی اللہ ربّ العزّت کے تابع فرمان ہیں، زمین وآسمان کو اللہ رب العزت نے پیدا فرمایا، پھر زمین سے مختلف قسم کے پھل اور پھول نکالے جس میں کھجور، انار وغیرہ شامل ہیں اور غلہ اور دانے نکالے، انسان کو کھنکتی ہوئی مٹی سے جبکہ جنات کو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے سے پیدا فرمایا، یہ سب نشانیاں اللہ ربّ العزّت کی صناعی پر دلالت کرتی ہیں اور پکار پکار کر ''هُوَ اللهُ أَحَد'' کہتی ہیں۔

''رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝'' کی وضاحت

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا ربّ ہے، یہ دو مشرق اور

مغرب دراصل سردی اور گرمی کے اعتبار سے ہیں، چونکہ سردی اور گرمی میں سورج کا مطلع بدلتا ہے، سردی میں مشرق یعنی آفتاب کے نکلنے کی جگہ اور مغرب یعنی آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ اور ہوتی ہے جبکہ گرمی کے زمانے میں دوسری، انہی دو جگہوں کو آیت میں مشرقین اور مغربین کہا گیا ہے۔

"مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝"

اللہ ربّ العزّت کی قدرت کے دلائل میں سے ہے کہ اس نے دو دریاؤں کو ساتھ ساتھ چلایا، اور ان کے درمیان ایک نہ نظر آنے والی آڑ رکھ دی جس کی وجہ سے ایک کا پانی دوسرے میں خلط نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک دریا شیریں ہے اور دوسرا کھارا، اور ان دریاؤں سے موتی اور مونگے جیسے قیمتی پتھر بھی نکلتے ہیں، اور ان دریاؤں اور سمندروں میں بڑی بڑی کشتیاں چلتی ہیں جن سے انسان کا رزق اور روزگار وابستہ ہوتا ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں اور نعمتیں ہیں، تو اے انسان اور جنات کی جماعت! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

"فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ"

یہ جملہ اس سورت میں بار بار ذکر کیا گیا ہے، تقریباً اکتیس (۳۱) مرتبہ اس سورت میں یہ جملہ مذکور ہے، اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے جواب میں "لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد" کہنا چاہیے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کے سامنے سورۂ رحمٰن پوری تلاوت فرمائی، یہ لوگ سن کر خاموش رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے لیلۃ الجن میں جنات کے سامنے یہ سورت تلاوت کی تو اثر قبول کرنے کے لحاظ سے وہ تم سے بہتر رہی، کیونکہ جب میں قرآن کے اس جملے پر پہنچتا تھا "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝" تو جنات سب کے سب بول پڑتے تھے کہ "لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد" یعنی اے پروردگار! ہم آپ کی کسی بھی نعمت کی تکذیب و ناشکری نہیں کریں گے، آپ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۹۱)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ
مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ
وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ۚ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

دُنیا فانی ہے!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایک ایسی حقیقت بیان فرمائی ہے جس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور وہ یہ کہ یہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز ایک مخصوص مدت تک رہے گی اور بالآخر ان سب نے فنا ہو کر ختم ہو جانا ہے، باقی رہنے والی ذات صرف پروردگار عالم کی ہے، زمین و آسمان کی ہر مخلوق اسی پاک ذات کی محتاج ہے، اسی کے در کی سوالی ہے، وہ سب کو دینے والا ہے، اس کی نرالی شان ہے۔ اور ہر وقت ہر لحظہ اس کی ایک خاص شان ہوتی ہے، وہ کسی کو زندہ کرتا ہے تو کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو عزّت دیتا ہے تو کسی کو ذلت دیتا ہے، کسی تندرست کو بیمار تو کسی بیمار کو تندرست کرتا ہے، کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دیتا ہے تو کسی غم زدہ رونے والے کو ہنسا دیتا ہے، کسی سائل کو اس کی مانگی ہوئی چیز عطا کر دیتا ہے تو کسی کا گناہ معاف کر کے جنّت میں داخل ہونے کا مستحق بنا دیتا ہے، کسی قوم کو بلند و صاحب اقتدار بنا دیتا ہے تو کسی قوم کو پست و ذلیل کر دیتا ہے، غرض ہر لحظہ ہر آن اس کی ایک خاص شان ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے جنات اور انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے ایک ایک عمل پر جزا اور سزا ہوگی، اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ روز جزا کی حاضری اور اعمال کے حساب سے راہ فرار اختیار کر سکے اور نہ ہی کسی کی یہ مجال ہے کہ وہ موت یا روزِ قیامت سے کہیں بھاگ کر بچ نکلے۔ اور اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ وہ کہیں بھاگ کر نکل جائے گا اور حساب و کتاب سے بچ جائے گا تو اپنی قوت اور طاقت آزما کر دیکھ لے، اگر وہ آسمان و زمین کے مدار سے باہر نکل سکتے ہیں تو نکل جائیں، لیکن ایسا ہونا محال ہے۔

قیامت کے دو دردناک عذاب

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے دِن کے دو عذاب بیان فرمائے ہیں جو نافرمان اور منکر جنات اور انسانوں پر مسلط کیے جائیں گے، ان میں سے ایک عذاب آگ کے شعلوں کا ہے اور دوسرا عذاب دُھویں کا۔ جس سے وہ بچ نہ سکیں گے۔ اور اس دِن مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ ان کے جسموں پر ایسی علامات اور نشانیاں ہوں گی جن سے وہ پہچان لیے جائیں گے، ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، فرشتے انہی علامات کے ذریعہ ان کو پکڑیں گے اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر ان کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ عذاب اور پکڑ کی اطلاع دینا بھی ہماری نعمت ہے، سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَاۗمَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ
اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ
وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝ فَبِاَيِّ
اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

جنّت کے باغات کا تذکرہ

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مجرمین کی سخت سزاؤں کو بیان فرمایا تھا، اب ان کے بالمقابل ان آیات میں مؤمنین اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے تیار کردہ انعامات کا بیان ہے، جن میں سے بعض مقربین یعنی اللہ ربّ العزّت کے خاص لوگ ہوں گے اور باقی عام مؤمنین۔ ان سب کے لیے جنّت میں باغات تیار کیے گئے ہیں، لیکن چونکہ مقربین کا درجہ عام مؤمنین سے بڑھ کر ہوگا، اس لیے ان کے باغات بھی عام مؤمنین کے باغات سے اعلیٰ درجہ کے ہوں گے۔ ذیل میں ان دونوں قسموں کے باغات کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے:

مقرّبین کے باغات کا تذکرہ

مقربین وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ہر حال میں اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیش ہونے اور حساب وکتاب سے ڈرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں کسی گناہ کے قریب نہیں جاتے، تو ایسے لوگوں کو جو باغات ملیں گے وہ بہت شاخوں والے ہوں گے یعنی گھنے باغات ہوں گے، ان میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے، ہر قسم کے میوہ جات ہوں گے، وہ جنّتی تختوں پر سہارا لگائے بیٹھے ہوں گے، ان تختوں پر ریشم بچھی ہوگی، اور وہاں نیچی نگاہ والی پاک دامن بیویاں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جن نے چھوا ہوگا۔ ان کا حسن وجمال ایسا ہوگا جیسے یاقوت ومرجان ہوں، یہ سب ان کے نیک اعمال کا بدلہ ہے، کیونکہ نیکی کا بدلہ اچھائی کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟

عام مؤمنین کے باغات کا تذکرہ

مقربین کو ملنے والے باغات اور نعمتیں بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے عام مؤمنین کو ملنے والے باغات

اور نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ عام مومنین کو جو باغات ملیں گے وہ درجے میں ان باغات سے کم ہوں گے جو مقربین کو ملیں گے، ان باغات کا رنگ گہرا سبز ہوگا جو سیاہی کی طرف مائل ہوگا، ان میں بھی دو چشمے اُبل رہے ہوں گے، مختلف قسم کے میوہ جات ہوں گے، انار اور کھجور کے درخت ہوں گے، اور ان میں ایسی حوریں ہوں گی جو ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بھی نہایت خوبصورت ہوں گی اور سیرت و کردار کے لحاظ سے بھی بالکل پاک دامن ہوں گی، وہ خیموں میں بند ہوں گی، یعنی پردے میں ہوں گی، انہیں نہ کسی نے دیکھا ہوگا اور نہ ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں چھوا ہوگا۔ ان باغات میں سبز ریشمی قالینوں پر خوبصورت بچھونوں کے ساتھ تکیہ لگائے جنتی بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب اس پاک ذات کی نعمتیں ہیں، جس کا نام بہت برکت والا ہے، کافروں کے لیے جلال والا اور مومنوں کے لیے اکرام والا ہے۔

جنّت کی حوروں کی خوبیوں میں ان کے پردہ کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ عورت کی خوبی اور جنّتی خواتین کی علامت ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی صفت "رحمٰن" ذکر فرما کر انسان پر اپنی چند نعمتیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سرفہرست روحانی نعمت تعلیم قرآن اور جسمانی نعمت بیان کا ملکہ عطا کرنا ہے، اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی چند آفاقی نعمتیں یعنی سورج و چاند کی تخلیق وغیرہ بیان فرمائی ہیں۔ اور ہر نعمت کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ایک سوال بار بار دہرایا ہے کہ "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" جس سے مقصد باری تعالیٰ کی ان نعمتوں میں غور و فکر کر کے ان کا شکر ادا کرنا اور ان کے عطا کرنے والے پر ایمان لانے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب ہے۔

۲- اس سورت میں انسانوں اور جنات دونوں کو مخاطب فرما کر ان کے مکلف ہونے کا اعلان کیا گیا ہے کہ انسان اور جنات میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا بروز قیامت جوابدہ ہوگا۔

۳- سورت میں نیک اعمال کرنے والوں کا انجام خیر اور انہیں ملنے والی نعمتوں کو بیان فرمایا گیا ہے، نیز مومنین صالحین کے درجات میں تفاوت بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

۴- سورت میں منکرین اور مجرمین کے انجام بد کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تمت سورة الرحمٰن بعون الله وتوفيقه

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَة

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآن پاک کی ترتیب میں یہ چھپن (۵۶) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چھیالیس (۴۶) ہے۔ تین رُکوع اور چھیانوے (۹۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کی پہلی ہی آیت میں "واقعہ" کا لفظ آیا ہے، جس سے مراد قیامت کا واقعہ ہے، تو اسی کے نام پر اس سورت کو سورۂ واقعہ کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی قیامت کے احوال اور جنّت و جہنّم کے مناظر بیان کیے گئے تھے، اس سورت میں بھی یہی مضمون ذکر کیے گئے ہیں۔

سورت کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرض وفات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "ماتشتکی؟" (تمہیں کیا تکلیف ہے؟) تو انہوں نے فرمایا: "ذنوبي" (اپنے گناہوں کی تکلیف ہے) پھر پوچھا: "ماتشتھی؟" (آپ کیا چاہتے ہیں؟) تو فرمایا: "رحمة ربي" (اپنے ربّ کی رحمت چاہتا ہوں) پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کسی طبیب کو بلاتا ہوں، تو فرمایا: "الطبیب امرضنی" (مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے) پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیجوں؟ تو فرمایا: "لا حاجة لی فیھا" (مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عطیہ لے لیجیے وہ بعد میں آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا، تو فرمایا کہ آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی، مگر مجھے یہ فکر اس لیے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں،

کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: ''مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا'' (شعب الایمان:۲/۱۱۹) یعنی جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''قیامت کے دن انجام کے لحاظ سے لوگوں کے تین مختلف درجات (کیٹیگریز)'' بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں قیامت کے واقع ہونے پر رونما ہونے والی ہولناکیوں کا بیان ہے۔

۲۔ سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت حساب و کتاب کے وقت لوگ تین درجات میں تقسیم ہوں گے:

۱: بعض ان میں سے مقربین کے درجہ پر فائز ہو کر جنتی ہوں گے۔

۲: بعض اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے) یعنی عام جنتی ہوں گے۔

۳: بعض اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) یعنی دوزخی ہوں گے۔

۳۔ سورت میں خالق یعنی ذات باری تعالیٰ کے وجود پر، اس کی قدرت پر اور اس کی وحدانیت اور معبودیت پر دلائل بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ سورت میں قرآن کریم کا مقام و مرتبہ بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ قرآن مجید نے جتنی خبریں دی ہیں وہ سب سچ ہیں، ان میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝ وَبُسَّتِ
الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝
وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا
يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝
جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ۝ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَا
أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ
كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا

أَتْرَابًا ۙ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۞ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۞ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۞ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحَابُ
الشِّمَالِ ۞ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۞ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ۞ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۞ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۞
وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۞ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۞
أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۞ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۞ لَمَجْمُوعُونَ ۙ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۞ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا
الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۞ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ۞ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۞ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ
الْحَمِيمِ ۞ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۞ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۞

قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند ہولناک مناظر بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت واقع ہو کر رہے گی، اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا، اس دن بہت سی بلند مرتبہ قومیں اور افراد پست اور ذلیل ہو جائیں گے جبکہ بہت سی پست اور حقیر قومیں سربلند اور باعزت ہو جائیں گی۔ زمین میں سخت زلزلہ آئے گا اور زمین ہلا دی جائے گی، پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور پراگندہ غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔

میدانِ حشر میں حاضرین کی اَقسام

قیامت کے دن سب لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک قوم عرش کے داہنی جانب ہوگی، ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھوں میں دیے جائیں گے، کیونکہ جنت عرش کی دائیں جانب ہے، یہ سب لوگ جنتی ہوں گے۔ دوسری قوم عرش کے بائیں جانب جمع ہوگی، ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، کیونکہ جہنم عرش کی بائیں جانب ہے، یہ سب لوگ جہنمی ہوں گے۔ جبکہ تیسرا گروہ سابقین کا ہوگا جو اللہ ربّ العزّت کے نزدیک خصوصی امتیاز اور قرب کے مقام میں ہوں گے، جن میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ شامل ہوں گے۔ اور یہ سابقین اس اُمّت کے ابتدائی زمانہ (جس کو خیر القرون کہا جاتا ہے یعنی صحابہ و تابعین کے زمانے) میں سے زیادہ جبکہ بعد والے زمانے میں سے کم ہوں گے۔

مقربین کے لیے خصوصی اِنعامات

پھر اللہ ربّ العزّت نے ان سابقین اور مقربین کے لیے تیار کردہ خصوصی انعامات کا ذکر فرمایا کہ یہ مقربین جنت میں سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، کبھی بڑے نہیں ہوں گے، اور شراب کے جام اور پیالے لے کر گھوم رہے ہوں گے اور سب کو پیش کریں گے، اور وہ شراب ایسی ہوگی جس سے نہ سر میں درد ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا، اس کے علاوہ من

چاہے میوے ہوں گے اور من چاہے پرندوں کا گوشت ملے گا، اور ان کے لیے گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں (حوریں) ہوں گی، ان کی رنگت ایسی صاف شفاف ہوگی جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی، اس جنّت میں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات، بلکہ ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔ مقربین کے لیے اس خاص اعزاز و اکرام اور نعمتوں میں پرتعیش شہری زندگی کی جھلک ہے۔

عام جنتیوں کے لیے اِنعامات

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے عام جنتیوں کے مقام اور ان کے لیے تیار کردہ انعامات کو بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ دائیں طرف والے کیا ہی اچھے لوگ ہیں، ان کے لیے جنّت میں ایسے باغات ہوں گے جن میں بے خار اور بغیر کانٹوں والی بیریاں ہوں گی، تہ بہ تہ کیلے ہوں گے، لمبے لمبے سائے ہوں گے، بہتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان پر کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے اونچے فرش ہوں گے، اور ایسی عورتیں (جن میں حوریں بھی شامل ہیں اور دنیا کی عورتیں بھی) ہوں گی جن کو ہم نے خاص طور پر ایسا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ کنواری رہیں گی، اپنے شوہروں سے پیار کرنے والی ہوں گی اور ان کی ہم عمر ہوں گی۔ یہ سب نعمتیں داہنی جانب والوں کے لیے ہیں۔ اور یہ داہنی جانب والے اگلے لوگوں (خیر القرون) میں سے بھی بہت کثیر تعداد میں ہوں گے اور پچھلوں میں سے بھی ان کی ایک بڑی جماعت ہوگی۔ عام جنتیوں کی جزا اور ان کے لیے تیار کیے گئے انعامات میں پرتعیش آرام دہ دیہاتی زندگی چھلک رہی ہے۔

بائیں طرف والوں (کفّار و مشرکین) کا انجام

مقربین اور جنتیوں کے انعامات بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے بائیں طرف والوں یعنی کفّار اور مشرکین کا انجام اور ان کی سزا بیان کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو بائیں جانب والے ہیں وہ کتنے برے ہیں، یہ لوگ آگ اور کھولتے ہوئے پانی میں جلیں گے، ان کو سائے کی جگہ سیاہ دھواں ملے گا جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی کوئی لذت اور آرام کا باعث ہوگا، اور ان کو یہ سزائیں اس وجہ سے ملیں گی کہ وہ اس سے پہلے دنیا کی زندگی میں بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور اس خوشحالی کے غرور میں بڑے بڑے گناہ یعنی کفر اور شرک کا ارتکاب کرتے رہے، اور موت کے بعد کی زندگی اور اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیش ہونے سے منکر ہو گئے تھے، اور طنزیہ طور پر کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا اس کے بعد ہم اور ہمارے آباؤ اجداد زندہ کیے جائیں گے؟ اللہ ربّ العزّت نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے: اگلے اور پچھلے سب ایک مقررہ وقت پر جمع کیے جائیں گے، پھر ان منکرین کو زقوم نامی جھاڑی دار درخت سے کھانا ملے گا، اسی سے پیٹ بھرنا ہوگا، اور ان کو کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا، یہی ان کی مہمانی ہوگی۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۞ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۞ نَحْنُ قَدَّرْنَا
بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۞ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ وَلَقَدْ

عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝
لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ
تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً
وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

توحیدِ باری تعالیٰ کے چند دلائل

سورت کے آغاز سے یہاں تک اللہ ربّ العزّت نے میدان محشر میں انسانوں کی تین قسموں کی جزا وسزا کو بیان فرمایا، اب ان آیات میں ان گمراہ لوگوں کو تنبیہ ہے جو سرے سے قیامت قائم ہونے اور دوبارہ زندہ ہونے کے ہی قائل نہیں، یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، اس ضمن میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی توحید اور اپنی قدرت کے چند نمونے بھی بطور دلائل پیش فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

پہلی دلیل

تمہاری پیدائش اور تمہاری موت ہمارے ہی قبضۂ قدرت میں ہے، ہم ہی تمہیں پیدا کرتے ہیں اور ہم ہی تمہیں مارتے ہیں، یہ بتاؤ کہ رحم مادر میں ایک ناپاک پانی کے قطرہ سے بچّے کی پیدائش تم خود کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ ہم ہی نے تمہیں اس ناپاک پانی کے قطرے سے پیدا کیا ہے، پھر ہم ہی تمہیں ایک مقررہ وقت تک زندگی دے کر موت دے دیں گے۔

دوسری دلیل

اسی طرح جو بیج اور گٹھلی وغیرہ تم زمین میں بوتے ہو اس سے درخت اور فصلیں تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس کھیت اور درخت وغیرہ کو خشک کر کے ریزہ ریزہ کر دیں اور تم تہی دست رہ جاؤ۔ یعنی ان فصلوں کا اگانے والا بھی اللہ ربّ العزّت ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی اللہ ربّ العزّت کی مشیت اور مرضی پر موقوف ہے۔

تیسری دلیل

اسی طرح جو پانی تم پیتے ہو اس کو بادلوں سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں، پھر ہماری دوسری نعمت یہ ہے کہ ہم نے اس پانی کو پینے کے قابل بنا دیا، اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں، تو تم شکر کیوں نہیں کرتے؟

بارش کا پانی باوجودیکہ اس کے بخارات کڑوے پانی اور سمندروں سے پیدا ہوتے ہیں، میٹھا اور قابل استعمال، شفاف اور شفا بخش ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔

چوتھی دلیل

اسی طرح آگ میں غور وفکر کرو، یہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو (عرب میں دو درخت تھے، ایک کا نام "مرخ" تھا اور دوسرے کا نام "عفار" تھا، ان کی قلمیں بنائی جاتی تھیں، اور پھر ایک کی قلم دوسرے پر مسلنے سے آگ پیدا ہوتی تھی، جیسا کہ سورۂ یٰس میں گزر چکا ہے) تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے اس آگ کو جہنم کی آگ کی یاددہانی اور دنیوی فائدہ یعنی کھانا پکانے، حرارت حاصل کرنے وغیرہ کا سبب بنایا ہے۔ ان سب نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرو، اور اس کے نام کی تسبیح کرو، اور اس کی حمد وثنا کرتے رہو۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۝ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ۝ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ۝ وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ۝ فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ۝ وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ۝ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ۝ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۝ فَرَوۡحٌ وَّرَيۡحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ ۝ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ۝ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ۝ وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ۝ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝

قرآن ایک مقدس اور پاک کتاب ہے

ان آیات میں اللہ رب العزت نے ستاروں کی قسم کھا کر قرآن کی حقانیت اور اس کی پاکیزگی کو بیان فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کہ قرآن ایک مکرم اور محفوظ کتاب ہے، جو اللہ رب العزت کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی شیطان کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالا گیا ہے۔ یہ لوح محفوظ میں بھی درج ہے، اور نہایت پاک کتاب ہے، اسی لیے اسے صرف پاک فرشتے اور پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں جو ہر قسم کی ظاہری اور معنوی نجاست یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہوں، حدث اصغر سے مراد بے وضو ہونا ہے، اس کا ازالہ وضو کرنے سے ہو جاتا ہے، جبکہ حدث اکبر جنابت اور حیض ونفاس سے لاحق ہوتی ہے، جس سے طہارت کے لیے غسل ضروری ہے۔

قیامت حق ہے!

سورت کے آخر میں اللہ رب العزت نے ایک بار پھر عقیدہ قیامت کو ثابت فرمایا اور منکرین قیامت کو تنبیہ فرمائی کہ جب کسی شخص کی روح جسم سے جدا ہو رہی ہوتی ہے اور حلقوم تک پہنچ جاتی ہے، اور میت کے عزیز واقارب اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ شخص زندہ رہے اور اس کی روح جسم سے نہ نکلے لیکن کسی کے بھی اختیار میں نہیں ہوتا کہ روح کو

جسم سے نکلنے سے روک سکے، اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ اگر واقعی تمہارا حساب وکتاب نہیں ہونا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں ہے تو تم اس مرنے والے کی روح کو جسم سے نکلنے سے روک لو یا نکلنے کے بعد دوبارہ جسم میں لوٹا دو، اور جب تم سے اتنا بھی نہیں ہوسکتا تو اللہ ربّ العزّت کی قدرت کاملہ پر یقین رکھو اور خود کو اس کی گرفت سے باہر نہ سمجھو اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے سے باز آجاؤ۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور میدان محشر میں جمع ہونا یقینی اور حق ہے، اس دن سب کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی، اگر مرنے والا نیک اور مقرب لوگوں میں سے ہوا تو راحت ہی راحت اور آرام ہی آرام ہے، اور اگر مقربین میں سے نہیں ہے لیکن عام مؤمنین صالحین میں سے ہے تو بھی جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہوگا، اور اگر گنہگار و مشرکین میں سے ہوا تو جہنّم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی میں اسے ڈالا جائے گا۔ اس لیے ہر کوئی اپنے خاتمہ کی فکر کرے اور اس کے لیے دنیا میں ہی تیاری کرے، اور اللہ ربّ العزّت کو ہمیشہ یاد رکھے، اس کی تحمید وثنا بیان کرے اور اس کے نام کی تسبیح کرتا رہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ روزِ قیامت میدان محشر میں جمع ہونے والے لوگوں کی اقسام اور ان کا انجام تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

۲۔سورت میں توحید باری تعالیٰ کے دلائل اور قدرت باری تعالیٰ کے چند نمونے بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۔سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور اس کی پاکیزگی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

۴۔سورت کے آخر میں ایک بار پھر اثبات قیامت اور مذکورہ بالا تینوں اقسام کے لوگوں کے انجام کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الواقعۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْحَدِيْد

مسبحات کا تعارف اور فضیلت

قرآن پاک کی ان سورتوں کو جن کے شروع میں تسبیح کا ذکر ہے، "مسبحات" کہا جاتا ہے، ایسی کل سات سورتیں ہیں جنہیں مسبحات سبعہ کہا جاتا ہے، سورۃ الحدید سے ایسی پانچ سورتیں شروع ہو رہی ہیں، اور وہ پانچ سورتیں وہ ہیں جن کے شروع میں سبح یا یسبح آیا ہے۔ ان میں ۱- پہلے نمبر پر یہی سورت یعنی سورۂ حدید ہے، جبکہ باقی سورتوں میں ۲- سورۂ حشر، ۳- سورۂ صف، ۴- سورۂ جمعہ، ۵- سورۂ تغابن شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سورۂ اسراء اور سورۂ اعلیٰ بھی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سونے سے پہلے یہ مسبحات پڑھا کرتے تھے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۵۷/۴)

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ستاون (۵۷) جبکہ نزول کے اعتبار سے چورانوے (۹۴) نمبر پر ہے، چار رکوع اور انتیس (۲۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

"حدید" عربی زبان میں لوہے کو کہتے ہیں، اس سورت کی آیت نمبر پچیس (۲۵) میں لوہے کا ذکر آیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۃ الحدید رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے تسبیح اور ذکر باری تعالیٰ کا حکم دیا تھا، اس سورت کے آغاز میں بھی تسبیح اور ذکر کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''انفاق فی سبیل اللہ'' ہے، اللہ ربّ العزّت نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دل کی سختی کا سب سے مؤثر علاج ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اللہ ربّ العزّت کی تسبیح، اس کی قدرت اور اس کے علم کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ انسان کے پاس جتنا مال ہے وہ سب اللہ ربّ العزّت کا دیا ہوا ہے، انسان کو صرف خرچ کرنے کا اختیار ہے، حقیقی مالک اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے۔

۳۔ مؤمنین نے اللہ ربّ العزّت سے جو عہد کیا تھا، اس سورت میں اس کی یاد دہانی کروائی گئی ہے۔

۴۔ اس سورت میں منافقین اور حق قبول کرنے میں تردد کرنے والوں کا اخروی انجام بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ اس سورت میں فانی دنیا کی حقیقت بھی بیان کی گئی ہے۔

۶۔ تقدیر پر ایمان تکلیفوں اور پریشانیوں کے وقت مؤمن کے دل کو مضبوط رکھتا ہے، اسے حوصلہ فراہم کرتا ہے، اسی طرح راحتوں اور مسرتوں کے وقت اسے غرور اور تکبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

۷۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے رسول بھیجنے اور کتابیں نازل کرنے کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے، اور وہ حکمت عدل اور حق کا بول بولا کرنا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٣ هُوَ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٤ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٥ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ
وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٦

توحیدِ باری تعالیٰ کے چند دلائل

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی توحید کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ ربّ العزّت کی تسبیح بیان کرتی ہے، وہی آسمان و زمین کا مالک ہے، زندگی اور موت بھی اسی کے

قبضۂ قدرت میں ہے، اس کی قدرت بھی باکمال ہے، ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہر چیز سے اول ہے کیونکہ ساری موجودات اور مخلوقات اسی کی پیدا کردہ ہیں، اور وہی سب سے آخر ہے یعنی تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی وہ باقی رہے گا، اس کی ذات اپنے ظہور میں ساری چیزوں سے فائق اور برتر ہے، جبکہ اس کی حقیقت تک کسی عقل وخیال کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس نے زمین وآسمان کو چھ دِن میں پیدا فرمایا، اس کا علم نہایت کامل ہے، جو چیز زمین کی طرف اترتی ہے یا جو زمین سے نکلتی ہے وہ سب سے واقف ہے، وہ ہر ایک کے ساتھ ہے، اس کے حالات سے واقف ہے، اسی کی مشیت وقدرت سے سب کچھ ہوتا ہے، دِن اور رات کا مرتب نظام بھی اسی پاک ذات کی قدرت کی نشانی ہے۔

آیت ''هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ'' کی فضیلت

۱۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ (سنن ابوداود: ۴/ ۴۷۳)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ آیت سورۂ حدید کی مذکورہ بالا آیت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دینِ حق کے معاملے میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ مذکورہ بالا آیت پڑھ لیا کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ
كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ
اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ
وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

مال کا حقیقی مالک اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایمان لانے اور اللہ ربّ العزّت کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس کا ہم نے تمہیں جانشین بنایا ہے، جانشین بنانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال جو آج تمہارے ہاتھوں میں ہے، یہ تم سے پہلے کسی اور کے پاس تھا اور اسی طرح تمہارے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے گا، تو جب یہ چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے تو اس کو جوڑ جوڑ کر رکھنا اور بالکل خرچ نہ کرنا نری حماقت ہے۔ لہٰذا اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ کرو، اس پر بہت اجر وثواب ملے گا۔

پھر جو لوگ ایمان نہیں لاتے یا اللہ رَبّ العزّت کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان سے اللہ رَبّ العزّت نے سوال کیا کہ تمہارے ایمان نہ لانے کا سبب کیا ہے، جبکہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں اور تمہیں ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اور تمہیں واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں، اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔ اسی طرح اللہ رَبّ العزّت کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا سبب کیا ہے جبکہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ رَبّ العزّت کا ہے اور اسی کا رہ جائے گا، کیونکہ دنیا کے عارضی مالک سب دنیا سے چلے جائیں گے، تو جب سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے تو خوشی سے کیوں نہ اس پروردگار کی راہ میں خرچ کیا جائے کہ ثواب بھی ہو۔

''فتحِ مکہ'' سے پہلے راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کا مقام بعد والوں سے زیادہ ہے

پھر اللہ رَبّ العزّت نے فرمایا کہ مسلمانوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے وہ صحابہ جو فتحِ مکہ سے پہلے ایمان لے آئے اور اللہ رَبّ العزّت کی راہ میں مال خرچ کیا وہ درجے میں ان صحابہ سے افضل ہیں جو فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے اور مال خرچ کیا۔ کیونکہ فتحِ مکہ سے پہلے جو لوگ ایمان لائے ان کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور ضعف اور مشرکین کی ایذاؤں کا سلسلہ تھا، اس کے باوجود انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی خدمت ونصرت میں اپنا جان ومال لگایا، ان کی قوت ایمان اور اخلاص عمل کو دوسرے لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ فتحِ مکہ کے بعد حالات بدلتے چلے گئے، پورے عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی، مسلمانوں کو قوت حاصل ہوگئی، اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، اللہ رَبّ العزّت نے ان سے بھی مغفرت، رحمت اور جنّت کا وعدہ فرمایا ہے، البتہ درجات کا فرق ہوگا۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے

اللہ رَبّ العزّت نے فرمایا کہ جو شخص اللہ رَبّ العزّت کو قرض حسنہ دے یعنی اخلاص نیت کے ساتھ اس کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ رَبّ العزّت دنیا میں بھی اس کے مال میں برکت اور وسعت عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کے اجر وثواب کو بڑھائیں گے، کسی کو دس گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرمائیں گے تو کسی کو ستر گنا زیادہ، جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا زیادہ اجر وثواب ملے گا۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ
بَابٌ ۚ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۞ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۞

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

روزِ قیامت مؤمنین کے آگے پیچھے نُور ہوگا

ان آیات میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اہلِ ایمان کو پُل صراط پر گزرنے سے کچھ پہلے ایک نُور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ پُل صراط عبور کریں گے، جبکہ منافقین اس نُور سے محروم ہوں گے تو وہ مؤمنین سے درخواست کریں گے کہ ذرا ٹھہرو، ہم بھی تمہارے نُور سے کچھ فائدہ اُٹھالیں، کیونکہ دنیا میں ہم بھی تمہارے ساتھ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ میں شریک رہا کرتے تھے، تو انہیں کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور وہیں نُور تلاش کرو، چنانچہ منافقین پیچھے لوٹیں گے لیکن وہاں کوئی نُور نہیں ملے گا، پھر اس طرف آئیں گے تو ان کے اور مؤمنین کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی، اور دیوار کی اس جانب جہاں مؤمنین ہوں گے، رحمت ہوگی جبکہ منافقین کی جانب عذاب ہوگا۔

میدانِ حشر میں نُور اور اندھیرے کے اَسباب

احادیثِ مبارکہ میں کئی ایسے اعمال کا تذکرہ ملتا ہے جو محشر میں نور کا باعث بنیں گے، اسی طرح ایسے اعمال بھی موجود ہیں جو قیامت کے دن اندھیرے کا سبب ہوں گے، ذیل میں ان میں سے چند اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱- عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (سنن أبي داود: ۱/۲۲۰)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیری راتوں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں ان لوگوں کو قیامت کے روز مکمل نور کی خوشخبری سنادو۔

۲- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا. فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورًا، وَلَا بُرْهَانًا، وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ.

(مسند عبد بن حميد: ص: ۱۳۹)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص پانچوں نمازوں کی محافظت کرے گا، (یعنی ان کے اوقات اور آداب کو پابندی کے ساتھ بجالائے گا) اس کے لیے یہ نماز قیامت کے روز نور اور برہان اور نجات بن جائے گی، اور جو اس پر محافظت نہیں کرے گا نہ اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، اور وہ قارون، ہامان اور فرعون کے ساتھ ہوگا۔

۳- عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ بِإِسْنَادِهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ كَمَا أُنْزِلَتْ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی:۳/۲۴۹)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی ایسے تلاوت کی جیسے وہ نازل ہوئی ہے تو اس کے لیے قیامت کے دن نُور کا باعث ہوگی۔

۴-عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة۔ (صحيح مسلم:۴/۱۹۹۶)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ظلم سے بچو کیونکہ ظلم ہی قیامت کے روز ظلمات اور اندھیرے ہوں گے۔

خشوعِ قلب کی تلقین

مؤمنین اور منافقین کے احوال بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو خشوعِ قلب کی تلقین اور معمولات وعبادات میں سستی پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کے ذکر کے سامنے جھک جائیں، یعنی دل سے طاعات کی پابندی اور گناہ چھوڑنے کا عزم کرلیں۔ اور یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہوجائیں جو اللہ ربّ العزّت کی کتاب ملنے کے باوجود شہوات اور گناہوں میں منہمک رہے جس سے ان کے دل سخت ہوگئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے کئی افراد آج بھی کافر ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

دُنیا کی حقیقت

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے دنیوی زندگی کی حقیقت اور فانی دنیا کے ناقابل اعتماد ہونے کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ، ظاہری زیب وزینت اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، دنیا کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کسی زمین پر بارش برسے تو زمین سے فصلیں اور پودے اُگتے ہیں جو کاشتکاروں کو بہت اچھے لگتے ہیں، پھر وقت گزرتا ہے اور وہ کھیتی خشک ہوکر چورا چورا ہوجاتی ہے، اسی طرح دنیا چند روزہ بہار ہے، جس کے بعد زوال آئے گا۔ اس کے بالمقابل آخرت کی زندگی حقیقی زندگی ہے، لہٰذا اس زندگی کو

بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ آخرت میں نیک لوگوں کے لیے خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا کا پروانہ اور وسیع و عریض جنّت ہوگی، جبکہ کفّار اور مشرکین کے لیے سخت عذاب ہوں گے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ
يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝

تقدیر پر اِیمان مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرنے کا باعث ہے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو دنیا میں کوئی بھی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے خواہ وہ قحط کی شکل میں ہو یا زلزلہ کی شکل میں، تجارت میں نقصان ہو یا کسی دوست احباب کا بچھڑ جانا اسی طرح ان کو پہنچنے والے زخم اور چوٹ وغیرہ یہ سب تکالیف اللہ ربّ العزّت نے پہلے سے ہی ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں درج کی ہوئی ہیں، لہٰذا اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر زیادہ افسوس اور حسرت نہ کرو کیونکہ وہ پہلے سے طے شدہ تھی، اسی طرح اگر دنیا میں کوئی نعمت اور راحت تمہیں پروردگارِ عالم کی جانب سے نصیب ہو تو اس پر فخر اور غرور کرنے سے بھی گریز کرو کیونکہ وہ بھی تمہارے ذاتی کمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ ربّ العزّت کی عطا کردہ ہے جو تقدیر میں تمہارے لیے پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔ اور اللہ ربّ العزّت اِترانے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا
الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

آسمانی کتابوں اور اَنبیاء و رُسل بھیجنے کا مقصد

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے انبیاء و رسل بھیجنے اور آسمانی کتابیں نازل کرنے کا مقصد بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انبیاء و رسل کو واضح احکام اور معجزات دے کر مبعوث فرمایا، آسمانی کتابیں نازل فرمائیں، میزان یعنی ترازو بھی اتارا، ان تینوں چیزوں سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ معاشرے میں عدل و انصاف قائم کیا جا سکے۔ جس کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: ۱- کتاب اللہ ۲- میزان، کتاب اللہ سے حقوق کی ادائیگی اور اس میں کمی بیشی کی ممانعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں جبکہ میزان سے وہ حصے متعین ہوتے ہیں جو دوسروں کے حقوق ہیں، نیز ادائیگیِ حقوق کا پیمانہ بھی میزان ہے۔

لوہے کی تخلیق کے فوائد

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے لوہا بھی اتارا یعنی پیدا کیا ہے، اس کے بڑے فائدے دو ہیں، ۱- ایک تو یہ کہ اس سے مخالفین پر رعب پڑتا ہے اور سرکشوں کو اس کے ذریعہ اللہ ربّ العزّت کے احکام کا پابند بنایا جا سکتا ہے، جہاد اور اَحکامِ خداوندی کی تنفیذ اسی سے ممکن ہے اور عدل و انصاف بھی قائم کیا جا سکتا ہے اور ۲- دوسرا فائدہ یہ ہے کہ

اس میں لوگوں کے لیے بہت سے منافع اللہ ربّ العزّت نے رکھے ہیں، دنیا میں جس قدر صنعتیں اور ایجادات و مصنوعات ہوئی ہیں ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے۔

فائدہ:- اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے اصل چیزیں دو ہیں:
۱- کتاب اللہ، ۲- میزانِ عدل۔ انہی دونوں کے ذریعہ خلقِ خدا کی اصلاح اور عدل و انصاف کا نظام قائم کیے جانے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن چونکہ ہر قوم اور معاشرے میں چند ایسے سرکش موجود ہوتے ہیں جن کی اصلاح تعلیم و تربیت سے نہیں ہوتی تو ان کے لیے اللہ ربّ العزّت نے لوہا پیدا فرمایا ہے یعنی ان پر سختی کر کے عدل و انصاف کی فضا قائم کی جائے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۞ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ ۚ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۞

چند انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے چند انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا، اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نبوّت کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر ان کے بعد ہم نے یکے بعد دیگرے کئی انبیاء و رسل بھیجے، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں، انہیں ہم نے انجیل عطا کی تھی، اور ان کے ماننے والوں کے دل میں اللہ ربّ العزّت نے شفقت اور رحم پیدا کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ یا ساری مخلوقِ خدا کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں فسق و فجور کی کثرت ہوگئی تو ان میں سے بعض لوگوں نے دنیا کی ساری جائز لذتیں چھوڑ کر آبادی سے دور بسیرا کر لیا اور اس طرزِ زندگی کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور بدعت گھڑ لی، جو درحقیقت اللہ ربّ العزّت نے ان پر لازم نہیں کی تھی، ان کو راہب کہا جانے لگا، لیکن بعد میں یہ لوگ اس رہبانیت پر بھی پورا نہ اتر سکے اور انہوں نے رہبانیت کے نام پر دنیا طلبی اور عیش و عشرت کا سلسلہ شروع کر لیا، اللہ ربّ العزّت نے ان کی مذمت بیان فرمائی۔

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تو تمہیں دوہرا اجر ملے گا، ایک اجر

اپنے نبی پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا۔ یہی مضمون ایک حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے:

أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا وَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِي فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ مَوَالِيهِ وَحَقَّ رَبِّهِ فَلَهُ أَجْرَانِ۔ (صحیح البخاری: ص:۹)

ترجمہ:- جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو اور وہ اسے اچھی تعلیم دے، اچھی طرح ادب سکھائے پھر اسے آزاد کردے اور اس سے شادی کرلے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے، اور اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور مجھ پر بھی ایمان لایا اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے، اور وہ غلام جس نے اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کیا اور اپنے رب کا حق بھی ادا کیا اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی توحید کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں، جس کے ضمن میں آسمان وزمین کی تخلیق، اس کی ملکیت، اللہ ربّ العزّت کے علم اور قدرت کے کامل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

۲- سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو جو مال دیا گیا ہے اس کا حقیقی مالک اللہ ربّ العزّت ہے، انسان کو صرف اسے خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اسی لیے مال کو اللہ ربّ العزّت ہی کے راستے میں خرچ کرنا چاہیے۔

۳- سورت میں روزِ محشر پل صراط پر مؤمنین اور منافقین کی حالت اور منظر کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ مؤمنین کو اللہ ربّ العزّت کی جانب سے ایک نور عطا کیا جائے گا، جبکہ منافقین اس سے محروم ہوں گے۔

۴- سورت میں دنیا کی فانی زندگی کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کے نتیجہ میں آخرت کی دائمی زندگی کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۵- سورت میں انبیاء ورسل کی بعثت، آسمانی کتابوں کے نزول اور لوہے کی تخلیق کے مقاصد اور فوائد بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۶- سورت کے آخر میں چند انبیائے کرام کا اِجمالی تذکرہ کیا گیا ہے اور اہل کتاب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

تمت سورة الحديد بعون الله سبحانه وتعالى

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنِ کریم کی ترتیب میں اٹھاون (۵۸) جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو پانچ (۱۰۵) نمبر پر ہے۔ تین رُکوع اور بائیس (۲۲) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

مجادلہ عربی زبان میں بحث کرنے کو کہا جاتا ہے، اس سورت کا نام مجادلہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاتون کے بحث کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی چند صفات ذکر فرمائی تھیں اور اپنے علم کے کمال کو بیان فرمایا تھا، اس سورت میں اسی کا ایک نمونہ پیش فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کے کمالِ علم" کو بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔سورت میں ظہار (اپنی بیوی کو اپنی کسی ایسی رشتہ دار خاتون کے کسی نا قابلِ دید عضو سے تشبیہ دینا جس سے نکاح ہمیشہ حرام ہوتا ہے) کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۔سورت میں باہم سرگوشیوں کے دوران بھلائی کی باتیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شرانگیز سرگوشیوں سے منع کیا گیا ہے۔

۳۔اس سورت میں اہلِ علم اور ان کی مجالس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۴۔اس سورت میں دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ ربّ العزّت، نبی کریم صلی اللہ علیہ اور دین کو ٹھہرایا گیا ہے، اور یہ حکم دیا گیا ہے جو شخص اللہ ربّ العزّت، اس کے رسول یا اس کے دین کا دشمن ہو تو اس سے دشمنی رکھو اگرچہ وہ تمہارا قریبی رشتہ دار ہو۔

پارہ نمبر ۲۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①
اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗيِٴْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ
مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

شانِ نزول

حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہہ دیا کہ "انت علی کظھر امی" "تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی میری ماں کی طرح مجھ پر حرام ہے"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ دائمی حرمت کے لیے بولے جاتے تھے، اور اس سے طلاق سمجھی جاتی تھی۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا یہ واقعہ پیش آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئیں، اس وقت تک اس خاص مسئلہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، اس لیے آپ نے پہلے سے رائج قانون کے مطابق ان سے فرمادیا کہ "ما اراك الا قد حرمت علیہ" "یعنی میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئیں، وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی سب اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی، اب بڑھاپے میں انہوں نے مجھ سے یہ معاملہ کیا، میں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچوں کا گزارا کیسے ہوگا؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن)

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے مسئلہ ظہار کا تفصیلی حکم بیان فرمانے کے ساتھ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی بھی فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم اس خاتون کی باتیں سن رہے تھے جو اپنے شوہر کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کر رہی تھیں، اور اللہ ربّ العزّت سے فریاد کر رہی تھیں کہ وہ اس کے مسئلہ کا حل نازل فرمادے، اللہ ربّ العزّت نے اس کی پکار کو سنا اور مسئلہ کا حل نازل فرمادیا۔

''ظہار'' کی تعریف

شرعی اصطلاح میں ظہار کی تعریف یہ ہے کہ اپنی بیوی کو اپنی محرمات ابدیہ یعنی ماں، بہن یا بیٹی وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کو دیکھنا اس کے لیے جائز نہیں، ماں کی پشت بھی اس کی ایک مثال ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ لفظ دائمی حرمت کے لیے بولا جاتا تھا، اور طلاق کے لفظ سے بھی زیادہ شدید سمجھا جاتا تھا، کیونکہ طلاق کے بعد تو رجوع یا دوبارہ نکاح ہو کر پھر بیوی بننے کی صورت ہو سکتی ہے مگر ظہار کی صورت میں رسم جاہلیت کے مطابق ان کے آپس میں میاں بیوی ہو کر رہنے کی قطعی کوئی صورت نہیں تھی۔

اللہ ربّ العزّت نے سب سے پہلے تو جاہلیت کی اس رسم کی تردید فرمائی کہ ظہار کرنے سے عورت محرمات ابدیہ کی طرح حرام ہو جاتی ہے، ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، بلکہ ماں وہی ہوتی ہے جس کے بطن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا یہ قول جھوٹ بھی ہے اور گناہ بھی۔ اس لیے ایسا بول بولنے سے ہر ممکن اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ظہار کا شرعی حکم بیان فرما دیا کہ اگر کوئی دین کے احکام سے ناواقف شخص یا غافل آدمی ایسا کر بیٹھے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، ذیل میں وہ حکم بیان کیا جاتا ہے:

''ظہار'' کا شرعی حکم

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے، پھر وہ اپنے کہے پر نادم ہو اور اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہو تو اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہے، کفارہ ادا کیے بغیر بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے، اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت نہ ہو جیسے آج کل غلام نہیں ہیں تو دو مہینے لگاتار مسلسل روزے رکھے، اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو از سرِ نو دوبارہ روزے رکھنے پڑیں گے، اور جب تک دو مہینوں کے روزے مکمل نہ ہوں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، اور اگر کسی بیماری یا ضعف کی وجہ سے اتنے روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، اور کھانا کھلانے کے قائم مقام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک فطرانہ کی مقدار گندم یا اس کی قیمت دے دے۔ فطرانہ کی مقدار پونے دو سیر گندم ہے۔ (معارف القرآن)

حدیث میں ہے کہ جب ظہار کے شرعی حکم کے متعلق مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور کفارہ کا حکم سنایا کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں غریب آدمی ہوں، میری یہ قدرت نہیں کہ غلام خرید کر آزاد کروں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو، اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا، میری

حالت یہ ہے کہ اگر دن میں دو تین مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری نگاہ بالکل ہی جاتی رہتی ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، انہوں نے عرض کیا کہ یہ بھی میری قدرت میں نہیں، سوائے اس کے کہ آپ ہی کچھ مدد کریں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کچھ غلہ عطا فرمایا پھر کچھ دوسرے لوگوں نے جمع کر دیا اس طرح ساٹھ مسکینوں کو فطرانہ کی مقدار دے کر کفّارہ ادا کر دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ ؗ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۞ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول میں متعدد واقعات ہیں، جن کو ذیل میں اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ یہود اور مسلمانوں میں صلح تھی، لیکن یہود جب کسی مسلمان کو دیکھتے تو اسے پریشان کرنے کے لیے آپس میں سرگوشی کرنے لگتے، وہ مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اس سے منع فرمایا، مگر وہ باز نہ آئے، اس پر آیت: "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی" نازل ہوئی۔

۲۔ منافقین بھی مسلمانوں کو دیکھ کر اسی طرح باہم سرگوشیاں کرتے تھے جس سے اہلِ ایمان کو تکلیف پہنچتی تھی، اس پر یہ آیات: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞" نازل ہوئیں۔

۳۔ یہود اور منافقین جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو شرارت کے طور پر بجائے "السلام علیکم" کہنے کے "السام علیکم" کہتے، جس کا معنی ہے کہ آپ پر موت ہو، اس پر آیت: "وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ" نازل ہوئی۔

سرگوشی کے احکام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے سرگوشی سے متعلق چند احکامات اور ہدایات ذکر فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آپس میں سرگوشیاں اور خفیہ مشورے کرتے ہیں انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ ربّ العزّت ان کی ہر سرگوشی سے واقف ہے، اس کا علم ساری کائنات پر حاوی ہے، تم لوگ جتنا چھپ کر مشورہ کیوں نہ کرلو اللہ ربّ العزّت اس سے واقف ہوتے ہیں، اگر اس میں کوئی گناہ یا کسی پر ظلم کا منصوبہ بناؤ گے تو سزا سے نہیں بچ سکو گے، اس لیے اپنی سرگوشیوں اور مشوروں میں اس بات کا دھیان رکھو کہ اللہ ربّ العزّت ہمارے سب حالات اور گفتگو سے واقف ہیں، لہٰذا کسی خلاف شرع بات یا کسی پر ظلم وغیرہ کی بات سرگوشی میں بھی نہ کرو، اور جب بھی مشورہ کرو تو نیک کاموں کے لیے کرو۔

اسی طرح اس بات کا بھی خاص خیال رکھو کہ تمہاری سرگوشی سے کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے، جیسے یہود اور منافقین مسلمانوں کو دیکھ کر انہیں تنگ کرنے کے لیے آپس میں سرگوشیاں کرنے لگ جاتے جس سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوتا کہ یہ ہمارے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں اور اس سے انہیں تکلیف ہوتی، اسی لیے حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى رَجُلَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتَّى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ أَجْلَ أَنْ يُحْزِنَهُ'' یعنی جس جگہ تم تین آدمی جمع ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی اور خفیہ باتیں نہ کیا کرو، جب تک دوسرے آدمی نہ آجائیں، کیونکہ اس سے اس (تیسرے) کی دل شکنی ہوگی۔ (صحیح البخاری، ص: ۱۳۴) یعنی اسے غیرت اور اجنبیت کا احساس ہوگا اور ممکن ہے کہ اسے ایسے شبہات پیدا ہو جائیں کہ شاید یہ دونوں میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں۔

کفار کی شرارت پر اعتدال کے ساتھ جواب دینا چاہیے

آیات کے شانِ نزول کے ضمن میں یہ بات گزری تھی کہ یہود اور منافقین کی ایک شرارت یہ تھی کہ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بجائے السلام علیکم کہنے کے السام علیکم کہتے تھے، جس کے معنی موت کے ہیں، ایک روز ایسا ہی ہوا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف فرما تھیں، انہوں نے جب یہ سنا تو ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''السام عليكم ولعنكم الله وغضب عليكم'' یعنی تم پر ہلاکت ہو اور خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسا کہنے سے روکا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فحش کلام کو پسند نہیں فرماتے، آپ کو سختی و درشتی سے بچنا چاہیے اور نرمی اختیار کرنی چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ ان لوگوں نے آپ کو کیا کہا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں سن بھی لیا اور اس کا معتدل بدلہ بھی لے لیا، کہ میں نے جواب میں کہا ''وعلیکم'' یعنی ہلاکت ہو تم پر۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوگی جبکہ میری دعا قبول ہوگی، اس لیے ان کی شرارت کا بدلہ ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۶۴۰۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا
فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

مجلس کے چند آداب

ان آیات میں اللہ رب العزت نے مجلس کے چند آداب بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور بعد میں کچھ لوگ آجائیں تو جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہیں چاہیے کہ بعد میں آنے والوں کے لیے جگہ دینے کی کوشش کریں اور سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ ایسا کرنے پر اللہ رب العزت نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کے لیے وسعت پیدا فرمادیں گے۔

مجلس کا دوسرا ادب یہ بیان فرمایا کہ اگر مجلس کا امیر یا منتظم کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھ جانے کے لیے کہیں تو اُٹھ جانا چاہیے اور منتظمین سے مزاحمت یا اُلجھنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات خود صاحب مجلس کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتا ہے یا کچھ مخصوص لوگوں سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا ہے یا بعد میں آنے والے حضرات کے لیے اس کے سوا کوئی انتظام نہیں ہوتا کہ بعض بے تکلف لوگوں کو مجلس سے اٹھا دے جن کے متعلق معلوم ہو کہ ان کا کوئی نقصان مجلس سے اُٹھنے میں نہیں ہوگا، یہ دوسرے وقت میں استفادہ کر سکیں گے۔ البتہ صاحب مجلس یا منتظمین مجلس کے لیے لازم ہے کہ طریقہ ایسا اختیار کریں کہ اُٹھنے والا اپنی خفت محسوس نہ کرے اور اسے کسی قسم کی ایذاء نہ پہنچے۔

فائدہ:– اس آیت سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اگر صاحب مجلس یا انتظامیہ کے ارکان کسی مصلحت کی بنا پر کسی شخص کو مجلس سے اٹھنے کا کہیں تو اسے اٹھ جانا چاہیے، لیکن کسی آنے والے کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے جگہ بنانے کی خاطر کسی بیٹھے ہوئے شخص کو مجلس سے اٹھنے کا کہے، حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا، وَتَوَسَّعُوا" یعنی کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے، بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کر کے آنے والے کو جگہ دے دیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۴/۱۷۱۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ
فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز تعلیم و اصلاح خلق میں مشغول رہتے تھے، اور عام مجلس میں سب لوگ آپ کے

ارشادات عالیہ سے مستفید ہوتے تھے، لیکن بعض اوقات کچھ لوگ آپ سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے اور آپ ان کو وقت عنایت فرما دیا کرتے تھے، اس پر بعض منافقین نے یہ شرارت کی کہ مخلص مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی کا وقت مانگتے اور پھر مجلس کو طویل کر دیتے، اللہ ربّ العزّت نے اس پر یہ آیات نازل فرمائیں۔ (معارف القرآن)

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے والوں کو حکم فرمایا ہے کہ جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہے وہ پہلے کچھ صدقہ کرے، اس صدقہ کی کوئی مقدار اللہ ربّ العزّت نے مقرر نہیں فرمائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ باطل اس سرگوشی سے رک گئے کیونکہ مال کی محبت کی وجہ سے صدقہ ان کو گوارا نہیں تھا، لیکن دوسری طرف بہت سے آدمی ضروری بات کرنے سے بھی رک گئے اور بعض مخلص صحابہ کو بھی تنگی پیش آنے لگی، اس لیے اللہ ربّ العزّت نے اگلی آیت میں اس حکم کی منسوخی کا اعلان فرما دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں جنھوں نے اس آیت کے حکم پر عمل فرمایا اور انہوں نے ایک دینار صدقہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی میں بات کرنے کا وقت لیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ
أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ
حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي
الْأَذَلِّينَ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي
قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

کُفّار سے دوستی کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا ہے جو اللہ کے دشمنوں کافروں سے دوستی رکھیں، کُفّار خواہ مشرکین ہوں یا یہود و نصاریٰ وغیرہ، کسی مسلمان کے لیے ان سے دلی دوستی رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مؤمن کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، کُفّار اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اور جس شخص کے دل میں کسی کی سچی محبت ہو اس سے یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کے دشمن سے بھی محبت اور دوستی رکھے۔

واضح رہے کہ کفار کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی، خیر خواہی اور حسن اخلاق سے پیش آنا یا تجارتی اور اقتصادی معاملات کرنا دوستی کے مفہوم میں داخل نہیں، یہ سب امور کفار کے ساتھ بھی جائز ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تعامل اس پر دلیل ہے۔ البتہ ان سب چیزوں میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کے ساتھ ایسے معاملات رکھنا اپنے دین کے لیے مضر نہ ہو، اور اس سے اپنے ایمان اور عمل میں سستی نہ پیدا ہو جائے۔

تو ایسے لوگوں (منافقین) کے بارے میں فرمایا جو کفار سے دلی دوستی رکھتے ہوں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہوں کہ ان کے لیے اللہ رب العزت نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، جس سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

اس کے برعکس جو خالص مؤمن ہیں وہ کسی ایسے شخص سے دوستی اور دلی تعلق نہیں رکھتے جو اللہ رب العزت کا مخالف یعنی کافر ہو، اگرچہ وہ ان کا باپ، بھائی، اولاد یا کوئی اور قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال بھی یہی تھا، ذیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غیرت ایمانی کے چند واقعات ذکر کیا جاتے ہیں:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غیرتِ ایمانی

۱۔ عبد اللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کے منافق باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرما دیا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمہ کہہ دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتنا غصہ آیا کہ زور سے طمانچہ رسید کر دیا جس سے ابو قحافہ گر پڑے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

۳۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے والد غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آئے تو میدانِ جہاد میں وہ بار بار حضرت ابو عبیدہ کے سامنے آتے، جب انہوں نے مسلسل ایسا کیا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا۔ (معارف القرآن)

۴۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابا جان! غزوۂ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں آئے تھے میں نے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، اس وقت بیٹا کافروں کے ساتھ تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیٹا! اگر تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان صحابہ کرام کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ان کے

دلوں میں ایمان پیوست کردیا ہے، اور روح الامین یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔ اور آخرت میں بھی ان کو جنّت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے، اللہ ان سے راضی ہیں، وہ اللہ رَبّ العزّت سے راضی ہیں۔ اور یہی درحقیقت اللہ رَبّ العزّت کا گروہ ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے ظہار کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے، نیز ظہار کے متعلق کفّار کے غلط نظریہ اور رسم باطل کی تردید فرمائی ہے۔

۲۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے سرگوشی سے متعلق چند احکام اور چند دیگر معاشرتی احکام بیان فرمائے ہیں، جن میں آداب مجلس وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ سورت میں کفّار کے ساتھ قلبی لگاؤ اور دلی تعلق و دوستی سے منع فرمایا گیا ہے، نیز اس ضمن میں مخلص مؤمنین کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے دوستی اور دلی تعلق نہیں رکھتے جو اللہ رَبّ العزّت کا مخالف یعنی کافر ہو، اگرچہ وہ ان کا باپ، بھائی، اولاد یا کوئی اور قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے صحابہ کرام کی تعریف فرمائی اور ان کو آخرت کے انعامات کی خوشخبری سنائی اور اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا۔

تمت سورۃ المجادلۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْحَشْر

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے دوسرے سال نازل ہوئی تھی۔
قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ انسٹھ (۵۹) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو ایک (۱۰۱) نمبر پر ہے۔ تین رکوع اور چوبیس (۲۴) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں:

۱۔ سورۃ الحشر: "حشر" کا معنی ہے جمع ہونا، اس سورت کو سورۃ الحشر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہودیوں کے خلاف ایک لشکر کشی کا ذکر ہے جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایک جگہ جمع کر کے ان کا محاصرہ کیا تھا اور پھر ان کو جلاوطنی کی سزا سنائی تھی۔

۲۔ سورۃ بنی النضیر: اس سورت کو سورۃ بنی النضیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں غزوۂ بنی نضیر کا ذکر ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان منافقین کی مذمت بیان فرمائی تھی جو یہود سے دوستی اور قلبی تعلق رکھتے تھے، اس سورت میں یہود پر دنیا کی سزا (جلاوطنی) اور آخرت کے عذاب کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کا مؤمنین کو عزّت دینے اور کافروں کو ذلیل کرنے پر قادر ہونا" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اللہ ربّ العزّت کی تسبیح اور اس کی پاکی کا بیان نیز اس کی قدرت، عزّت اور اس کی حکمت کاملہ کا بیان اس سورت میں مذکور ہے۔

۲۔اس سورت میں یہود اور منافقین کی ذلت اور رسوائی کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ اس سورت میں مہاجرین اور انصار کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے کہ کیسے وہ اس مقام اور مرتبہ کو پہنچے کہ اللہ ربّ العزّت نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کے بعد والے ان کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔

۴۔اس سورت میں مالِ فئی کے احکام بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۵۔اس سورت میں قرآن پاک کی عظمت اور اس کی تاثیر کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ① هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی
الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی
الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ④ مَا
قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ⑤

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہود سے آپ نے صلح کا معاہدہ فرمایا جس میں یہ طے پایا کہ یہ لوگ نہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے اور نہ کسی جنگ کرنے والے کی امداد کریں گے، اگر ان پر کوئی حملہ آور ہوا تو مسلمان ان کی مدد کریں گے وغیرہ ذالک، ان یہودیوں کے مختلف قبائل تھے، جن میں سے ایک قبیلہ بنو نضیر کا تھا، ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے دو قتل ہو گئے جس کا خون بہا سب کو مل کر ادا کرنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے اس کے لیے چندہ کیا، پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہود بھی صلح نامہ کی رو سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں لہٰذا خون بہا کی رقم میں ان کو بھی شریک کیا جائے، اس کام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی سازش کی، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ بٹھا دیا اور کہا کہ ہم خون بہا کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں، اور آپس میں خفیہ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں کوئی شخص اوپر چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پھینک دے تاکہ (نعوذ باللہ!) آپ کا کام تمام ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ان کی اس سازش کا علم ہو گیا، آپ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لے آئے اور ان کے پاس پیغام بھجوایا کہ تم نے عہد شکنی کر کے صلح توڑ دی اس لیے اب تمہیں دس روز کی مہلت دی جاتی ہے، اس مدت میں تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ، اس کے بعد جو یہاں نظر آئے گا اس کی گردن ماری جائے گی، انہوں نے چلے

جانے کا ارادہ کیا تو عبد اللہ بن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ، میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جماعت ہے جو اپنی جان دے دیں گے لیکن تم پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ یہ لوگ ان کے کہنے میں آ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھجوا دیا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس قبیلہ پر حملہ فرمایا، یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا اور ان کے درخت جلوا دیے، کچھ کٹوا دیے، آخر تنگ آ کر انہوں نے جلا وطن ہونا منظور کر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دے دیا کہ جتنا سامان تم ساتھ لے جاسکتے ہو لے جاؤ، سوائے ہتھیاروں کے وہ ضبط کر لیے جائیں گے، چنانچہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے نکل گئے، کچھ شام چلے گئے، کچھ نے خیبر کا رُخ کیا۔ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کے بعد ربیع الاوّل ۴ھ میں پیش آیا۔

غزوۂ بنی نضیر کے مختصر اَحوال

شانِ نزول کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مدینہ میں یہود کے مختلف قبائل آباد تھے جن کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کا معاہدہ فرمایا تھا، ان قبائل میں سے ایک قبیلہ بنو نظیر تھا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی، اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں اس قبیلہ کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوتی رہیں، مثلاً ایک مرتبہ قبیلہ بنو نضیر کا ایک سردار کعب بن اشرف اپنے یہودیوں کے چالیس افراد کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور وہاں کے کفار کے ساتھ ملاقات کی، اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا اور اپنے مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ جس پر ان کے درمیان معاہدہ طے پایا۔ کعب بن اشرف جب اس معاہدہ کے بعد مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ اور معاہدہ کی تفصیل بتا دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم جاری فرمایا، چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نامی صحابی نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد بنو نضیر کی مختلف سازشیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتی رہیں جن میں سے ایک وہ واقعہ تھا جو شانِ نزول میں ذکر کیا گیا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف اعلان جنگ فرمایا اور ان کا محاصرہ فرمالیا، اور بالآخر انہیں مدینہ منورہ سے جلا وطن ہونا پڑا۔

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اسی محاصرہ اور ان کی جلا وطنی کے کچھ احوال بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت نے اہل کتاب یہود کو ان کے گھروں سے پہلی مرتبہ نکلنے پر مجبور کر دیا۔ پہلی دفعہ اس لیے فرمایا کہ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ان یہود کو جزیرۃ العرب سے باہر چلے جانے کا حکم دیا گیا تھا جو ان کی دوسری جلا وطنی تھی۔ مستقبل میں ہونے والی اس جلا وطنی کے پیش نظر اسے پہلی جلا وطنی قرار دے کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کارنامہ کی جانب اشارہ فرما دیا۔

تو اس پہلی جلا وطنی کے وقت یہود ابتداءً سمجھتے تھے کہ مسلمان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہمارے قلعے بہت مضبوط

ہیں، چنانچہ وہ قلعہ بند ہو گئے، لیکن اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا، ادھر باہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کچھ درخت جلادیے اور کچھ کٹوادیے، جس کی وجہ سے انہوں نے قلعوں سے نکلنے پر آمادگی ظاہر کردی اور جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ انہیں یہ اختیار دے دیا تھا کہ اسلحہ کے علاوہ اپنے ساتھ جتنا سامان لے جانا چاہو لے جاسکتے ہو، چنانچہ انہوں نے اپنے گھر کی کڑیاں اور شہتیر تک اُتار لیے اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اللہ رب العزت نے انہیں مقام عبرت بنادیا۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٧ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الصّٰدِقُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ
صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٩ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠

”مالِ فئی“ کے مصارف

گزشتہ آیات میں قبیلہ بنونضیر کی جانوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاملہ فرمایا اس کا بیان تھا، ان آیات میں ان سے حاصل ہونے والے اموال کا بیان ہے۔

کفار سے حاصل ہونے والا مال دو طرح کا ہوتا ہے:

۱- **مالِ غنیمت**: اس مال کو کہا جاتا ہے جو کفار سے جہاد اور قتال کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

۲- **مالِ فئی**: وہ مال جو بغیر جہاد و قتال کے مسلمانوں کو حاصل ہو، خواہ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں یا رضامندی سے جزیہ وخراج کی صورت میں ان سے حاصل ہوتا ہو۔

ان دونوں طرح کے اموال کے مخصوص احکام اور مصارف ہیں، مال غنیمت کے احکام اور اس کے مصارف کا تفصیلی بیان سورۃ الانفال میں گزر چکا ہے، جبکہ مال فئی سے متعلق احکام اور مصارف ان آیات میں ذکر کیے گئے ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ مال فئی در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے مکمل اختیار اور صوابدید پر ہوتا ہے، وہ

چاہیں تو اسے عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے روک لیں اور بیت المال میں جمع کر دیں، اور چاہیں تو تقسیم کر دیں، لیکن اگر تقسیم کرنا ہو تو اس کے لیے اللہ ربّ العزّت نے پانچ قسم کے مصارف بیان کیے ہیں کہ ان پانچ قسم کے لوگوں کے درمیان تقسیم کیے جائیں، وہ پانچ مصارف یہ ہیں: ۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی حصہ ۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ۳- یتیم ۴- مساکین ۵- مسافر- چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں بھی انہی مصارف پر مالِ فئی خرچ فرمایا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء بھی اسی ترتیب پر عمل درآمد کرتے رہے۔

''احادیثِ رسول'' بھی حجّت ہیں

''مالِ فئی'' کے احکام بیان فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔ یہ آیت اگرچہ مالِ فئی کی تقسیم کے سلسلے میں آئی ہے اور اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مالِ فئی میں اگرچہ اللہ ربّ العزّت نے مستحقین کے طبقات بیان کر دیے ہیں لیکن ان میں سے کس کو کتنا دینا ہے؟ اس کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر چھوڑی ہے، اس لیے اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ جس کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنا عطا فرما دیں اس پر راضی ہو جائیں اور جو نہ دیں اس کی فکر میں نہ پڑیں۔

لیکن چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں، صرف مال کے ساتھ خاص نہیں بلکہ احکام بھی اس میں شامل ہیں، اس لیے آیت کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کوئی حکم یا مال یا کوئی چیز آپ میں سے کسی کو عطا فرمائیں وہ اس کو لے لینا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور جس چیز سے روک دیں اس سے رکنا چاہیے۔ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی عام مفہوم کو اختیار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو اس آیت کی بنا پر قرآن ہی کا حکم اور واجب التعمیل قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ آپ اس کے متعلق مجھے قرآن کی کوئی آیت بتا سکتے ہیں جس میں سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں وہ آیت میں بتاتا ہوں، پھر یہی آیت پڑھ کر سنادی۔ (معارف القرآن)

زکوٰۃ وصدقات میں دِینی خدمات انجام دینے والے حاجت مندوں کو مقدّم کیا جائے

گزشتہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے عام یتیموں، مساکین اور مسافرین وغیرہ کو ان کے فقر کی بنا پر مالِ فئی کے مستحقین میں شمار کیا تھا، ان آیات میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ اگرچہ اس مال میں تمام فقراء و مساکین حق دار ہیں لیکن پھر ان میں وہ حضرات دوسروں سے مقدّم ہیں جن کی دینی خدمات معروف ہیں۔

''مہاجرین'' کے اوصاف اور فضائل

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان اموال میں سے خاص طور پر ان فقراء کو بھی حصہ دیا جائے جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور صرف اس جرم میں کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و مددگار ہو گئے تھے، انہیں ان کے وطن اور مال وجائیداد سے بے دخل کر دیا گیا، ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے جس کی وجہ سے وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، اور اس ہجرت کرنے سے ان کا مقصد کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ محض اللہ ربّ العزّت کا فضل اور اس کی رضا مطلوب تھی، وہ اپنے اعمال اور اقوال میں سچے تھے۔

''انصار'' کے اوصاف اور فضائل

مہاجرین کی طرح انصار نے بھی اسلام کی خاطر بہت قربانیاں دی ہیں، یہ مدینہ منورہ کے اصل باشندے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر اپنی جانیں اور مال اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیے، ہجرت مدینہ کے موقع پر انہوں نے نہایت خلوص اور ایثار کا مظاہرہ کیا، مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کو دل سے قبول کیا، انہیں گلے لگایا، اور خود فقر و فاقہ برداشت کر کے مہاجرین کی راحت کا سامان کرتے رہے، ان کی حاجت اور خواہش کو اپنی حاجت اور خواہش پر ترجیح دیتے تھے۔

''انصار'' کے اِیثار کے چند واقعات

۱۔ایک مرتبہ ایک انصاری کے گھر رات کو کوئی مہمان آ گیا، ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھا سکیں، انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ بچوں کو تو کسی طرح سلا دو اور گھر کا چراغ گل کر دو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں، مگر ہم نہ کھائیں گے، تا کہ مہمان بافراغت کھانا کھا سکے، اس پر یہ آیت مذکورہ ''وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' نازل ہوئی۔(سنن ترمذی:۵/۴۰۹)

۲۔ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بھوک سے پریشان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس اطلاع بھیجی تو ان کا جواب آیا کہ ہمارے پاس تو اس وقت سوائے پانی کے کچھ نہیں، دوسری کے پاس پیغام بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا، پھر تیسری چوتھی یہاں تک کہ تمام امہات المؤمنین کے پاس بھیجا اور سب کا ایک ہی جواب آیا کہ پانی کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں، اب آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ کون ہے جو آج رات اس شخص کی مہمانی کرے، ایک انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کروں گا، اور ان کو ساتھ لے گئے اور جا کر گھر میں پوچھا کہ کھانے کے لیے کچھ ہے تو بیوی نے بتایا کہ صرف اتنا ہے کہ ہمارے بچے کھا لیں، انصاری بزرگ نے بچوں کو سلا دینے کے لیے فرمایا اور فرمایا کہ مہمان کے سامنے کھانا رکھنے اور خود

ساتھ بیٹھ جانے کے بعد اٹھ کر چراغ گل کر دینا کہ ہمارے نہ کھانے کا مہمان کو احساس نہ ہو، مہمان نے کھانا کھا لیا، جب یہ صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس معاملے کو جو تم نے گزشتہ رات اپنے مہمان کے ساتھ کیا بہت پسند فرمایا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۵۴)

اُمّت کے حق پر ہونے کی پہچان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبّت وعظمت ہے

صحابہ کرام اور بالخصوص مہاجرین وانصار کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے عام اُمّت کے مسلمانوں کا تذکرہ فرمایا کہ اگر ان میں کوئی مذکورہ بالا پانچ مصارف سے تعلق رکھتا ہو تو وہ بھی مالِ فئی کے حقدار ہوگا۔ گزشتہ آیات میں مہاجرین وانصار کے حقدار ہونے کے ضمن میں ان کے کئی فضائل اللہ ربّ العزّت نے بیان فرمائے، جبکہ بعد والے عام مسلمانوں کے فضائل واوصاف میں سے صرف ایک چیز بیان فرمائی کہ وہ اپنے سے پہلے والوں یعنی صحابہ کرامؓ کی سبقت ایمانی اور ایمان واسلام کے ہم تک پہنچنے کا ذریعہ ہونے کو دل سے تسلیم کریں اور سب کے لیے دُعائے مغفرت کرتے رہیں اور اپنے لیے یہ دُعا کریں کہ ہمارے دل میں کسی مسلمان سے کینہ ونفرت نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں ان کا ایمان واسلام قبول ہونے اور نجات پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ صحابہ کرام کی عظمت ومحبّت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور ان کے لیے دُعا کرتے ہوں۔ (معارف القرآن)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَاَانْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

غزوۂ بنی نضیر میں منافقین کا کردار

غزوۂ بنی نضیر میں منافقین کے سردار نے قبیلہ بنو نضیر سے کہا تھا کہ تم جلا وطنی سے انکار کر دو، ہم تمہارا مکمل ساتھ دیں گے اور تمہارے شانہ بشانہ لڑیں گے، اور اگر بالفرض تمہیں نکلنا ہی پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق بالکل جھوٹے ہیں، یہ کبھی بھی ان یہودیوں کی مدد نہیں کریں گے اور نہ ہی جلا وطنی کی صورت میں ان کے

ساتھ اپنا وطن چھوڑ کر جائیں گے، بلکہ انہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آخر میں بنی نضیر نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلے اور نہ ہی محاصرہ کے آغاز میں ان یہودیوں کا کوئی ساتھ دیا۔

قبیلہ بنو قینقاع کا انجام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے یہود کے ایک دوسرے قبیلہ بنو قینقاع کا ذکر کیا ہے۔ گزشتہ آیات کی تفسیر میں گزر چکا کہ مدینہ میں یہود کے تین بڑے قبائل آباد تھے، جن میں سے ایک قبیلہ بنو نضیر تھا جن کا ذکر گزشتہ آیات میں تفصیل سے گزر چکا، دوسرا قبیلہ بنو قینقاع تھا جس کا تذکرہ ان آیات میں کیا جا رہا ہے، جبکہ تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا۔

قبیلہ بنو نضیر کی طرح بنو قینقاع نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، جس کی شرائط میں یہ داخل تھا کہ ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کسی مخالف کی امداد نہیں کرے گا، لیکن چند ہی مہینوں بعد قبیلہ بنو قینقاع نے عہد شکنی اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا شروع کردی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی ان حرکات کا علم ہوا تو آپ نے ان کے خلاف اعلان جنگ فرمایا اور ان کا بھی محاصرہ فرما لیا، چند روز یہ اپنے قلعہ میں محصور رہے، بالآخر انہوں نے بھی ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ ان کے مردوں کو قتل کردینے کا تھا کہ عبداللہ بن ابی منافق نے بے حد اصرار کر کے ان کی جان بخشی کروائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن فرما دیا۔

قبیلہ بنو نضیر اور منافقین کی مثال

پھر اللہ ربّ العزّت نے قبیلہ بنو نضیر اور منافقین کے طرز عمل کی نہایت خوبصورت اور جامع مثال بیان فرمائی۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کی مثال اس قبیلہ اور قوم کی سی ہے جو ان سے پہلے اپنے کرتوتوں کا انجام بھگت چکے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، اس سے مراد قبیلہ بنو قینقاع ہے، جس کا تذکرہ ابھی گزرا۔

جبکہ منافقین جنہوں نے قبیلہ بنو نضیر کو سبز باغ دکھائے، انہیں اپنی مدد کی یقین دہانی کروائی، لیکن عین موقع پر کوئی بھی مدد کو نہ پہنچا، ان کی مثال شیطان کی سی ہے جس نے ایک شخص کو کفر پر آمادہ کیا اور اس سے طرح طرح کے وعدے کیے، لیکن جب وہ کفر میں مبتلا ہو گیا تو ان سب وعدوں سے مکر گیا اور کہنے لگا کہ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار راہب تھا، جو ہمیشہ اپنے عبادت خانہ میں عبادت میں مصروف رہتا تھا، ستر سال اس نے عبادت میں گزار دیے تھے، شیطان لعین اس کے پیچھے پڑ گیا، اور اس کو بہکانے کی خاطر راہب کا بھیس بنا کر اس کے پاس پہنچ گیا، اور اس راہب سے بھی بڑھ کر عبادت گزاری میں مصروف ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس راہب کا اعتماد جیتنے میں

کامیاب ہو گیا، اس کے بعد اس نے اس اصل راہب کو کچھ ایسی دعائیں سکھائیں جس سے بیماروں کو شفا ہو جاتی تھی، پھر اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے اثر سے بیمار کر کے ان کو خود ہی اس راہب کا پتہ دیا، جب یہ راہب ان پر دُعا پڑھتا تو یہ شیطان اپنا اثر اس سے ہٹا لیتا، وہ شفایاب ہو جاتا تھا، اور عرصۂ دراز تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ ایک دن اس نے ایک اسرائیلی سردار کی حسین لڑکی پر اپنا یہ عمل کیا اور اس کو بھی راہب کے پاس جانے کا مشورہ دیا، یہاں تک کہ اس کو راہب کے عبادت خانے تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا، اور رفتہ رفتہ اس کو اس لڑکی کے ساتھ زنا میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہوا، جس کے نتیجہ میں اس کو حمل ہو گیا، تو رسوائی سے بچنے کے لیے اس کو قتل کرنے کا مشورہ دیا، قتل کرنے کے بعد شیطان نے ہی سب کو قتل کا واقعہ بتا کر راہب کے خلاف کھڑا کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اس کا عبادت خانہ گرا دیا اور اس کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دینے کا فیصلہ کر لیا، اس وقت شیطان اس کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اب تو تیری جان بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، ہاں اگر تو مجھے سجدہ کر لے تو میں تجھے بچا سکتا ہوں، راہب نے سجدہ کر لیا، اس وقت شیطان نے صاف کہہ دیا کہ تو میرے قبضہ میں نہیں آتا تھا، میں نے یہ سب مکر تمہیں کفر میں مبتلا کرنے کے لیے کیے تھے، اب میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ ربّ العزت ہم سب کو شیطان کے مکر اور سُوء خاتمہ سے محفوظ رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین! (معارف القرآن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کرنے کا حکم

ان آیات میں اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان کو آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس بات کی فکر کرو کہ تم میں سے ہر ایک نے آخرت کے لیے کیا سامان آگے بھیجا ہے، اور دنیا میں رہ کر اللہ کو نہ بھول جانا، ورنہ آخرت میں وہ بھی تم کو بھلا دے گا اور پھر تم نقصان میں رہ جاؤ گے۔ کیونکہ جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہو سکتے، کامیابی صرف جنتی لوگوں کے مقدر میں ہوگی جبکہ جہنمی ناکام ہوں گے۔

قرآن کی عظمت اور کفار کی ڈھٹائی

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی عظمت اور کفار کی ڈھٹائی بیان فرمائی کہ یہ قرآن اتنی عظیم الشان

کتاب ہے کہ اگر یہ پہاڑوں جیسی سخت چیز پر نازل ہوتی تو پہاڑ بھی اس کی عظمت کے سامنے جھک جاتے بلکہ ریزہ ریزہ ہوجاتے، لیکن انسان اپنی خواہش پرستی اور خود غرضی میں اس قدر مبتلا ہو چکا ہے کہ اپنا فطری شعور ہی کھو بیٹھا ہے، اس لیے وہ قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔

سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت

اس سورت کی آخری تین آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی چند صفات اور اسماء الحسنیٰ ذکر فرمائے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں ان آیات کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، جو ذیل میں درج ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم" اور اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں: "ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو" سے آخر سورت تک پڑھ لے، تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں، اگر اس دِن میں وہ مر گیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی، اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لیے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۵/ ۱۸۲)

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قبیلہ بنو نضیر کے انجام اور جلاوطنی کو بیان فرمایا، نیز یہ کہ کیسے اللہ ربّ العزّت نے انہیں دنیا میں ہی ذلیل کیا اور اہلِ ایمان کو عزّت بخشی۔

۲- سورت میں کفّار سے بغیر جنگ وجدل کے حاصل ہونے والے اموال کا حکم اور ان کے مصارف بیان کیے گئے ہیں۔

۳- اس سورت میں مہاجرین وانصار کے چند اوصاف اور فضائل بیان کیے گئے ہیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے صحابہ کرام کو اُسوہ اور نمونہ بنایا گیا ہے، اور انہیں صحابہ کرام کے حق میں دعائے خیر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۴- سورت میں یہود کے قبیلہ بنو قینقاع کا انجام اور جلاوطنی بھی بیان کی گئی ہے۔

۵- سورت کے آخر میں آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ نیز قرآن کریم کی عظمت اور کفّار کی ڈھٹائی کا بیان بھی مذکور ہے۔

تمت سورۃ الحشر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئی، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ساٹھویں (۶۰) نمبر پر جبکہ نزول کے اعتبار سے اکانوے (۹۱) نمبر پر ہے، دو رکوع اور تیرہ (۱۳) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

''ممتحنة'' کا معنی امتحان لینے والی کے ہیں، چونکہ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں، اس لیے اس سورت کا نام ''ممتحنة'' رکھا گیا۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں ان یہودیوں کا تذکرہ تھا جن کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن اور صلح کا معاہدہ فرمایا تھا، اس سورت میں ان مشرکینِ مکہ کا تذکرہ ہے جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ فرمائی تھی۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ دوستی اور دشمنی کا مدار اسلام اور دین ہونا چاہیے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں مشرکین کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، اور اس کے اسباب اور وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔

۲- مشرکین سے اظہارِ براءت کی مثال اور نمونے کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔

۳- سورت میں ان مسلمان عورتوں کے امتحان لینے کا بھی حکم ہے جو ہجرت کر کے دارالاسلام آئیں، اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ایسی خواتین کو واپس دارالکفر ہرگز نہ بھیجا جائے۔

۴- دارالاسلام میں مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کا بھی ذکر ہے۔

۵۔ اہلِ کتاب اور کفار کے ساتھ دلی لگاؤ رکھنے اور حسن سلوک کرنے میں واضح فرق ہے، اول الذکر ناجائز جبکہ ثانی الذکر جائز ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥

شانِ نزول

غزوۂ بدر کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ مکرمہ کی ایک مغنیہ (گویا) عورت جس کا نام سارہ تھا، پہلے مدینہ منورہ آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ہجرت کر کے آئی ہو تو کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا پھر تم مسلمان ہو کر آئی ہو؟ اس نے اس کا بھی انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہاں کس غرض سے آئی ہو؟ اس نے کہا کہ آپ لوگ مکہ مکرمہ کے اعلیٰ خاندان کے لوگ تھے، اب مکہ کے بڑے سردار غزوۂ بدر میں مارے گئے ہیں تو میرا گزارہ مشکل ہو گیا ہے، میں سخت حاجت وضرورت میں مبتلا ہو کر آپ سے مدد لینے یہاں آئی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو مکہ مکرمہ کی پیشہ ور مغنیہ ہو، اس نے کہا کہ واقعۂ بدر کے بعد سے کسی نے مجھے نہیں بلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کو اس کی امداد کرنے کی ترغیب دی، انہوں نے اس کو نقد اور پوشاک وغیرہ دے کر رخصت کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو کفار قریش نے توڑ ڈالا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر کے اس کی خفیہ تیاری شروع کر رکھی تھی، اور یہ دُعا بھی کی تھی کہ ہمارا راز اہل مکہ پر کسی بھی طرح فاش نہ ہو، ادھر مہاجرین اوّلین میں ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو اصل سے یمن کے باشندے تھے، پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے، ان کے اہل وعیال ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ کرام کی ہجرت کے بعد مشرکین مکہ ان مسلمانوں کو جو مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے، ستاتے اور پریشان کرتے رہتے تھے، جن

مہاجرین کے اعزہ واقارب مکہ میں موجود تھے، ان کو تو کسی درجہ میں تحفظ حاصل تھا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو یہ فکر لاحق تھی کہ میرے اہل وعیال کو دشمنوں کی ایذاؤں سے بچانے والا وہاں کوئی نہیں ہے، انہوں نے اپنے اہل وعیال کے تحفظ کا موقع غنیمت جانا کہ اہل مکہ پر کچھ احسان کر دیا جائے تو وہ ان کے بچوں پر ظلم نہ کریں گے۔ ان کو اپنی جگہ یہ یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حق تعالیٰ فتح ہی عطا فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کو یہ راز فاش کر دینے سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اور میرے بچوں کی حفاظت ہو جائے گی، چنانچہ انہوں نے ایک خط لکھ کر اسی مغنیہ عورت سارہ کے حوالہ کر دیا جو مکہ جا رہی تھی، اور اس خط میں اس بات کی اطلاع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تم لوگوں پر حملہ کرنے کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت نے بذریعہ وحی اس معاملہ کی اطلاع دے دی، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ عورت اس وقت "روضۂ خاخ" کے مقام تک پہنچ چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت علی، حضرت ابومرثد اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اس عورت کا تعاقب کرو، وہ تمہیں روضۂ خاخ میں ملے گی، اور اس کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط بھی ہے، اس کو پکڑ کر وہ خط واپس لے کر آؤ، وہ تینوں صحابہ وہاں پہنچے تو وہ عورت وہاں موجود تھی، انہوں نے اس عورت کو پکڑ لیا اور کہا کہ وہ خط نکالو جو تمہارے پاس ہے، اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، انہوں نے اس کی تلاشی لی مگر خط نہ ملا، تو انہوں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر غلط نہیں ہو سکتی، ضرور اس نے خط کہیں چھپایا ہے، تو انہوں نے اس عورت کو کہا کہ یا تو خط نکال دو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتروائیں گے، جب اس نے دیکھا کہ اب خط دیے بنا کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے اپنے ازار یا سر کے جوڑے میں سے یہ خط نکالا، اور وہ حضرات خط لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول اور سب مسلمانوں سے خیانت کی ہے مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ایمان میں اب بھی ذرا فرق نہیں ہے، بات یہ ہے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں اہل مکہ پر احسان کر دوں تا کہ وہ میرے اہل وعیال کو کچھ نہ کہیں، میرے سوا دوسرے مہاجرین میں کوئی ایسا نہیں جس کا کنبہ وہاں موجود نہ ہو جو ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ اس نے سچ کہا، اس کے معاملہ میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے سب شرکاء کی مغفرت اور ان کے لیے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے، یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی حقیقت کا علم رکھتے ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن)

کُفّار کو دوست نہ بناؤ!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے تنبیہ فرمائی کہ اے ایمان والو! میرے اور اپنے

دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے دین اور قرآن کے منکر ہیں، اور انہوں نے تمہیں اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے وطن عزیز سے نکالا، اور اس نکالنے کی وجہ کوئی دنیاوی سبب نہیں تھا بلکہ تمہارا ایمان اس کا سبب تھا لہٰذا جب تک تم مؤمن ہو وہ تمہارے دوست نہیں بن سکتے۔ نیز یہ کہ اگر کبھی ان کو تم پر غلبہ حاصل ہوا تو وہ تم سے دشمنی ہی کریں گے اور تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے، لہٰذا ان سے دوستی کی یا اس بات کی امید رکھنا کہ وہ تمہارے ساتھ رواداری سے پیش آئیں گے ہرگز درست نہیں۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ اولاد یا رشتہ داریوں کی محبت میں مبتلا ہو کر بھی دین یا ایمان کا سودا ہرگز نہ کرنا، کیونکہ قیامت میں تمہارے رشتے ناطے اور تمہاری اولاد تمہارے کسی کام نہیں آئیں گی، اس دن اولاد ماں باپ سے اور ماں باپ اولاد سے بھاگتے پھریں گے، لہٰذا اپنے دین کو اور اللہ کو یاد رکھو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ

پھر اللہ ربّ العزّت نے کفّار سے تعلقات ختم کرنے اور دل لگاؤ نہ رکھنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا کہ ان کا سارا خاندان مشرکین کا تھا، انہوں نے سب سے بیزاری اور براءت کا اعلان فرما دیا تھا، اور بتلا دیا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اور اپنے شرک سے باز نہیں آؤ گے ہمارے تمہارے درمیان تعلقات بحال نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اہلِ ایمان کو چاہیے کہ اُسوۂ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے شرک اور مشرکین سے اعلان براءت کریں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کفّار اور مشرکین سے حُسنِ سلوک کیا جا سکتا ہے، دوستی نہیں!

گزشتہ آیات میں کفّار کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے سے منع فرمایا گیا تھا، ان آیات میں ان سے حسنِ سلوک کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ گزشتہ آیات کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کفّار سے بالکل قطع تعلق کر لی تھی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ جب انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، ان سے ملنے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچیں، (ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا)، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ مجھ سے ملنے کے لیے آئی ہیں اور وہ کافر ہیں، میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (صحیح بخاری: ٢٦٢٠)

تو ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ وہ کفّار جنہوں نے مسلمانوں سے قتال نہیں کیا، اور ان کا

مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں تھا، ان کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرنا چاہیے، البتہ وہ کفّار جو مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال میں بھی شریک رہے، اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں بھی انہوں نے کردار ادا کیا، ان کے ساتھ موالات اور دوستی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٍ فَٱمْتَحِنُوهُنَّ ۖ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّ ۖ فَإِنْ
عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى ٱلْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَءَاتُوهُم مَّآ
أَنفَقُوا۟ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا۟ بِعِصَمِ ٱلْكَوَافِرِ
وَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوا۟ مَآ أَنفَقُوا۟ ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ ٱللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن
فَاتَكُمْ شَىْءٌ مِّنْ أَزْوَٰجِكُمْ إِلَى ٱلْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَـَٔاتُوا۟ ٱلَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَٰجُهُم مِّثْلَ مَآ أَنفَقُوا۟ ۚ
وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِىٓ أَنتُم بِهِۦ مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ
شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ
وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا
تَتَوَلَّوْا۟ قَوْمًا غَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا۟ مِنَ ٱلْءَاخِرَةِ كَمَا يَئِسَ ٱلْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْقُبُورِ ﴿١٣﴾

شانِ نزول

صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ میں جو شرائط لکھی گئی تھیں، ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مسلمانوں کی طرف سے کافروں میں چلا جائے وہ واپس نہیں دیا جائے گا اور جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی جانب چلا جائے تو وہ کافروں کو واپس دیا جائے گا، چنانچہ بعض مسلمان مرد آئے اور واپس کر دیے گئے، پھر بعض خواتین مسلمان ہو کر آئیں تو ان کے اقارب اور رشتہ داروں نے ان کی واپسی کی درخواست کی، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، اور ان میں ان عورتوں کو واپس کرنے سے منع فرما دیا گیا۔

چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی مومن عورت ہجرت کر کے آئے تو اس کا امتحان لو کہ آیا واقعی اس کی ہجرت کا مقصد اسلام اور ایمان ہے یا کوئی دنیوی غرض ہے، اگر قرائن یا اس کے اقرار سے اس کا ایمان معلوم ہو جائے تو ان عورتوں کو کفّار کے پاس واپس نہ لوٹاؤ، کیونکہ نہ یہ خواتین ان کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مردان کے لیے حلال ہیں۔ اور ان مومنات خواتین کے کافر شوہروں نے ان کے نکاح میں جو مہر وغیرہ ان کو دیا تھا وہ سب ان کے شوہروں کو واپس دے دیا جائے۔ اس کے بعد اگر کوئی مومن مردان میں سے کسی خاتون سے نکاح کرنا چاہے تو ان کا حق مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر سکتا ہے۔ البتہ کسی مسلمان مرد کا کسی مشرک عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔

اور اگر کسی مسلمان مرد کی بیوی خدانخواستہ مرتد ہو کر مشرکین کے پاس چلی جائے یا پہلے سے ہی کافر ہو اور مسلمان شوہر کے قبضے سے نکل جائے تو مسلمان مرد نے اس کو جو مہر وغیرہ دیا تھا اس کی واپسی کا کفّار سے مطالبہ کیا جائے گا اور ان پر بھی

اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اور اگر کافر وہ رقم ادا نہ کریں تو تم بھی ان کی خواتین کی مہر کی رقم ان کو ادا نہ کرو بلکہ اس رقم سے ان مسلمان شوہروں کے خرچ کیے ہوئے مہر وغیرہ ادا کرو جن کی عورتیں کفارِ مکہ کے قبضہ میں آگئی ہیں۔

مسلمان عورتوں کی بیعت

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے مسلمان خواتین سے بیعت لینے کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں ایمان وعقائد کے ساتھ احکام شرعیہ کی پابندی کا بھی معاہدہ ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ عورتوں کی یہ بیعت محض زبانی کلامی تھی، مردوں کی بیعت میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا دستور ہے، عورتوں کی بیعت میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ وَمَا بَايَعَهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ'' یعنی اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کبھی کسی عورت کے کے ہاتھ کو بیعت میں نہیں چھوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محض زبانی بیعت فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری، ص:۲۱۹)

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مومن خواتین سے ان باتوں پر بیعت لیں کہ وہ اللہ ربّ العزّت کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، بہت سی عورتیں اپنے شوہر کے مال میں چوری کرنے کی عادی ہوتی ہیں، اس سے منع فرمایا، تیسری بات یہ کہ زنا سے پرہیز کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، کسی پر بہتان نہیں باندھیں گی، اور کسی نیک کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی۔ جب خواتین ان باتوں پر آپ سے بیعت کرلیں تو ان کے لیے بخشش کی دُعا فرمائیں۔ اللہ ربّ العزّت بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ایمان والوں کو کفار کے ساتھ دوستی کرنے اور قلبی تعلقات رکھنے سے منع فرمایا، اور اس حکم کے کئی اسباب بھی بیان فرمائے۔

۲- اس حکم کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کو بطور نمونہ پیش فرمایا، انہوں نے بھی اپنے والد اور رشتہ داروں سے ان کے کفر کی بنا پر قطع تعلق اور اعلان براءت فرمالیا تھا۔

۳- سورت میں عام کفار کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

۴- اس سورت میں ان مسلمان خواتین کے چند احکام بیان کیے گئے ہیں جو ہجرت کرکے دارالاسلام آجائیں۔

۵- سورت کے آخر میں مسلمان خواتین سے عقائد وایمانیات اور احکام شرع کی پابندی پر بیعت لینے کا حکم ہے۔

تمت سورة الممتحنه بعون الله سبحانه وتعالىٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الصَّفّ

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اکسٹھ (۶۱) جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سونو (۱۰۹) نمبر پر ہے، دو رکوع اور چودہ (۱۴) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ان مسلمانوں کی تعریف فرمائی ہے جو اس کے راستے میں صف بنا کر جہاد کرتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورہ صف رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ رب العزت کی راہ میں جہاد کرنے کا اجمالی تذکرہ تھا اس سورت میں جہاد کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''دین کی نصرت ومدد'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں قول اور فعل کے تضاد کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

۲۔ انبیاء ورسل کی مخالفت اور ان کو ایذاء پہنچانے کا وبال بھی اس سورت میں مذکور ہے۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سنائی تھی اس کا بھی اس سورت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

۴۔ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک سب سے افضل اعمال اس پر ایمان لانا، اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے، اور یہی دراصل فائدہ مند تجارت ہے۔

۵- اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دین کی مدد و نصرت ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا
تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا
كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَيْكُمْ ۚ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ
بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ
بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى
الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم چند صحابہ آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ اللہ ربّ العزّت کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے، ابھی ہم گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری سورۂ صف کی تلاوت فرمائی۔ (مسند احمد: ۲۰۵/۳۹) جس میں ذکر ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک سب سے محبوب عمل ایمان لانے کے بعد اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

جس کام کو کرنے کا اِرادہ نہ ہو، اس کا دعویٰ بھی نہ کرو!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو ایسے دعوے کرنے سے منع فرمایا ہے جن کو پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو، اور اگر ارادہ ہو تو بھی اپنے نفس پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا شانِ عبدیت کے خلاف ہے۔ اور اگر کبھی دعویٰ کرنے کی نوبت آہی جائے تو دعوے کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسے کاموں کا دعویٰ کرنا جن کو پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو اللہ ربّ العزّت کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

ایک غلط فہمی کی اصلاح

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ مذکورہ آیات میں ان کاموں کا دعویٰ کرنے سے منع کیا گیا ہے جو آدمی نے کیے نہ ہوں، اکثر لوگوں کو اس آیت سے یہ غلط فہمی لاحق ہو جاتی ہے کہ جو کام آدمی خود نہیں کرتا اس کی نصیحت اور دعوت بھی دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ جبکہ یہ آیت کے مفہوم میں شامل نہیں ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ انسان جب دوسروں کو نیکی کی دعوت دے یا کسی کو کوئی نصیحت کرے تو اسے چاہیے کہ پہلے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھائے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص خود کسی نیک کے کام پر عمل نہیں کرتا تو دوسروں کو دعوت بھی نہیں دے سکتا۔ بلکہ دوسروں کو دعوت دینے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے، امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے اس کو بھی عمل کی توفیق ہو جائے۔ الغرض اس آیت میں دعویٰ سے منع فرمایا گیا ہے، دعوت سے نہیں۔

اللہ ربّ العزّت کے نزدیک محبوب عمل

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اس عمل کو بیان فرمایا جو اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ لوگ ہیں جو صف بنا کر اللہ ربّ العزّت کی راہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزّت کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تو آپ نے ان کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور کوئی انوکھی بات لے کر نہیں آیا بلکہ مجھ سے پہلے جو کتاب یعنی تورات اللہ ربّ العزّت نے بھیجی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں، اور میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک پیغمبر تشریف لائیں گے جن کا نام نامی اور اسم گرامی احمد ہوگا، تو جب وہ تشریف لے آئیں تو تمہارا فرض ہوگا کہ ان پر ایمان لاؤ اور ان کی اطاعت کرو۔ لیکن بدقسمتی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کے پیغام کو جادو کہا اور دوسرے الزامات لگائے، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ ربّ العزّت نے بھیجا ہے اور وہی آپ کے دین کو دُنیا میں غالب فرمائے گا۔ یہ لوگ اسلام کا نُور بجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ ربّ العزّت کے فضل و کرم اور اس کی مشیت سے ہمیشہ سے اس میں ناکام رہے ہیں اور رہیں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

دُنیا کی سب سے نفع مند تجارت

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایک نہایت نفع مند تجارت کے بارے میں اہلِ ایمان کو آگاہ فرمایا ہے کہ اگر وہ یہ تجارت کر لیں تو انہیں دنیا اور آخرت میں نفع ہی نفع پہنچے گا، اور جس میں نقصان کا ذرا احتمال نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ ایمان! ایک تجارت ایسی ہے جس پر اگر تم عمل پیرا ہوئے تو دنیا اور آخرت کے عذابوں سے بچ جاؤ گے، اور وہ تجارت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت اور اس کے رسولوں پر پختہ ایمان لاؤ، اور اپنی جان و مال کے ذریعے اس پاک پروردگار کی راہ میں جہاد کرو، اگر تم نے یہ تجارت کر لی اور ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا سرمایہ اس تجارت میں لگا دیا تو بدلے میں اللہ ربّ العزّت تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے، اور تمہیں ایسی جنّت عطا فرمائیں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور پاکیزہ اور بہترین مکانات عطا فرمائیں گے جن میں ہر طرح کے عیش و آرام کے اسباب ہوں گے، یہ سب انعامات تو آخرت میں ملیں گے، دنیا میں اس تجارت کا نقد نفع یہ ملے گا کہ اللہ ربّ العزّت تمام حالات میں بالخصوص حالت جنگ میں تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں دشمنوں پر فتح نصیب فرمائیں گے۔

اللہ کے دِین کے مددگار ہو جاؤ!

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اللہ ربّ العزّت کے دین کے مددگار ہو جاؤ، اس کے لیے اپنی جان اور مال قربان کرنے سے گریز نہ کرو، اور اس دین کی ایسی نصرت کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں (حواری وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی مدد کی) نے دینِ عیسوی کی اشاعت میں خدمات انجام دیں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دشمنوں سے تنگ آ کر لوگوں میں اعلان کیا کہ "من انصاری الی اللہ" یعنی اللہ کے دین کی اشاعت میں کون میرا مددگار رہے گا، تو اس پر بارہ افراد نے وفاداری کا عہد کیا اور اس عہد کو نبھایا، تو مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اللہ ربّ العزّت کے دین کے انصار اور مددگار بنیں۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم کی ایسی تعمیل کی کہ پچھلی اُمتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور دین کی خاطر سب عرب و عجم سے دشمنی مول لی، ان کی ایذائیں سہیں، اپنی جان و مال اور اولاد کو اس پر قربان کر دیا، اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح و نصرت سے نوازا اور سب دشمنوں پر ان کو غالب فرما دیا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو ان کاموں کے دعویٰ کرنے سے منع فرمایا جن کو کرنے کا ارادہ نہ ہو، البتہ اس سے ان کاموں کی دعوت دینے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دورِ نبوّت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری اپنی اُمّت کو سنائی تھی، اس سورت میں اس خوشخبری کا تذکرہ ہے۔

۳۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کے نزدیک محبوب عمل کی وضاحت بھی فرمائی گئی ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ایسا عمل ہے جو اللہ ربّ العزّت کو بہت محبوب ہے اور وہی دراصل کامیاب ترین تجارت ہے۔

۴۔سورت کے آخر میں اہل ایمان کو دین اسلام کی نصرت اور اس کی اشاعت میں اپنا کردار ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بطور مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جیسے انہوں نے دین عیسوی کی ترویج واشاعت میں خدمات سرانجام دیں، تم بھی ایسے ہی اسلام کی تبلیغ وترویج میں اپنی خدمات سرانجام دو۔

تمت سورۃ الصف بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃ

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر باسٹھ (۶۲) ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ ایک سو دس (۱۱۰) نمبر پر ہے، دو رکوع اور گیارہ (۱۱) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

یہ قرآن کریم کی واحد سورت ہے جس میں جمعہ کی نماز کا ذکر ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورۃ الجمعہ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا ذکر تھا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق اپنی قوم کو سنائی تھی، اس سورت میں اسی بشارت کی تکمیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "دینِ اسلام کے شعائر اور خاص چیزوں کی حفاظت کرنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت کی تسبیح، اور اس کی چند صفات عالیہ کا بیان ہے۔

۲- اللہ ربّ العزّت کا عالم عرب پر فضل اور احسان ہے کہ ان میں اپنا جلیل القدر پیغمبر مبعوث فرمایا۔

۳- بنی اسرائیل کا دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اللہ ربّ العزّت کے عطا کردہ دین اور امانت کو ضائع کر دینے کا مضمون بھی مذکور ہے۔

۴- اس سورت میں جمعہ کی نماز کی پابندی اور اس کے چند احکام بیان کیے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝١ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ۝٢ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٤ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۗ بِئْسَ
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اِحسانِ عظیم ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس پروردگارِ عالم کی تسبیح بیان کرتی ہے جو بادشاہ ہے اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اس نے اُمّی یعنی ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول بھیجا، عرب میں چونکہ پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا، بہت کم لوگ پڑھے لکھے ہوتے تھے، اس لیے انہیں ''اُمّی'' کہا جاتا ہے، تو اللہ رَبّ العزّت نے ان میں ایک رسول بھیجا جو انہی میں سے ہیں، یعنی بظاہر امی ہی ہیں، لیکن اس کے باوجود آپ کی زبانِ اطہر سے علم وحکمت اور عقل ودانش کے چشمے بہہ پڑے، آپ نے جب اپنی امی قوم کی اصلاح کا کام شروع کیا تو ان میں وہ علماء اور حکماء پیدا ہوگئے جن کی علم وحکمت نے سارے جہان سے اپنا لوہا منوالیا۔

بعثتِ نبوی کے تین مقاصد

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد بیان فرمائے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ **تلاوتِ آیات**: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ ہے کہ آپ کلام اللہ کی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔

۲۔ **تزکیۂ نفس**: آپ کی بعثت کا دوسرا مقصد اُمّت کا تزکیہ کرنا اور انہیں کفر وشرک اور برے عقائد واعمال اور اخلاق وعادات سے پاک کرنا ہے۔

۳۔ **تعلیم کتاب وحکمت**: آپ کی بعثت کا تیسرا مقصد کتاب اور حکمت کی تعلیم دینا ہے، کتاب سے مراد قرآن پاک جبکہ حکمت سے مراد وہ تعلیمات وہدایات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولی یا عملی طور پر ثابت ہیں۔ جسے عرف عام میں سُنّت کہا جاتا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنے فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے نبھائے، اور اپنے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد والوں کے لیے ہدایت ونصیحت کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا۔

یہودیوں کی اور بے عمل عالم کی مثال

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے ان یہودیوں کا تذکرہ فرمایا جن کو اللہ رَبّ العزّت نے تورات عطا فرمائی تھی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں بھی مذکور تھیں، جس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ پر ایمان لے آتے، لیکن ان کو دنیا کے جاہ و مال نے تورات کے احکام سے اندھا کر دیا اور باوجود تورات کا علم ہونے کے وہ آپ پر ایمان نہ لائے، ان لوگوں کی مذمت مذکورہ آیت میں اس طرح کی گئی کہ یہ لوگ جن پر تورات لاد دی گئی تھی یعنی ان کو بغیر مانگے اللہ رَبّ العزّت کی یہ نعمت دے دی گئی تھی، مگر انہوں نے اس کے اٹھانے کا حق ادا نہیں کیا یعنی تورات کے احکام کی پرواہ نہ کی، ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کی پیٹھ پر علوم و فنون کی بڑی بڑی کتابیں لاد دی جاتی ہیں، یہ گدھا ان کا بوجھ تو اٹھاتا ہے مگر ان کے مضامین کی نہ اس کو کچھ خبر ہے نہ ان سے کوئی فائدہ اس کو پہنچتا ہے، یہود کا بھی یہی حال ہے۔ اور یہی مثال اس عالم دین کی ہے جو اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

جمعہ کی نماز سے متعلق چند احکام

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے جمعہ کی نماز سے متعلق چند احکام بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی جائے تو سب کام کاج چھوڑ کر اللہ کے ذکر یعنی جمعہ کی نماز یا جمعہ کے خطبہ کی طرف دوڑو، اور خرید و فروخت یا اسی طرح کا ہر وہ معاملہ جو نماز کی طرف متوجہ ہونے میں خلل ڈالے، اس کو ترک کر دو۔

فائدہ:- ابتدائے اسلام میں جمعہ کی صرف ایک اَذان ہوتی تھی جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے تک ایک اَذان رہی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور مدینہ کے اطراف میں بھی مسلمانوں کی آبادی پھیل گئی تو امام کے سامنے کہی جانے والی خطبہ کی اَذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور اَذان مسجد سے باہر مقام زوراء میں شروع کرا دی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لیے جمعہ کی اس دوسری اَذان پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا، اور اَذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت وغیرہ تمام مشاغل کے ممنوع ہونے کا جو حکم پہلے اَذانِ خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اَذان کے بعد سے شروع ہو گیا۔ (معارف القرآن)

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اپنے تجارتی مراکز، کاروبار اور اپنا رزق حاصل کرنے کا اہتمام کرو۔ بعض سلف صالحینؒ سے منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۗ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

شانِ نزول

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ کے بازار میں پہنچا، اور ڈھول باجوں سے اس کا اعلان ہونے لگا، مدینہ میں اشیاء خورد و نوش کی شدید کمی تھی، اس لیے جب صحابہ نے یہ آواز سنی تو بہت سے صحابہ اٹھ کر بازار چلے گئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھوڑے سے حضرات رہ گئے، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ جو آخرت کا ثواب اور وہاں کی نعمتیں اللہ ربّ العزّت کے پاس ہیں وہ اس دنیاوی تجارت اور اس کے معمولی نفع سے زیادہ بہتر ہے، رزق کا مالک اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے اور وہ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے، لہٰذا اللہ ربّ العزّت کے ذکر کو چھوڑ کر دنیاوی تجارت یا دنیوی مشاغل میں مصروف ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ذکر فرمایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاصد نبوّت بھی بیان فرمائے۔

۲- سورت میں ان یہودیوں کی مذمت کی گئی جو تورات کا علم رکھنے کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

۳- سورت میں جمعہ کی نماز سے متعلق چند ضروری احکام ذکر کیے گئے ہیں۔

تمت سورة الجمعة بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے تریسٹھ (۶۳) نمبر جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو چار (۱۰۴) نمبر پر ہے، دو رکوع اور گیارہ (۱۱) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

اس سورت میں منافقوں کے احوال بیان کیے گئے ہیں، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ منافقون رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مؤمنین کا ذکر فرمایا تھا، اس سورت میں ان کی ضد منافقین کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "منافقین کی مذمت" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں منافقین کی چند بری عادات اور صفات ذکر کی گئی ہیں تاکہ اہل ایمان ان سے بچنے کی کوشش کریں، ان صفات میں جھوٹ بولنا، بزدلی دکھانا، جھوٹی قسمیں اٹھانا، مؤمنین سے بغض اور کینہ رکھنا اور تکبر وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ اس سورت میں مؤمنین کو صدقہ دینے پر ابھارا گیا ہے، کیونکہ صدقہ کے دنیا اور آخرت میں بہت فضائل ہیں۔

۳۔ مال اور اولاد کے فتنے سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ

وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ
فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا
رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ
لَهُمْ ۚ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ
عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝ يَقُولُونَ
لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ
الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

شانِ نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ حارث بن ضرار حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا۔ جو بعد میں مسلمان ہو کر ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔ کے والد ہیں، جو بعد میں خود بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی جنگی تیاری کی خبر ملی تو آپ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے نکلے، اس جہاد کے لیے نکلنے والے مسلمانوں کے ساتھ بہت سے منافق بھی اس امید پر ساتھ چل پڑے کہ ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی المصطلق کے مقام پر پہنچے تو حارث بن ضرار کے لشکر سے پانی کے ایک چشمہ پر جس کا نام مریسیع تھا، سامنا ہوا، اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں، اس مقام پر دونوں طرف سے جنگ کی صفیں مرتب ہوئیں اور تیروں کے ساتھ مقابلہ ہوا، بنی المصطلق کے بہت سے آدمی مارے گئے، باقی بھاگ گئے، اللہ ربّ العزّت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح نصیب فرمائی، ان کے کچھ مال غنیمت اور مرد و عورتیں قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

غزوہ کے بعد ابھی مسلمانوں کا لشکر اسی مریسیع نامی پانی کے چشمے پر جمع تھا کہ ایک ناگوار واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری میں اسی پانی پر جھگڑا ہو گیا اور نوبت قتل و قتال تک جا پہنچی، مہاجر نے اپنی مدد کے لیے مہاجرین کو پکارا اور انصاری نے انصار کو آواز دی، دونوں کی مدد کے لیے کچھ افراد پہنچ گئے، قریب تھا کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور سخت ناراضی کے ساتھ فرمایا کہ یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ کہ وطنی اور نسبی قومیت کو بنیاد بنا کر امداد اور دفاع کا معاملہ ہونے لگا، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس نعرہ کو چھوڑ دو، یہ بدبودار نعرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی جھگڑا ختم ہو گیا۔

منافقین کی وہ جماعت جو مالِ غنیمت کی لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی، ان کا سردار عبداللہ بن اُبَیّ تھا، اس کو جب مہاجرین وانصار کے اس جھگڑے کی خبر ملی تو اس کو مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کا موقع مل گیا، اس نے اپنی مجلس میں جس میں صرف منافقین تھے اور مؤمنین میں سے صرف حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ اس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا اور کہنے لگا کہ تم نے ان کو اپنے وطن میں بلا کر اپنے سروں پر مسلط کیا، اپنے اموال و جائیداد ان کو تقسیم کرکے دیے، یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے اب تمہارے ہی مقابلہ پر اتر آئے ہیں، اگر تم نے اب بھی اپنے انجام کو نہ سمجھا تو آگے یہ تمہارا جینا مشکل کر دیں گے، اس لیے تمہیں چاہیے کہ آئندہ ان کی مالی امداد بند کر دو، تو یہ خود ہی اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے، اور اب تمہیں چاہیے کہ جب مدینہ پہنچ جاؤ تو تم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو باہر نکال دے۔ اس کی مراد عزت والے سے خود اپنی جماعت جبکہ ذلیل سے مراد نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ تھے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب اس کا یہ کلام سنا تو فوراً بولے کہ واللہ تو ہی ذلیل و خوار اور مبغوض ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رَبّ العزّت کی طرف سے دی ہوئی عزت اور مسلمانوں کی دلی محبت سے کامیاب ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن اُبَیّ کا یہ سارا واقعہ کہہ سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بہت گراں گزری، پھر یہ بات مسلمانوں کے سارے لشکر میں پھیل گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! اس سے کیا ہوگا، لوگوں میں شہرت ہو جائے گی کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن اُبَیّ کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ بات کی ہے؟ اس نے قسمیں کھائیں کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا، یہ لڑکا (زید بن ارقم) جھوٹا ہے، عبداللہ بن اُبَیّ کی اپنی قوم میں عزت تھی، اس لیے سب نے کہا کہ شاید حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو کوئی مغالطہ لگا ہے، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی قسم کو قبول کر لیا، اور لوگوں کا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر غصہ اور ان پر ملامت اور تیز ہو گئی، اور یہ اس رسوائی کے ڈر سے لوگوں سے چھپ کر رہنے لگے، پھر اللہ رَبّ العزّت نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی تصدیق اور عبداللہ بن اُبَیّ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے یہ مکمل سورت نازل فرما دی۔ (معارف القرآن)

چنانچہ اللہ رَبّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ منافق آپ کے پاس آکر قسمیں کھاتے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں، اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو صرف اپنی جان و مال بچانے کے لیے ڈھال بنایا ہوا ہے۔ یہ ظاہری طور پر تو بہت پر کشش ہیں اور انہیں باتیں بنانے کا فن بھی بخوبی آتا ہے، لیکن یہ اندر سے کھوکھلے ہیں، اور تمہارے چھپے دشمن ہیں۔

عبداللہ بن اُبیّ کی ہٹ دھرمی

جب عبداللہ بن اُبیّ اور دیگر منافقین کے بارے میں یہ سورت نازل ہوئی تو لوگوں نے اس کو کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تیرے بارے میں قرآن میں کیا نازل ہوا ہے، اب بھی وقت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جا اور اعتراف جرم کرلے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے استغفار فرما دیں گے، اس نے جواب میں کہا کہ میں تمہارے کہنے پر اس پر ایمان لایا، پھر اپنے مال میں سے زکوٰۃ دینے لگا، اب اس کے علاوہ میں اور کیا کروں، غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے سے انکار کر دیا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے مذکورہ بالا آیات میں واضح کر دیا کہ جب اس کے دل میں ایمان ہی نہیں تو اس کے لیے کسی کا استغفار نافع نہیں ہو سکتا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ اس کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اللہ ربّ العزّت اس کی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ مغفرت کے لیے اوّلین شرط ایمان ہے جس سے وہ محروم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ
اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ وَاللّٰهُ
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

مال اور اولاد فتنہ ہیں!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو دنیا کی محبت میں مدہوش ہونے سے تنبیہ فرمائی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی چیزیں دو ہیں جو انسان کو اللہ ربّ العزّت سے غافل کرتی ہیں، مال اور اولاد، اس لیے ان دونوں کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ اپنے مال اور اولاد سے ہوشیار رہو، کہیں یہ تمہیں اللہ ربّ العزّت کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔

واضح رہے کہ مال اور اولاد سے محبت اگر ایک حد میں ہو تو یہ مذموم نہیں، مگر ان دونوں کے ساتھ اس حد تک مشغول ہو جانا کہ یہ چیزیں انسان کو اللہ ربّ العزّت کے ذکر اور اس کے احکام سے غفلت میں ڈال دیں، جائز نہیں۔ اور اگر کوئی ان دونوں کی محبت میں مبتلا ہو کر فرائض و واجبات میں کوتاہی کرنے لگے یا حرام اور مکروہات میں مبتلا ہو جائے تو وہ لوگ خسارہ میں پڑنے والے ہیں۔

زندگی میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا آخرت کے نفع کا باعث ہے

پھر اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ موت سے پہلے پہلے اپنی صحت اور قوت کی حالت میں اللہ ربّ العزّت کی راہ میں مال خرچ کر کے آخرت کے درجات حاصل کرلو، ورنہ موت کے بعد یہ مال وغیرہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گا، پھر تم

تمنا اور آرزو کرتے رہو گے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جانے کا موقع مل جائے تو صدقہ اور خیرات کرسکوں، لیکن تب موقع نہیں ملے گا۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ سب سے زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں اللہ ربّ العزّت کی راہ میں خرچ کرنا جب انسان تندرست ہو اور آئندہ ضروریات کے پیش نظر یہ خوف بھی ہو کہ مال خرچ کر ڈالا تو کہیں بعد میں خود محتاج نہ ہو جاؤں، نیز فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹالو جب تک کہ روح تمہارے حلق میں آجائے اور مرنے لگو تو اس وقت کہو کہ اتنا مال فلاں کو دے دو، اتنا فلاں کام میں خرچ کردو۔ (صحیح بخاری:۱۴۱۹)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔اس سورت میں منافقین کی چند عادات اور صفات ذکر کی گئی ہیں تا کہ اہل ایمان ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

۲۔مال اور اولاد کی محبت میں غرق ہو کر اللہ ربّ العزّت کی یاد سے غافل ہونے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

۳۔زندگی اور صحت کے زمانے میں راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب بھی اس سورت میں دی گئی ہے۔

تمت سورۃ المنافقون بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ التَّغَابُن

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے چونسٹھ (۶۴) جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو آٹھ (۱۰۸) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور اٹھارہ (۱۸) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

''تغابن'' کا معنی ہے نقصان اور حسرت میں مبتلا کرنا، چونکہ اس سورت کی آیت نمبر نو (۹) میں قیامت کے دن کو ''یوم التغابن'' کہا گیا ہے (جس کی وجہ اپنے مقام پر ذکر کی جائے گی) اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تغابن رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں منافقین کی عادات وصفات بیان فرما کر مسلمانوں کو ان سے بچنے کا ذکر تھا، اس سورت میں کافروں کی عادات بیان فرما کر ان سے بچنے کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''قیامت کے دن کافروں کا خسارہ اور نقصان اٹھانا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں ایمان کے نفع ونقصان کو بیان کیا گیا ہے کہ مؤمن لوگ ایمان لا کر نفع مند رہے جبکہ کافر ایمان سے محروم رہ کر خسارے میں پڑ گئے۔

۲- اس سورت میں طاعات اور نیکیوں کے نفع ونقصان کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ نیکیاں کرنے والے نفع مند رہے جبکہ نیکیوں میں کوتاہی کرنے والے گھاٹے میں پڑ گئے۔

۳- اس سورت میں مال خرچ کرنے کے نفع ونقصان کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والے نفع مند رہے جبکہ بخل کرنے والے نقصان میں مبتلا ہو گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا
تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۖ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۖ فَكَفَرُوْا
وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۚ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ
لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۚ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ
عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

’’ستیزہ کار رہا ہے اَزل سے تا امروز، چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!‘‘

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی تسبیح اور تحمید اور اپنی کامل بادشاہت کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کیا، جس کے بعد ان میں سے کچھ کافر ہو گئے اور کچھ مومن رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابتداءِ آفرینش میں کوئی کافر نہیں تھا، یہ کافر و مؤمن کی تقسیم بعد میں انسان کے اپنے کسب و اختیار سے ہوئی ہے۔ ایک حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ’’كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ‘‘ یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے مگر پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری، ص: ۲۰۷)

قرآن مجید نے اس جگہ انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے، کافر اور مؤمن، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ساری ایک برادری ہے اور پوری دنیا کے انسان اس برادری کے افراد ہیں، اس برادری کو توڑنے والی اور ایک الگ گروہ بنانے والی چیز صرف کفر ہے، جو شخص کافر ہو گیا اس نے انسانی برادری کا رشتہ توڑ دیا، اس طرح پوری دنیا میں انسانوں کی گروہ بندی صرف ایمان و کفر کی بنا پر ہو سکتی ہے، رنگ اور زبان، نسب و خاندان، وطن اور ملک میں سے کوئی چیز ایسی

نہیں جو انسانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے۔ اسلام نے رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر ہونے والی گروہ بندی کے بتوں کو پاش پاش کر دیا، اور تعلیم دی کہ مؤمن خواہ کسی ملک اور کسی خطہ کا ہو، کسی رنگ و زبان کا ہو وہ سب ایک برادری کے ہیں۔

اَقوامِ سابقہ کی ہلاکت کے اَسباب

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے کفارِ مکہ کو تنبیہ کرتے ہوئے اقوامِ سابقہ کی ہلاکت کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔
چنانچہ ارشاد فرمایا کہ گزشتہ قوموں میں سے جو قومیں ہلاک ہوئیں، ان کی ہلاکت کے بڑے اسباب دو تھے:

۱- انبیاء علیہم السلام کی تکذیب۔

۲- قیامت کا انکار۔

ان کے پاس جب انبیاء علیہم السلام ہمارا پیغام لے کر جاتے اور انہیں دینِ حق کی دعوت دیتے تو وہ تعجب اور استہزاء کے انداز میں کہتے کہ کیا بشر اور انسان ہماری رہنمائی کریں گے، یعنی وہ بشریت کو نبوّت اور رسالت کے منافی سمجھتے تھے، جیسے آج بدقسمتی سے بعض مقامِ نبوّت سے جاہل لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر پائے جاتے ہیں، اور ان کا دوسرا بڑا جرم یہ ہے کہ وہ قیامت کے منکر تھے اور یہ گمان رکھتے تھے کہ موت کے بعد دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے، اللہ رَبّ العزّت نے ان کی تردید کی اور قسم کھا کر قیامت کے حق ہونے کو ثابت فرمایا۔

قیامت سود و زیاں کا دِن ہے

قیامت کو ثابت کرتے ہوئے اللہ رَبّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ایک دِن اللہ رَبّ العزّت ضرور سب کو جمع کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا، وہ دِن سود و زیاں اور نفع و نقصان کا ہوگا۔ اس دِن کافر سراسر نقصان اور خسارے میں ہوں گے، جبکہ مؤمن جنتوں اور فائدے میں ہوں گے۔ بعض ایسے افراد بھی ہوں گے جو نیکیوں کے باوجود خسارے میں پڑ جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نیکیاں تو بہت کی ہوں گی، لیکن انہوں نے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کو مارا یا قتل کیا ہوگا، کسی کا مال ناحق لیا ہوگا، تو وہ سب لوگ جمع ہوں گے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے، کوئی اس کی نماز لے جائے گا، کوئی روزہ، کوئی زکوٰۃ اور کوئی دوسری نیکیاں، جب ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال کر بدلہ چکایا جائے گا اور بالآخر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ احادیث مبارکہ میں ایسے شخص کو "مفلس" کہا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۱)

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۞ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۞ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۞ إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۞ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞

تقدیر پر ایمان مصیبتوں پر صبر کرنے میں معاون ہوتا ہے

ان آیات میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو بھی دنیا میں کوئی تکلیف یا پریشانی پہنچتی ہے وہ اللہ رب العزت کے حکم اور اس کی اجازت سے پہنچتی ہے، اور جس شخص کا اس بات پر ایمان ہو اور وہ اللہ رب العزت اور اس کی تقدیر پر یقین رکھتا ہو تو اللہ رب العزت مصیبت کے وقت اس کے دل کو سکون اور قرار عطا فرماتے ہیں، اور اسے یہ اطمینان نصیب فرما دیتے ہیں کہ جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہوا، اور جو مصیبت مجھے پہنچی ہے وہ پہنچ کر ہی رہنی تھی، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا تھا، جس کے نتیجہ میں اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس صبر پر اس کو ثواب و اجر ملے گا۔

مال اور اولاد کا فتنہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزت نے پھر وہی مضمون بیان فرمایا جو گزشتہ سورت کے آخر میں بیان فرمایا تھا کہ مال اور اولاد فتنہ اور آزمائش ہیں، اور بعض بیویاں اور اولاد ایسی بھی ہوتی ہیں جو انسان کو خیر کے کاموں سے روک دیتی ہیں، یا بُرائیوں میں مبتلا کرنے کا سبب بنتی ہیں، جیسے شوہر کو داڑھی منڈوانے پر مجبور کرنے یا جہاد، تبلیغ، دینی تعلیم اور دین کی خدمت وغیرہ میں شرکت سے روکنے والی بیویاں اور اولاد، ایسی بیویوں اور اولاد کو ان آیات میں انسان کا دشمن قرار دیا ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے بڑا دشمن انسان کا کون ہو سکتا ہے جو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب اور جہنم کی آگ میں مبتلا کر دے۔

لیکن ایسے بیوی اور بچوں سے بھی زیادتی اور ظلم و تشدد کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ان سے عفو و درگزر اور معافی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ کیونکہ معاف کر دینا اللہ ربّ العزت کی صفت ہے۔

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزت نے تقویٰ اختیار کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔ نیز مال خرچ کرنے پر یہ فضیلت بھی بیان فرمائی کہ جو اللہ ربّ العزت کی راہ میں مال خرچ کرے گا اللہ ربّ العزت اسے دگنا کر کے عطا فرمائیں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی تسبیح وتحمید بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی صفت تخلیق کو خاص طور پر بیان فرمایا۔

۲-سورت میں کفّار مکہ کو ان کے کفر اور اعمال بد پر تنبیہ کی گئی، اور گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب بیان فرما کر ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔

۳-سورت میں قیامت کے دِن کے چند مناظر بیان کیے گئے، جب لوگ حسرت اور خسارے میں مبتلا ہوں گے، کافر لوگ اپنے کفر پر افسوس کریں گے، جبکہ مؤمن اس بات پر کہ ہم کچھ مزید نیکیاں کر لیتے۔

۴-سورت میں مال اور اولاد کے فتنہ کو بیان فرما کر اس سے بچنے کی تلقین کی گئی، نیز اللہ رَبّ العزّت سے ڈرنے، اس کے احکام کی پاسداری اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔

تمت سورة التغابن بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الطَّلَاق

سورت کا تعارف

یہ سورت مدنی ہے۔قرآنی ترتیب میں اس کا نمبر پینسٹھ (۶۵) ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ ننانوے (۹۹) نمبر پر ہے۔دو رکوع اور بارہ (۱۲) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں:

۱۔سورۂ طلاق: چونکہ اس سورت میں طلاق کے تفصیلی احکام ذکر کیے گئے ہیں، اس لیے اسے سورۂ طلاق کہا جاتا ہے۔

۲۔سورۃ النساء القصریٰ: چونکہ اس سورت میں عورتوں سے متعلق احکام ہیں، اس لیے اسے سورۂ نساء قصریٰ یعنی چھوٹی سورۂ نساء بھی کہا جاتا ہے۔کیونکہ سورۂ نساء کے نام سے قرآن میں ایک طویل سورت (سورۂ نمبر ۴) موجود ہے، جسے سورۂ نساء کبریٰ کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا تھا کہ بعض بیویاں اپنے شوہروں کی دشمن ثابت ہوتی ہیں، اور بیویوں کی دشمنی کا نتیجہ بالآخر طلاق کی صورت میں نکلتا ہے، تو اس سورت میں طلاق کے احکام ذکر کیے گئے ہیں۔

مرکزی موضوع

سورت کا مرکزی موضوع یہ بیان کرنا ہے کہ "تقویٰ اور اللہ ربّ العزّت کا خوف، خاندان، معاشرے اور پوری اُمت کی حفاظت کا ضامن ہے۔"

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں طلاق، عدّت اور نفقہ کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں۔

۲- تقویٰ کے ثمرات وفوائد اور فرد اور معاشرے پر اس کے اثرات بھی اس سورت میں مذکور ہیں۔

۳- گناہوں اور تقویٰ سے محروم ہونے کا وبال اور نحوست کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

۴- ایمان اور نیک اعمال کی جزاء بھی بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ
مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝۱ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ۙ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ
مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ
اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ
وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ
فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ
اُخْرٰى ۝۶ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا
اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷

طلاق کے چند احکام

واضح رہے کہ نکاح کے معاملہ میں شریعت کی طرف سے یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ اس تعلق کو تلخیوں اور رنجشوں سے پاک صاف رکھنے کی کوشش کی جائے اور اگر کبھی تلخی پیدا ہوجائے تو اس کے ازالے کی ہر ممکن کوشش کی جائے لیکن بسا اوقات ان تمام کوششوں کے باوجود رشتے کا آگے بڑھنا ناممکن ہو جاتا ہے اور طرفین کی راحت اسی میں ہوتی ہے کہ تعلق ختم کر دیا جائے ایسے موقع کے لیے شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے اور اس کے اصول وضوابط مقرر فرمائے ہیں، اور ساتھ یہ بھی تنبیہ فرمائی ہے کہ طلاق اللہ ربّ العزّت کے نزدیک سب سے مبغوض کام ہے، اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس سے پرہیز کرنا

چاہیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الطَّلَاقُ" یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ (سنن ابی داود: ۲/۲۲۰) اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتز منه العرش" یعنی نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے رحمٰن کا عرش ہل جاتا ہے۔ (کنز العمال: ۹/۶۶۱)

بہرحال اسلام اگرچہ طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان اس سے رکنے کی تلقین کرتا ہے، لیکن بعض مواقع پر جبکہ طلاق کے بنا کوئی چارہ نہ ہو، طلاق کی اجازت دی ہے اور اس کے لیے کچھ اصول وقواعد تشکیل دیے ہیں، مذکورہ آیات میں اللہ ربّ العزّت نے طلاق سے متعلق چند احکام ذکر فرمائے ہیں جو ذیل میں مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلا حکم

طلاق کے متعلق پہلا حکم اس سورت میں یہ دیا گیا ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دینی ہی ہو تو ان دنوں میں دے جب وہ پاک ہو، حالتِ حیض میں طلاق دینا درست نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو وہ بھی واقع ہو جائے گی، لیکن خلاف شریعت کام کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

دوسرا حکم

طلاق کے بعد چونکہ عدت گزارنا لازم ہے، اس لیے اگلا حکم عدت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ عدت کے دنوں کو اہتمام کے ساتھ یاد رکھنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ بھول میں پڑ کر عدت ختم ہونے سے پہلے ہی ختم سمجھ لے۔ اگر خواتین ایسی ہوں جن کو حیض آتا ہو تو ان کی عدت تین حیض ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے ان کو حیض نہ آتا ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کی عدت وضع حمل ہے، اس کی تفصیل آگے مستقل بیان ہوگی۔

تیسرا حکم

تیسرا حکم یہ ہے کہ صرف طلاق دے دینے سے عورت کا حق سکونت ختم نہیں ہو جاتا بلکہ عدت کے دنوں میں بھی عورت کو اسی جگہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ اور ان کو گھر سے نکال دینا ظلم اور حرام ہے۔ اسی لیے مردوں کو حکم دیا گیا کہ عدت کے دوران عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالیں، الا یہ کہ خاتون خود نکل جائے یا اس سے کوئی سنگین گناہ مثلاً بدکاری سرزد ہو جائے اور اس کی سزا کے لیے نکالنا پڑے یا خاتون زبان دراز اور لڑائی جھگڑا کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں اسے گھر سے نکالنے کی گنجائش ہے۔

چوتھا حکم

اگر طلاق رجعی کی صورت میں مطلقہ خاتون کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو اب چونکہ نکاح سے نکل جانے کا وقت آ گیا، اس لیے اس وقت دوبارہ سنجیدگی سے غور کر لو کہ نکاح رکھنا بہتر ہے یا اسے ختم کر دینا، اگر نکاح برقرار رکھنے کا ارادہ ہو تو اسے اچھے انداز میں روک لو جس کی مسنون صورت یہ ہے کہ اسے زبان سے کہہ دو کہ میں نے اپنی طلاق سے رجوع کیا اور اس پر دو گواہ بھی بنا لو۔ اور اگر اب بھی یہی رائے قائم ہو کہ نکاح ختم کرنا ہے تو خوش اسلوبی سے اسے آزاد کر دو، یعنی عدّت ختم ہونے دو، عدت ختم ہوتے ہیں وہ آزاد اور خود مختار ہو جائے گی۔

فائدہ:- گزشتہ آیت میں عدت کے ختم ہونے کے وقت مرد کو رجوع کرنے یا نکاح ختم کرنے کا اختیار دیا ہے، جس سے ضمنی طور پر یہ ثابت ہوا کہ اگر بالفرض کبھی طلاق دینے کی نوبت آ ہی جائے تو ایسی طلاق دینی چاہیے جس میں رجوع کا حق باقی رہے۔ لہٰذا ایک ساتھ تین طلاق دینا حرام اور ناجائز ہے، لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں تو وہ باوجود حرمت کے واقع ہو جائیں گی اور نکاح ختم ہو کر حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی۔

”تقویٰ“ کی فضیلت

طلاق اور عدت کے احکام کے درمیان میں اللہ رَبّ العزّت نے جا بجا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین اور تقویٰ کی فضیلت بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ رَبّ العزّت سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل و مصیبت سے نجات کا راستہ نکال دیں گے اور اس کو ایسے مقام سے رزق عطا فرمائیں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اللہ رَبّ العزّت کی ذات پر بھروسہ کرے گا اللہ رَبّ العزّت اس کے تمام کاموں کے لیے کافی ہو جائیں گے۔

کچھ آیات کے بعد تقویٰ کی چند مزید برکات اور فضائل بیان کیے گئے ہیں، جن میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ رَبّ العزّت اس کے ہر کام میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں، اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا اجر بڑھا دیتے ہیں۔

احکام طلاق بیان کرتے ہوئے تقویٰ کی بار بار تاکید کی غرض یہ ہے کہ مخالفت اور عداوت کی صورت میں بھی خوفِ خدا قائم رہے اور جھوٹ، ظلم اور حق تلفی سے باز رہا جائے۔

پانچواں حکم

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ عام حالات میں عدت طلاق کی مدت تین حیض ہے، لیکن وہ عورتیں جن کو عمر کی زیادتی یا کسی

بیماری کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہے، ان کی عدت تین مہینے ہے۔ جبکہ وہ خواتین جو حمل سے ہوں ان کی عدت وضع حمل یعنی بچہ جننا ہے، خواہ بچہ دس ماہ بعد پیدا ہو یا اگلے لمحہ ہی پیدا ہو جائے۔

چھٹا حکم

عدّت کے دوران خواتین کو اپنی وسعت وقدرت کے مطابق رہنے کا مکان دیں، جہاں آپ خود رہتے ہیں اسی مکان کے کسی حصہ میں ان کو بھی ٹھہرائیں، اور انہیں تنگ یا پریشان نہ کریں کہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

ساتواں حکم

اگر دورانِ عدّت مطلقہ خاتون حمل سے ہو تو اس کا نفقہ اس وقت تک شوہر پر لازم ہے جب تک کہ بچہ پیدا نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح عدّت کے دوران ہر طرح کی مطلقہ کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

آٹھواں حکم

وہ مطلقہ عورتیں جو حاملہ ہوں اور پھر حمل سے بچہ پیدا ہو جائے تو ان کی عدّت مکمل ہو جائے گی، اس لیے ان کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ لازم نہیں رہے گا، البتہ اگر یہ خاتون اس بچے کو دودھ پلائے اور اس دودھ پلانے کا معاوضہ شوہر سے لینا چاہے تو لے سکتی ہے، اور باہمی رضامندی سے جو اجرت طے ہو وہ شوہر کو کے ذمہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر کسی وجہ سے بچے کی والدہ دودھ نہ پلانا چاہے تو کسی دوسری خاتون کو دودھ پلانے کے لیے رکھا جا سکتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ
وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۛ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ
مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

منکرین اور مومنین کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ان قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اللہ ربّ العزّت کے احکام کو پس پشت ڈالا اور اس کی حکم عدولی کی، اور اس کے بالمقابل جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے اجر وثواب کا ذکر بھی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے بہت سی بستیوں کو اس جرم کی وجہ سے ہلاک کر دیا کہ انہوں نے ہمارے حکم سے منہ

موڑا، اور ان پر سخت عذاب نازل کیا گیا، جس کی وجہ سے وہ دنیا میں بھی ہلاک ہو گئے اور آخرت میں بھی وہ خسارے اور نقصان میں ہوں گے۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے رسولوں کی تصدیق کی، اللہ ربّ العزّت پر ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ان کے لیے پروردگارِ عالم نے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہی ان کا ٹھکانا ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ اس سورت میں طلاق اور عدّت کے بعض بنیادی احکام ذکر کیے گئے ہیں۔
۲۔ سورت میں تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب اور فضائل بھی جابجا موجود ہیں۔
۳۔ سورت میں نیکوکار اور بدکار لوگوں کے دنیوی اور اُخروی انجام کو بیان فرمایا گیا ہے۔
۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت کی توحید کے چند دلائل بھی مذکور ہیں۔

تمت سورۃ الطلاق بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے چھیاسٹھ (۶۶) جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو سات (۱۰۷) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور بارہ (۱۲) آیات پر مشتمل ہے۔

وجۂ تسمیہ

تحریم کا لغوی معنی ہے ''حرام کرنا''، چونکہ یہ سورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اوپر شہد حرام کر دینے سے متعلق نازل ہوئی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تحریم رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

اس سورت کا گزشتہ سورت کے ساتھ ایک مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں کے آغاز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا ہے، اور دوسری مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں عورتوں سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''اسلامی خاندان کی تربیت کے لیے نصائح'' بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لغزش پر اللہ رب العزت کی طرف سے پیار بھری تنبیہ اور اس کے بعد اس لغزش کو بالکل معاف کرنے کا بیان ہے۔

۲۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے راز کو فاش کرنے کا انجام اور اثرات بھی اس سورت میں مذکور ہیں۔

۳۔ اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اولاد کی دینی تربیت کی ذمہ داری والدین پر ہے۔

۴۔ سورت میں گزشتہ لوگوں کے چند عبرت ناک قصے بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔ توبہ کرنا ہر انسان پر ہر لحظہ اور ہر لمحہ میں واجب اور ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۞ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۞

شانِ نزول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عصر کے بعد اپنی تمام بیویوں کے پاس خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے تھے، ایک روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) رشک آیا اور میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں تو وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے، مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے، ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو والی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے، اس لیے آپ نے قسم کھائی کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا دل نہ ٹوٹ جائے باقی ازواج مطہرات کو حکم فرمادیا کہ کسی کو اس بات کی خبر نہ کرنا، مگر ان میں سے کسی ایک بیوی نے دوسری کو یہ بات بتادی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

کسی حلال چیز کو حرام کرنا دُرست نہیں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز یعنی شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھائی تھی گویا قسم کے ذریعے شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، اس لیے اللہ ربّ العزّت نے سورت کے آغاز میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت محبت بھری تنبیہ فرمائی کہ اے نبی! آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جو اللہ ربّ العزّت نے حلال کی ہے، آپ اپنی ازواجِ مطہرات کی خوشنودی چاہتے ہیں، حالانکہ اس معاملے میں ان کی خوشنودی اور ان کو راضی کرنا آپ پر لازم نہیں تھا، بہرحال

اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں، مہربان ہیں۔ اور اس نے ایسی صورتوں میں جہاں قسم توڑنا ضروری یا مستحسن ہو (جیسا اس صورت میں ہے) ان قسموں سے حلال ہونے کا راستہ نکال دیا ہے اور وہ راستہ یہ ہے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دیا جائے، ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیأتها ولیکفر عن یمینه" جس شخص نے کسی بات پر قسم کھائی پھر اس کے برعکس معاملے کو بہتر پایا تو وہ اس برعکس معاملے پر عمل کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ (صحیح مسلم: ۳/۱۲۷۱) چنانچہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس قسم کو توڑا اور کفارے کے طور پر ایک غلام آزاد فرمایا۔ (بیان القرآن)

فائدہ:- کسی بھی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں، جن کا حکم ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱- کسی حلال چیز کو عقیدۃً (دل سے) حرام قرار دینا، یہ کفر اور گناہ عظیم ہے۔

۲- اگر دل سے حرام نہ سمجھے مگر بلا کسی ضرورت اور مصلحت کے اپنے اوپر قسم کھا کر حرام کر لے تو یہ گناہ ہے، اس قسم کو توڑنا اور اس کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ اور کوئی ضرورت و مصلحت ہو تو جائز، مگر خلاف اولیٰ ہے۔

۳- نہ دل سے حرام سمجھے اور نہ قسم کھا کر اپنے اوپر حرام کرے، مگر عملاً اس کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے کا دل میں عزم کرے تو یہ عزم اگر اس وجہ سے ہے کہ یہ باعثِ ثواب ہے، یہ بدعت اور رہبانیت ہے جو شرعاً ناجائز اور گناہ ہے، اور اگر اس کو ثواب نہیں سمجھتا بلکہ اپنے کسی جسمانی یا روحانی مرض کے علاج کے طور پر کرتا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ بعض صوفیائے کرام سے جو بعض چیزیں چھوڑ دینے کی حکایتیں منقول ہیں وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔ (معارف القرآن)

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے مذکورہ بالا معاملہ میں ازواج مطہرات کے عمل کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نہ پینے کی قسم کھائی اور یہ فرمایا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو تا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رنج نہ ہو مگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ظاہر دیا، اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اس عمل کی خبر دے دی کہ انہوں نے آپ کا راز فاش کر دیا ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے شکوہ کیا مگر پوری بات نہ کھولی۔ یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن سلوک تھا کہ پوری بات کھولنے سے ان کو زیادہ خجالت اور شرمندگی ہوگی اس لیے مختصراً بات ذکر فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے راز فاش کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا مگر اللہ ربّ العزّت نے حضرت جبرائیل امین کو بھیج کر ان کی طلاق سے روک دیا اور فرمایا کہ یہ بہت نماز پڑھنے والی اور بکثرت روزہ رکھنے والی ہیں اور ان کا نام جنّت میں آپ کی بیبیوں میں لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر مظہری)

مذکورہ واقعے سے حاصل ہونے والے فوائد و دروس

حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے مذکورہ واقعہ سے چند مسائل پر استدلال کیا ہے:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ازواج مطہرات، امہات المؤمنین کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں، ورنہ آپ سے مغافیر کی بُو کا تذکرہ نہ کرتیں۔

۲۔ ازواج مطہرات کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر نہیں ہیں، ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا باہم مشورہ کر کے منصوبہ نہ بناتیں۔

۳۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کل نہیں ہیں، ورنہ آپ کی شہد اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم آپ سے نہ تڑوائی جاتی۔ یہی اہل حق کا نظریہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا
يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٧

جہنم کا ایندھن بننے سے خود کو بچائیں!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے کہ جہنم کی آگ سے خود کو بھی بچائیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی۔ کیونکہ وہ ایسی سخت اور ہولناک آگ ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، وہاں سخت گیر فرشتوں کی ڈیوٹی ہوگی جو اللہ ربّ العزّت کا کوئی حکم نہیں ٹالتے، اس لیے کوئی جہنمی طاقت یا رشوت وغیرہ کے زور پر ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنی بیوی اور اولاد کو تعلیم و تربیت دینا، انہیں فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام سے واقف کرانا ہر شخص پر لازم اور فرض ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٨ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ
جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٩ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ
يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴿١٠﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ
فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ ﴿١١﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا
وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ﴿١٢﴾

گناہوں کی معافی کے لیے ''توبۂ نصوح'' کا ہونا ضروری ہے!

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے اہل ایمان کو توبۂ نصوح کرنے کا حکم دیا ہے۔ ''توبۂ نصوح'' سے مراد ایسی خالص اور سچی توبہ ہے، جس میں تین باتیں پائی جائیں:

۱۔اپنے گزشتہ عمل پر ندامت۔

۲۔گناہ کو چھوڑ دینا۔

۳۔آئندہ کے لیے اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ عزم۔ جس شخص نے ایسی توبہ کرلی، اللہ رَبّ العزّت اس کے گناہ معاف فرمادیں گے، اسے جنّت عطا فرمائیں گے، قیامت کے دن کی رسوائیوں سے بھی محفوظ فرمالیں گے اور اسے قیامت کے دن ایک نُور عطا فرمائیں گے جو اس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ہر طرف چمک رہا ہوگا۔

چار عورتوں کی مثالیں

سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے چار خواتین کی مثالیں بیان کی ہیں، پہلی دو عورتیں پیغمبروں کی بیویاں تھیں، ایک حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھی اور دوسری حضرت لوط علیہ السلام کی، ان دونوں نے دین کے معاملے میں اپنے شوہروں کی مخالفت کی، کُفّار و مشرکین کی امداد اور خفیہ حمایت کرتی رہیں، اس کے نتیجے میں جہنم میں گئیں، پیغمبروں کی بیوی ہونا انہیں جہنم سے نہ بچاسکا۔

تیسری عورت وقت کے سب سے بڑے کافر اور خدائی کے دعویدار فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں، فرعون نے ان پر بہت ظلم ڈھائے، لیکن ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی، اس کا صلہ اللہ رَبّ العزّت نے انہیں یہ عطا فرمایا کہ دنیا میں ہی انہیں ان کا جنّت کا مقام دکھادیا۔ شوہر کی فرعونیت اور مظالم ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکیں۔

چوتھی خاتون حضرت مریم ہیں جو کسی کی بی بی نہیں، مگر ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ ربّ العزّت نے انہیں برگزیدہ بنادیا، ان کی کوکھ میں اپنی روح پھونکی اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جنم لیا۔

ان سب مثالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ ایک مومن کا ایمان اس کے کسی کافر عزیز کے کام نہیں آسکتا، اور ایک کافر کا کفر اس کے کسی مومن عزیز کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و بزرگوں کی بیویاں اس پر بے فکر نہ ہوں کہ ہمیں ہمارے شوہروں کی وجہ سے ہی نجات مل جائے گی، اور کسی کافر فاجر کی بیوی یہ فکر نہ کرے کہ اس کا کفر میرے لیے کسی نقصان کا باعث بن جائے گا، بلکہ ہر ایک مرد و عورت کو اپنے ایمان و عمل کی فکر کرنی چاہیے۔ (معارف القرآن)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ایک واقعہ کے پس منظر میں حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے سے منع فرمایا اور جس نے کوئی ایسی قسم کھائی ہو انہیں قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ سورت میں تقویٰ اختیار کرنے اور سچی توبہ کرنے کا جابجا حکم دیا گیا ہے، اور اہل ایمان کو اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح کی فکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۳۔ سورت میں کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم بھی اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے چار خواتین کی مثالیں ذکر فرما کر یہ واضح فرمایا کہ کسی مومن کا ایمان اس کے کافر عزیز کے کسی کام نہیں آئے گا، اور کسی کافر کا کفر اس کے کسی مومن عزیز کو قیامت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہر کسی کو اپنے ایمان اور عمل کی فکر کرنی چاہیے۔

تمت سورة التحریم بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُلْك

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ سڑسٹھ (۶۷) جبکہ نزول کے اعتبار سے ستتر (۷۷) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور تیس (۳۰) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں:

۱۔ **الملك**: اس کو سورۂ ملک اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ ربّ العزّت کے ملک کا ذکر ہے، اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ ربّ العزّت کی ملکیت ہے۔

۲۔ **تبارك**: اس سورت کو سورۂ تبارک اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت کا آغاز اس لفظ سے کیا گیا ہے۔

۳۔ **مانعه/منجیه**: مانعہ کا معنی ہے روکنے والی، اور منجیہ کا معنی ہے نجات دینے والی، اس سورت کو مانعہ اور منجیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔

سورت کے فضائل

احادیث مبارکہ میں اس سورت کے کئی فضائل ذکر کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ تبارک قبر کے عذاب کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۹۰)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک سورت جو تیس آیات پر مشتمل ہے، جو اپنے پڑھنے والے کی (بارگاہِ خداوندی) میں سفارش کرے گی، یہاں تک کہ اس کو بخشوا دے گی، اور وہ سورت "**تبارك الذی بیده الملك**" ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۹۱)

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورۂ الم تنزیل اور سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرما لیتے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۹۲)

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے چار خواتین کی مثالیں بیان فرمائی تھیں، جن میں سے دو پیغمبروں کے گھر رہ کر بھی کافر رہیں، جبکہ باقی دو ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے علم اور اپنی تدبیر کو بیان فرمایا کہ وہ اپنی مخلوق میں جو عجائبات چاہتا ہے، ظاہر کرتا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ ”کائنات کا نظام اور اس کی بادشاہت صرف اللہ ربّ العزّت کے قبضۂ قدرت میں ہے۔“

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں مخلوقات کی تخلیق کی حکمت بیان کی گئی ہے۔
۲۔کائنات کا نظام نہایت عجیب اور انوکھا ہے اور اس میں کوئی کمی یا کجی نہیں ہے۔
۳۔قیامت کے دن کافروں کا انجام اور ان کے احوال اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں۔
۴۔کفّار کو غور و فکر کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

پارہ نمبر ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ؗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۟ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۟ۙ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

قدرتِ خداوندی کے چند نمونے

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ وہ ذات بہت برکت والی ہے جس کے ہاتھ میں پوری کائنات کی ملکیت ہے، وہ بادشاہِ مطلق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا، وہی پیدا کرتا ہے وہی موت دیتا ہے، اس نے تہ بہ تہ سات آسمان پیدا کیے جو ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اسی آب و تاب کے ساتھ قائم ہیں، ان میں نہ کوئی کمی ہے نہ کوئی ٹوٹ پھوٹ، نہ ان کے رنگ میں کوئی تغیر آیا ہے،

اللہ ربّ العزّت کی ہر تخلیق اسی شان اور کمال کی دلیل ہے۔ پھر آسمانوں کی تزئین و آرائش کے لیے اس نے ستاروں کو پیدا کیا، نیز وہ ستارے شیاطین سے آسمان کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہیں۔

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا
نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ
مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم
بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ أَلَا
يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

کفّار اور مومنین کا اُخروی انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار اور اہل ایمان کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے جہنّم کا سخت ترین عذاب تیار کیا گیا ہے، جب وہ اس میں پھینکے جائیں گے تو جہنّم جوش مار رہی ہوگی، اور یوں لگے گا جیسے غصے کے مارے جہنّم پھٹ پڑے گی، جہنّم پر تعینات فرشتے ان کافروں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس پیغمبر اللہ ربّ العزّت کا پیغام لے کر نہیں آئے تھے تو وہ سب کہیں گے کہ پیغمبر تو آئے تھے لیکن ہماری بدبختی کہ ہم نے ان کی تکذیب کی اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اگر ہم نے ان کی بات سنی اور سمجھی ہوتی اور اس پر عمل کیا ہوتا تو آج ہم اس حال میں نہ ہوتے۔

اس کے برعکس جو لوگ پروردگار عالم پر بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، اور ان کے دل میں اللہ ربّ العزّت کا ڈر ہے، تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ ربّ العزّت نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ انہیں جنّت اور اس کی نعمتیں ملیں گی جہاں وہ ہمیشہ خوش و خرم زندگی بسر کریں گے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝ أَأَمِنتُم مَّن
فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى
الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي
هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ
أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ
هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا

الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

توحیدِ باری تعالیٰ کے دلائل

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ایک بار پھر اپنی قدرت کے نمونے اور توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔
چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے زمین کو مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اس میں چل پھر سکو اور تجارتی اسفار اور مال کی درآمد و برآمد کر کے اللہ ربّ العزّت کا رزق کھاؤ، اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہو لیکن اپنی موت اور آخرت سے بے فکر نہ ہو جانا، تمہیں بالآخر اللہ ربّ العزّت کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تمہارے اوپر آسمان سے پتھر برسا دے، اور یہ کوئی فرضی بات نہیں بلکہ ایسا ہو چکا ہے کہ گزشتہ اقوام میں سے جس نے بھی اللہ ربّ العزّت کی، اس کے پیغام کی، اس کے پیغمبروں کی اور آخرت کے دن کی تکذیب کی ان پر اللہ ربّ العزّت نے مختلف عذاب نازل فرمائے اور ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اس لیے تمہیں بھی اپنی آخرت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ ربّ العزّت جب کسی پر اپنا عذاب نازل فرماتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی اور نہ تمہارے سپاہی، فوج اور لشکر تمہیں اس سے بچا سکیں گے، اس لیے کسی دھوکے میں نہ رہو۔ آج دنیا میں اس کی جتنی نعمتیں تمہیں مل رہی ہیں یہ سب اللہ ربّ العزّت کی ہی عطا ہے، اگر وہ اسے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔ اسی طرح جو پانی کنوؤں کے ذریعہ بآسانی نکال کر پی رہے ہو، اگر وہ پانی گہرائی میں چلا جائے تو تمہاری کون سی طاقت ہے جو اس پانی کو حاصل کر سکے۔ لہٰذا ہر دم ہر وقت اس پاک پروردگار کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی نہ کرو۔ قیامت اچانک آئے گی اور اس دن ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ مل جائے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرما کر کفار و مشرکین کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔

۲۔ اس کے بعد نہ ماننے والوں کے انجام اور عذاب جبکہ ماننے والوں کے ثواب اور اجر کو بیان فرمایا۔

۳۔ پھر اللہ ربّ العزّت نے ایک بار پھر اپنی توحید کے دلائل، کفار کو تنبیہ اور قیامت کے چند احوال بیان فرمائے ہیں۔

تمت سورۃ الملک بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْقَلَم

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ اڑسٹھ (۶۸) جبکہ نزول کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہے۔ دو رُکوع اور باون (۵۲) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں:

۱۔ القلم: اس سورت کو ''القلم'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس سورت میں اللہ نے قلم کی قسم کھائی ہے۔

۲۔ نٓ: اس سورت کو ''نٓ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ سورت کا آغاز اسی لفظ سے کیا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ رَبُّ العزّت نے کفّار اور مشرکین کو اپنی قدرت کے دلائل میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب سے ڈرایا، اس سورت کے آغاز میں ان کفّار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے الزامات کا جواب دیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع اچھے اخلاق اپنانے اور برے اخلاق چھوڑنے کی ترغیب دینا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کی مدح اور تعریف کی گئی ہے۔

۲-بُرے اخلاق جیسے غیبت، جھوٹ، فحش گوئی اور جھوٹی قسمیں اٹھانے کی مذمت کی گئی ہے۔

۳-ایک باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

۴-حسد کی مذمت کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى
خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ
مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ
وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

کُفّار کے اِعتراضات کا جواب

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّارِ مکہ کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے جواب سے پہلے قلم کی قسم کھائی، اس قلم سے مراد عام قلم بھی ہوسکتا ہے اور خاص تقدیر کا قلم بھی مراد ہوسکتا ہے، جسے اللہ ربّ العزّت نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ، قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں، تو حکم دیا کہ تقدیرِ الٰہی کو، تو قلم نے ابد تک ہونے والے تمام واقعات اور حالات کو لکھ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۰۲)

"ن" حروفِ مقطعات میں سے ہے، جس کا معنی اللہ ربّ العزّت ہی بہتر جانتے ہیں، بعض اہلِ علم نے اس کا معنی دوات کیا ہے، اب ترجمہ یہ ہوگا "قلم، دوات اور اس کی قسم جسے لوگ لکھتے ہیں، آپ اپنے رَبّ کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں۔

اس کے بعد کُفّار کے ایک اعتراض کا جواب دیا، کُفّار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) مجنون کہتے تھے، اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے فضل وکرم سے مجنون نہیں ہیں، بلکہ آپ جو تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اس پر آپ کو اجرِ عظیم ملنے والا ہے اور اجر بھی ایسا جو دائمی ہے اور کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ آپ تو اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہیں، لہٰذا آپ ان کی باتوں کی پروانہ کریں، عنقریب یہ بھی اپنے کیے کا انجام دیکھ لیں گے اور آپ بھی ان کے انجام کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی فرمائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اطہر میں اللہ ربّ العزّت نے تمام اخلاقِ حسنہ بدرجہ کمال جمع فرما دیے تھے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔(سنن کبریٰ بیہقی:۲۱۳۰۱) ذیل میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق حسنہ کے کچھ نمونے ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اس پوری مدت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔(صحیح بخاری:۶۰۳۸)

۲۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔(صحیح مسلم:۲۳۲۷)

۳۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے نہیں فرمایا ہو۔(صحیح بخاری:۶۰۳۴)

۴۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے نہ فحش کے قریب جاتے تھے، نہ بازاروں میں شور وشغب کرتے تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر کا معاملہ فرماتے تھے۔(صحیح ابن حبان:۶۴۴۳)

مداہنت فی الدین حرام ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان جھٹلانے والے کافروں کی بات نہ مانیں، یہ تو چاہتے ہیں کہ آپ تبلیغ احکام میں کچھ ڈھیلے پڑ جائیں اور شرک وبت پرستی سے ان کو روکنا چھوڑ دیں تو یہ بھی نرم پڑ جائیں اور آپ پر طعن وتشنیع اور آپ کی ایذاء رسانی چھوڑ دیں۔لیکن کفار کی ایسی بات ماننا اور ان سے ایسی صلح کرنا جس سے احکام شرع پر زد آئے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کی بات بھی نہ مانیں جو:

۱۔بہت قسمیں کھانے والا ہو۔

۲۔ذلیل ہو۔

۳۔لوگوں پر عیب لگانے والا ہو۔

۴۔چغل خوری کرنے والا ہو۔

۵۔نیک کاموں سے لوگوں کو روکنے والا ہو۔

۶- ظلم وجور میں حد سے بڑھنے والا ہو۔

۷- بکثرت گناہ کرنے والا ہو۔

۸- بخیل ہو۔

۹- بدمزاج ہو۔

۱۰- اور جس کا نسب کسی باپ سے ثابت نہ ہو۔

یہ سب صفات ایک خاص شریر کافر ولید بن مغیرہ کی ہیں جو اسلام اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سخت دشمن تھا اور اسلام دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا تھا، اس کے سامنے جب قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جاتی تھیں تو یہ کہتا تھا کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے جس سے اوّلین وآخرین میں اس کی رُسوائی ظاہر ہو جائے گی۔

یہ کافر ولید بن مغیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ تھا، اس گستاخ کی اللہ تعالیٰ نے دس بُری صفات وعادات ذکر کی ہیں، اس پر اہل علم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کے لیے مذکورہ بالا دس بُرائیاں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے والے کے لیے دس رحمتیں ہیں۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا
طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ
إِن كُنتُمْ صٰرِمِينَ ۝ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخٰفَتُونَ ۝ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۝ وَغَدَوْا
عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَآلُّونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ
لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَلٰوَمُونَ ۝ قَالُوا
يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ۝ عَسٰى رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

باغ والوں کا قصہ

ایک نیک آدمی تھا، وہ باغ کا مالک تھا، اور اس کے کھیت بھی تھے، اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب اس کی کھیت میں سے فصل نکلتی تو جو دانے زمین پر رہ جاتے انہیں غریبوں کے لیے چھوڑ دیا کرتا۔ اسی طرح جب پھل توڑنے کا وقت آتا تو جو پھل نیچے گر جاتا وہ بھی فقراء کے لیے چھوڑ دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس کی کھیتی کٹنے یا پھل توڑنے کا وقت آتا تو بہت سے فقراء

ومساکین جمع ہوجاتے تھے، اس کا ایک اور عمل یہ تھا کہ جب فصل اترتی تھی تو اس کے تین حصے کرتا تھا، ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا، دوسرا حصہ فصل پر ہی لگاتا تھا، جبکہ تیسرا حصہ اپنے ذاتی خرچ میں لاتا تھا۔ جب یہ فوت ہوا اور اس کی اولاد کو یہ کھیت اور باغات وراثت میں ملے تو انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا، خواہ مخواہ اتنا سارا مال یونہی ضائع کردیتا تھا، اس دفعہ ہم کسی کو کچھ بھی نہیں دیں گے، چپکے سے صبح سویرے جائیں گے اور پھل چن کر واپس آجائیں گے۔ اپنے منصوبے پر انہیں اتنا یقین تھا کہ ان شاء اللہ کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔

اگلے دن صبح وہ چپکے چپکے نکلے تاکہ کسی کو ان کی خبر نہ ہو اور کوئی غریب، مسکین مانگنے نہ آجائے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں تو کچھ ہے ہی نہیں، اللہ رب العزت نے پورے باغ اور کھیت کو ایک شب پہلے ہی جلا کر راکھ کردیا تھا، پہلے تو کہا کہ شاید ہم راستہ بھول گئے پھر جب غور کیا اور نشانیاں دیکھیں تو کہا کہ نہیں، بلکہ ہم تو محروم ہوگئے۔ جو ان میں سے درمیانہ تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تم اللہ کی تسبیح بیان کرو، پھر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف بھی کرلیا: "قالوا سبحن ربنا انا کنا ظالمین" پھر انہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور دُعا کی کہ اللہ انہیں یہ باغ دوبارہ عطا کردے، چنانچہ اللہ نے دُعا قبول فرمائی، انہیں وہ باغ دوبارہ ملا اور پہلے سے بہتر پیداوار اور پھل ہوئے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان مکہ کے باسیوں کو بھی ان باغ والوں کی طرح آزمایا، لیکن یہ بھی ہماری آزمائش پر پورا نہ اُترے اور احکامِ خداوندی کی تکذیب کی وجہ سے قحط میں مبتلا ہوئے، یہاں تک کہ مردار اور حرام جانور تک کھانے پر مجبور ہوگئے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ
تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَٰنٌ عَلَيْنَا بَٰلِغَةٌ إِلَىٰ
يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوا۟
بِشُرَكَآئِهِمْ إِن كَانُوا۟ صَٰدِقِينَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى ٱلسُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝
خَٰشِعَةً أَبْصَٰرُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا۟ يُدْعَوْنَ إِلَى ٱلسُّجُودِ وَهُمْ سَٰلِمُونَ ۝ فَذَرْنِى وَمَن يُكَذِّبُ
بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِى لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِى مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ
أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمُ ٱلْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ فَٱصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن
كَصَاحِبِ ٱلْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَّوْلَآ أَن تَدَٰرَكَهُۥ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ لَنُبِذَ بِٱلْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝
فَٱجْتَبَٰهُ رَبُّهُۥ فَجَعَلَهُۥ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۝

”متقین“ کا اُخروی انجام

کفار اور مجرمین کے انجام کے بعد اللہ ربّ العزّت نے متقین اور مؤمنین کے اخروی انجام اور اجر کو بیان فرمایا کہ متقی اور نیک لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ اور ہر قسم کے عیش و آرام میں مزے کر رہے ہوں گے۔

اس کے بعد وقوعِ قیامت کی عقلی دلیل بیان فرمائی کہ فرمانبردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے، اسی لیے قیامت کا وقوع ہوگا تاکہ فرمانبرداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دی جاسکے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی کہ آپ ان لوگوں کی طرف سے ملنے والی ایذاء اور تکالیف پر صبر کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح ان کی ہلاکت کی دُعا میں جلدی نہ کریں۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے بار بار عذاب کے مطالبے سے تنگ آ کر اس بستی سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے، بستی والوں پر جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے خلوصِ دل سے اللہ ربّ العزّت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور توبہ کی، اللہ ربّ العزّت نے ان کو معاف فرما دیا اور عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب علم ہوا کہ عذاب ٹل گیا ہے تو انہیں یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اب قوم مجھے جھوٹا سمجھے گی، اس بدنامی کے اندیشہ سے بستی واپس تشریف نہ لائے بلکہ ساحل کا رخ کیا اور کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے، راستہ میں کشتی بھنور میں پھنس گئی تو لوگوں نے باہمی مشورہ سے آپ کو دریا میں ڈال دیا، جہاں آپ کو اللہ ربّ العزّت کے حکم سے مچھلی نے نگل لیا، حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت کی طرف رجوع کیا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نکال کر اپنے سابقہ انعامات کے دروازے کھول دیے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۞ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞

شانِ نزول

مکہ مکرمہ میں ایک شخص نظر لگانے میں بڑا مشہور تھا، وہ اونٹوں اور جانوروں کو نظر لگاتا تو وہ فوراً مر جاتے تھے۔ کفارِ مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی اور وہ ہر طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نقصان پہنچانے اور قتل کر دینے کی کوشش کیا کرتے تھے، ان کو یہ سوجھی کہ اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر لگواؤ، اس کو بلا لائے، اس نے نظرِ بد لگانے کی پوری کوشش کی، مگر اللہ ربّ العزّت نے آپ کی حفاظت فرمائی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن)

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے نبی! یہ کافر آپ کو غضبناک اور ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنی جگہ اور مقام سے گرادیں، اور قرآن سن کر کہتے ہیں کہ آپ مجنون ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام تمام جہان والوں کے لیے نصیحت اور ان کی کامیابی کا ضامن ہے۔

نظرِ بد کے علاج کا مجرب وظیفہ

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کو نظر بد لگ گئی ہو اس پر یہ آیات پڑھ کر دم کر دیا جائے، تو اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں کفار و مشرکینِ مکہ کے ایک اعتراض کو نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی۔

۲۔ اس سورت میں کفار و مشرکینِ مکہ کو ان کے اعمال سیئہ پر تنبیہ کی گئی اور انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔

۳۔ کفار کو تنبیہ کرنے کے لیے دنیوی عذاب کے نمونے کے طور پر ایک باغ والوں کا قصہ بھی ذکر فرمایا۔

۴۔ سورت میں اہل ایمان کے اخروی انجام اور ان کے اجر و ثواب کا بھی ذکر ہے۔

۵۔ سورت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی تکالیف اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

تمت سورۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْحَاقَّة

سورت کا تعارف

یہ بھی مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے انہتر (۶۹) جبکہ نزول کے اعتبار سے اٹھتر (۷۸) نمبر پر ہے۔
دو رکوع اور باون (۵۲) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

"حاقہ" کا معنی ہے واقع ہونے والی/ثابت ہونے والی، یہ قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ہے۔
چونکہ اس سورت میں قیامت کے احوال و مناظر بیان کیے گئے ہیں، اس لیے سورت کا نام "حاقہ" رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں وقوع قیامت کا اجمالی ذکر تھا، اس سورت میں قیامت کا تفصیلی احوال بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اثبات قیامت" یعنی قیامت کے حق ہونے کو ثابت کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی وجہ سے گزشتہ اُمتوں کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
۲- مؤمنین اور کافرین کا اخروی انجام بھی بیان کیا گیا ہے۔
۳- اس سورت میں قرآن کے حق ہونے اور منزل من اللہ ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَاۗقَّةُ ۝ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا
بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا
فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَاۗءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ

قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝

قیامت واقع ہو کر رہے گی!

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔ ”الحاقۃ“ کا معنی حق اور ثابت کے آتے ہیں، چونکہ قیامت کا وقوع یقینی اور حق ہے، اس لیے قیامت کو حاقہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں قیامت کے دو اور نام ”قارعہ اور واقعہ“ بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

اَقوامِ سابقہ کی ہلاکتوں کے نمونے

قیامت کے تذکرہ کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے دنیا کی ان تباہ شدہ قوموں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اپنے دور میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، قیامت کو جھٹلایا اور اللہ رَبّ العزّت کے بھیجے گئے پیغام کو پس پشت ڈال دیا، چنانچہ سب سے پہلے قوم عاد اور قوم ثمود کا تذکرہ فرمایا، ان دونوں قوموں نے قیامت اور بعث بعد الموت کا انکار کیا تو ان کو اللہ رَبّ العزّت نے اپنے عذاب میں پکڑ لیا، قوم ثمود پر فرشتے نے ایک چیخ ماری جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ سب ہلاک ہو گئے، اور قوم عاد پر سخت تند و تیز سرد ہوائیں چلیں اور مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی، جس نے ان کو اور ان کی ہر چیز کو تہس نہس کر دیا اور یہ کٹے ہوئے درختوں کی طرح زمین پر مردہ پڑے رہے۔

اسی طرح قوم فرعون اور قوم لوط علیہ السلام نے بھی اپنے اپنے دور میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو وہ بھی اللہ رَبّ العزّت کی سخت پکڑ کا شکار ہوئے، فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت دریا میں غرق ہو گیا جبکہ قوم لوط پر متعدد عذاب آئے، ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا، ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بھی تباہ شدہ قوموں میں سے ایک تھی، حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال انہیں اللہ رَبّ العزّت کی طرف بلاتے رہے لیکن وہ اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے، جس پر اللہ رَبّ العزّت نے طوفان بھیجا اور ان سب کو ہلاک کر دیا، صرف کشتی کے وہ چند لوگ باقی بچے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ

عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۞ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۞ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۞ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۞
اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۞ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۞ وَّلَا
طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۞ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۞

قیامت کے اَحوال ومناظر

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا، تو آسمان وزمین کی ہر چیز تباہ کردی جائے گی، صرف اللہ ربّ العزّت کی ذات اقدس باقی رہے گی، زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جائیں گے اور ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، فرشتے آسمان کے کناروں پر آجائیں گے، پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو حساب وکتاب کا عمل شروع ہوگا، اللہ ربّ العزّت کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا، وہ فرشتے عرش اٹھا کر میدانِ محشر میں لائیں گے، پھر ہر ذی روح حساب وکتاب کے لیے اپنے ربّ کے سامنے پیش ہوگا، اور ہر ایک کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا، جس شخص کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے آس پاس کے لوگوں کو کہے گا کہ میرا نامۂ اعمال پڑھ لو، یہ جنتی لوگ ہوں گے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

اس کے برعکس جن لوگوں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ نہایت حسرت اور افسوس سے کہیں گے کہ کاش مجھے میرا نامۂ اعمال دیا ہی نہ جاتا، کاش میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہی نہ کیا جاتا اور موت کے ساتھ ہی میرا قصہ تمام ہوجاتا، مجھے نہ میرا مال کام آیا اور نہ ہی میرا اقتدار مجھے بچاسکا۔ اتنے میں اللہ ربّ العزّت فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس شخص کو پکڑلو، اس کے گلے میں طوق پہنا دو، اسے ایسی زنجیر میں جکڑ لو جو ستر گز لمبی ہوگی، اور اسے جہنم میں پھینک دو، یہ اپنی زندگی میں اللہ ربّ العزّت پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور دوسروں کو بھی نیکی کی اور غرباء کو کھانا کھانے کی ترغیب نہیں کرتا تھا، یعنی خدا کی عظمت اور مخلوق کی شفقت دونوں سے اس کا کردار خالی تھا، اس لیے آج وہ عذاب کا مستحق ہوا۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۞ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۞ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۞ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا
تُؤْمِنُوْنَ ۞ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ
الْاَقَاوِيْلِ ۞ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۞ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۞ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ
لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۞
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۞

”قرآن“ باری تعالیٰ کا کلام ہے!

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے قسم کھا کر قرآن پاک کی حقانیت کو بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ میں

ان چیزوں کی بھی قسم کھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے، یہ قرآن اللہ ربّ العزّت کا کلام ہے اور اسے ایک معزز فرشتہ لے کر آیا ہے، یہ کسی شاعر یا کاہن کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ پیغمبر خود اپنی طرف سے قرآن گھڑ کر اسے بیان کرتے اور اسے ہمارا کلام کہتے تو میں ان کو بھی سخت سزا دیتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن متقین کے لیے نصیحت ہے اور کافروں کے حق میں حسرت کا سبب ہے، کیونکہ اس کی تکذیب کی وجہ سے وہ عذاب خداوندی کا شکار ہوں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں قیامت کا اثبات فرمانے کے بعد ان قوموں کا تذکرہ فرمایا جو قیامت کے انکار کی وجہ سے اللہ ربّ العزّت کے عذاب سے دوچار ہوئی۔

۲۔ اس کے بعد قیامت کا تفصیلی تذکرہ، قیامت کے احوال و مناظر اور اخروی اعتبار سے کامیاب اور ناکام انسانوں کے حالات بیان فرمائے۔

۳۔سورت کے آخر میں حقانیت قرآن کو مختلف عقلی و نقلی دلائل سے ثابت فرمایا۔

تمت سورة الحاقة بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمَعَارِج

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ستر (۷۰) جبکہ نزول کے اعتبار سے اناسی (۷۹) نمبر پر ہے۔
دو رکوع اور چوالیس (۴۴) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہ تسمیہ

۱- المعارج: معارج کا معنی ہے سیڑھیاں، اس سورت میں اللہ ربّ العزت نے فرشتوں کے آسمانوں پر چڑھنے کا ذکر فرمایا ہے، اس لیے اسے سورۂ معارج کہا جاتا ہے۔

۲- سَاَلَ سَآئِلٌ: چونکہ سورت کا آغاز اس لفظ سے کیا گیا ہے اس لیے اس سورت کو "سورۂ سَاَلَ سَآئِلٌ" بھی کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی قیامت کے احوال و مناظر بیان کیے گئے تھے، اس سورت میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "ایمان کے درجات میں ترقی کرنے کی ترغیب دلانا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر بیان کیے گئے ہیں۔
۲- اس سورت میں جہنم کے مختلف قسم کے عذابات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔
۳- سورت میں کچھ اعمال صالحہ کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ انسان ان پر عمل کر کے ایمان کے درجات میں ترقی کر سکے۔
۴- سورت میں کفار کو ان کی بعض اُخروی سزاؤں کی وعید سنائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ
اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۝ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ
قَرِیْبًا ۝ یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۝
یُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۝ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ
تُـْٔوِیْهِ ۝ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰی ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ
وَتَوَلّٰی ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ۝

شانِ نزول

ایک کافر تھا جس کا نام نضر بن حارث تھا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی تکذیب میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ کہنے لگا: "اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ" یعنی یہ دُعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن حق ہے اور آپ کی طرف سے (نازل کردہ) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دوسرا دردناک عذاب بھیج دے۔ اللہ ربّ العزّت نے اس کو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاکت سے دوچار کرادیا۔ (معارف القرآن) اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

قیامت کی ہولناکیاں

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے شانِ نزول میں ذکر کردہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک مانگنے والے نے اللہ تعالیٰ کا عذاب خود مانگا ہے، یہ عذاب ان کافروں پر ضرور واقع ہو کر رہے گا، اسے کوئی روک نہیں سکتا، کیونکہ یہ عذاب اس پاک پروردگار کی طرف سے ہوگا جو بلند درجات والا ہے، ان درجات میں فرشتے اور روح الامین یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام سب اس کی جانب چڑھتے ہیں، اور یہ عذاب اس دن واقع ہوگا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ یہ دن کافروں کے لیے اتنا دراز ہوگا جبکہ مؤمنین کے لیے اس کی مقدار ایک فرض نماز ادا کرنے کے وقت سے بھی کم ہوگی۔ (مسند احمد: ۱۱۷۱۷) لہٰذا اے نبی! آپ صبر کیجیے، قیامت زیادہ دور نہیں ہے۔

اس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوجائے گا اور پہاڑ رنگین روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا، اور کافر یہ تمنا کریں گے کہ ہم کسی طرح عذاب سے بچ جائیں، اگرچہ انہیں اپنی اولاد، اپنی بیوی، اپنے بھائی، اپنے سارے کنبہ بلکہ تمام روئے ارض کو اپنے فدیہ میں دینا پڑے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ انہیں اور ہر اس شخص کو جس نے دنیا میں حق سے پیٹھ پھیری ہوگی اور دوسروں کا حق مار کر یا حرص کی وجہ سے مال جمع کیا ہوگا، ایسی شعلے مارتی آگ میں جلنا ہوگا جو ان کی کھال تک اُتار دے گی۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ
هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ
يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ
ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم
بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

حقیقی نمازی کے اوصاف

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ انسان بہت کم ہمت ہے، جب اس کو ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع اور ہائے ہائے کرنے لگتا ہے اور جب اسے خوشحالی اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے، لیکن وہ لوگ جو حقیقی نمازی ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حقیقی نمازی سے مراد وہ نمازی ہیں جن میں درج ذیل صفات ہوں:

۱- جو پوری نماز میں اپنی نماز کی طرف متوجہ رہتے ہوں اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے ہوں، ادھر ادھر التفات نہ کرتے ہوں۔

۲- جو اپنے مال میں سے مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں سب کو دیتے ہوں۔

۳- جو قیامت کو حق مانتے ہوں۔

۴- جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہوں۔

۵- جو اپنے کردار کی حفاظت کرنے والے اور اپنی شرمگاہوں کو حرام سے بچانے والے ہوں۔

۶- جو امانتوں اور اپنے کیے ہوئے عہد کا پاس رکھتے ہوں۔

۷- جو گواہی دینے میں کمی بیشی نہ کرتے ہوں اور ٹھیک ٹھیک گواہی دیتے ہوں۔

۸- جو باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہوں۔

تو جن نمازیوں میں یہ سب صفات موجود ہوں وہ حقیقی نمازی کہلانے کے مستحق ہیں، اور ایسے لوگ عزّت کے ساتھ جنّت میں داخل کیے جائیں گے۔

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن
يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا
لَقَادِرُونَ ۝ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

کفّار کی جاہلانہ رَوِش

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کی جاہلانہ روش کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ کفّار حق کی تکذیب کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جماعتیں بنا بنا کر دوڑے چلے آتے ہیں، اور پھر اس باطل اور جاہلانہ روش پر بجائے افسوس کرنے کے اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور جنّت کی امید رکھتے ہیں۔ حالانکہ جب قیامت قائم ہوگی اور یہ قبروں سے نکلیں گے تو ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی، اور اس دن انہیں اپنے کیے کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں کفارِ مکہ کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

۲۔ اس کے بعد قیامت کے چند احوال اور مناظر پیش کیے گئے ہیں۔

۳۔ پھر حقیقی نمازیوں کے اوصاف ذکر فرما کر ان کا اخروی ثواب اور اجر بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں کفّار کی جاہلانہ رَوِش اور ان کا اُخروی انجام ذکر کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ المعارج بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ نُوْح

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب اور نزول دونوں اعتبار سے اکہتر (۷۱) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور اٹھائیس (۲۸) آیات پر مشتمل ہے۔

وجۂ تسمیہ

چونکہ اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا تفصیلی قصہ مذکور ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ نوح رکھا گیا۔

ماقبل سے ربط

سورۂ معارج کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت اس بات پر قادر ہے کہ وہ مشرکینِ مکہ سے بہتر اور اچھے لوگ لے آئے، اس سورت میں گزشتہ اقوام میں سے اسی کا ایک نمونہ پیش فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان کا عذاب آیا جس سے تمام کافر غرق ہو گئے اور وہ لوگ زندہ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور وہ یقیناً ان کافروں سے بہتر تھے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''دعوت الی اللہ میں خود کو فنا کر دینا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

۲- دعوت دینے کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ ترغیب اور ترہیب کے ذریعہ دعوت دینا ہے، اس کا بھی اس سورت میں ذکر ہے۔

۳- دعوت دینے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، بلکہ دن رات میں ہر لحظہ اور ہر لمحہ دعوت دینی چاہیے۔

۴- انفرادی اور اجتماعی ہر دو طریقوں سے دعوت دینی چاہیے۔

۵۔اس سورت میں استغفار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور دنیا اور آخرت میں استغفار کے ثمرات وفضائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۶۔اس سورت میں کائنات میں چہار سو پھیلی قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۷۔سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کی مومنین کے حق میں دُعا اور کافروں کے حق میں بددُعا بھی مذکور ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي لَكُمْ
نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ
إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾
فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ
وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنتُ
لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم
مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ
وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ انہیں وعظ ونصیحت کریں اور میرے عذاب سے ڈرائیں، حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت کے حکم کے مطابق قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، انہیں ترغیب اور ترہیب دونوں لحاظ سے سمجھایا، اللہ ربّ العزّت کا وعدۂ مغفرت انہیں سنایا کہ اگر تم اس کی عبادت کرو گے تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا، ساڑھے نو سو سال آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی، لیکن قوم اپنی سرکشی سے باز نہ آئی، بلکہ الٹا آپ کو اذیت پہنچانے اور تکلیف دینے کے درپے ہو گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کی قوم آپ پر تشدد کرتی لیکن آپ ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے، جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو بالآخر آپ نے بارگاہ خداوندی میں دست دُعا دراز فرمائے اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو شب وروز، اعلانیہ و پوشیدہ غرض ہر طرح آپ کا پیغام سنایا، انہیں وعظ ونصیحت کی، لیکن وہ باز نہ آئے بلکہ اپنی سرکشی میں مزید بڑھ گئے، اور میں جب بھی انہیں آپ کا پیغام سناتا وہ اپنے کانوں میں انگلی ڈال لیتے اور تکبر

کرتے تھے۔ میں اس پر انہیں استغفار کرنے کی تلقین کرتا اور انہیں استغفار کے فضائل بیان کرتا تھا۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کے چند فضائل اور فوائد بیان فرمائے ہیں:

"اِستغفار" کے دُنیوی اور اُخروی فوائد

اِستغفار کا اُخروی فائدہ تو یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ ربّ العزّت گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ جبکہ اس کے دنیوی فوائد بے شمار ہیں، اس کی برکت سے اللہ ربّ العزّت موسلا دھار بارشیں برساتے ہیں، مال اور اولاد میں برکت عطا فرماتے ہیں، باغات اور نہروں سے نوازتے ہیں، گویا استغفار رضائے الٰہی اور معاشی ترقی کا ذریعہ ہے، استغفار کی برکت سے رزق، مال، اولاد اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ انسان اللہ ربّ العزّت کا حق اور اس کی قدر نہیں پہچانتا۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝
وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ
وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝ مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ
أَنصَارًا ۝ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا
يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا
تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

قوم کا حضرت نوح علیہ السلام کو جواب

حضرت نوح علیہ السلام کی شب وروز اعلانیہ و پوشیدہ تبلیغ کے باوجود ان کی قوم نے اپنا طرز اور رَوِش نہیں بدلی، اور اپنے کُفر اور شرک پر ڈٹے رہے، اور کہا کہ ہم اپنے خداؤں خاص کر "وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر" کو نہیں چھوڑیں گے، یہ ان کے پانچ بتوں کے نام تھے، جو دراصل اپنے زمانے میں اللہ ربّ العزّت کے نیک و صالح بندے تھے، ان کے بہت سے معتقد اور متبعین تھے، ان کی وفات کے بعد شیطان نے ان کے متبعین کو بہلا پھسلا کر ان کی عبادت پر لگا دیا، یہاں سے بُت پرستی شروع ہوئی تھی، ان پانچ بتوں کی عظمت چونکہ قوم کے دلوں میں سب سے زیادہ تھی اس لیے ان کا نام خاص طور پر لیا۔ ان کے اس جواب پر حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف بددُعا کی اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے پروردگار! آپ زمین پر ان کافروں کا ایک بھی گھر آباد نہ چھوڑیے، کیونکہ اگر آپ نے ان کو مزید مہلت دی تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے، اللہ ربّ العزّت نے حضرت نوح علیہ السلام کی بددُعا قبول فرمائی اور ان پر طوفان کا عذاب بھیجا جس میں یہ ساری قوم غرق ہو کر ہلاک ہوگئی، صرف وہ چند لوگ بچے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔

اللہ ربّ العزّت نے ان ہلاک شدہ لوگوں کے بارے میں اطلاع دی کہ یہ لوگ ہلاکت کے فوراً بعد آگ کے عذاب میں مبتلا کردیے گئے۔ جس سے مراد قبر اور برزخ کا عذاب ہے، کیونکہ جہنم کا عذاب تو قیامت کے حساب وکتاب کے بعد ہوگا۔ معلوم ہوا کہ عذابِ قبر قرآن سے بھی ثابت ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا تفصیلی قصہ ذکر کیا گیا ہے، ان کی تبلیغ، وعظ ونصیحت اور قوم کی سرکشی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۔ سورت میں اِستغفار کے دنیوی اور اُخروی فضائل اور فوائد بھی مذکور ہیں۔

۳۔ اللہ ربّ العزّت کی توحید کے چند دلائل بھی اس سورت میں ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۔ سورت کے آخر میں حضرت نوح علیہ السلام کی بددُعا اور قوم کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

تمت سورة نوح بعون اللہ سبحانہ وتعالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْجِنّ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے بہتر (۷۲) جبکہ نزول کے اعتبار سے چالیس (۴۰) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور اٹھائیس (۲۸) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کو سورۃ الجن اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں جنات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے استغفار کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ استغفار کی برکت سے اللہ ربّ العزّت موسلا دھار بارش برسائیں گے، اس سورت میں استقامت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہی مضمون ارشاد فرمایا۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ انسانوں کی طرح جنّات بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔

عمومی مضامین

۱۔ جنّات کا قرآن پاک پر ایمان لانے کا واقعہ اس سورت میں مذکور ہے۔
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد جنّات کے احوال کا بیان۔
۳۔ ساری مساجد اللہ ربّ العزّت کی ہیں۔
۴۔ عالم الغیب صرف اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے، قیامت کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ

نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ
شَطَطًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّا لَمَسْنَا
السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ
الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ کی غرض سے طائف تشریف لے گئے تھے تو وہاں سے واپسی کے سفر میں آپ وادی نخلہ پہنچے، آپ نے وہاں فجر کی نماز پڑھائی، اسی دوران جنات کی ایک جماعت جو دراصل ایک سروے ٹیم تھی، وہ یہاں سے گزری، اور وہ اس بات کی تحقیق کر رہی تھی کہ زمین میں ایسا کون سا غیر معمولی واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا ہے۔ تو جب یہاں سے گزرے اور انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنا تو وہ فوراً ہی مسلمان ہو گئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے ایک درخت نے اطلاع دی، پھر اللہ ربّ العزّت نے یہ سورت نازل فرما دی جس میں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

جنّات کی حقیقت

جن اللہ ربّ العزّت کی مخلوقات میں سے ایک ایسی مخلوق کا نام ہے جو جسم اور روح کا مرکب ہے اور انسانوں کی طرح عقل و شعور رکھتی ہے، مگر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے، ان کی تخلیق آگ سے کی گئی ہے، ان میں بھی انسانوں کی طرح نر اور مادہ ہوتے ہیں اور انسانوں ہی کی طرح توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے۔ یہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی ہیئت اور شکل بدل سکتے ہیں۔ جنات اور فرشتوں کا وجود قرآن و سنّت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

جنّات کے ایمان لانے کا واقعہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے جنات کے قرآن سننے اور ایمان لانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو شان نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ وہ تقریباً سات یا نو جن تھے جو نصیبین کے رہنے والے تھے، انہوں نے مقام نخلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآن کریم کی تلاوت سنی تو قسمیں کھا کر ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ یہی وہ کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل بنا ہے، انہوں نے وہیں ایمان قبول کیا اور اپنی قوم کو جا کر اطلاع دی کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی جانب رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کی ذات بلند و بالا ہے، اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد، اب تک ہم جہالت

میں رہے کیونکہ ہماری قوم کے بے وقوف اللہ ربّ العزت کی شان میں بے سروپا باتیں کرتے تھے اور ہمیں یہ گمان نہیں تھا کہ کوئی انسان یا جن اللہ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرتا ہو، اب ہم پر حقیقت واضح ہو گئی ہے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کسی جنگل میں قیام کرتے تو اس جنگل کے جنات کی پناہ مانگتے تھے، اس سے جنات یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو انسان سے بھی افضل ہیں، اس بات نے جنات کی گمراہی اور سرکشی میں مزید اضافہ کر دیا۔ لیکن اب حالات بدل چکے ہیں، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی ہے، اس لیے اب جنات آسمانی خبریں سننے کے لیے اوپر نہیں جا سکتے، اگر کوئی جن یہ کوشش کرے گا تو اسے تارہ ٹوٹ کر لگے گا۔

بعض صحابہؓ کی جنّات سے ملاقات

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک مقام پر ایک بوڑھے جن کو دیکھا جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ تم اس جبہ کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہو، یہ جبہ سات سو سال سے میرے بدن پر ہے، اسی جبہ میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، پھر اسی جبہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور میں ان جنات میں سے ہوں جن کے بارے میں سورۂ جن نازل ہوئی ہے۔ (معارف القرآن)

ایک اور صحابی رسول جن کا نام حضرت رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا، وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ ایک وادی میں گئے، اور وہاں پہنچ کر اپنی قوم کی عادت کے مطابق یہی کہا کہ میں اس وادی کے جنّ سردار کی پناہ میں آتا ہوں، تو ایک جنّ نے انہیں جھنجھوڑا، اور کہا کہ ایسا مت کہو، تم کسی کی پناہ میں نہیں ہو، تم یوں کہو: ''اعوذ باللہ ربّ محمد من ھذا الوادی'' میں محمد کے ربّ اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں اس وادی (کے شر) سے! انہوں نے پوچھا کہ محمد کون ہے؟ تو جنّ نے بتایا کہ وہ اللہ ربّ العزّت کے نبی ہیں، اور یثرب میں رہتے ہیں۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد مدینہ گیا، وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، ان کو سارا واقعہ سنایا، حضور نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں مسلمان ہو گیا۔ (معارف القرآن)

ایک عجیب و غریب واقعہ

تفسیر ''روح البیان'' میں ایک عجیب و غریب واقعہ مذکور ہے۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور بتایا کہ ہم سفر میں تھے، ہم نے اچانک خون میں لت پت ایک سانپ پایا، ہمارے ایک ساتھی نے اپنے عمامے (پگڑی) سے کپڑے کا ایک ٹکڑا پھاڑا، اور اس میں اس سانپ کو لپیٹ کر دفن کر دیا، شام کو ہم ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے تو ہمارے پاس دو خواتین آئیں جو جنوں کی

حسین ترین خواتین میں سے تھیں، کہنے لگیں کہ تم میں عمرو کے ساتھی کون ہیں؟ تم میں سے سانپ کو دفن کرنے والے کون ہیں؟ ہم نے اس ساتھی کی جانب اشارہ کیا، وہ کہنے لگیں کہ یہ سانپ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سننے والے جنّات میں سے آخری جن تھے، جو مسلمان اور کافر جنّات کی باہمی لڑائی اور جہاد میں شہید ہو گئے، اگر آپ نے انھیں دُنیوی معاوضے کے لیے دفن کیا ہو تو ہم بدلہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم نے تو رضائے الٰہی کے لیے ایسا کیا ہے! وہ کہنے لگیں: تم نے بہت اچھا کیا! اور چلی گئیں۔ کپڑے میں لپیٹنے والے صحابی کا نام حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اور یہ جن عمرو بن خابر رضی اللہ عنہ تھے۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ساری مساجد اللہ ربّ العزّت کی ہیں!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ مساجد اور سجدہ گاہیں اللہ ربّ العزّت کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں، اس لیے مساجد کو اعمالِ باطلہ سے پاک اور صاف رکھو۔ بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ مساجد سے مراد سجدے ہیں، اور آیت کا مطلب یہ ہے سجدے صرف اللہ ربّ العزّت کے لیے مخصوص ہیں، اللہ ربّ العزّت کے علاوہ کسی کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے، لہٰذا غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

''مختارِ کل'' اللہ تعالیٰ ہے!

اور ان مشرکین کی حالت یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد بھیڑ لگا دیتے ہیں، اور نہایت تعجب اور عداوت کا اظہار کرتے ہیں، اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور میں خود سے نہ تمہارے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا، یعنی تم جو یہ فرمائشیں کرتے ہو کہ اگر آپ رسول ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر دیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مختارِ کل اللہ تعالیٰ ہے۔

''عالم الغیب'' صرف اللہ ربّ العزّت کی ذات ہے!

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ اے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ عالم الغیب ذات صرف اللہ ربّ العزّت کی ہے، وہ غیب کی باتوں پر ہر کسی کو مطلع نہیں فرماتے، ہاں اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر اور رسول کو اگر غیب کی کسی بات پر مطلع کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خبر کر دیتا ہے۔ اور اللہ ربّ العزّت جب انبیاء علیہم السلام کو کوئی وحی فرماتے ہیں تو فرشتوں کے ذریعے اس کی مکمل نگرانی بھی کرواتے ہیں۔

قرآن وسنّت کی سینکڑوں نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی ہے، البتہ انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں اللہ ربّ العزّت نے بذریعہ وحی بتائی ہیں اور انبیاء علیہم السلام اسی حد تک غیب کی خبریں بتاتے ہیں، تاہم اس سے انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا، بلکہ وہ صرف اللہ ربّ العزّت ہی کی صفت ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے جنات کے ایمان لانے کا ایک واقعہ بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ جنات سے متعلق کفار ومشرکین کے چند باطل عقائد کی تردید فرمائی۔

۲۔ اس سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مساجد اور سجدہ گاہیں اللہ ربّ العزّت کی ملکیت ہیں، اور سجدہ بھی صرف اسی کو روا ہے، اس کے علاوہ کسی غیر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ کفارِ مکہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے جا مطالبات کا جواب بھی اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ عالم الغیب صرف اسی کی ذات ہے، انبیاء علیہم السلام کے پاس جو غیب کی باتیں ہیں وہ اللہ ربّ العزّت کی بتائی ہوئی ہیں۔

تمت سورۃ الجن بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّل

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب میں تہتر (۷۳) جبکہ نزول میں تیسرے نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور بیس (۲۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزمل لقب سے خطاب فرمایا ہے، اس لیے سورت کا نام سورۃ مزمل رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور نماز کا تذکرہ فرمایا تھا، اس سورت میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ تہجد اور آہِ سحر گاہی دین کے داعیوں کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اسی لیے دین کے داعیوں کو تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے۔

عمومی مضامین

اس سورت میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند احکام مرحمت فرمائے ہیں:

۱۔ تہجد کی نماز کا حکم، (ابتدائے اسلام میں تہجد کی نماز فرض تھی)۔

۲۔ قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم۔

۳۔ اللہ ربّ العزت کو کثرت سے یاد کرنا۔

۴۔ ہر معاملے میں اللہ ربّ العزت پر اعتماد اور توکل کرنا۔

۵- مشرکین کی ایذا و تکالیف پر صبر کرنا۔

۶- اُمت کے حق میں تہجد کی فرضیت کی منسوخی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کی فرضیت برقرار رکھنے کا حکم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۗ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

شانِ نزول

سب سے پہلے غارِ حرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل امین نازل ہوئے اور سورۂ علق کی ابتدائی آیات آپ کو سنائیں، یہ فرشتے کا نزول اور وحی کی شدت چونکہ پہلی مرتبہ ہوئی تھی جس کا طبعی اثر یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ ہوگئی، آپ گھر تشریف لائے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پکارا اور ارشاد فرمایا: "زملونی زملونی" مجھے کمبل اوڑھاؤ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چادر اوڑھا دی، آپ چادر اوڑھ کر سو گئے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

تہجد کی نماز کے اَحکام

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تہجد کی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آدھی رات یا اس سے کم و بیش حصہ اللہ رَبّ العزّت کی عبادت میں گزاریں۔

اس آیت کی رو سے تہجد کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اُمت پر فرض کی گئی تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں۔ ان آیات میں تہجد کی نماز کو صرف فرض ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں کم از کم ایک چوتھائی رات مشغول رہنا بھی فرض قرار دیا گیا، اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رات کے اکثر حصے کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کے قدموں پر ورم آگیا، اس لیے اللہ رَبّ العزّت نے کچھ عرصہ بعد اس سورت کا آخری حصہ نازل فرمایا جس نے اس طویل قیام کی پابندی منسوخ کردی اور اختیار دے دیا کہ جتنی آسانی سے ممکن ہو، اتنا وقت خرچ کرنا نماز تہجد میں کافی ہے۔

قرآنِ کریم کو ترتیل سے پڑھنا واجب ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ ترتیل کا معنیٰ کلمات کو سہولت اور ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے کے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن میں جلدی نہ کریں بلکہ ترتیل و تسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر اور غور کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ کی خاص ہدایات

تہجد کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کے حکم کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مزید ہدایات ارشاد فرمائی ہیں، جن میں اللہ ربّ العزّت کا ذکر اور اس کو کثرت سے یاد کرنا سرفہرست ہے، اور دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ آپ تمام مخلوقات سے قطع نظر کر کے صرف اللہ ربّ العزّت کی رضاجوئی اور اس کی عبادت میں لگ جائیں۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دنیا اور مافیہا کو چھوڑ کر اللہ ربّ العزّت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ لیکن اس کا مطلب رہبانیت اختیار کرنا نہیں ہے، کیونکہ رہبانیت اس ترکِ دنیا اور ترکِ تعلقات کا نام ہے جس میں تمام لذائذ اور حلال طیب چیزوں کو عبادت کی نیت سے چھوڑ دیا جائے یعنی یہ اعتقاد ہو کہ ان حلال چیزوں کو چھوڑے بغیر اللہ ربّ العزّت کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ جبکہ یہاں جس ترکِ تعلقات کا حکم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے تعلق پر کسی دوسری مخلوق کا تعلق غالب نہ آئے۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت پر توکل اور کفار کی ایذا اور تکالیف و مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں، میں ان کو سخت سزا اور عذاب دوں گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور انہیں ایسا کھانا دیا جائے گا جس کو نہ نگلا جا سکے گا نہ باہر اگلا جا سکے گا۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

قیام اللیل (تہجد) کی فرضیت منسوخ ہوگئی

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں پر قیام اللیل کو فرض قرار دیا

تھا اور اس قیام کا طویل ہونا بھی فرض تھا، مگر طوالت میں اختیار تھا کہ آدھی رات سے کچھ کم یا زیادہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اس فرض کی ادائیگی پر عمل کرنے لگے اور رات کا زیادہ وقت نماز میں گزار دیتے جس سے ان کے پاؤں پر ورم آ گئے۔ صحابہ کرام کی یہ محنت اور مشقت اللہ کے سامنے تھی وہ اس سے بخوبی واقف تھے، اس لیے اللہ ربّ العزّت نے صحابہ کرام کی سہولت کی خاطر یہ حکم (قیام اللیل کی فرضیت) منسوخ کر دیا۔ البتہ اس کا استحباب اور اللہ ربّ العزّت کے نزدیک پسندیدہ ہونا پھر بھی باقی رہا اور حکم فرما دیا کہ اب وقت اور تلاوت قرآن کی کوئی تحدید نہیں ہے، بلکہ ہر شخص اپنی اپنی طاقت و فرصت کے مطابق جتنے وقت میں تہجد ادا کر سکے کر لے اور اس میں جتنا قرآن پاک سہولت سے پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ اور اب یہ نماز نفل ہوگی، اور درجات کی ترقی کا باعث بنے گی، اس لیے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو تہجد کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں طویل قراءت اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف ہدایات دی گئی ہیں، جن میں ذکر باری تعالیٰ کی کثرت، اللہ ربّ العزّت پر توکل اور کفار کی ایذا اور تکالیف پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۳۔ سورت کے آخر میں تہجد کی فرضیت منسوخ کر دی گئی اور حسب سہولت تہجد پڑھنے اور اس میں اپنی سہولت کے مطابق تلاوت قرآن کرنے کی رخصت دی گئی۔

تمت سورة المزمل بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔قرآنی ترتیب کے لحاظ سے چوہتر (۷۴) جبکہ نزول کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر ہے۔جبکہ بعض روایات میں اس سورت کا سورۂ علق کے بعد نازل ہونا بھی وارد ہے، یہ سورت دو رکوع اور چھپن (۵۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجۂ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کہہ کر خطاب فرمایا ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ مدثر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ مدثر اور سورۂ مزمل ایک ہی قصہ سے متعلق نازل ہوئی ہیں۔سورۂ مزمل وحی کی ابتداء سے متعلق نازل ہوئی جبکہ سورۂ مدثر پہلی وحی کے بعد فترت کے زمانے کے اختتام پر دوسری وحی کے موقع پر نازل ہوئی۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع دعوت الی اللہ کی خوب کوشش کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دین کا بیڑا اٹھانے کا حکم فرمایا ہے۔

۲۔کفّار کے لیے سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

۳۔دینِ حق سے اعراض کرنے والوں کے نمونے اور ان کے اعراض کے سبب بیان کیا گیا ہے۔

۴۔جہنم کی آگ کی ہولناکی اور جہنم کے داروغوں کے اوصاف بھی اس سورت میں مذکور ہیں۔

۵۔آخرت میں فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے درمیان ہونے والے مکالمہ کو بھی اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔جب کفّارِ مکہ کو دینِ حق کی دعوت دی جاتی تو ان کا جو رَدِّ عمل ہوتا تھا اسے بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ○ ذَرْنِيْ
وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ
اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ
قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ
هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ○ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝

شانِ نزول

یہ سورت بھی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ (تقریباً چھ ماہ تک) وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، جسے ''فترتِ وحی'' کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں بہت مضطرب رہتے تھے۔ اس زمانہ فترت کے آخر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے، اوپر سے کچھ آواز سنی تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں سورۂ اقرأ کی آیات لے کر آیا تھا وہی آسمان کے نیچے فضا میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی طبعی رعب وہیبت کی کیفیت طاری ہوگئی جو غارِ حرا میں پہلی وحی کے وقت ہوئی تھی، سخت سردی اور کپکپی کے احساس سے آپ گھر واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ''زملونی زملونی'' یعنی ''مجھے چادر اُڑھاؤ! مجھے چادر اُڑھاؤ!'' اس پر سورۂ مدثر کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والے سات اَحکام

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات حکم دیے ہیں جن کا تعلق دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ خلق سے ہے، اس لیے یہ احکام تمام داعیانِ دین کے لیے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں:

۱۔ **قم**: آپ کھڑے ہوجایئے، یعنی اب کمر کس لیجیے اور ہمت کرکے خلقِ خدا کی اصلاح کی خدمت سنبھالیے، اور اُمت کو دوزخ کی تاریک راہوں سے نکال کر جنت کی چکاچوند روشنیوں کی طرف لے جایئے۔

۲- فانذر: انسانوں کو اللہ رب العزت کی پکڑ، اس کے عذابات اور جہنم سے ڈرایئے۔

۳- وربک فکبر: اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے۔

۴- وثیابک فطھر: اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے۔ اس سے مراد ظاہری طہارت اور پاکی بھی ہے اور باطنی بھی، یعنی اپنے عقائد، اخلاق اور اعمال بھی پاک کیجیے اور ظاہری طور پر اپنے لباس کو پاک صاف رکھیے۔

۵- والرجز فاھجر: بت پرستی، شرک اور گناہوں کی گندگی سے خود کو محفوظ رکھیے۔

۶- ولا تمنن تستکثر: کسی شخص پر احسان اس نیت سے نہ کیجیے کہ جو کچھ اس کو دیا ہے اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کل شادی بیاہ میں جو نیوتہ کی رسم رائج ہو چکی ہے اور لوگ یہ سوچ کر پیسہ دیتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے زیادہ پیسے دیں گے، شرعاً درست نہیں ہے۔

۷- ولربک فاصبر: اور اللہ رب العزت کے احکام کی پابندی پر اپنے نفس کو قائم رکھیے اور دعوت دین کی وجہ سے ملنے والی تکالیف اور مصائب پر بھی صبر کیجیے۔

ایک مال دار کافر کا واقعہ

مکہ مکرمہ میں ایک بہت مالدار کافر تھا جس کا نام ولید بن مغیرہ تھا، (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسی کے بیٹے ہیں) اس کو اللہ رب العزت نے دنیا کی مال و دولت اور اولاد نہایت فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھی، اس کی زمین وجائیداد اور باغات مکہ مکرمہ سے طائف تک پھیلے ہوئے تھے اور اس کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ دینار تھی، یہ عرب کا سردار مانا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو بے ساختہ اسے کلام الٰہی ماننے پر مجبور ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ یہ کلام نہ کسی انسان کا ہو سکتا ہے نہ کسی جن کا، اس میں بڑی حلاوت اور شیرینی ہے۔ جب ابوجہل اور قریش کے دوسرے کافر سرداروں کو اس بات کا پتہ چلا تو انہیں فکر ہوئی کہ یہ مسلمان نہ ہو جائے، ابوجہل نے کہا کہ میں اس کے پاس جا کر اسے ٹھیک کرتا ہوں، چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور اس کو غصہ دلانے کے لیے کہا کہ شاید تم بھوکے ہو اسی لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتے ہو تاکہ کچھ کھانے کو مل جائے، اگر ایسا ہے تو ہم تمہاری امداد کر دیتے ہیں۔ ولید نے جب یہ بات سنی تو اسے غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ محمد اور اس کے ساتھیوں کا محتاج نہیں ہوں، میرے مال وجائیداد کی کثرت تمہیں معلوم ہے۔ البتہ تم لوگ جو یہ کہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہے تو یہ بات اتنی بے سروپا ہے کہ کوئی اس پر یقین نہیں کر سکتا، تم انہیں شاعر کہتے ہو حالانکہ انہیں کبھی شعر کہتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، تم انہیں جھوٹا کہتے ہو حالانکہ زندگی میں کبھی بھی ان کے منہ سے کوئی جھوٹی بات نہیں نکلی، ابوجہل نے ان سب باتوں کا اقرار کیا، اور ولید سے پوچھا کہ پھر ان کو کیا کہا جائے، اس پر اس نے پہلے دل میں سوچا، پھر ابوجہل کی طرف نظر اٹھائی، پھر منہ بسورا جس سے نفرت کا اظہار ہوا اور آخر میں کہنے لگا کہ ان کو مجنون، شاعر، کاہن یا کذاب تو نہیں کہا جا سکتا، البتہ ان کو ساحر اور جادوگر کہہ سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ فرمایا کہ ہم نے اسے مال وجائیداد عطا کی، اسے اولاد دی جو اس کے پاس حاضر اور موجود رہتی تھی، اس نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے ہماری آیات کا انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادوگر ہونے کا الزام لگایا اور قرآن کو انسان کا کلام کہا، اس لیے اس کا ٹھکانا جہنّم ہے، جس کی ہولناکی کا اسے اندازہ تک نہیں، وہ کچھ بھی نہیں چھوڑے گی، اور چمڑے کو جلا کر راکھ کردے گی، اس کے انیس داروغے ہیں۔

جہنّم کے داروغوں کی تعداد اور کُفّار کا اِستہزا

جب کُفّار نے سنا کہ جہنّم کے انیس داروغے ہیں تو ان میں سے ایک شخص (جس کو ابوالاسلین کہا جاتا تھا) نے کہا کہ اے قریش کی قوم! تم فکر نہ کرو، ان انیس کے لیے تو میں اکیلا کافی ہوں، اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ وہ داروغے فرشتے ہیں جنہیں شکست دینا اور ان پر غالب آنا تمہارے بس میں ہی نہیں، اور یہ انیس کی تعداد بھی دراصل تمہارا امتحان ہے، اس سے تمہارا کفر کھل گیا اور اہلِ کتاب کا اس بات پر یقین کامل ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حق ہے، کیونکہ ان کی اپنی کتاب میں بھی جہنّم کے داروغوں کی یہی تعداد درج ہے، اور اس سے اہلِ ایمان کے ایمان اور پختہ ہو گئے۔

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ۝ فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ۝ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ۝ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ۝ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ ٱلتَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍۭ ۝ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ ٱلْءَاخِرَةَ ۝ كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ وَأَهْلُ ٱلْمَغْفِرَةِ ۝

اہلِ جنّت اور اہلِ جہنّم کا باہمی مکالمہ

قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال میں جکڑا بندھا ہوگا سوائے ان لوگوں کے جن کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملا ہوگا اور انہوں نے دنیا میں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کردیے ہوں گے وہ جنّت میں جائیں گے، اور جنّت کے بالاخانوں میں بیٹھ کر جہنّم والوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچے؟ اور کس وجہ سے جہنّم کی آگ کا ایندھن بنے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور غرباء و مساکین کے کھانے کا خیال نہیں رکھتے تھے، یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، گویا نہ رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا، اور بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر بحث مباحثہ میں مشغول رہتے تھے اور قیامت کے دن کی بھی تکذیب کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی، اور ہم مبتلائے عذاب ہو گئے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اب کوئی سفارش ان کے کام نہیں آئے گی، کیونکہ جب دنیا میں نصیحت

قبول کرنے کا وقت تھا تب یہ اس نصیحت سے ایسے بھاگتے تھے جیسے وحشی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں، انھیں آخرت کا ذرا خوف نہیں تھا، اس لیے یہ مغفرت کے لائق نہیں ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقریباً سات احکام عنایت فرمائے جن کا تعلق دعوت وتبلیغ سے ہے اور یہ احکام دعوتِ دین کے کام میں تمام داعیوں کے لیے اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۔اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے مکہ مکرمہ کے ایک خاص کافر کا تذکرہ فرمایا، اس کی بدبختی اور اسلام سے دشمنی کو بیان فرمایا اور اس کے اُخروی انجام کو بھی ذکر کیا۔

۳۔سورت میں جہنّم کی ہولناکیوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

۴۔اہلِ جنّت اور اہلِ جہنّم کا مکالمہ اور جہنمیوں کے جہنّم میں جانے کے اسباب بھی اس سورت میں ذکر کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ المدثر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الْقِيٰمَة

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں پچھتر (۷۵) جبکہ نزول کے اعتبار سے اکتیس (۳۱) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور چالیس (۴۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت میں قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۃ القیامۃ رکھا گیا۔

ماقبل سے ربط

سورۂ مدثر کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے جہنمیوں کے جہنم میں جانے کا ایک سبب یہ بیان فرمایا تھا کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے حق ہونے کے دلائل اور قیامت کے احوال بیان فرمائے ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "قیامت" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں اور قیامت سے متعلق مختلف شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

۲- اس سورت میں انسان کی تخلیق کے مراحل ذکر فرما کر قیامت کے وقوع کی دلیل دی گئی ہے کہ جو ذات انسان کو اتنے مراحل سے گزار کر پیدا کرسکتا ہے وہ دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى
قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ
الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝
وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝

نفسِ اِنسانی کی اَقسام

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے دِن اور نفسِ لوامہ کی قسم کھا کر قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔ انسانی نفس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ **نفسِ اَمّارہ**: جو انسان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کے خلاف ایسے ہی جنگ کرنی چاہیے جیسے شیطان کے خلاف کی جاتی ہے۔ اس کے تقاضوں کو دبانا چاہیے اور اس پر محنت کرنی چاہیے، جب اس پر محنت کی جاتی ہے اور ریاضت ومجاہدہ کیا جاتا ہے تو یہ نفسِ لوامہ بن جاتا ہے۔

۲۔ **نفسِ لوّامہ**: جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے، انسان کو توبہ کی جانب مائل کرتا ہے، اسے استغفار پر ابھارتا ہے۔ جب اس پر مزید محنت کی جائے اور اعمال صالحہ اور اللہ ربّ العزّت کے قرب کے حصول کی مسلسل کوشش کی جائے تو یہ نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔

۳۔ **نفسِ مطمئنہ**: وہ نفس ہے کہ شریعت اس کی طبیعت بن جائے اور خلافِ شرع کام سے طبعی نفرت ہونے لگے۔

تو اللہ ربّ العزّت نے یہ قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا کہ انسان کیا سمجھتا ہے کہ جب وہ موت کے بعد مٹی ہو جائے گا اور اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی تو ہم ان کو دوبارہ کیسے جمع کریں گے، جبکہ ہم تو اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پورے بھی دوبارہ اسی طرح بنا دیں۔ حالانکہ اربوں انسانوں میں ایک انسان کے پورے دوسرے انسان سے نہیں ملتے، ہر ایک کا فنگر پرنٹ دوسرے سے مختلف ہے، اسی لیے ہر زمانے میں انگوٹھے کے نشان اور فنگر پرنٹس کو ایک امتیازی چیز قرار دے کر سرکاری دستاویزات اور عدالتی فیصلوں میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔

قیامت کے اَحوال

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند احوال بیان فرمائے کہ جب قیامت آئے گی تو نگاہیں چندھیا جائیں گی، چاند اور سورج بے نور کر دیے جائیں گے، انسان اس دِن اپنے لیے کوئی راہِ فرار تلاش کرے گا، لیکن اس کو کوئی

جائے فرار نہیں ملے گی، ہر ایک کو اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہونا ہوگا، جہاں اسے اس کے اگلے پچھلے سب اعمال کی اطلاع دی جائے گی، انسان اس دن مختلف بہانے بنائے گا اور مختلف عذر بیان کرے گا لیکن اس کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝

اللہ رَبّ العزّت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص ہدایت

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی لے کر نازل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یاد رکھنے کی غرض سے جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیتے تا کہ وحی کا کوئی حصہ یاد سے رہ نہ جائے، یہ عمل کافی دشوار گزار ہوتا، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیک وقت وحی کو کان لگا کر سننا بھی پڑتا اور یاد رکھنے کی غرض سے اسے دہرانا بھی پڑتا تھا، اس لیے اللہ رَبّ العزّت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولت کی غرض سے فرمایا: "لا تحرك به لسانك لتعجل به" کہ اے حبیب! آپ قرآن پاک کو عجلت کے ساتھ نہ پڑھا کیجیے، کیونکہ قرآن پڑھانا اور ان تمام آیات کو آپ کے دل میں جمع کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور پھر اس کو آپ سے اسی طرح پڑھوا دینا اور اس کی تشریح و وضاحت کروانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اس لیے اب سے آپ وحی نازل ہوتے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ نہ پڑھا کریں بلکہ اس وقت خاموش ہو کر سنا کریں اور جب وہ فارغ ہو جائیں تب پڑھ کر سنا دیا کریں۔

اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ احادیث حُجت ہیں

۱۔ پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اس آیت میں اللہ رَبّ العزّت نے قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری بھی لی اور اس کی وضاحت اور تشریح کی ذمہ داری بھی اپنے ذمہ لی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح قرآن کریم حجت ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین بھی حجت ہیں، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین اور احادیث مبارکہ دراصل قرآن پاک کی تشریح اور وضاحت ہی ہیں جو اس آیت کی رو سے اللہ رَبّ العزّت کے ذمہ ہے، تو گویا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث اللہ رَبّ العزّت ہی کی تعلیم کردہ باتیں ہیں۔

۲-اتباعِ قرآن کا معنی

۲-اس آیت میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک پڑھ کر سنا رہے ہوں تو آپ ساتھ ساتھ نہ پڑھا کریں، بلکہ اس وقت خاموشی اختیار کر کے ان کی تلاوت سماعت فرمایا کریں۔ اس سے ایک فقہی مسئلہ میں احناف کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ باجماعت نماز میں جب امام قراءت کر رہا ہو تو مقتدیوں کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اور امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے الفاظ اور معانی وغیرہ کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے لی ہے، لہٰذا دنیا کی کوئی طاقت دین اور قرآن وحدیث کو ختم یا تبدیل نہیں کر سکتی۔

قیامت کے چند مزید احوال

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے قیامت کے چند مزید احوال بیان فرمائے کہ اس دن بعض چہرے تر وتازہ اور ہشاش بشاش ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہوں گے، جبکہ بعض چہرے اس دن نہایت بدرونق ہوں گے، اور وہ اللہ رَبّ العزّت کے عذاب کا سوچ سوچ کر دل میں ڈر رہے ہوں گے۔

موت کا منظر

قیامت کے احوال بیان فرمانے کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے موت کے وقت کی حالت بیان فرمائی ہے اور انسان کو متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی موت کو نہ بھولے اور موت سے پہلے پہلے ایمان اور عمل صالح کی طرف آ جائے تاکہ آخرت میں نجات مل سکے، چنانچہ مذکورہ بالا آیات میں موت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا کہ جب موت سر پر آ کھڑی ہو اور روح ہنسلی میں اٹک جائے اور تیماردار عیادت کرنے والے دوا اور علاج سے عاجز آ کر جھاڑ پھونک کرنے والوں کو تلاش کرنے لگیں اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پر لپٹنے لگے، ایڑی ایڑی سے ملنے لگے تو یہ وقت اللہ رَبّ العزّت کے پاس جانے کا ہوتا ہے، اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی عمل کام آتا ہے، اس لیے عقل مند پر لازم ہے کہ اس وقت سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ کیونکہ جو خالی ہاتھ اپنے پروردگار کے پاس گیا اور اس نے اپنی زندگی میں نہ نماز پڑھی ہو اور نہ صدقہ دیا ہو، بلکہ احکام شرع کو جھٹلاتے ہوئے تکبر کرتا رہا ہو تو اس شخص کے لیے سوائے پچھتاوے اور ہلاکت کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

تخلیقِ انسانی کے مراحل

سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے انسان کی تخلیق کے مراحل بیان کرتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی کو ثابت فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ انسان کو کیا لگتا ہے کہ اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے کوئی سوال وجواب اور حساب وکتاب نہیں ہوگا۔ ذرا انسان کی تخلیق پر غور کیجیے کہ اسے منی کے ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا گیا، پھر وہ جمے ہوئے

خون کا ایک لوتھڑا بن گیا، پھر اللہ ربّ العزّت نے اس کے اعضا برابر کر کے اسے زندگی دے دی، اور انہیں جوڑا جوڑا بنا دیا۔
تو جس رب نے انسان کو اتنے مراحل سے گزار کر زندگی دی ہو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو دوبارہ زندگی دے سکے۔
(کیوں نہیں! یقیناً پروردگار عالم اس پر قادر ہے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سورۂ قیامہ کی اس آیت کی تلاوت کرے تو اس کو یہ کلمات کہنا چاہئیں: "بلی وانا علی ذلك من الشاهدين" یعنی اب میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جو اس کی گواہی دیتے ہیں۔ (معارف القرآن)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں قسمیں کھا کر قیامت کے حق ہونے کو ثابت کیا گیا اور اس پر وارد ہونے والے بعض شبہات کا جواب بھی دیا گیا۔

۲۔ اس کے بعد قیامت کے چند احوال ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۔ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے وحی کے متعلق ایک خاص ہدایت بھی دی گئی ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں موت کے مناظر، اور تخلیقِ انسان کے مراحل ذکر فرما کر انسان کو آخرت کی یاد اور قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔

تمت سورة القيامة بعون الله سبحانه وتعالىٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ الدَّهْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں چھہتر (۷۶) جبکہ نزول کے اعتبار سے اٹھانوے (۹۸) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور اکتیس (۳۱) آیات پر مشتمل ہے۔

نام اور وجہِ تسمیہ

اس سورت کے دو نام ہیں:

۱۔ **الدہر:** "دہر" زمانے کو کہتے ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں زمانے کا ذکر ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ دہر رکھا گیا ہے۔

۲۔ **الانسان:** اس سورت میں انسان کی حقیقت، اس کی تخلیق کی ابتداء اور انتہا سے متعلق بحث کی گئی ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ انسان بھی کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

۱۔ گزشتہ سورت میں تخلیقِ انسانی کے مختلف مراحل بیان کیے گئے تھے، اس سورت میں ابتداءِ آفرینش اور پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر ہے۔

۲۔ گزشتہ سورت میں قیامت کا تفصیلی اور جنّت و جہنم کا اِجمالی تذکرہ کیا گیا ہے، اس سورت میں جنّت اور جہنم کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت میں اشرف المخلوقات یعنی انسان کو اعلیٰ ترین مقصد یعنی جنّت کے حصول پر اُبھارا گیا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں انسان کی حقیقت اور اس کی تخلیق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۔انسان کو احکامِ شرع کا مکلف بنانے کا ذکر بھی اس سورت میں موجود ہے۔
۳۔نیک لوگوں کے لیے تیار کردہ انعامات کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔
۴۔ان اعمال کا تذکرہ جن پر عمل کرکے انسان جنّت کا مستحق بن سکتا ہے۔
۵۔کفّار کے احوال کا بیان۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

تخلیقِ انسانی کی ابتدا

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ابتداءِ آفرینش اور انسان کی تخلیق کی ابتداء کا تذکرہ فرمایا کہ انسان پر ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ کہیں اس کا نام ونشان یہاں تک کہ ذکر وتذکرہ بھی نہیں تھا، پھر ہم نے اسے مرد وعورت کے ملے جلے نطفہ پیدا کیا، اسے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمائی، اور اسے شعور بخشا، اس سب سے ہماری غرض اور حکمت انسان کی آزمائش تھی کہ وہ ہمارے کہے پر چلتا ہے یا ہماری نافرمانی اختیار کرتا ہے، چنانچہ انبیاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ اسے دو راستے دکھا دیے کہ یہ راستہ جنّت کی طرف اور دوسرا دوزخ کی طرف جاتا ہے، اور اسے اختیار دے دیا کہ ان میں سے جو چاہے اختیار کرے، اس پر ان میں دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ ان لوگوں کا ہوا جنہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان کر اس کا شکر ادا کیا اور اس پر ایمان لایا، جبکہ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوا جنہوں نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور کافر رہے۔

سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے زنجیریں، طوق اور آگ کا عذاب ہوگا، جبکہ ایمان والوں اور اطاعت گزار لوگوں کے لیے مختلف انواع و اقسام کی نعمتیں ہوں گی۔

جنّت کا ایمان اَفروز تذکرہ

اہلِ جنّت کو جنّت میں جو نعمتیں ملیں گی ان کا تفصیلی تذکرہ اللہ رَبّ العزّت نے فرمایا ہے کہ ان کو ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، کافور جنّت کے ایک چشمہ کا نام ہے، اس شراب میں لذت و سرور بڑھانے کے لیے اس چشمہ کا پانی اس میں شامل کیا جائے گا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ شراب جس میں کافور ملائی جائے گی یہ عام مومنین کے لیے ہوگی، جبکہ جو لوگ مقربین ہوں گے ان کے لیے بغیر کسی ملاوٹ کے خالص شراب ہوگی۔

پھر چند آیات کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے جنّت کی کچھ مزید نعمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان جنتیوں کو ریشمی لباس پہنایا جائے گا، وہ آرام وہ مسہریوں پر عزّت و آرام سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، نہ وہاں گرمی ہوگی اور نہ سردی، بلکہ فرحت بخش معتدل موسم ہوگا، جنّت کے درختوں کے سائے ان جنتیوں پر جھکے ہوئے ہوں گے، اور ان درختوں کے میوے ان کی دسترس میں ہوں گے، جب چاہیں بلا مشقت لے لیں، ان کو چاندی اور شیشہ کے برتنوں میں کھانا اور مشروبات پیش کیے جائیں گے، نیز ان کو ایسی شراب بھی پلائی جائے گی جس میں سلسبیل نامی چشمہ کی آمیزش ہوگی، ان کی خدمت کے لیے حسین و جمیل نوجوان لڑکے ہر دم و ہر وقت تیار رہیں گے، اس کے علاوہ بھی ان کے لیے بے شمار نعمتیں موجود ہوں گی۔ اور یہ سب نعمتیں ان کو ان کے اعمال اور دنیوی زندگی کی مشقتیں برداشت کرنے کے صلہ میں ملیں گی۔

جنّت میں لے جانے والے اعمال

جنّت کی نعمتوں کے تذکرہ کے درمیان میں اللہ رَبّ العزّت نے چند ان اعمال کا تذکرہ فرمایا جو جنّت میں جانے کا سبب بنتے ہیں، ذیل میں ان اعمال کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ **منّت پوری کرنا:** پہلا عمل یہ ہے کہ اگر اللہ رَبّ العزّت کے لیے کسی کام کی منّت مانی جائے تو اس کو ہر حال میں پورا کرنا چاہیے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس کام کی منّت مانی جائے وہ جائز و حلال ہو، معصیت نہ ہو، اگر کسی نے گناہ اور ناجائز کام کی منّت مانی تو اس پر لازم ہے کہ وہ ناجائز کام نہ کرے، اپنی قسم کو توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

۲۔ **قیامت کا ڈر:** دوسرا عمل روزِ حساب اور اللہ رَبّ العزّت کے سامنے پیشی کا خوف دل میں رکھا جائے، کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ رَبّ العزّت کے سامنے حاضری کا ڈر رہو وہ گناہوں کے قریب جانے سے گریز کرے گا اور نیکیوں پر عمل کرنے میں جلدی کرے گا۔

۳۔ **مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلانا:** تیسرا عمل غرباء و مساکین، یتیم بچے اور بچیوں اور قیدیوں کو کھانا کھلانا ہے۔ بشرطیکہ کھانا کھلانے کی غرض اللہ ربّ العزّت کی رضا کا حصول ہو، اور کسی دنیوی منفعت یا واہ واہ کی طلب نہ ہو۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ کی خاص ہدایات

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے ایک خاص انعام کا تذکرہ فرما کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ خاص ہدایات مرحمت فرمائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے، جس کی تبلیغ کے سلسلہ میں آپ کو یقیناً تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن آپ ان مصائب اور پریشانیوں پر صبر کیجیے، اور جو کافر اور فاسق لوگ آپ کو آپ کے کام سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں ان کی بات پر توجہ نہ دیجیے، صبح شام اللہ ربّ العزّت کا ذکر کرتے رہیے، اور راتوں کو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جایئے، اس سے ان شاء اللہ! کفار کی اذیتوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

یہ کافر تو دنیا کی محبت اور یہاں کی فانی لذتوں میں اس قدر مست ہو چکے ہیں کہ اپنے انجام اور آخرت کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ہم نے ان کو مختلف طریقوں سے نصیحت کی ہے، سو اب اگر کوئی شخص اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے انسان کی تخلیق کی ابتداء اور اسے نیکی و بدی کا شعور دینے کا تذکرہ فرما کر نیکی کی راہ پر چلنے والوں کے انعامات اور برائی کا راستہ اختیار کرنے والوں کی سزا بیان فرمائی ہے۔

۲۔ سورت میں جنّت کی نعمتوں کا نہایت دلفریب اور دلکش انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ سورت میں جنّت میں لے جانے والے چند اعمال کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

۴۔ سورت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند خاص ہدایات دی گئی ہیں اور کفار کے کفر پر ڈٹے رہنے کی وجہ بیان کر کے ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

تمت سورۃ الدھر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورَةُ الْمُرْسَلٰت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ستتر (۷۷) جبکہ نزول کے اعتبار سے تینتیس (۳۳) نمبر پر ہے۔ دو رکوع اور پچاس (۵۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کا نام سورۂ مرسلات اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسی لفظ سے سورت کا آغاز ہوا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اس عذاب کے یقینی طور پر واقع ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''اِثباتِ قیامت'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ فرشتوں اور ہواؤں کی قسمیں کھا کر قیامت کی حقانیت کو ثابت فرمایا ہے۔

۲۔ کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم اپنی روش پر برقرار رہے تو اقوامِ سابقہ کی طرح ہلاکت سے دوچار ہو جاؤ گے۔

۳۔ اطرافِ عالم میں پھیلی قدرت کی ان گنت نشانیوں کو جھٹلانے والے لوگوں کو اس سورت میں توبیخ و تنبیہ کی گئی ہے۔

۴۔ روزِ قیامت کافروں کو دیے جانے والے عذاب اور مؤمنین کو ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ بھی اس سورت میں موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝
عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ
نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ
فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا
فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

قیامت یقینی طور پر آئے گی!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے پانچ قسمیں کھا کر قیامت کے حق ہونے اور اس کے یقینی طور پر واقع ہونے کو بیان فرمایا ہے، ان پانچ قسموں کا مصداق یا فرشتے ہیں یا ہوائیں، مفسرین کرام سے دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ان میں سے پہلی تین قسمیں ہواؤں کی ہیں جبکہ آخری دو قسمیں فرشتوں کی، اس قول کے مطابق تمام اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ بہر حال اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ ان ہواؤں کی قسم جو نرمی سے چلتی ہیں، اور ان ہواؤں کی قسم جو آندھیوں کی شکل میں چلتی ہیں، اور ان ہواؤں کی قسم جو بارش ختم ہونے کے بعد بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں، اور ان فرشتوں کی قسم جو وحی الٰہی نازل کر کے حق اور باطل میں فرق واضح کر دیتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو انبیاء علیہم السلام پر ذکر یعنی وحی نازل کرتے ہیں۔ ان پانچ قسموں کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم سے جو وقوعِ قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ آگے اس کے واقع ہونے کے وقت کے چند حالات بیان فرمائے کہ جب وہ وعدہ پورا ہوگا اور قیامت آجائے گی تو ستارے بے نور ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، وہ فیصلہ کا دن ہوگا، اس دن کافروں اور حق کا انکار کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہوگی۔

اُقوامِ سابقہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے!

اس کے بعد کفّار اور مشرکین کو پچھلی اُمتوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کے لیے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے والوں کو بھی ان کے کفر اور عناد کی وجہ سے ہلاک کر دیا، سو اگر تم بھی اپنی موجودہ روش سے باز نہ آئے اور کفر اور شرک نہ چھوڑا تو ہم تمہیں بھی ہلاک کر دیں گے، جیسے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ مجرموں کے لیے ہمارا یہی اصول ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ کے نمونے

گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ فرمانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے تا کہ ان میں غور وفکر کر کے یہ راہِ راست پر گامزن ہوسکیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنی خلقت پر ذرا غور کرو، ہم نے تمہیں ذلت والے پانی (مادّۂ منویّہ) سے پیدا کیا، جسے ہم نے ایک مقررہ مدت تک ماں کے رحم میں رکھا، اور پھر تمہیں زندگی بخش دی اور اس جہان رنگ و بو میں بھیج دیا۔ اسی طرح تم اپنے اردگرد نظریں دوڑاؤ تو تمہیں ہر طرف اس پروردگار کی قدرت کے بے شمار نمونے نظر آئیں گے، اس نے زمین کو پیدا فرمایا جس پر انسان کی زندگی بسر ہوتی ہے اور موت کے بعد اسی مٹی میں دفنا دیا جاتا ہے جہاں وہ پھر مٹی ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ اونچے اونچے پہاڑ اس کی قدرت کی نشانی ہیں، اس نے زمین سے میٹھے پانی کے چشمے جاری فرما دیے۔ ان سب نشانیوں میں غور وفکر کرو تا کہ تمہیں علم ہو کہ اس کائنات کا خالق اور مالک صرف ایک ہی ذات ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝

"منکرین" کا انجام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے منکرین قیامت کے انجام کو بیان فرمایا کہ جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہوگی، ان کے لیے تین شاخوں والا دھواں ہوگا، جو نہ سایہ دے گا نہ آگ سے بچائے گا، اس میں سے آگ کے اتنے بڑے بڑے شعلے برسیں گے جیسے کوئی بڑا محل ہو، اور جب وہ شعلے زمین پر پہنچ کر ٹوٹیں گے تو ایسے لگیں گے جیسے اونٹ ہوں۔ اللہ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔ آمین

"متقین" کا انجام

اس کے برعکس جو متقین ہوں گے وہ اللہ کی جنتوں کے سایہ میں ہوں گے، اور چشموں میں ہوں گے اور من چاہے میووں سے لطف اندوز ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ مزے سے کھاؤ پیو، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

سورت کا اجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف قسمیں کھا کر قیامت کی حقانیت کو ثابت فرمایا ہے، اور قیامت کے چند احوال و مناظر بھی ذکر فرمائے ہیں۔

۲۔سورت میں گزشتہ ہلاک شدہ اقوام کے تذکرے کیے گئے ہیں اور کائنات میں پھیلے قدرت کے چند نمونوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے تاکہ کافران میں غور وفکر کر کے راہِ راست پر گامزن ہو سکے۔

۳۔سورت میں حق کو جھٹلانے والوں کا انجام اور ان کی سزاؤں اور ایمان والے متقین کا ثواب اور ان کے لیے تیار کردہ نعمتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ المرسلات بعون اللہ سبحانہ وتعالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ النَّبَاِ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں اٹھتر (۷۸) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اسی (۸۰) ہے، دو رکوع اور چالیس (۴۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

اس سورت کے متعدد نام ہیں:

۱۔ النبأ: نبأ کا معنی خبر ہے، اور اس سے مراد قیامت کا واقعہ ہے، سورت کے آغاز میں کفار کا قیامت کے بارے میں مذاکرہ اور سوال وجواب کا ذکر ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورۃ النبأ رکھا گیا ہے۔

۲۔ عم یتساءلون: چونکہ سورت کا آغاز اسی لفظ سے ہوا ہے اس لیے اس سورت کو سورۂ عم یتساءلون بھی کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی قیامت اور جنت وجہنم کا تذکرہ کیا گیا تھا، اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "عقیدۂ قیامت" کو ثابت کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں قیامت کے بارے میں کفار کا باہمی مذاکرہ ومباحثہ ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ آفاقِ عالم میں پھیلی قدرت کی مختلف نشانیوں کا تذکرہ ہے۔

۳۔ کفار اور مؤمنین کی اُخروی سزا اور جزا کا ذکر بھی اس سورت میں موجود ہے۔

پارہ نمبر ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا
سَيَعْلَمُونَ ۝ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۝ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۝ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ
سُبَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَجَعَلْنَا
سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۝ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۝

قیامت کے متعلق کفار کا باہمی مذاکرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو قرآن کریم پڑھ کر سنایا اور انہیں قیامت کے دن سے آگاہ کیا تو کفارِ مکہ اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر اس کے متعلق رائے زنی اور چہ میگوئیاں کرنے لگے، عام طور پر ان کا یہ باہمی مذاکرہ اور آپس میں سوال وجواب محض طنز واستہزاء کے لیے ہوتا تھا، اللہ ربّ العزّت نے ان آیات میں ان کے اسی مکالمہ کو بیان فرمایا کہ وہ کافر آپس میں کس چیز کے متعلق سوال کرتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں (قیامت کے بارے میں)، اس کے متعلق یہ بہت جلد واقف ہو جائیں گے۔

قدرتِ خداوندی کے چند نمونے

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرمائے، جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی قدرتِ کاملہ سے یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ اس سارے جہان کو ایک مرتبہ فنا کر کے دوبارہ پھر ویسا ہی پیدا کر دے۔ ان دلائل ونشانیوں میں زمین اور پہاڑوں کی تخلیق، انسان کی تخلیق، مرد اور عورت کے جوڑے کی صورت کا بیان، اور انسان کی راحت وصحت اور معاش کے اسباب اور اس کے لیے سازگار حالات پیدا کرنے کا ذکر فرمایا، ان نعمتوں میں نیند کا تذکرہ فرمایا جو تھکان اتارنے کا ذریعہ ہے۔ رات اور دن کے مرتب نظام اس پاک ذات نے بنایا، آسمان بنائے، سورج بنایا، بادلوں سے پانی برسایا، زمین سے پھل پھول اور باغات اگا دے۔ تو جو پروردگار اتنی شاندار کائنات بنا کر اسے نہایت احسن انداز میں چلانے پر قادر ہے وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَا
يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝
وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ

مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً
مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ
يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ
الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

قیامت کی ہولناکی اور کفّار کا انجام

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی اور کفّار کے انجام کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ قیامت کا وقت متعین ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو صور پھونکا جائے گا، اور ساری کائنات فنا ہوجائے گی، دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر سب زندہ ہوجائیں گے اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے، پہاڑ اپنی جگہوں سے چلا دیے جائیں گے، اس دن کفّار اور سرکش مجرموں کو جہنّم میں ڈال دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور مختلف قسم کے عذابات کا مزہ چکھیں گے، نہ انہیں وہاں کوئی راحت نصیب ہوگی نہ کوئی ٹھنڈک، پینے کے لیے سخت کھولتا پانی اور جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ملے گی۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

”متقین“ کا اُخروی انجام

جبکہ اس کے برعکس جو لوگ ایمان اور تقویٰ والے ہوں گے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوں گے، انہیں آخرت میں جنّت نصیب ہوگی جہاں انہیں من چاہی زندگی اور نعمتیں ملیں گی، مختلف باغات ہوں گے، ہم عمر دوشیزہ بیویاں ملیں گی، چھلکتے ہوئے جام دستیاب ہوں گے، وہاں نہ کوئی فضول بات سننے کو ملے گی اور نہ کوئی جھوٹ بولے گا، اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں قیامت کے متعلق کفّار کا باہمی مذاکرہ بیان کرنے کے بعد قیامت کے کچھ احوال بیان کیے گئے ہیں۔
۲۔ اللہ ربّ العزّت کی قدرت کے چند نمونے اور اس کی توحید کے دلائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔
۳۔ کفّار و مشرکین اور مؤمنین و متقین کا اُخروی انجام بھی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورة النباء بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب میں یہ سورت اناسی (۷۹) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اکیاسی (۸۱) ہے۔ دو رکوع اور چھیالیس (۴۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

چونکہ سورت کا آغاز اسی لفظ سے کیا گیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ نازعات رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی قیامت کے احوال، نیک مسلمانوں کے انجام اور کافروں کے ٹھکانے کا ذکر کیا گیا تھا، اس سورت میں بھی یہی مضمون ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "قیامت کی ہولناکیوں سے آگاہ کرنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں قیامت کے بعض احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۲- آفاقِ عالم میں پھیلی قدرت کی نشانیاں اور توحید کے دلائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۳- قیامت میں لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں ہوں گے، مومنین الگ گروہ میں ہوں گے جبکہ کافروں کا الگ گروہ ہوگا۔

۴- سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ رب العزت کی ذات کو ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۗ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۗ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۗ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۗ

وقوعِ قیامت پر کفار کے شبہ کا جواب

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے فرشتوں کی چند صفات بیان کر کے ان کی قسم کھا کر قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا اور وقوعِ قیامت پر کفار کے ایک شبہ اور اعتراض کو ذکر فرما کر اس کا رد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم جو سختی سے روح نکالتے ہیں، اس سے مراد کافروں کی روح ہے، اس کے بعد ان فرشتوں کی قسم کھائی جو مومن کی روح نرمی سے نکالتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی قسم کھائی جو روحوں کو تیزی سے لے جاتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی قسم جو اللہ کے حکم میں سبقت کرتے ہیں، پھر ان فرشتوں کی قسم جو روحوں کے ٹھکانوں کا انتظام و انصرام کرتے ہیں، کہ کس کو جنّت میں لے جانا ہے اور کس کو جہنّم میں لے جانا ہے۔

ان سب فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت آ کر رہے گی۔ اور جب وہ آئے گی تو دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا، پہلی دفعہ میں کائنات فنا ہو جائے گی اور دوسری دفعہ میں سب دوبارہ زندہ ہو کر اپنے پروردگار کے دربار میں پہنچیں گے، وہ دن بہت ہیبت ناک ہوگا، دل دہل رہے ہوں گے، آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یہ ان کا اخروی انجام ہوگا، جبکہ ان کی دنیوی حالت یہ تھی کہ جب ان کو قیامت کے بارے میں آگاہ کیا جاتا تھا تو یہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا جب ہم مٹی مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے؟ (ایسا تو ناممکن لگتا ہے) اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس شبہ کا جواب دیا کہ ہمارے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں، جب وہ دن آئے گا تو صرف ایک چیخ کی آواز ہوگی اور سب اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۖ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۖ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۖ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۖ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۖ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۗ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجمالی تذکرہ

قیامت کے تذکرہ کے دوران اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور حوصلہ کے لیے اللہ ربّ العزّت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے کہ جب وہ اپنی اہلیہ کے ہمراہ مدین سے مصر تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں انہیں ایک جگہ آگ دکھائی دی، جب وہ اس آگ کے قریب پہنچے تو اللہ ربّ العزّت

نے ان سے کلام فرمایا اور انہیں نبوّت سے سرفراز فرمایا، اور انہیں حکم دیا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے حق کا پیغام سناؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ ربّ العزّت کے حکم کے مطابق فرعون کے پاس تشریف لے گئے، اسے اللہ ربّ العزّت کا پیغام سنایا، دینِ حق کی طرف دعوت دی، اسے معجزات دکھائے، لیکن فرعون نے آپ کی بات ماننے سے انکار کردیا اور لوگوں کو جمع کر کے خطاب کیا جس میں اس نے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، اس پر اللہ ربّ العزّت نے اسے ہلاک کردیا، اور اسے اس کے لاؤ لشکر سمیت سمندر میں غرق کردیا، پھر اس کی لاش کو نشانِ عبرت بنادیا۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ
يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ
مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝

قدرتِ خداوندی کے نمونے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے منکرینِ قیامت کے اس شبہ کے جواب میں کہ مرنے اور مٹی ہوجانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کیے جائیں گے، اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنی دوبارہ پیدائش پر تعجب ہورہا ہے تو ذرا یہ بتاؤ کہ تمہاری تخلیق زیادہ مشکل ہے یا اتنے وسیع وعریض آسمان کی، اسے بھی ہم نے بنایا ہے، پھر رات اور دن کا مرتب نظام بنایا، اتنی وسیع وعریض زمین بنائی، اس میں سے چارہ اور پانی نکالا، اونچے اونچے مضبوط پہاڑ بنائے، تو جو ذات ان سب کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمہیں بھی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

''مجرمین'' اور ''متقین'' کا اُخروی انجام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ایمان والوں اور کافروں کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص اپنے اعمال کو یاد کرے گا، تو جو شخص دنیا میں سرکشی پر قائم رہا ہوگا اور اس نے آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی پر دُنیا کی فنا ہوجانے والی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو اس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا۔ جبکہ اس کے برعکس جو شخص دنیا میں ہی آخرت کی تیاری میں لگا رہا اور اسے قیامت میں اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیشی کا ڈر اور خوف لاحق رہا جس کی وجہ سے وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہا تو اس کا ٹھکانا جنّت ہوگا، جہاں وہ من چاہی زندگی کا لطف حاصل کرے گا۔

قیامت کا علم صرف اللہ ربّ العزّت کے پاس ہے!

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے کفّار کے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ کفّار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق دریافت کرتے تھے کہ وہ کب آئے گی؟ اللہ ربّ العزّت نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت صرف اپنے پاس رکھا ہے، اس کی اطلاع کسی فرشتے یا رسول کو بھی نہیں دی گئی، اس لیے یہ مطالبہ لغو ہے۔ لہٰذا قیامت کا وقت معلوم کرنے کے بجائے اس کی تیاری میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا چاہیے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے فرشتوں کی قسمیں کھا کر قیامت کے حق ہونے کو ثابت فرمایا، اور اس ضمن میں کفّار کے ایک شبہ کو ذکر فرما کر اس کا ردّ بھی فرمایا ہے۔

۲۔سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی اِجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔سورت میں قدرتِ باری تعالیٰ کے چند نمونے ذکر کیے گئے ہیں تا کہ ان میں غور وفکر کر کے قیامت کے واقع ہونے کو تسلیم کیا جا سکے۔

۴۔سورت کے آخر میں منکرین قیامت اور مؤمنین کا اخروی انجام بیان فرمایا گیا ہے اور کفّار کے ایک سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

تمت سورۃ النازعات بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَۃُ عَبَسَ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اسی (۸۰) نمبر پر واقع ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ چوبیس (۲۴) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور بیالیس (۴۲) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، چونکہ سورت کا آغاز اسی لفظ سے ہوا ہے اس لیے اس سورت کا نام سورۂ عبس رکھ دیا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں بھی قیامت کے چند احوال کا بیان تھا، اس سورت کے آخر میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''کمزور اور ضعیف مسلمانوں کا خیال رکھنا اور ان کی غمخواری کرنا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک واقعہ پر پیار بھری ڈانٹ پلائی ہے۔

۲۔اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم عقل اور فہم رکھنے والوں کے لیے نصیحت کا سب سے بڑا سامان ہے۔

۳۔مختلف قدرت کی نشانیاں بیان فرما کر توحید باری تعالیٰ کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔

۴۔قیامت کی ہولناکی اور نیک و بدلوگوں کا انجام بھی بیان کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا
مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

شانِ نزول

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفّار کے بعض بڑے سرداروں کے ساتھ میٹنگ اوران کودعوت دین دینے میں مشغول تھے جن میں ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ابی بن خلف، امیہ بن خلف اورشیبہ وغیرہ شامل تھے، کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی جن کا نام حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قرآن سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوئے، اورآ کرعرض کیا کہ ''عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ'' یعنی جواللہ نے آپ کوسکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوان کا یہ عمل ناگوار گزرا، جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ پکے مسلمان اور ہر وقت کے حاضر باش تھے وہ کسی دوسرے وقت میں بھی سوال کرسکتے تھے، اس لیے ان کے جواب کومؤخر کرنے میں کسی دینی نقصان کا اندیشہ نہیں تھا، جبکہ دوسری طرف قریش کے سرداران ہر وقت آپ کی خدمت میں آتے اور نہ ہر وقت ان کواللہ کا پیغام پہنچایا جاسکتا تھا، اوراس وقت وہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات سن رہے تھے جس سے ان کے ایمان لانے کی توقع تھی، اس لیے آپ کوان کا یہ عمل ناگوار گزرا، لیکن چونکہ آپ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اس لیے زبان سے ان کو کچھ نہ کہا البتہ پیشانی پر شکن آگئی، اس پر اللہ ربّ العزّت نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ ایک نابینا (صحابی) کے آنے سے چیں بہ جبیں ہوئے اورآپ نے تیوری چڑھالی، حالانکہ وہ دین سیکھنے اور نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں آیا تھا، اس کی طلب صادق تھی، جبکہ جن لوگوں کو آپ تبلیغ کررہے تھے ان کو تو طلب ہی نہیں ہے، اور آپ طلب والے کو چھوڑ کر بے طلب لوگوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ایسا نہ کیجیے۔ کیونکہ اس صحابی کا نفع تو یقینی ہے جبکہ ان لوگوں کا نفع غیر یقینی، تو یقینی نفع کو چھوڑ کر غیر یقینی نفع کے پیچھے پڑنا درست نہیں ہے۔

اس واقعے کے بعد حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو

آپ ان کو دیکھ کر فرماتے: ”مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْہِ رَبِّیْ“ اس شخص کو خوش آمدید جس کے لیے مجھے میرے رب نے ڈانٹ پلا دی۔ (تفسیر عثمانی)

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

قدرتِ خداوندی کے چند نمونے

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرما کر اپنی توحید کو ثابت فرمایا ہے، اور اپنی ان نعمتوں کو ذکر فرما کر جو انسان کی تخلیق سے آخر تک اس کو بارگاہِ خداوندی سے دی جاتی ہیں اور اسے ان نعمتوں پر شکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ انسان کس قدر ناشکرا ہے، ہم نے اسے کتنی نعمتیں دیں، اس کے باوجود وہ خدا کا بھی انکار کرتا ہے، قیامت کا بھی منکر ہے، حالانکہ وہ اپنی تخلیق پر غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے، وہ ایک ناپاک پانی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے، پھر اس کو ایک خاص حکمت اور اندازہ سے بنایا، اس کے قد و قامت اور شکل و صورت کو ایک خاص اندازہ سے ترتیب دیا، پھر اسے جہان رنگ و بو میں زندگی دے کر بھیج دیا، جہاں اس کے لیے انواع و اقسام کی نعمتیں مہیا کردیں، اسے خوراک اور غذا عطا کی، جس کے لیے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، زمین سے سبزہ اگایا، مختلف قسم کے پھل اور ترکاریاں پیدا کیں، جانوروں کے لیے چارہ پیدا کیا، میوہ جات اور باغات بنائے، یہ سب انعامات اس پر کرنے کے بعد جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو اسے قبر بھی ہم عطا کرتے ہیں۔ ان سب نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کا شکر ادا کرے اور اس کے احکامات کی پاسداری کرتا رہے۔

فَاِذَا جَاۗءَتِ الصَّاۗخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِۦٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

قیامت کی ہولناکی اور مومنین و مجرمین کا انجام

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی اور اہلِ ایمان اور کفار کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص صرف اپنی ذات کے بارے میں سوچے گا، کسی کو کسی کی پروا نہیں ہوگی، آدمی اپنے

ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچوں سے بھاگے گا، ہر کسی کو اپنی نجات کی پڑی ہوگی۔ اس دن وہ لوگ جو دنیا میں ایمان اور نیک اعمال کرتے رہے ہوں گے، ان کے چہرے تر و تازہ اور روشن ہوں گے، ان کے چہروں پر مسکراہٹ ہوگی، جبکہ اس کے برخلاف جو لوگ دُنیا میں کُفر کی زندگی گزار کر آئے ہوں گے ان کے چہروں پر تاریکی اور گرد و غبار چھایا ہوگا، اور وہ نہایت پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ایک واقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیار بھری ڈانٹ پلائی اور کفار و مشرکین پر مؤمنین کو ترجیح دینے کا حکم فرمایا۔

۲۔ سورت میں قدرت خداوندی کے بعض نمونے ذکر فرما کر توحید باری تعالیٰ کو ثابت فرمایا اور انسان کو ایمان و شکر کی ترغیب دی۔

۳۔ سورت کے آخر میں قیامت کی ہولناکی اور مؤمنین و کفار کے اُخروی انجام کو بیان فرمایا۔

تمت سورۃ عبس بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب میں اکیاسی (۸۱) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ساتواں ہے، ایک رُکوع اور اُنتیس (۲۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کی پہلی آیت میں اللہ ربّ العزّت نے سورج کے لپیٹ دیے جانے کا تذکرہ فرمایا ہے، اور لپیٹنے کو عربی میں ''تکویر'' کہا جاتا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تکویر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ عبس کے آخر میں قیامت کی ہولنا کی کا تذکرہ تھا، اس سورت میں بھی قیامت کے احوال اور اس کی ہولنا کی کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ ''اللہ کے راستے پر چلنے میں تمہارے لیے امن ہے، اللہ کے راستے کو چھوڑو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔''

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں قیامت کی ہولنا کی اور نفخہ اولیٰ و نفخہ ثانیہ کے بعد کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔

۲۔ سورت میں وحی کی حقیقت بھی بیان کی گئی ہے، جس کے لیے چند دلائل قدرت کی قسم کھائی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو ثابت کیا گیا اور قرآن کریم کے وحی ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔

۳۔ سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی مشیت اللہ ربّ العزّت کی مشیت پر غالب نہیں آسکتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَإِذَا

الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ
قُتِلَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ ۝

قیامت کی ہولنا کی

ان آیات میں اللہ رَبّ العزّت نے قیامت کی ہولنا کی کو بیان کرتے ہوئے وقوعِ قیامت کے وقت دنیا کی اور میدانِ محشر کے چند احوال بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو سورج لپیٹ دیا جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ اپنی جگہ سے سرکا (ہلا) دیے جائیں گے، دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں (جو عرب کا سب سے قیمتی سرمایہ شمار ہوتی ہے) ایسے ہی چھوڑ دی جائیں گی، وحشی جانور بدحواس ہو کر انسانوں میں آجائیں گے، سمندروں میں آگ لگا دی جائے گی، اور میدانِ محشر میں لوگ جوڑے جوڑے بنا دیے جائیں گے، ایمان والے ایک جگہ، کافر ایک جگہ، پھر مختلف اعمال والے لوگ ایک ساتھ ہوں گے، جیسے زانی ایک طرف، شرابی ایک طرف، بے نمازی ایک طرف وغیرہ، پھر اللہ رَبّ العزّت ان بچیوں کے متعلق سوال کریں گے جن کو ان کے والدین نے زندہ دفن کر دیا تھا، کہ کس گناہ میں وہ قتل ہوئیں؟ زمانۂ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ لڑکی کو اپنے لیے باعثِ عار سمجھتے تھے اور اس کو زندہ ہی دفن کر دیتے تھے، اسلام نے یہ رسم بد مٹائی۔ پھر اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا، آسمان کو کھول دیا جائے گا، دوزخ دہکا دی جائے گی اور جنّت قریب لائی جائے گی۔ اس دن ہر آدمی کو اس کے اعمال کے نتیجے کا علم ہو جائے گا۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ
كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ
بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ
هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

قرآن وحیِ برحق ہے!

قیامت کے تذکرہ کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے ان آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کو بیان فرمایا اور اس کے لیے متعدد قسمیں کھائیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ستاروں کی قسم، رات کی تاریکی کی قسم اور صبح کے سویرے کی قسم، یہ (قرآن باری تعالیٰ کا کلام ہے) اور اسے اللہ رَبّ العزّت کی جانب سے ایک ایسا فرشتہ لایا ہے جو عزّت والا بھی ہے اور طاقتور بھی، وہ اللہ رَبّ العزّت کے عرش کے پاس رہتے ہیں، آسمان کے فرشتے ان کا حکم بجا لاتے ہیں، اور اللہ رَبّ العزّت کے نزدیک وہ امانت دار ہیں، وہ وحی لانے اور انبیاء علیہم السلام کے پاس اللہ رَبّ العزّت کا پیغام پہنچانے میں کوئی خیانت اور کمی بیشی نہیں

کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے، آپ ان سے خوب واقف ہیں، اس لیے وحی میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ تو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے تمام جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے، اس لیے اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے، اور اپنی ہدایت کے لیے باری تعالیٰ کی طرف رجوع بھی کرنا چاہیے، کیونکہ اس کی مشیت کے بغیر کسی کو نصیحت اور ہدایت نہیں مل سکتی۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی اور نفخۂ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے کچھ احوال بیان فرمائے ہیں۔

۲۔سورت میں حقانیت قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کفار کے ایک اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

۳۔سورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ التکویر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔قرآنی ترتیب اور نزول دونوں اعتبار سے یہ سورت بیاسی (۸۲) نمبر پر ہے،ایک رُکوع اور اُنیس (۱۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

انفطار کا معنی ہے: ''پھٹنا'' چونکہ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزت نے آسمان کے پھٹنے کا تذکرہ فرمایا ہے،اس لیے اس سورت کا نام سورۂ انفطار رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی قیامت کی ہولناکی اور اس کے احوال کا بیان تھا،اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''فانی دنیا کے دھوکے میں نہ آنے کی تلقین کرنا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں قیامت کے چند احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔انسان کا دنیا کے دھوکے میں آجانے اور اپنے پروردگار سے غافل ہوجانے کا بیان ہے۔

۳۔سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔

۴۔نیک اور بدلوگوں کے اخروی انجام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ
نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝
يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا هُمْ
عَنْهَا بِغَاۗىِٕبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ
لِّنَفْسٍ شَيْـــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝

قیامت کے چند مناظر

اس سورت کے آغاز میں بھی اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند احوال اور مناظر بیان فرمائے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، دریا بہہ پڑیں گے، قبریں اکھیڑ دی جائیں گی، اس دن ہر شخص کو اپنے اعمال اور ان کے نتائج کا پتہ چل جائے گا۔

اللہ ربّ العزّت کا انسان سے شکوہ

قیامت کا احوال بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسان کو اپنی چند نعمتیں گنوا کر اس سے شکوہ کیا ہے کہ اے انسان! تجھے تیرے کریم رب سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے، تجھے بہترین شکل وصورت میں بنایا، تمہارے اعضا کو ایک اندازہ اور برابری سے پیدا فرمایا، ان سب کا تقاضا تھا کہ تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، لیکن تم بجائے شکر ادا کرنے کے قیامت کا انکار کرتے ہو، جبکہ اللہ ربّ العزّت نے تم پر نگران فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ تمہارا ایک ایک عمل اپنے پاس درج کر رہے ہیں، تمہارے ہر عمل اور ہر قول وفعل سے واقف ہیں۔ اس لیے تمہارا قیامت کا انکار کرنا بالکل بے کار ہے۔ قیامت تو واقع ہو کر رہے گی، اس دن ہر کسی کو اس کے عمل کی جزا اور بدلہ ملے گا، نیک لوگ اللہ ربّ العزّت کی نعمتوں میں جبکہ کافر اور فاسق فاجر لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے، اور کوئی ان کی مدد کو نہیں آئے گا، اسی دن سب اختیار اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ میں ہوگا۔

سورت کا اجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے چند احوال اور مناظر بیان فرمائے ہیں۔

۲۔اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنے چند انعامات کا تذکرہ فرما کر انسان سے شکوہ کیا ہے کہ تم ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے رب کے احکام سے روگردانی کرتے ہو۔

۳۔سورت کے آخر میں نیک اور بد لوگوں کی جزا اور سزا اور دنیا میں ان کے اعمال کی نگرانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

تمت سورة الانفطار بعون الله سبحانه وتعالى

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْن

سورت کا تعارف

یہ سورت بعض حضرات کے نزدیک مکی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی، قرآنی ترتیب میں تراسی (۸۳) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چھیاسی (۸۶) ہے۔ ایک رُکوع اور چھتیس (۳۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

مطفّفین، تطفیف سے مشتق ہے، تطفیف کسی کے حق مارنے کو کہتے ہیں، اس سورت کے آغاز میں حق تلفی کرنے والوں کی ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ مطفّفین رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ انفطار کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے نافرمانی کرنے والوں کے انجام کو بیان فرمایا تھا، اس سورت کے آغاز میں بھی نافرمان لوگوں کے لیے ہلاکت اور تباہی کی وعید بیان کی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اسلام میں اخلاقِ حسنہ کا مقام اور درجہ بیان کرنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- سورت میں دوسروں کا حق مارنے والوں کو ہلاکت اور تباہی کی وعید سنائی گئی ہے۔

۲- کفار کو جہنم کی وعید سنانے کے ساتھ، ان کے کفر کے اسباب بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۳- مؤمنین کو جنّت کی بشارت سنائی گئی ہے اور انہیں بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

۴- مؤمنین کو پہنچنے والی تکالیف اور مصائب کا تذکرہ فرما کر انہیں تسلی اور بشارت دی گئی ہے کہ انجام کار بھلائی اور خیر تمہیں حاصل ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ
الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ
عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت وہاں یہ رواج عام تھا کہ جب اہلِ مدینہ خود کسی سے سودا لیتے تو ناپ تول کر پورا پورا لیتے تھے اور جب دوسروں کو بیچتے تو اس میں کمی اور چوری کیا کرتے تھے، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ اس کے بعد وہ لوگ اس بری عادت سے باز آگئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک اہلِ مدینہ ناپ تول پورا کرنے میں مشہور و معروف ہیں اور مدینہ کا تول ضرب المثل بن گیا ہے۔

دوسروں کا حق مارنے والوں کی مذمت

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو دوسروں کا حق مارتے ہیں، خواہ وہ حق مالی معاملہ اور ناپ تول کا ہو یا کسی اور صورت میں، بہر صورت کسی کا حق مارنے اور حقدار کو اس کا حق نہ دینے کی بھی وعید ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں اور دوسروں کا حق مارنے والوں کے لیے ہلاکت ہے، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اپنی ذمہ داریوں اور ڈیوٹی وغیرہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنا حق لینے کا وقت ہو تو پورا لیتے ہیں اور جب دینے کی باری آئے تو کمی کرتے ہیں، یہ گمان نہیں ہے کہ کل اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اللہ کے سامنے اٹھنا ہے۔

''سجین'' اور ''علیین'' کا تعارف

سجین اور علیین دراصل دو مقامات ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نچلے طبقہ میں ہے جبکہ علیین ساتویں آسمان میں عرش تلے ہے، مؤمنین اور نیک لوگوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے علیین میں رکھے جاتے ہیں جبکہ کفار و فجار کی روحیں اور ان کے اعمال نامے سجین میں رکھے جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ
رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا

يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

جنتیوں کے احوال

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے جنّتی لوگوں کے احوال بیان فرمائے کہ وہ نعمتوں میں ہوں گے تختوں پر بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر رونق ہوگی، اللہ ربّ العزّت ان کو مہر لگی ہوئی خالص شراب پلائیں گے، جس کی مہر کستوری کی ہوگی، تسنیم نامی چشمہ سے اس شراب میں ملاوٹ کی جائے گی جس سے اس کے سرور میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔ اس لیے تمام لوگوں کو ان جیسی چیزوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے، دنیا میں جن چیزوں کو مرغوب سمجھ کر ان کے حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں وہ سب فانی نعمتیں ہیں جو اس قابل نہیں کہ ان کو زندگی کا مقصود بنا کر ان کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی دوڑ میں لگ جاؤ۔

اہلِ باطل کا دُنیا میں اہلِ حق سے اِستہزا کا انجام

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اہل حق کے ساتھ اہل باطل کے طرزِ عمل کا نقشہ بیان فرمایا کہ کفّار اہل باطل مؤمنین پر ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے، جب اہل حق ان کے سامنے سے گزرتے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارے کرتے تھے جس سے مقصود ان کو ایذاء پہنچانا ہوتا تھا، اللہ ربّ العزّت نے ان کے اس طرزِ عمل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کل قیامت میں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، اس دن اہل ایمان کافروں کا مذاق اڑائیں گے، ایمان والے جنّت میں ہوں گے، کافر جہنّم میں ہوں گے۔ اور کافروں کو ان کے کیے کا بدلہ ملے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے دوسروں کا حق مارنے والوں اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی اور انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔

۲۔ سورت میں اہل ایمان اور کفّار کے اخروی انجام کو بھی ذکر فرمایا، کافروں کو آخرت میں ملنے والی سزاؤں اور مؤمنین کو ملنے والے اجرِ عظیم اور نعمتوں کا تذکرہ بھی فرمایا۔

۳۔ دنیا میں اہل حق اور دینداروں پر ہنسنے والوں اور ان کا مذاق اڑانے والوں کو ان کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے انہیں تنبیہ فرمائی اور انہیں اس برے عمل سے باز رہنے کی تلقین کی گئی۔

تمت سورۃ المطففین بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاق

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں چوراسی (۸۴) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر تراسی (۸۳) ہے، ایک رُکوع اور پچیس (۲۵) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

انشقاق کا معنی ہے "پھٹنا" چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں قیامت کے دن آسمان کے پھٹنے کا ذکر ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ انشقاق کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

سورۂ مطففین میں کفّار اور مؤمنین کے اعمال ناموں کے مقام کا تذکرہ تھا، اس سورت میں اعمال نامہ لوگوں کے ہاتھ میں دیے جانے کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "قیامت کے دن اعمال اور ان کے نتائج کا ظاہر ہوجانا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں اعمال اور نیت کے خالص ہونے کی اہمیت کا بیان ہے۔

۲- متقین اور کفّار کی اخروی جزا اور سزا کا ذکر بھی موجود ہے۔

۳- اللہ ربّ العزّت کی قدرت اور علم کے کمال کو بھی اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ
ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ۝
بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ
كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر بیان فرمائے ہیں کہ جب قیامت واقع ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا اور اس کی اطاعت کرے گا، زمین پھیلا دی جائے گی، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن زمین کو اس طرح کھینچ کر پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے کو کھینچ کر بڑا کر دیا جاتا ہے، اور زمین اپنے اندر کی ہر چیز یعنی مردے، خزانے اور معدنیات وغیرہ سب اگل دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ انسان اپنے رب کے پاس پہنچنے تک یعنی اپنی موت کے وقت مسلسل کام اور کوشش میں لگا رہتا ہے، کوئی نیک اعمال میں مصروف رہتا ہے تو کوئی برے اعمال میں، اس لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا دن مقرر کیا جائے جس میں ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ مل سکے، کیونکہ اگر ایسا کوئی دن نہ ہو تو عدل و انصاف کے تقاضوں پر عمل نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے وہ دن اللہ ربّ العزّت نے مقرر فرما دیا ہے جس میں انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اس دن لوگوں کے دو گروہ ہو جائیں گے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ”متقین“ کا اُخروی انجام

ایک گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ ایمان اور نیک اعمال والے لوگ ہوں گے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ان کا حساب و کتاب آسان ہوگا، جس سے وہ فارغ ہو کر اپنے گھر والوں اور متعلقین کے پاس خوش خوش آئیں گے۔

۲۔ ”کفّار“ کا اُخروی انجام

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ کفّار کا گروہ ہوگا، ان کو ان کا نامۂ اعمال ان کی پیٹھ کی جانب سے ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جس کے بعد ان کو جہنم کے عذاب میں دھکیل دیا جائے گا، یہ لوگ اس دن تمنا کریں گے کہ کاش وہ پھر مر کر مٹی ہو جائیں اور کسی طرح عذاب سے بچ جائیں لیکن یہ ناممکن ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ

بیان فرمائی کہ یہ لوگ دنیا میں اپنے اہل وعیال میں آخرت سے بے فکر ہو کر مگن اور خوش رہا کرتے تھے، بخلاف مؤمنین کے کہ ان کو دنیا کی زندگی میں کبھی بے فکری نہیں ہوتی، ہر عیش وراحت کے وقت بھی آخرت کی فکر ضرور لگی رہتی ہے۔

''اِنسانی زندگی'' تغیّرات اور اِنقلابات کا نام ہے!

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے چار قسمیں کھا کر انسانی زندگی کے تغیرات اور انقلابات کی طرف اشارہ فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ مجھے ۱۔شفق کی قسم، یعنی اس سرخی کی قسم جو غروب آفتاب کے بعد افق پر چھائی ہوتی ہے۔اور ۲۔رات کی قسم۔ ۳۔رات کے اندھیرے میں چھپ جانے والی چیزوں کی قسم، ۴۔مکمل چاند یعنی چودھویں کے چاند کی قسم، انسان ہمیشہ ایک طبقہ اور ایک حالت سے دوسری حالت میں سفر کرتا رہتا ہے، انسان کی پوری زندگی ایک جاری سفر سے عبارت ہے، یعنی وہ اپنی تخلیق کی ابتداء سے اپنی انتہا تک ایک حال پر نہیں رہتا، بلکہ اس کے وجود پر تدریجی انقلابات آتے رہتے ہیں، اس کی تخلیق کا آغاز نطفہ سے ہوتا ہے، پھر وہ خون بنتا ہے، پھر گوشت، پھر ہڈیاں بنتی ہیں، پھر اعضا مکمل ہوتے ہیں، پھر جب وہ پیدا ہو کر اس جہان رنگ وبو میں آجائے تو بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کی منازل طے کرتا ہوا موت کی طرف سفر کرتا رہتا ہے، یہ سفر ایسا ہے کہ اگر انسان اس میں غور وفکر کرے تو اس کی ہدایت کا سبب بن سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود اپنے خالق پر ایمان نہیں لاتا، جب اس کے سامنے اللہ ربّ العزّت کی واضح ہدایات سے بھرا ہوا قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ اللہ کی طرف نہیں جھکتا، بلکہ الٹا کفر اور شرک اختیار کر کے سرکشی میں بڑھتا جاتا ہے، اس لیے ایسے لوگوں کو اللہ ربّ العزّت کی طرف سے دردناک عذاب کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔اور جو لوگ اللہ ربّ العزّت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس پر ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں ان کے لیے ناختم ہونے والا اجر اور ثواب ہوگا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولناکی کے چند مناظر بیان فرمائے۔

۲۔اس کے بعد وقوع قیامت کی ایک عقلی وجہ بیان فرمائی کہ قیامت کا واقع ہونا کیوں ضروری ہے؟

۳۔کفّار اور مؤمنین کے اُخروی انجام کا ذکر کیا گیا۔

تمت سورۃ الانشقاق بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَةُ الۡبُرُوۡج

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب میں پچاسی (۸۵) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ستائیس (۲۷) ہے۔ ایک رُکوع اور بائیس ۲۲ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

چونکہ سورت کا آغاز برجوں والے آسمان کی قسم سے کیا گیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورہ بروج رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے شروع میں بھی آسمان کا تذکرہ تھا، اس سورت کے آغاز میں بھی آسمان کا ذکر ہے۔ نیز گزشتہ سورت میں ایمان والوں اور کفّار کے اخروی انجام کو بیان فرمایا تھا، اس سورت میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "عقیدہ کی پختگی اور اپنے عقیدہ پر مضبوطی سے ڈٹے اور جمے رہنا" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں خندق والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے، جو ظاہری طور پر اسباب اور قوت میں کمزور ہونے کے باوجود اپنے عقیدہ پر پختہ رہے، یہاں تک کہ ان کے بادشاہ نے ان کو قتل کروا دیا، لیکن ان کے پایۂ استقلال میں جنبش تک نہیں آئی اور انہوں نے ایمان کی حالت میں جان دے دی۔

۲- اس سورت میں ان لوگوں کے لیے وعید بیان کی گئی ہے جو لوگوں کو دینِ حق سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳- سورت میں کامیابی حاصل کرنے کا اصل طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ حقیقی کامیابی ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۴-اس سورت میں گزشتہ اقوام میں سے چند قوموں کا تذکرہ کیا گیا جنہوں نے اپنے وقت میں اللہ رب العزّت کے احکام کو جھٹلایا پھر اللہ ربّ العزّت نے انہیں ہلاک فرمادیا۔

۵-سورت میں قرآن کریم کی عظمت اور رفعت شان بھی بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ
الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ
يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ
لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ هَلْ
اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ
هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

شانِ نزول

ایک کافر بادشاہ تھا جس کا نام یوسف ذونواس بیان کیا جاتا ہے، اس کے پاس ایک کاہن اور جادوگر تھا جو اپنے فن میں بہت ماہر تھا، جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا علم اور فن میرے ساتھ چلا جائے گا، اس لیے مجھے کوئی سمجھدار لڑکا دے دیا جائے تاکہ میں اسے اپنا علم اور فن سکھا سکوں۔ چنانچہ ایک لڑکے کا انتخاب کیا گیا، جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا، اس کی عمر دس سال تھی، اور وہ اس کاہن کے پاس جانے لگا، راستے میں ایک راہب رہتا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ماننے والا تھا، اور اس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہی دینِ حق تھا، اس لڑکے نے وہاں بھی آنا جانا شروع کردیا، اور اس راہب سے انجیل کی تعلیم حاصل کرنے لگا، اور خفیہ طور پر مسلمان ہوگیا۔

ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ شہر کے درمیان میں ایک شیر نے راستہ روکا ہوا ہے، جس کی وجہ سے اللہ ربّ العزّت کی مخلوق پریشان ہے، تو اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اللہ سے دُعا کی کہ یا اللہ اگر اس راہب کا دین سچا ہے تو اس پتھر میں اتنی قوت پیدا فرما کہ یہ اس شیر کو لگے اور وہ مر جائے، اس نے بسم اللہ پڑھ کر پتھر مارا جس سے شیر مر گیا، شہر میں اس کا چرچا ہوگیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے اور اس کے پاس بڑی قوت ہے۔ لوگ اس کے پاس آنے لگے، بیمار آتے دُعا کرواتے تو وہ ٹھیک ہوجاتے۔ بادشاہ کا ایک وزیر اپنے ایک نابینا بیٹے کو اس کے پاس لے کر آیا اور آکر عرض کی کہ اس کو ٹھیک کردے، تو اس نے جواب دیا کہ اس کو ٹھیک کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا

پہلے تم کلمہ پڑھو پھر میں اللہ سے دُعا کروں گا، چنانچہ اس وزیر نے کلمہ پڑھا اس نے اللہ سے دُعا کی، وہ اندھا بیٹا ٹھیک ہو گیا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے اس لڑکے، راہب اور اس وزیر کو گرفتار کروا دیا، اس نے راہب اور وزیر کو تو بے دردی سے قتل کروا دیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر لے جا کر نیچے گرا دو۔ چنانچہ حسب حکم بچے کو پہاڑ پر لے گئے، لیکن جب گرانے لگے تو جو گرانے آئے تھے وہ خود گر گئے، لڑکا صحیح سلامت واپس لوٹ آیا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں غرق کر دیا جائے، چنانچہ اس کو لے جایا گیا لیکن وہاں بھی جو ڈبونے گئے تھے وہ خود ڈوب گئے اور بچہ صحیح سلامت رہا۔

پھر اس لڑکے نے خود کہا کہ اگر مجھے مارنا چاہتے ہو تو میں ایک طریقہ بتاتا ہوں، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اور کہو کہ "بِاسْمِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ" یعنی اس بچے کے رب کے نام کے ساتھ، پھر وہ تیر مجھے مارو تو میں مر جاؤں گا، انہوں نے ایسا ہی کیا، اور لڑکا شہید ہو گیا۔ جب یہ شہید ہوا تو اس واقعہ کو دیکھ کر پوری قوم نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئی۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں کھودوائیں، ان میں آگ بھڑکائی اور اعلان کر دیا کہ جو شخص اسلام سے نہیں پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیا جائے گا، چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے۔ پھر اللہ ربّ العزّت کا عذاب آیا، جس میں یہ بھی ہلاک ہوا اور اس کی ساری کابینہ بھی ہلاک ہوئی۔ (معارف القرآن)

دینِ حق سے روکنے والوں کے لیے تنبیہ!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قسمیں کھا کر ان لوگوں کی ہلاکت اور تباہی کو بیان فرمایا جنہوں نے بے گناہ لوگوں کو صرف ایمان لانے کے جرم میں آگ کی خندقوں میں جلا ڈالا تھا، چنانچہ سب سے پہلے آسمان کی قسم کھائی اور ارشاد فرمایا کہ برجوں والے آسمان کی قسم، برجوں سے مراد جمہور مفسرین کے مطابق بڑے بڑے ستارے ہیں، اس کے بعد قیامت کے دن کی، جمعہ کے دن کی اور عرفہ کے دن کی قسم کھائی، ان چاروں قسموں کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ خندقوں والے (یعنی وہ لوگ جنہوں نے ان ایمان والوں کو آگ میں جلا کر راکھ کر دیا) ہلاک ہو گئے اور اللہ ربّ العزّت کے غضب کا شکار ہوئے، اور آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ جبکہ ان کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے آخرت میں اللہ ربّ العزّت نے نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کے لیے جنت ہو گی جو بڑی کامیابی ہے۔

چند صفاتِ باری تعالیٰ کا بیان

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی چند صفات بیان فرمائی ہیں کہ اللہ ربّ العزّت ہی ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، اور وہی دوبارہ سب کو پیدا کرے گا، اس کی رحمت بہت وسیع ہے، وہ بہت بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے، اور اس کی پکڑ بھی بہت سخت ہے، اگر وہ کسی کو پکڑنا چاہے تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔ اللہ ربّ العزّت اپنے ہر ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے پر قادر ہے، وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

گزشتہ ہلاک شدہ اَقوام کا تذکرہ

سورت کے آخر میں اللہ رَبّ العزّت نے گزشتہ اقوام میں سے چند ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم اور قومِ ثمود نے ہمارے احکام سے روگردانی کی اور کفر اختیار کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور نشانِ عبرت بنا دیا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں ان لوگوں کے لیے وعید بیان فرمائی جو اپنے اوچھے ہتھکنڈوں سے اہلِ ایمان کو دینِ حق سے بہکانے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔

۲- سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنی چند صفات بیان فرمائی ہیں اور گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

تمت سورۃ البروج بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الطَّارِقِ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔قرآنی ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت چھیاسی (۸۶) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر چھتیس (۳۶) ہے۔ایک رُکوع اور سترہ (۱۷) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

"طارق" سے مراد چمکتا ہوا ستارہ ہے، جس کی سورت کے آغاز میں قسم کھائی گئی ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورۂ طارق رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

اس سورت کا گزشتہ سورت سے ایک ربط یہ ہے کہ ان دونوں کے آغاز میں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے، اور دوسرا ربط یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں مردوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "انسان کی تخلیق کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات" ہے۔

عمومی مضامین

۱-اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ربّ العزّت اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف ہے۔

۲-سورت میں مردوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا ذکر ہے۔

۳-قرآن کریم کی عظمت اور شان بیان کی گئی ہے۔

۴-کفّار کے لیے عذاب اور ہلاکت کی وعید ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ
لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ
الصَّدْعِ ۝ إِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّأَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ
أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

ہر انسان پر نگران اور محافظ مقرر ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے آسمان اور چمکتے ستارے کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر محافظ اور نگران مقرر ہے جو اس کے تمام افعال و اعمال اور حرکات و سکنات کو اپنے پاس محفوظ کرتا جاتا ہے، اور مختلف مصائب و آفات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر مؤمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سو ساٹھ فرشتے حفاظت کے لیے مقرر ہیں جو اس کے ہر ہر عضو کی حفاظت کرتے ہیں، ان میں سے سات فرشتے صرف انسان کی آنکھ کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں، یہ فرشتے انسان سے ہر بلا اور مصیبت کو دور کرتے ہیں، سوائے اس تکلیف کے جو اللہ ربّ العزّت نے اس کے نصیب اور مقدر میں لکھ دی ہے۔ (معارف القرآن)

اِنسان کی تخلیق بعث بعد الموت کی دلیل ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسان کی تخلیق کو ذکر فرما کر اسے غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمہاری اصل اور ابتداء کس چیز سے ہوئی ہے، تم ایک ناپاک پانی سے پیدا کیے گئے ہو جو مرد کی پشت اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے، جو رب تمہیں ناپاک پانی کے قطرے کے ذریعہ عدم سے وجود میں لا سکتا ہے وہ تمہاری موت کے بعد قیامت میں تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس دِن نہ تمہیں عذاب سے بچانے والا کوئی ہوگا اور نہ تم اپنے زور پر اس سے بچ سکو گے۔

قرآن اللہ ربّ العزّت کا فیصلہ کن کلام ہے!

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے آسمان اور زمین کی قسم کھا کر قرآن کریم کی حقانیت کو بیان فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ بارش والے آسمان اور کھیتی والی زمین کی قسم، یہ قرآن فیصلہ کن بات ہے، جو حق اور باطل میں فیصلہ کرتا ہے، یہ کوئی مذاق نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہے۔

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ کافر لوگ قرآن کو مٹانے کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی فکر نہ کیجیے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے، میں ان کے خلاف تدبیر کروں گا، یہ میری پکڑ سے بچ نہیں سکیں گے۔

سورت کا اجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان پر ہم نے نگران اور محافظ فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو ان کے اعمال بھی لکھتے ہیں اور ان کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

۲- اس کے بعد انسان کی تخلیق کو ذکر فرما کر اسے غور و فکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ اس میں غور و فکر کرکے وہ اللہ ربّ العزّت کی توحید اور قیامت پر ایمان لے آئے۔

۳- پھر اللہ ربّ العزّت نے قرآن کی حقانیت بیان فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی سازشوں کو نظر انداز کرنے کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں ان کے لیے کافی ہوں، اس لیے آپ ان کی فکر چھوڑ دیجیے۔

تمت سورۃ الطارق بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔قرآنی ترتیب میں ستاسی (۸۷) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر آٹھواں ہے۔ ایک رُکوع اور اُنیس (۱۹) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنے بلند نام کی تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ اعلیٰ کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں انسان اور نباتات کی تخلیق کا ذکر تھا، اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''مؤمنین کو آخرت کی یاد دلانا'' ہے۔

عمومی مضامین

۱-اس سورت میں تخلیق انسان کو بیان فرمایا گیا ہے۔

۲-سورت میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ تقدیر اور ہدایت اللہ ربّ العزّت کے ہاتھ میں ہے۔

۳-سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے یاد رہنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ آپ کو کبھی قرآن نہیں بھولے گا۔

۴-لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۵-کامیابی کا راستہ اور طریقہ بھی اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

اللہ ربّ العزّت کے نام کی تسبیح کیجیے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو، تسبیح سے مراد اللہ ربّ العزّت کا ذکر بھی ہے، نیز اس سے مراد اللہ ربّ العزّت کے نام کی تعظیم وتکریم کرنا بھی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ "اجعلوھا فی سجودکم" یعنی یہ کلمہ "سبحان ربی الاعلیٰ" اپنے سجدہ میں کہا کرو۔ (معارف القرآن)

توحید باری تعالیٰ کے چند دلائل

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرما کر اپنی توحید کو ثابت فرمایا کہ اللہ ربّ العزّت وہ ہے جس نے ہر ایک کو پیدا کیا، اور ہر ایک کو جو وجود عطا فرمایا اس کی جسامت اور شکل وصورت میں ایک خاص تناسب کا لحاظ رکھا، پھر ہر چیز کو کسی خاص کام میں لگا دیا اور اس کے مناسب اس کو وسائل عطا فرما دیے اور اسے اس کام کا شعور بھی عطا فرما دیا، اسی نے زمین سے چارہ اور سرسبز گھاس نکالا پھر اسے خشک کر کے سیاہ رنگ کر دیا۔ لہٰذا انسان کو سوچنا چاہیے کہ یہ جسم کی شادابی اور خوبصورتی اور چستی و چالاکی اللہ ربّ العزّت کی عطا کردہ ہے، اور انجام کار ہر ایک کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُستاذ حق تعالیٰ ہیں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کوئی آیت سناتے تو آپ کو یہ فکر لاحق ہوتی کہ ایسا نہ ہو کہ الفاظ ذہن سے نکل جائیں، اس لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ آپ بھی قرآن کے الفاظ پڑھتے جاتے تھے، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے آپ کو تسلی دی کہ اے نبی! آپ کو قرآن یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے، اس لیے آپ بےفکر رہیے، آپ قرآن کی کوئی چیز نہیں بھولیں گے، سوائے اس کے جس کو خود اللہ ربّ العزّت آپ کے

ذہن سے بھلا دیں۔ اس لیے آپ اپنے تبلیغ کے کام پر توجہ دیجیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے، شاید ان میں کوئی ڈر والا ہو جسے نصیحت نفع دے، اور نصیحت سے محروم وہی رہتا ہے جو بد بخت ہو، اور ایسے بد بخت کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جبکہ جس شخص نے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لیا، اپنا تزکیۂ نفس کر لیا، اللہ ربّ العزّت کے ذکر میں لگا رہا اور نماز ادا کرتا رہا، وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگا۔ لہٰذا دنیا کی زندگی کو ترجیح نہ دو، آخرت باقی رہنے والی ہے اور وہی مؤمنین کے لیے بہتر ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرما کر اپنی توحید کو ثابت فرمایا۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے فریضۂ پیغمبری یعنی تبلیغ احکام کی ادائیگی کی تلقین کی گئی ہے۔

۳۔ شریعت اسلامیہ کے احکامات ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے انجام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الاعلیٰ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَة

سورت کا تعارف

یہ سورت مکی ہے۔ قرآنی ترتیب میں اٹھاسی (۸۸) نمبر پر ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اڑسٹھ (۶۸) ہے۔ ایک رُکوع اور چھبیس (۲۶) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

''غاشیہ'' کا معنی ہے ڈھانپ لینے والی، یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، چونکہ سورت کے آغاز میں قیامت کے احوال بیان کیے گئے ہیں، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ غاشیہ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں وقوعِ قیامت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اس سورت میں اس کے تفصیلی احوال بیان کیے گئے ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''نیک اور برے لوگوں کی جزا اور سزا کا بیان اور قیامت کے احوال کا تذکرہ'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں کُفّار کی اخروی سزا بیان کی گئی ہے۔

۲۔ مؤمنین کا اخروی انجام اور ان کے لیے تیار کردہ نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ قدرتِ باری تعالیٰ کے چند نمونے بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۔ قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیشی اور حساب و کتاب سے بھی ڈرایا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ
عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨
لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣
وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦

کفّار اور مؤمنین کا اُخروی انجام

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے دن کفّار اور مؤمنین کے احوال کو بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو مؤمن اور کافر الگ الگ ہو جائیں گے، وہ اپنے چہروں سے پہچانیں جائیں گے، کافروں کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے، ان پر ذلت اور رسوائی کے آثار نمایاں ہوں گے، پھر انہیں جہنّم کی سخت ترین آگ میں جھونک دیا جائے گا، جہاں انہیں پینے کو سخت کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا، اور کھانے میں خاردار گھاس دی جائے گی جس سے نہ بھوک ختم ہوگی اور نہ ان کی جان بنے گی۔

جبکہ ان کے برعکس مؤمنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے، اور دنیا میں جو مشقتیں اور تکالیف جھیل کے وہ آئے ہوں گے جب اس کا ثواب اور اُجر دیکھیں گے تو اس پر راضی اور خوش ہو جائیں گے، انہیں اونچی جنتوں میں رہائش ملے گی جہاں وہ کوئی فضول اور لغو بات یا گالی گلوچ نہیں سنیں گے، وہاں کے چشموں سے لطف اندوز ہوں گے، تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے، مشروبات وغیرہ کے جام ان کے قریب ہی رکھے ہوں گے، قیمتی قالین بچھے ہوں گے۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩
وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى
وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

قدرتِ باری تعالیٰ کے نمونے!

قیامت کے احوال اور مؤمن و کافر کے انجام کو بیان کرنے کے بعد کفّارِ مکہ کو غور و فکر کرنے کی تلقین کرنے کے لیے اپنی قدرت کے چند نمونے بیان فرمائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسے پیدا کیا، چونکہ عرب اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے اسی لیے ان کے حال کے مطابق اونٹ کا ذکر کیا، اس کے بعد آسمان و زمین اور پہاڑوں کا ذکر فرمایا کہ ان سب کو دیکھ کر ان میں غور و فکر کرو کہ جو رب ان جیسی بڑی مخلوقات کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمہیں بھی قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے، اگر یہ آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ فکر نہ کیجیے، کیونکہ منوانا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ ان سب نے لوٹ کر ہمارے پاس آنا ہے، اور ہم ہی ان کا حساب وکتاب کریں گے، اور ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت کے آغاز میں کفار اور مؤمنین کے اخروی انجام کو بیان فرمایا۔

۲۔ بعث بعد الموت کو ثابت کرنے کے لیے اللہ ربّ العزّت کی قدرت کے چند دلائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی ہے۔

تمت سورۃ الغاشیۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْفَجْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں نواسی (۸۹) نمبر پر ہے، جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ سورت دسویں نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور تیس (۳۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے فجر کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ فجر کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی کفّار کے لیے عذاب اور ہلاکت کی وعیدوں اور اہل ایمان کے لیے جنّت کے وعدوں کا تذکرہ تھا، اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت تمام انسانوں کے اعمال اور حرکات وسکنات کو دیکھ رہے ہیں اور انہیں اس پر جزا اور سزا عطا فرمائیں گے۔

عمومی مضامین

۱۔سورت میں ان گزشتہ قوموں کا تذکرہ کیا گیا جنھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا جس کی وجہ سے اللہ ربّ العزّت نے انہیں ہلاک کردیا۔

۲۔سورت میں تنگی اور وسعت کے وقت انسان کی کیفیت اور حالت کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۔سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال کی محبت انسان کو صدقہ کرنے سے روکتی ہے۔

۴۔سورت میں قیامت کی ہولناکی کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور قیامت کے دن کفّار کی ندامت اور پشیمانی اور مؤمن وکافر کے اُخروی انجام کو بھی بیان فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ
كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا
الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ
رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

اعمال کی جزا اور سزا کا ہونا لازمی امر ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے پانچ چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ تم دنیا میں جو کچھ کر رہے ہو اس پر جزا اور سزا کا ہونا لازمی اور یقینی ہے، تمہارا رب تمہارے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔ جن پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ان میں فجر کا وقت، ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں، یوم عرفہ یعنی نو ذوالحج، یوم النحر یعنی دس ذوالحج اور رات شامل ہیں۔ فجر کا وقت چونکہ بہت بابرکت اور نورانی وقت ہوتا ہے اس لیے اس کی قسم کھائی گئی ہے، اسی طرح ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی احادیث مبارکہ میں بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ عبادت کے لیے اللہ ربّ العزّت کے نزدیک سب دنوں میں ذوالحج کے ابتدائی دس دن افضل ہیں، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی: ۷۵۸) اسی طرح نو اور دس ذی الحج یعنی یوم عرفہ اور یوم نحر کے دن کی قسم کھائی جو بہت بابرکت دن ہیں اور رات کی قسم کھائی، یہ سب قسمیں کھانے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو ایک خاص انداز میں سوچنے سمجھنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ کیا عقل والے آدمی کے لیے یہ قسمیں کافی ہیں۔ اگر انسان ذرا سا غور کرے تو اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ ہر عمل کا آخرت میں حساب و کتاب اور اس پر جزا و سزا کا ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

چند ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے گزشتہ اقوام میں سے چند قوموں کا تذکرہ فرمایا جو اپنے زمانے میں طاقت اور قوت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھیں، لیکن انہوں نے اللہ ربّ العزّت کے پیغام کو جھٹلایا، انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور کفر و شرک کی روش پر ڈٹے رہے تو اللہ ربّ العزّت نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ ان قوموں میں قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ فرعون شامل ہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ
رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ
وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۝ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝

رزق کی تنگی یا فراخی، مقبول یا مردود ہونے کی نشانی نہیں!

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے انسانی فطرت کے چند گوشوں کو بیان فرمایا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت انسان کو مختلف صورتوں میں آزماتے ہیں، کبھی مشکلات اور پریشانیاں دیتے ہیں، کبھی رزق تنگ فرمادیتے ہیں، تو کبھی آسانیاں عطا فرما کر اور رزق میں فراخی فرما کر آزمائش میں مبتلا فرماتے ہیں۔ تو جب اللہ ربّ العزّت رزق میں وسعت اور دولت، صحت اور تندرستی سے نوازیں اور نعمتیں دے دیں تو انسان اس زعم باطل میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ میں تو اللہ کا چہیتا اور پسندیدہ ہوں اور اس کا مقبول بندہ ہوں، اسی لیے اس نے مجھے یہ دولت اور صحت کی نعمت دی ہے، اور یہ میری ذاتی استعداد تھی جس کی بنا پر مجھے یہ سب نعمتیں ملیں۔ اور اگر اللہ ربّ العزّت کسی مصلحت کے تحت رزق تنگ کردیں تو خفا ہوجاتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ میں تو انعام اور اکرام کا مستحق تھا، مجھے اللہ ربّ العزّت نے بلا وجہ ذلیل اور حقیر کردیا۔

اللہ ربّ العزّت نے ان آیات میں یہ واضح فرمایا کہ رزق کی وسعت و تنگی، صحت یا بیماری کا ملنا مقبولیت یا مردود ہونے کی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ آزمائش اور ابتلاء ہے، اللہ ربّ العزّت کسی کو مال دے کر آزماتے ہیں اور کسی کو فقیر بنا کر آزماتے ہیں، اسی طرح کسی کو صحت دے کر آزماتے ہیں اور کسی کو بیمار کرکے آزماتے ہیں۔

کُفّار کے اعمال و خصائل

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے کچھ ایسے اعمال اور خصلتیں بیان فرمائی ہیں جو دراصل کافروں کی خصلتیں ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو ان اعمال اور خصلتوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کُفّار یتیموں کا اکرام نہیں کرتے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا خیال نہیں کرتے، ان پر ضروری خرچ نہیں کرتے، اور مسکینوں اور بھوکوں کا خیال نہیں رکھتے، نہ خود ان پر خرچ کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو ان پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ میراث کا مال کھا جاتے ہیں، بہنوں اور بیٹیوں کو ان کا حق نہیں دیتے۔ ان سب خصلتوں کی وجہ یہ ہے کہ کافر مال کی محبت میں اندھے اور مستغرق ہوتے ہیں، ان کا مطمحِ نظر صرف مال ہوتا ہے۔ جبکہ مومن کے پیش نظر آخرت اور اللہ کی رضا ہوتی ہے۔

قیامت کی ہولناکی

اس کے بعد پھر قیامت کی ہولناکی اور اس کے چند احوال بیان فرمائے کہ جب قیامت آئے گی تو زمین کوٹ دی جائے گی، فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، جہنّم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ایک لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے یعنی چار کروڑ نوے لاکھ فرشتے جہنّم کو کھینچ رہے ہوں گے۔ اس وقت انسان کو سمجھ آئے گی کہ مجھے دنیا

میں نیک اعمال کرنے چاہئیں تھے، لیکن میں نے گناہوں میں زندگی گزار دی، لیکن اس وقت یہ سمجھ میں آنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ تو عذاب اور پکڑ کا وقت ہوگا اور اللہ ربّ العزّت کی پکڑ کے برابر کسی کی پکڑ نہیں ہوسکتی۔

اس کے برعکس نیک اور مؤمن آدمی کو اس کی موت کے وقت سے ہی راحتیں نصیب ہوں گی، اسے فرشتے کہیں گے کہ اے نیک جان! اپنے رب کے پاس لوٹ جا، اس حال میں کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے اور تو اپنے رب سے راضی ہے، جب یہ روح اللہ ربّ العزّت کے دربار میں پیش ہوگی تو اللہ ربّ العزّت اسے فرمائیں گے کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنّت میں داخل ہوجا۔

اس آیت میں اللہ ربّ العزّت نے پہلے اپنے خاص اور نیک بندوں میں شامل ہونے کا حکم دیا پھر جنّت میں داخل ہونے کا حکم فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ جنّت کے حصول کے لیے دنیا میں بھی نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے کیونکہ جو دنیا میں نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے اللہ ربّ العزّت اسے قیامت کے دن بھی نیک لوگوں کی نصیب فرماتے ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قسمیں کھا کر قیامت کے حق ہونے کو بیان فرمایا۔

۲۔سورت میں گزشتہ قوموں میں سے چند ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ کیا گیا۔

۳۔سورت میں یہ مضمون خاص طور پر بیان کیا گیا کہ دنیا میں رزق کی فراوانی یا تنگی اللہ ربّ العزّت کے نزدیک کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ فراوانی یا تنگی آزمائش کے طور پر ہوتی ہے۔

۴۔سورت میں کُفّار کے چند اعمال اور خصائل بیان فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مؤمنین ان خصائل سے اپنے آپ کو بچائیں۔

۵۔سورت کے آخر میں ایک بار پھر قیامت کی ہولنا کی اور اس کے چند احوال بیان کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ الفجر بعون اللہ سبحانہ وتعالٰی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْبَلَد

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے نوّے (۹۰) نمبر پر جبکہ نزول کے اعتبار سے پینتیس (۳۵) نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور بیس (۲۰) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

"بلد" شہر کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے، چونکہ سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ بلد رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو مال کی بے جا محبت میں مبتلا رہتے ہیں، اور مال ہونے کے باوجود اس کو درست مصارف میں خرچ نہیں کرتے، اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے چند مصارف کو ذکر فرمایا جہاں مال والوں کو اپنا مال خرچ کرنا چاہیے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ "دنیا آزمائشوں اور مشقتوں کا گھر ہے۔"

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام پہلوؤں کو بیان فرمایا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن (مکہ مکرمہ)، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ، ان لوگوں کا ذکر جن کے پاس آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، اور اس پیغامِ الٰہی کا بیان جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔

۲۔ سورت میں ایک دوسرے کو صبر کی اور رشتہ داریاں نبھانے کی تلقین کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اکثر لوگ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین تو کرتے رہتے ہیں، جبکہ رشتہ داریاں نبھانے کی تلقین کرنے والے کم ہیں۔

۳-سورت میں یہ مضمون بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان مشقت میں پیدا کیا گیا ہے، جب کوئی شخص اس حقیقت کو سمجھ کر تسلیم کر لے تو اس کے لیے اللہ ربّ العزّت کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنا اور مشکلات و مصائب پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

اِنسان فطرتاً مشقت میں پیدا کیا گیا ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے شہر مکہ کی قسم کھائی جو ایک مقدس اور بابرکت شہر ہے مگر اس کی فضیلت اس بات سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس شہر میں موجود ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد کی قسم کھائی، ان سب قسموں کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، یعنی اس کو اس فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ پہلے ماں کے پیٹ میں رہا، پھر ولادت کے وقت کی مشقت اور محنت، پھر ماں کا دودھ پینے اور اس کے چھوٹنے کی مشقت، پھر اپنے معاش اور ضروریات زندگی کی مشقت، پھر بڑھاپے کی تکلیفیں پھر موت، پھر قبر، پھر حشر اور اس میں اللہ ربّ العزّت کے سامنے پیشی اور اپنے اعمال کی جواب دہی، پھر جزا اور سزا، یہ سب دور اس پر گزرتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کی یہ خواہش ہے کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے، کسی تکلیف سے کبھی پالا نہ پڑے تو یہ گمان غلط اور خیال باطل ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ مشقت اور تکلیف ہر حال میں اٹھانی پڑے گی، اس لیے عقل مند کا کام یہ ہے کہ وہ محنت اور مشقت اس چیز کے لیے کرے جو اس کو ہمیشہ کام دے گی اور دائمی راحت کا سامان بنے گی اور وہ ایمان اور اللہ ربّ العزّت کی اطاعت ہے۔ (معارف القرآن)

اِنسان کی غفلت اور اللہ کے اِنعامات

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے انسان کی غفلت اور سرکشی کو بیان فرمایا کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا، اس کے اعمالِ بد سے کوئی واقف نہیں ہے، اور اسے سزا دینے پر کوئی قادر نہیں ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت اس کے ہر عمل سے واقف ہے اور ہر چیز پر قادر بھی۔ اسی نے تو انسان کو آنکھیں دیں، زبان دی، ہونٹ دیے

اور اچھائی اور بُرائی میں فرق کرنے کے لیے شعور دیا اور اسے دو واضح راستے دکھا دیے جن میں سے ایک خیر اور فلاح کا راستہ ہے جبکہ دوسرا شر اور ہلاکت کا۔ اس لیے سمجھ دار اِنسان کو چاہیے کہ وہ اللہ رَبّ العزّت کے عطا کردہ عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے اپنے لیے اس راستے کا انتخاب کرے جو اسے کامیابی اور خیر کی طرف لے جائے، نہ کہ ناکامی اور ہلاکت کی طرف۔

چند نیک اعمال کا تذکرہ

پھر اللہ رَبّ العزّت نے انسان کا شکوہ کرتے ہوئے چند نیک اعمال کا ایک خاص انداز میں تذکرہ فرمایا کہ انسان گھاٹی میں داخل نہیں ہوا، یعنی اس نے نیک اعمال اختیار نہیں کیے، جس طرح گھاٹی کا راستہ دشوار ہوتا ہے لیکن انسان کو دشمن سے نجات دلانے کا سبب بن جاتا ہے، اسی طرح نیک اعمال بجالانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے لیکن بالآخر انسان کو دوزخ سے بچا کر جنّت میں لے جاتا ہے۔ ان نیک اعمال میں غلاموں کو آزاد کرنا، بھوکوں اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا، یتیموں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، ان پر شفقت کا معاملہ کرنا شامل ہیں۔ اس لیے ہر مؤمن کو یہ نیکیاں اختیار کرنی چاہئیں، اور نہ صرف یہ کہ خود ان نیکیوں پر عمل کرے بلکہ دوسروں کو بھی نیکیوں اور صلہ رحمی کی ترغیب اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کرے، یہی حقیقی مؤمن کی شان ہے۔ اور جو لوگ یہ نہ کریں بلکہ اللہ رَبّ العزّت کی آیات کا انکار کریں، ان کے لیے جہنّم کا دردناک عذاب ہوگا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے مختلف قسمیں کھا کر یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ انسان فطرتاً مشقت میں پیدا کیا گیا ہے، اس لیے مکمل راحت دنیا میں نہیں مل سکتی۔

۲۔ اس کے بعد کفّار کے چند باطل خیالات و نظریات کی تردید فرما کر مؤمن کو نیک اعمال اختیار کرنے کی ایک خاص انداز میں ترغیب فرمائی۔

۳۔ سورت کے آخر میں کفّار کے انجام اور ان کے لیے وعید بیان فرمائی ہے۔

تمت سورة البلد بعون الله سبحانه وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوْرَةُ الشَّمْس

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اکیانوے (۹۱) نمبر پر جبکہ نزول کے اعتبار سے چھبیس (۲۶) نمبر پر ہے۔ایک رُکوع اور پندرہ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے سورج کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ شمس رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں کفّار کے اخروی انجام کا بیان تھا، اس سورت میں ان کے دنیوی انجام کا ذکر ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا اور اپنے باطن کو صاف رکھا، وہ کامیاب ہوگیا، اور جس نے اپنا نفس گناہوں سے آلودہ کرلیا وہ ناکام ہوگیا۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے یکبارگی گیارہ چیزوں کی قسم کھائی ہے، اور یہ کسی بھی سورت میں کھائی جانے والی قسموں کی تعداد میں سب سے زیادہ ہے۔

۲۔ اس سورت میں قومِ ثمود کی ہلاکت کا اجمالی واقعہ اور سبب بیان کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰٮهَا ۞ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰٮهَا ۞ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰٮهَا ۞ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰٮهَا ۞ وَالسَّمَآءِ وَمَا
بَنٰٮهَا ۞ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰٮهَا ۞ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰٮهَا ۞ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰٮهَا ۞ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا ۞

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ
وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

کامیابی اور ناکامی کا قرآنی معیار

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے متعدد قسمیں کھا کر کامیابی اور ناکامی کا معیار بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ سورج اور اس کی روشنی کی قسم، چاند کی قسم، دن کے اجالے کی قسم، رات کی تاریکی کی قسم، آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم، زمین اور اس کے بچھانے والے کی قسم، نفسِ انسانی اور اسے درست کرنے والے کی قسم، جس نے اس نفس میں نیکی اور برائی کا شعور پیدا فرمایا۔ یہ سب قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے دل کو گناہوں سے پاک کرلیا، اپنے باطن کی اصلاح کرلی تو وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا تو وہ ناکام ہوگیا۔

حقیقی ناکامی کا ایک دُنیوی نمونہ

کامیابی اور ناکامی کا معیار بتا کر اللہ ربّ العزّت نے ناکام لوگوں کا ایک نمونہ بیان فرمایا، جس سے مقصد لوگوں کو ان کے انجام سے ڈرانا ہے کہ ان کو آخرت میں تو سزا ملے گی ہی، بعض اوقات دنیا میں بھی ان کو سزا دے دی جاتی ہے۔ چنانچہ قومِ ثمود کا تذکرہ فرمایا جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی، اللہ ربّ العزّت نے ان کے سامنے یہ معجزہ ظاہر فرمایا تھا کہ ایک دس ماہ کی گابھن اونٹنی چٹان چیر کے باہر آئی تھی۔ لیکن قوم کے ایک شخص نے دوسروں کے ایماء پر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اسے مار ڈالا، جس پر اللہ ربّ العزّت نے اپنا عذاب نازل فرمایا اور ساری قوم کو ہلاک کردیا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے حقیقی کامیابی اور ناکامی کا معیار بیان فرمایا ہے۔

۲۔ حقیقی طور پر ناکام لوگوں کا ایک دنیوی نمونہ بھی لوگوں کی عبرت کے لیے اس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الشمس بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الَّيْل

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے اعتبار سے بانوے (۹۲) جبکہ نزول کے اعتبار سے نویں نمبر پر ہے۔
ایک رُکوع اور اِکیس (۲۱) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے رات کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ لیل کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے کامیابی اور ناکامی کا معیار بیان فرمایا تھا اس سورت میں ان اوصاف کا بیان ہے جس سے انسان کو کامیابی حاصل ہوتی ہے یا ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''سخاوت اور بخل'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مال خرچ کرنے والوں کی تعریف بیان فرمائی۔
۲۔سورت میں بخل کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔
۳۔سخاوت کرنے والوں اور بخل کرنے والوں کا اخروی انجام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى

وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ
مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

حقیقی کامیابی اور ناکامی کے اسباب

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف قسمیں کھائی ہیں اور ارشاد فرمایا کہ رات کی قسم، دن کی قسم، اور جس ذات نے مذکر اور مؤنث کو پیدا فرمایا اس کی قسم، یہ سب قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا کہ انسان کی کوشش اور عمل مختلف ہوتے ہیں، کچھ لوگ اپنی جدوجہد اور محنت سے دائمی راحت کا سامان کر لیتے ہیں اور بعض اپنے اعمال سے ہمیشہ کا عذاب مول لے لیتے ہیں۔ پہلا گروہ کامیاب لوگوں کا ہے جبکہ دوسرا ناکام لوگوں کا۔

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان اوصاف اور اعمال کا تذکرہ فرمایا جو کامیابی یا ناکامی کا باعث بنتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو کامیاب لوگ ہیں ان کے تین اعمال ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ اللہ ربّ العزّت کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ ربّ العزّت کا ڈر اور تقویٰ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

۳۔ کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

تو جس میں یہ تینوں صفات پائی جائیں ان کے لیے اللہ ربّ العزّت جنّت کی راہ آسان کر دیتے ہیں جو حقیقی کامیابی کا نتیجہ ہے۔ جبکہ جو ناکام لوگ ہیں ان کے بھی تین اعمال ہیں، وہ اللہ ربّ العزّت کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں، زکوٰۃ اور صدقات واجبہ بھی ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور اللہ ربّ العزّت کی طرف جھکنے اور اس کی اطاعت کرنے کے بجائے اس سے بے نیازی اور بے رخی اختیار کرتے ہیں، اور اچھی بات یعنی کلمہ طیبہ کا انکار کرتے ہیں، تو جس میں یہ صفات ہوں، اس کے لیے اللہ ربّ العزّت جہنّم کی راہ آسان کر دیتے ہیں، اور جب ان کو جہنّم کی آگ میں ڈالا جائے گا تو ان کا مال ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔ جبکہ تقویٰ والے اور اللہ ربّ العزّت کی رضا کے لیے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرنے والے اس آگ سے محفوظ رہیں گے اور انہیں اللہ ربّ العزّت کی رضا بھی حاصل ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان!

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیات خلیفہ بلا فصل، افضل البشر بعد الانبیاء سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جن کا مزاج یہ تھا کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال کا تقاضا فرماتے تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں سوئی بھی رکھ کر نہیں آتے تھے۔ اور سب کچھ حضور کے قدموں میں نچھاور کر دیتے تھے۔ جب اسلام قبول فرمایا تو

ان کے پاس چالیس ہزار کی رقم موجود تھی، انہوں نے ساری لاکر حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ غزوہ تبوک میں جب حضور نے چندہ کا اعلان فرمایا تو یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

اصحاب پاک مصطفیٰ کو ربّ نے کیا جگر دیا — کسی نے نصف گھر دیا، کسی نے ثلث گھر دیا

پر عائشہ کے باپ نے دیا تو اس قدر دیا — جو کچھ بھی گھر میں تھا وہ سارا لا کے دھر دیا

مکہ میں سات غلام تھے جو کلمہ پڑھ چکے تھے، اور ان پر ان کے کافر آقا ظلم ڈھاتے تھے، ان میں حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ایک کو خرید کر آزاد کرتے رہے، اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کے اخلاص کی گواہی بھی دی اور انہیں اس اُمت کا سب سے متقی انسان بھی قرار دیا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے کامیابی اور ناکامی کا ذریعہ اور سبب بننے والے اعمال اور اوصاف کا تذکرہ فرمایا۔

۲- سورت میں ارشاد فرمایا گیا کہ جب ہلاکت آتی ہے تو مال کسی کام نہیں آیا کرتا۔

۳- سورت کے آخر میں بخیل گفّار اور سخی مؤمن کا اخروی انجام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ اللیل بعون اللہ سبحانہ و تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الضُّحٰی

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ترانوے (۹۳) جبکہ نزول کے اعتبار سے گیارہویں نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے ضحیٰ (چاشت کے وقت) کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ ضحیٰ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شان کا بیان تھا، اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شان کا بیان ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "اللہ ربّ العزّت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ" ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفّار کی جانب سے ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۲۔ سورت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر باری تعالیٰ کے تین انعامات بیان فرما کر ان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوۡفَ

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝
فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

شانِ نزول

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند دن تک وحی نہ آئی اور ایک دو رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کے لیے آنکھ نہ کھلی تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے اور وہ ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ ان طعنہ دینے والوں میں ابولہب کی بیوی ام جمیل پیش پیش تھی، اس نے کہا کہ جو شیطان محمد کے پاس آتا تھا اس نے آنا جانا بند کر دیا (نعوذ باللہ)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان طعنوں سے بہت تکلیف اور پریشانی ہوئی، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے چند قسمیں کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے جس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ ربّ العزّت کے نزدیک مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ چاشت کے وقت کی قسم اور رات کی قسم، نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ لہٰذا آپ ان کُفّار کے طعنوں کو خاطر میں نہ لایئے اور ان کی وجہ سے پریشان ہونا چھوڑ دیجیے، یہ سب دنیا کے طالب ہیں، حالانکہ آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے، اور آخرت میں آپ کا رب آپ کو بے حد نوازے گا اور آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ دنیا میں بھی ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلے والی سے بہتر ہوگی اور آپ پر مسلسل اللہ ربّ العزّت کے انعامات ہوتے جائیں گے، اور علوم و معارف، قربِ الٰہی اور اسلام کے پھیلنے میں مسلسل ترقی ہوگی۔ جیسا کہ ایک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے اکیلے صحابی تھے اور پھر چشمِ فلک نے وہ وقت بھی دیکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو سوا لاکھ صحابہ آپ کے فراق میں نم آنکھیں لیے غمگین تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین اِنعامات کا ذِکر

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے تین انعامات بیان کیے، اور ان تین انعامات پر بطور شکرانہ تین احکام دیے:

پہلا اِنعام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تھے تو آپ کے والد اس دُنیا سے جا چکے تھے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو دادا اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

سائے نہ پسند آئے پروردگار کو بے سایہ کردیا اس سایہ دار کو

حضور کو بے سایہ کرنے کی وجہ درحقیقت یہ ثابت کرنا تھا کہ لوگوں کے لیے دنیا میں سہارے ان کے والدین اور آباؤاجداد ہوا کرتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا خود پروردگارِ عالم ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو یتیمی کی حالت میں ٹھکانا دیا، آپ کو سنبھالا، آپ کی سرپرستی کی، آپ کو پالا پوسا، آپ کا اکرام کیا اور آپ کو نبوّت سے سرفراز کیا۔

دوسرا اِنعام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے نہیں تھے، آپ نے کبھی کسی درسگاہ سے علم حاصل نہیں کیا، اللہ ربّ العزّت نے آپ کو اپنی طرف سے بے بہا علم کے خزانے عطا کردیے، یکایک ایک امی کی زبان پر وہ قرآن جاری ہوگیا جس کے سامنے سارے علم والوں کے علم جواب دے گئے۔ حضور کے دہنِ اقدس سے علم کے ایسے دریا جاری ہوئے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

تیسرا اِنعام

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تنگدست تھے اللہ ربّ العزّت نے آپ کو غنی کردیا۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اجرت پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتے رہے، پھر اللہ ربّ العزّت نے آپ کو مال عطا فرمایا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی مالدار اور وفا شعار بیوی عنایت فرمائی، جنہوں نے اپنا سارا مال آپ پر قربان کردیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا دوست عطا فرمایا جنہوں نے اپنے گھر کا سارا ساز و سامان لاکر آپ کے قدموں میں ڈھیر کردیا۔

مذکورہ بالا تین اِنعامات کے شکرانے کا طریقہ

ان تین انعامات کو ذکر کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت نے ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور شکر کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا۔

پہلے اِنعام کا شکرانہ

پہلے انعام کا شکرانہ یہ ہے کہ چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود یتیم تھے اور ہم نے اس یتیمی کی حالت میں آپ کو ٹھکانا دیا لہٰذا اب آپ کسی یتیم پر سختی نہ کیجیے، ان کا خیال رکھیے۔

یتیم کی کفالت کے فضائل

احادیثِ مبارکہ میں یتیم کی کفالت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے کئی فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں قیامت میں اس طرح ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۵۲) ایک حدیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے

گھروں میں بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ:۳۶۷۹)

دوسرے اِنعام کا شکرانہ

دوسرے انعام کا شکرانہ یہ ہے کہ چونکہ آپ خود تنگدستی والی زندگی گزار کر آئے ہیں جس کے بعد ہم نے آپ کو فراخی عطا کی تو اس کا شکرانہ یہ ہے کہ اب اگر آپ کے پاس کوئی مانگنے والا آجائے تو اسے جھڑکا نہ کیجیے گا اور اسے برا بھلا نہ کہیے گا۔

تیسرے اِنعام کا شکرانہ

تیسری نعمت اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں یہ بیان فرمائی تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے علم نہیں تھا، آپ پڑھے لکھے نہیں تھے، پھر اللہ ربّ العزّت نے آپ کو علم عطا فرمایا، تو اس کا شکرانہ یہ ہے کہ اس علم کو چھپا کر نہ رکھا جائے بلکہ اسے بیان کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو سکھایا جائے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے قسمیں کھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کفّار کے اعتراض کا جواب دیا۔

۲- اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنے تین انعامات بیان فرما کر ان کے شکرانے کی تلقین فرمائی اور اس کا طریقہ بھی بیان فرمایا۔

تمت سورۃ الضحیٰ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوْرَةُ أَلَمْ نَشْرَحْ

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے چورانوے (۹۴) جبکہ نزول کے اعتبار سے بارہویں نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور آٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرحِ صدر کا تذکرہ فرمایا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۃ انشراح رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں بھی اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے چند انعامات کا تذکرہ فرمایا تھا اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے گئے اللہ رَبّ العزّت کے انعاماتِ خاصہ کا بیان" ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام ومرتبہ کا بیان ہے۔
۲- سورت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَب ۝

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مقام

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے چند انعامات بیان فرمائے کہ ہم نے آپ کا سینہ مبارک کھول دیا، یعنی اسے علوم ومعارف اور اخلاق کریمہ کے لیے ایسا وسیع بنادیا کہ بڑے بڑے عقل والے آپ کے علم وحکمت کی گرد کو بھی نہ پاسکے، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ جو نبوّت کا اور پوری اُمّت کی ذمہ داری کا بوجھ تھا، اس کو ہم نے ہلکا کردیا اور ہم نے پوری کائنات میں آپ کا ذکر اور تذکرہ بلند کردیا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ تمام اسلامی شعائر میں اللہ رَبّ العزّت کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے، اذانوں اور نمازوں میں، کلمہ طیبہ وغیرہ میں باری تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کے نام کا تذکرہ لازماً کیا جاتا ہے۔

ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے!

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اے نبی اگر راہِ خدا میں آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو آپ اس کی پروانہ کیجیے، کیونکہ ہر مشکل کے بعد اللہ رَبّ العزّت آسانی ضرور پیدا فرماتے ہیں، لہٰذا آپ اپنے کام میں لگے رہیے اور جب اس تعلیم وتبلیغ والے کام سے فراغت مل جائے تو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر اس کی عبادت میں خوب لگ جایئے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کچھ انعامات کا تذکرہ فرمایا۔
۲- پھر اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکلات ومصائب پر تسلی دی ہے۔

تمت سورۃ الانشراح بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ التِّیْن

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں پچانوے (۹۵) جبکہ نزول کے اعتبار سے اٹھائیس (۲۸) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور آٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

"تین" عربی زبان میں انجیر کو کہتے ہیں، سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے انجیر کی قسم کھائی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تین رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ ربّ العزّت کے انعامات کا تذکرہ تھا، اس سورت میں عام انسانوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی خیال

اس سورت کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔

عمومی مضامین

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے تخلیق انسانی کو بیان فرمایا۔

۲- گناہوں اور معاصی میں مبتلا ہو کر شرف انسانیت کھو دینے والوں کا تذکرہ بھی اس سورت میں موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ﴿۴﴾

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ
بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸

اِنسان تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے چند قسمیں کھائی ہیں جن میں انجیر، زیتون، طور پہاڑ اور شہر مکہ کی قسم شامل ہے، یہ چار قسمیں کھا کر اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو خوبصورت ترین شکل عطا فرمائی ہے اور اسے اپنی مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین بنایا ہے۔

ایک عجیب طلاق کا واقعہ

عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی جو خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربار کے مخصوص لوگوں میں سے تھے اور اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتے تھے، ایک بار چاندنی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، بیوی کی محبت میں آ کر کہنے لگے کہ تم اگر چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تمہیں تین طلاق ہے، یہ سنتے ہی بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی کہ آپ نے مجھے طلاق دے دی، عیسیٰ بن موسیٰ نے رات بڑی بے چینی اور رنج وغم میں گزار دی، صبح کو خلیفہ وقت کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا، خلیفہ نے شہر کے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے اس معاملہ میں رہنمائی طلب کی، سب نے ایک ہی جواب دیا کہ طلاق ہوگئی، کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی انسان کے لیے امکان ہی نہیں، مگر ایک عالم جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے، خاموش بیٹھے رہے، منصور نے پوچھا کہ آپ کچھ فرمائیں، تو انہوں نے سورۂ تین کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں انسان کو ہر چیز سے زیادہ حسین پیدا کیے جانے کا دعویٰ فرمایا ہے، اس لیے عیسیٰ بن موسیٰ کی بات درست ہے، اور طلاق واقع نہیں ہوئی، یہ سن کر سب علماء وفقہاء حیرت میں رہ گئے، اور سب نے ان کی موافقت فرمائی۔ (معارف القرآن)

اس کے بعد اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ پھر انسان پر ایک وقت آتا ہے جب یہ حسن ختم ہو جاتا ہے اور انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ چمک دمک ختم ہو جاتی ہے، بالوں کی بناوٹ ختم ہو جاتی ہے، گلاب جیسے رخسار مرجھا جاتے ہیں، گلاب کی پنکھڑی جیسے ہونٹوں کی رعنائی زائل ہو جاتی ہے، اور دوسروں پر بوجھ اور بار بن کر رہ جاتا ہے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ان کا اجر وثواب آخرت میں موجود ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ لہٰذا قدرتِ الٰہی کے ایسے مناظر دیکھنے کے بعد بھی کیا گنجائش ہے کہ آخرت اور قیامت کا انکار کیا جائے، کیا اللہ ربّ العزّت سب حکمرانوں سے بڑا حاکم نہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے: ”بلیٰ وانا علیٰ ذلک من الشاھدین“ کیوں نہیں! اور میں اس پر گواہ ہوں۔

سورت کا اجمالی درس

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے مختلف قسمیں کھا کر انسان کو سب سے زیادہ حسین وجمیل پیدا کیے جانے اور پھر ڈھلتی عمر کے ساتھ اس کے حسن کے زوال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۲- سورت میں ایمان والوں کے اجر وثواب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳- منکرین قیامت کو تنبیہ بھی کی گئی ہے۔

تمت سورۃ التین بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْعَلَق

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں چھیانوے (۹۶) جبکہ نزول کے اعتبار سے پہلے نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور اُنیس آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

خون کے لوتھڑے کو عربی میں "علق" کہتے ہیں، اس سورت میں انسان کی تخلیق کے بیان میں خون کے لوتھڑے کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ علق رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں انسان کی صورت کی تخلیق کا بیان تھا، اس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان کی عزّت اور رفعت دین، آخرت اور وحی کے علم میں ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ سورت میں پہلی وحی کا بیان ہے۔
۲۔ سورت میں علم فضیلت اور ذرائع علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔
۳۔ سورت میں ابوجہل کی مذمت کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۞ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۞ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۞ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۞ اَرَءَيْتَ
الَّذِيْ يَنْهٰى ۞ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۞ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۞ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۞ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝
فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے سلسلہ کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے بالکل اس کے مطابق واقعہ پیش آجاتا، پھر آپ کی طبیعت خلوت پسند ہوگئ، آپ کئی کئی دن کا کھانا لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے۔ وہاں نفلی اعتکاف اور عبادات کرتے۔ ایک دن وہاں اعتکاف میں تشریف فرماتے کہ ایک فرشتہ (جبرائیل امین) آیا اور آپ سے کہا: "اقرأ!" (پڑھیے) آپ نے فرمایا: "ما انا بقارئ" (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)، اس پر فرشتے نے آپ کو اپنی آغوش میں لے کر بھینچا (دبایا) اور پھر کہا کہ پڑھیے، آپ نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتے نے دوبارہ آغوش میں لے کر بھینچا (دبایا) اور کہا پڑھیے، اس طرح تین مرتبہ ہوا، تیسری مرتبہ میں جبرائیل امین نے اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ (معارف القرآن)

تعلیم کا سب سے اہم ذریعہ قلم ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم فرمایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو عذر تھا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس عذر کا جواب بھی ارشاد فرمایا کہ اگرچہ آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں، لیکن ہم آپ کو سکھائیں گے، کیونکہ حقیقی علم اللہ رب العزت کے پاس ہے، وہی انسانوں کو نامعلوم چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے، اور یہی علم ہے جو انسان کو دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز اور اشرف و اعلیٰ بناتا ہے، پھر تعلیم کی عام طور پر دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک زبانی تعلیم اور دوسری بذریعہ قلم و تحریر، اللہ رب العزت دونوں صورتوں سے تعلیم فرماتے ہیں، لیکن یہاں خاص طور پر دوسرے طریق تعلیم یعنی قلم کے ذریعہ تعلیم کا ذکر فرمایا، جو تعلیم کا بہت مضبوط ذریعہ ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے لکھنے کا فن حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا، یہ فن کتابت اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے، اسی کے دم سے دنیا کا کاروبار اور دین کا بہت بڑا حصہ محفوظ ہے۔

ابوجہل کی مذمّت

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ایک کافر کا ذکر فرما کر اس کی مذمت فرمائی اور اسے سختی سے تنبیہ فرمائی، اس کافر سے مراد ابوجہل ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور آپ نے نماز پڑھنا شروع کی تو ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ آئندہ اگر نماز پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو وہ معاذ اللہ آپ کی گردن کو پاؤں سے کچل دے گا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات میں اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ یہ بد بخت ہمارے بندے کو نماز سے روکتا ہے، جبکہ ہمارا بندہ تو ہدایت پر ہے وہ تو تقویٰ کا حکم کرتا ہے، اور یہ منع کرنے والا تو اللہ کا منکر ہے، کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ ربّ العزّت دیکھ رہا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنی روش سے باز آجائے، وگرنہ ہم اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچیں گے اور اگر اسے اپنے گروہ پر غرور ہے تو اسے اپنی مدد کے لیے بلا لے، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے، جن کے سامنے اس کا گروہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اے میرے حبیب! آپ صبر کیجیے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرتے رہیے، اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے سجدوں کی کثرت کیجیے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے علم کی فضیلت اور ذرائع علم کی اہمیت بیان فرمائی۔

۲-انسان کی تخلیق کے مادہ کو بھی بیان فرمایا۔

۳-نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن کا تذکرہ فرما کر اس کی مذمت کی گئی اور اس کو تنبیہ بھی فرمائی۔

۴-سورت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

تمت سورۃ العلق بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْقَدْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے اعتبار سے ستانوے (۹۷) جبکہ نزول کے اعتبار سے پچیس نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور پانچ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت میں شب قدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ قدر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھنے کا حکم فرمایا تھا، اس سورت میں نزولِ قرآن کا ابتدائی زمانہ بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''شب قدر کی فضیلت'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔اس سورت میں نزولِ قرآن کا وقت اور زمانہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۔شب قدر کے مختصر احوال اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

شانِ نزول

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار مہینے تک دن میں جہاد کرتا

رہا اور رات میں عبادت میں مصروف رہا، صحابہ کرام کو یہ سن کر تعجب ہوا اور بہت رشک آیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

قرآن ''شبِ قدر'' میں نازل ہوا!

سورت میں اللہ رَبُّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا، یعنی لوح محفوظ سے پورا قرآن اس رات میں اتارا گیا تھا، پھر حضرت جبرائیل اس کو تدریجاً تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لاتے رہے۔

''شبِ قدر'' کے فضائل

شب قدر بہت بابرکت اور فضیلت والی رات ہے، اس سورت میں اس کے کچھ فضائل بیان کیے گئے ہیں، ایک فضیلت تو یہ ذکر کی گئی کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے، ہزار مہینوں کے تراسی سال چار ماہ بنتے ہیں۔ اس رات میں حضرت جبرائیل امین فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور جتنے اللہ کے بندے مرد اور عورت نماز یا ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں ان سب کے لیے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ اور یہ رات طلوعِ فجر تک سلامتی ہی سلامتی والی ہے۔

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی اس رات کے بہت سے فضائل ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس رات میں عبادت کے لیے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے۔ (صحیح بخاری:۱۹۰۱) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم اور بدنصیب ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۶۴۴)

''شبِ قدر'' کی مخصوص دُعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں شبِ قدر کو پالوں تو کیا دُعا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دُعا کرو: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' یعنی یا اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند کرتے ہیں، میری خطائیں معاف فرمادے۔ (سنن نسائی:۷۰۴/۴)

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں نزول قرآن کے ابتدائی زمانہ کو بیان کیا گیا ہے۔
۲- شبِ قدر کے کچھ فضائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

تمت سورۃ القدر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَة

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے اٹھانوے (۹۸) جبکہ نزول کے اعتبار سے سو (۱۰۰) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور آٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

''بینہ'' کا معنی روشن اور واضح دلیل ہے، اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ ذکر کیا گیا ہے، اسی بنا پر اس سورت کا نام سورۂ بینہ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نزول قرآن کا وقت بیان فرمایا تھا، اس سورت میں نزول قرآن کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کا دین ایک ہے اسی ایک دین کی پیروی کرو۔

عمومی مضامین

۱۔ سورت میں نزول قرآن کی وجہ ذکر کی گئی ہے۔

۲۔ مشرکین اور اہلِ کتاب سے شکوہ کیا گیا ہے۔

۳۔ کفّار اور اہلِ ایمان کا اُخروی انجام ذکر کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

لَمۡ یَكُنِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِیۡنَ مُنۡفَكِّیۡنَ حَتّٰى تَاۡتِیَهُمُ الۡبَیِّنَةُ ۙ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ

يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

قرآن کیوں نازل کیا گیا؟

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن نازل ہونے کی وجہ بیان فرمائی کہ آپ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کُفر و شرک اور جہالت کا انتہائی غلبہ تھا، اور لوگ کُفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں قید تھے، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی رسول مبعوث ہو جو ان کو ان تاریکیوں سے آزاد کروا کر روشنیوں اور اجالوں کی طرف لے جائے، انہیں اللہ ربّ العزّت کا پیغام پڑھ کر سنائے، اس لیے اللہ ربّ العزّت نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو قرآن کریم جیسی مقدس کتاب عطا فرمائی۔

اہلِ کتاب سے شکوہ

پھر اللہ ربّ العزّت نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے شکوہ کیا، کیونکہ جب تک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت نہیں ہوئی تھی تب تک تمام یہود و نصاریٰ آپ کی بعثت پر متفق تھے، اور آپ کا واسطہ دے کر دعائیں کیا کرتے تھے، کیونکہ تورات و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت اور آپ کی خاص صفات مذکور تھیں جس کے سبب ان کو آپ کی بعثت کا پہلے سے علم تھا، لیکن جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے محض ضد اور عناد کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرآن ان کو پڑھ کر سنایا اس میں اعتقادی طور پر وہی مضامین تھے جو پہلے والی کتابوں میں تھے، کوئی نئی بات نہیں تھی، ان میں بھی اللہ ربّ العزّت نے یہی احکام دیے تھے کہ عبادت میں اخلاص پیدا کرو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور یہی مضامین قرآن مجید میں دیے گئے ہیں، اس کے باوجود ان کا انکار کرنا سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے۔

کُفّار اور مؤمنین کا اُخروی انجام

سورت کے آخر میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّار اور اہلِ کتاب اور اہلِ ایمان کا اخروی انجام بیان فرمایا ہے کہ

کفار اور وہ اہل کتاب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ بدترین لوگ ہیں، جبکہ ان کے برعکس اہل ایمان اور نیک اعمال کرنے والے جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، انہیں اللہ ربّ العزت کی رضا کا پروانہ حاصل ہوگا، وہ اللہ سے راضی ہوں گے اور اللہ ان سے راضی ہوگا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں اللہ ربّ العزت نے نزول قرآن اور بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ بیان فرمائی۔

۲۔کفار اور اہل کتاب سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لانے پر شکوہ کیا۔

۳۔کفار و اہل ایمان کا اخروی انجام بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ البینۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الزِّلْزَال

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ننانوے(۹۹) جبکہ نزول کے اعتبار سے ترانوے(۹۳) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور آٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کے دن زمین میں ہونے والے زلزلہ کا ذکر فرمایا، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ زلزال رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں کفّار اور اہلِ ایمان کے اُخروی انجام کو بیان کیا گیا تھا، اس سورت میں اس انجام کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع حساب وکتاب کی باریکی کو بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱-اس سورت میں قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکی کو بیان کیا گیا ہے۔

۲-سورت میں حساب وکتاب کی جامعیت اور کاملیت بھی بیان کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

قیامت کی ہولناکی

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزت نے قیامت کے چند احوال اور وقوعِ قیامت کے وقت کی ہولناکی کو بیان فرمایا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو زمین ہلا دی جائے گی، اور زمین اپنے اندر کے خزانے اور مردے نکال کر باہر پھینک دے گی، اس وقت وہ خزانے اس قدر بے وقعت ہو چکے ہوں گے کہ جس شخص نے مال کے لیے کسی کو قتل کیا ہوگا وہ ان خزانوں کو دیکھ کر افسوس کرے گا، اس دن زمین اپنے اوپر ہونے والے اعمال کی گواہی دے گی، یعنی اگر کسی نے اس کے اوپر کوئی نیکی کا کام کیا ہوگا تو اس کی بھی گواہی دے گی اور اگر کوئی گناہ کیا ہوگا تو اس کی بھی خبر دے گی، اس دن سب لوگ الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

حساب وکتاب کی باریکی

اس دن ہر کسی کو اس کے ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا، اگر کسی نے دنیا میں ایمان کی حالت میں رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی ہوگی تو وہ اسے وہاں پالے گا اور اسے اس کا اجر وثواب دیا جائے گا، اور اگر کسی نے دنیا میں رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ کیا ہوگا جس سے اس نے توبہ نہ کی ہو تو اسے اس کا وبال اٹھانا پڑے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں قیامت کی ہولناکی اور وقوعِ قیامت کے وقت کے چند احوال بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔سورت میں حساب وکتاب کے وقت کی باریکیوں اور ہر طرح کے عمل کی جزا وسزا ملنے کا بیان ہے۔

تمت سورۃ الزلزال بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰت

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو (۱۰۰) نمبر پر جبکہ نزول کے اعتبار سے چودہ (۱۴) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

عادیات سے مراد تیز دوڑنے والے گھوڑے ہیں، چونکہ سورت کی پہلی آیات میں ان گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ عادیات رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں قیامت کے احوال کا ذکر تھا، اس سورت میں قیامت کا اِجمالی تذکرہ ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''انسان کی ہلاکت کے اسباب'' کا بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱- سورت میں انسان کی چند بری عادات و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔
۲- سورت میں روحانی مرض اور اس کے علاج کا بیان ہے۔
۳- قیامت کا اِجمالی تذکرہ بھی اس سورت میں موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى
الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱

اِنسان اپنے رَبّ کا بڑا ناشکرا ہے!

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے جنگی گھوڑوں کی کچھ صفات بیان فرما کر ان کی قسم کھائی کہ مجھے ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے تیز دوڑتے ہیں، اور جو پتھروں پر ٹاپ مار کر آگ کی چنگاریاں بکھیرتے ہیں، جو صبح کے وقت لشکروں میں غارت گری مچاتے ہیں، اور غبار اڑاتے ہیں اور دشمن کے لشکر میں جا گھستے ہیں، ان سب قسموں کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے رَبّ کا بڑا ناشکرا ہے۔

گھوڑوں کی قسمیں کھانے کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے میدان جہاد میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر انسان کے اشارے پر سخت خدمات سرانجام دیتے ہیں، اور اپنے مالک کے بہت وفادار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک نے ان کو پیدا نہیں کیا، وہ صرف انہیں گھاس اور چارہ وغیرہ دیتا ہے، اور گھوڑا اپنے مالک کے اتنے سے احسان کو پہچان کر اس کی قدر کرتا ہے اور سخت سے سخت مشقت برداشت کرتا ہے، اس کے برخلاف انسان کو اللہ رَبّ العزّت نے پیدا فرمایا، اسے عقل وشعور عطا فرمایا، اس کے کھانے پینے کی ہر چیز پیدا فرمائی اور اس کی تمام ضروریات کو پورا فرمایا، مگر ان سب کے باوجود انسان اللہ رَبّ العزّت کا شکر گزار نہیں ہوتا۔

اور انسان کی دوسری بری خصلت یہ ہے کہ وہ مال کی شدید محبت میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور مال کی محبت میں اس قدر اندھا ہوجاتا ہے کہ احکام شریعت اور اللہ رَبّ العزّت کے اوامر ونواہی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا، حالانکہ مال اللہ رَبّ العزّت کا عطا کردہ ہے تاکہ انسان اس سے اپنی ضروریات پوری کرسکے، اس لیے اس کے ساتھ دل لگا لینا اور اس کی محبت میں خدا کے احکام کو پس پشت ڈال دینا ہرگز درست نہیں۔ مال کی محبت خطرناک روحانی مرض ہے۔

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے انسان کو موت کی یاد دلا کر اس مرض کے علاج کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کیا انسان یہ بھول گیا کہ اسے موت بھی آنی ہے، پھر قبر میں جانا ہے، اور اس کا سارا مال یہیں رہ جائے گا، اور جب قیامت کے دن قبریں پھٹیں گی اور سینوں کے راز ظاہر ہوجائیں گے، اس دن اللہ رَبّ العزّت ہر ایک کو ان کے اعمال کی خبر دے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے جنگی گھوڑوں کی قسمیں کھا کر انسان کی چند بری عادات وخصائل کو بیان فرمایا ہے۔

۲۔قیامت کا اِجمالی اور مختصر تذکرہ بھی انسان کے روحانی امراض کے علاج کے طور پر کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ العادیات بعون اللہ سبحانہ وتعالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ الْقَارِعَة

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو ایک (۱۰۱) جبکہ نزول کے اعتبار سے تیس (۳۰) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

''قارعہ'' کا معنی ہے کھڑکھڑانے والی، یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، چونکہ سورت کا آغاز اسی لفظ سے کیا گیا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ قارعہ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت کے آخر میں قیامت کا اجمالی ذکر کیا گیا تھا، اس سورت میں قیامت کے تفصیلی احوال بیان کیے گئے ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱-سورت میں قیامت کے مختلف احوال بیان کیے گئے ہیں۔
۲-نیک اور بُرے لوگوں کا اخروی انجام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ یَوۡمَ یَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوۡنُ
الۡجِبَالُ كَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۶﴾ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ
مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا ہِیَہۡ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَةٌ ﴿۱۱﴾

قیامت کی ہولنا کی

سورت کے آغاز میں اللہ ربّ العزّت نے قیامت کی ہولنا کیوں کو بیان فرمایا کہ قیامت دلوں اور کانوں کو کھڑ کھڑا دینے والی چیز ہے، جب قیامت آئے گی تو لوگ بکھرے ہوئے پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے، جس طرح کمزور ہوتے ہیں اسی طرح لوگ بھی کمزور اور عاجز ہوں گے، پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن اللہ ربّ العزّت میزان عدل قائم فرمائیں گے اور لوگوں کو ان کے ہر عمل کا بدلہ ملے گا، تو جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اس کے وارے نیارے ہو جائیں گے، وہ من چاہی زندگی اور عیش و آرام میں ہوگا، اور جس کا بدقسمتی سے نیکیوں والا پلڑا ہلکا اور گناہوں والا پلڑا بھاری ہو گیا وہ سخت خسارے اور نقصان میں ہوگا، اس کا ٹھکانا اس دن جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں قیامت کے احوال اور اس کی ہولنا کیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

۲- نیک اور بد لوگوں کے انجام اور ان کے اعمال کے بدلے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

تمت سورة القارعة بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ التَّكَاثُر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو دو (۱۰۲) جبکہ نزول کے اعتبار سے سولھویں نمبر پر ہے، ایک رکوع اور آٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

تکاثر کا معنی ہے مال وغیرہ کی کثرت پر فخر کرنا، چونکہ سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ تکاثر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں قیامت کی ہولناکی اور نیک وبد لوگوں کے انجام کو بیان کیا گیا تھا، جس میں برے لوگوں کے جہنم میں جانے کا ذکر تھا، اس سورت میں لوگوں کے جہنم میں جانے کی ایک وجہ بیان کی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع آخرت سے غفلت پر تنبیہ کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔زیادہ مال جمع کرنے کی حرص آخرت سے غفلت کا سبب بنتی ہے۔

۲۔آخرت سے غافل لوگوں کا اخروی انجام اس سورت میں ذکر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ
عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْــَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

مال جمع کرنے کی حرص غفلت کا سبب ہے!

اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے انسان کو اس کی غفلت پر متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو مال وجائیداد اور اولاد کی کثرت اللہ رَبّ العزّت کی یاد اور ان کے انجام سے غافل کر دیتی ہے، یہاں تک کہ انہیں موت آلیتی ہے اور وہ قبروں میں پہنچ جاتے ہیں، جہاں انہیں ان کی غفلت کا انجام معلوم ہوگا اور قیامت کے دِن وہ اپنی آنکھوں سے اس غفلت کے انجام یعنی جہنّم کو دیکھ لیں گے، اس دِن اللہ رَبّ العزّت ان سے اپنی ہر نعمت کا حساب لیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محشر میں کوئی آدمی اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکے گا جب تک کہ پانچ سوالوں کا جواب اس سے نہ لے لیا جائے:

ایک یہ کہ اس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا؟

دوسرے یہ کہ اس نے اپنی جوانی کو کن کاموں میں خرچ کیا؟

تیسرے یہ کہ جو مال اس نے حاصل کیا وہ کس طریقے سے حاصل کیا؟

چوتھے یہ کہ اس مال کو کہاں خرچ کیا؟

پانچویں یہ کہ جو علم اللہ رَبّ العزّت نے اسے دیا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟ (سنن ترمذی: ۲۴۱۶)

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں انسان کو غفلت اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔

۲۔ غفلت کے اسباب اور اس کا اُخروی انجام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ التکاثر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْعَصْر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو تین (۱۰۳) جبکہ نزول کے اعتبار سے تیرھویں نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت کا آغاز اسی لفظ سے کیا گیا ہے، اسی لیے اس سورت کا نام سورہ عصر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں مال واولاد میں حد سے زیادہ مشغولیت اور آخرت کی تیاری سے غفلت کی مذمت کی گئی تھی، اس سورت میں ان چیزوں کو بیان فرمایا جن میں انسان کو مشغول ہونا چاہیے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع حقیقی کامیابی اور حقیقی نقصان کو بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں انسانی زندگی کا دستور بیان کیا گیا ہے۔

۲- سورت میں انسان کو چار چیزوں کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

حقیقی کامیابی اور نقصان کا معیار

یہ سورت نہایت مختصر ہے، لیکن ایسی جامع ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اسی سورت کو غور وفکر کے ساتھ

پڑھ لیں تو دین و دنیا کی درستی کے لیے کافی ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کو یہ سورت سناتے تھے۔ (معارف القرآن)

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے زمانے کی یا عصر کے وقت کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ انسان خسارے میں ہے اور گھاٹے کا سوداگر ہے، اس خسارے سے وہ لوگ بچ جائیں گے جو چار باتوں کے پابند ہوں، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ان کا ایمان پختہ ہو۔

۲۔عمل نیک ہو۔

۳۔دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہوں۔

۴۔دوسروں کو صبر کی تلقین کرتے ہوں۔

جس شخص میں یہ چار صفات پیدا ہو جائیں وہ دین و دنیا کے خسارے سے محفوظ ہو کر عظیم نفع کا مستحق بن جائے گا۔

ان چار چیزوں میں سے پہلی دو چیزیں اپنی ذات کی اصلاح سے متعلق ہیں، جبکہ دوسری دو چیزیں دوسرے مسلمانوں کی اصلاح اور ہدایت کے بارے میں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی کامیابی حاصل کرنے اور حقیقی نقصان سے بچنے کے لیے صرف اپنی ذات کی اصلاح کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ دوسروں کی اصلاح کی فکر اور کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

اللہ ربّ العزّت ہمیں ان چاروں کاموں کا پابند بنا دے۔آمین یا ربّ العالمین!

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں اللہ ربّ العزّت نے حقیقی کامیابی اور نقصان کا معیار بیان فرمایا ہے۔

۲۔حقیقی نقصان سے بچنے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے چار اجزا پر مشتمل نسخہ بھی تجویز کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ العصر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْهُمَزَة

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو چار (١٠٤) جبکہ نزول کے اعتبار سے بتیس (٣٢) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور نو (٩) آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

''ہمزہ'' کا معنی ہے لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی غیبت کرنے والا یا طعنے دینے والا، سورت کی پہلی آیت میں اللہ ربّ العزّت نے ایسے لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ ہمزہ رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا تھا کہ نیک مسلمانوں کے علاوہ ہر انسان خسارے میں ہے، اس سورت میں ان خسارہ اٹھانے والے لوگوں میں سے چند کا تذکرہ فرمایا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع مال کے دھوکے اور فتنے کو بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

١- سورت میں غیبت کرنے والوں اور طعنے دینے والوں کو اُخروی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

٢- سورت میں ان لوگوں کی بھی مذمت کی گئی ہے جو مال جمع کرنے میں بہت حریص ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي
الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨
فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

غیبت، طعنہ زنی اور حرصِ مال کی مذمت

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے تین سخت گناہوں پر شدید عذاب کی وعید سنائی ہے اور اس عذاب کی شدت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ ان گناہوں میں لوگوں کی پیٹھ پیچھے ان کی غیبت کرنا، کسی کو طعنہ دینا، اور مال کی حرص اور مال کی محبت میں اندھا ہو جانا شامل ہیں۔

غیبت کبیرہ گناہ ہے، قرآن وحدیث میں غیبت پر کئی وعیدیں ذکر کی گئی ہیں۔ قرآن کریم میں غیبت کو اپنے مسلمان بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے، (سورۂ حجرات: ۱۲) احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو زنا سے بھی بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ (شعب الایمان بیہقی: ۶۷۴۱)

اسی طرح کسی کو اس کے کسی عیب یا گناہ کا طعنہ دینا اور عار دِلانا بھی سخت گناہ ہے، اور چونکہ کسی کو روبرو بُرا بھلا کہنا اس کی توہین اور تذلیل بھی ہے اور اس کے لیے باعثِ ایذاء بھی، اس لیے اس کی شناعت مزید بڑھ جاتی ہے۔

تیسرا گناہ جس کی اس سورت میں مذمت کی گئی ہے وہ مال کی حرص اور اس کی محبت میں اس قدر اندھا ہونا ہے کہ اس کی وجہ سے احکام شریعت کی بھی پروا نہ رہے اور مال کی حرص کی وجہ سے اسے بار بار گنتا رہے۔

تو جن لوگوں میں یہ برائیاں یا ان میں سے کوئی برائی ہو اور وہ اس سے توبہ نہ کرے تو ان کے لیے قیامت میں سخت عذاب ہوگا، جہنم کی آگ ان کا ٹھکانا ہوگی، اور وہ اتنی سخت اور شدید آگ ہے جو ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی اور انہیں جلا کر راکھ کر دے گی۔ اللہ ربّ العزّت ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین!

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں تین کبیرہ گناہوں کا تذکرہ فرما کر ان پر سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

۲۔ جہنم کی ہولناکی اور اس کی آگ کی شدت کا تذکرہ بھی اس سورت میں کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الھمزۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْفِيْل

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو پانچ (۱۰۵) جبکہ نزول کے اعتبار سے اُنیس (۱۹) نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور پانچ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

''فیل'' عربی میں ہاتھی کو کہتے ہیں، اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ہاتھی والوں کی ہلاکت کا قصہ بیان فرمایا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ فیل رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں چند برے اعمال اپنانے والوں کا اخروی انجام بیان کیا گیا تھا، اس سورت میں دنیوی سزا کا تذکرہ ہے کہ کبھی برے اعمال اور عقائد اپنانے والوں کو دنیا میں بھی سزا دے دی جاتی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''قریش پر اللہ ربّ العزّت کا فضل وانعام'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ اس سورت میں یمن کے بادشاہ ابرہہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ حق کا مقابلہ کرنے والوں کے انجام کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا

اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

شانِ نزول

یمن کا ایک عیسائی حکمران جس کا نام ابرہہ تھا، اس کو جب علم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اللہ ربّ العزت کا ایک گھر ہے جس کا حج کرنے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں، تو اسے خانہ کعبہ پر حسد ہو گیا، اس نے خانہ کعبہ کے مقابلے میں یمن میں ایک بہت بڑا کنیسہ بنوایا، اسے سونے اور چاندی سے مزین کروایا اور پوری مملکت کے لوگوں میں اعلان کروا دیا کہ آج کے بعد کوئی بھی مکہ والے کعبہ میں حج کے لیے نہ جائے، اس کنیسہ میں آ کر عبادت کرے۔

عرب کے لوگ کعبہ سے دلی محبت رکھتے تھے، اس لیے ان کے دلوں میں بے حد رنج اور غصہ پیدا ہوا۔ جس کے نتیجے میں عرب کا کوئی شخص اس کنیسہ میں گیا اور وہاں جا کر پاخانہ کر دیا، بعض روایت میں آتا ہے کہ اسے آگ لگا دی، جب ابرہہ کو علم ہوا تو وہ شدید غصہ ہوا اور اس نے اعلان کیا کہ چونکہ میرے کنیسہ کی توہین کی گئی ہے، اس لیے اب میں ان کے کعبہ کو گراؤں گا، چنانچہ وہ بہت بڑا لشکر لے کر جس میں ہاتھی بھی موجود تھے مکہ کی طرف چل پڑا، راستے میں چند عرب قبائل نے اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے بڑے لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکے، جب ابرہہ مکہ کے قریب پہنچا تو اس نے مکہ والوں کو پیغام بھجوایا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا، میرا مقصد کعبہ کو گرانا ہے، اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، اس دوران اس نے قریبی چراگاہ سے جناب عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی اپنے قبضہ میں لے لیے تھے، جب خواجہ عبدالمطلب کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اس کے پاس گئے اور اونٹوں کا مطالبہ کیا، اس نے کہا کہ اونٹ تو واپس کر دیتا ہوں، لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم مجھ سے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہو، اور یہ معلوم ہے کہ میں آپ کا کعبہ گرانے آیا ہوں، اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی، جناب عبدالمطلب نے کہا کہ اونٹوں کا مالک میں ہوں، میں ان کی بات کروں گا، بیت اللہ کا مالک ایک عظیم ہستی ہے، وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ اس نے جناب عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے، آپ وہ لے کر واپس آ گئے، اور کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر دعا فرمائی، اس کے بعد آپ مکہ کے لوگوں کو لے کر قریبی پہاڑیوں پر چلے گئے۔

اگلی صبح ابرہہ نے تیاری کی اور اپنے ہاتھی ”محمود“ کو چلنے کے لیے تیار کیا، اسی وقت ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے اس ہاتھی کے کان میں کہا کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں صحیح سالم لوٹ جا، کیونکہ تو اللہ کے محفوظ شہر میں ہے، ہاتھی یہ سنتے ہی وہیں بیٹھ گیا، ہاتھی بانوں نے اسے اٹھانا چاہا، اسے مار مار کے تھک گئے لیکن اس نے اٹھنے کا نام نہیں لیا، اتنے میں ساحل کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندے جو کبوتر سے چھوٹے تھے، ان کے غول کے غول آئے، ان کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں، انہوں نے آ کر وہ کنکریاں برسانا شروع کر دیں، ان کنکریوں نے وہ کام کیا جو گولی بھی نہیں کر سکتی، جس پر وہ کنکری برستی، اس کے بدن کو چیرتے ہوئے نکل جاتی، یہ عذاب دیکھ کر ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے، ایک ہاتھی وہیں رہا وہ اس کنکری

سے ہلاک ہو گیا، لوگ تتر بتر ہو گئے، ابرہہ بیمار ہو گیا، اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا تھا جس سے اس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا، اسے اسی حال میں یمن لایا گیا جہاں وہ مر گیا، دو آدمی جو محمود نامی ہاتھی کے ہاتھی بان تھے، وہ مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے، مگر ان کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو گئی اور وہ اپاہج ہو گئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تھا، وہ بھیک مانگا کرتے تھے۔ (معارف القرآن)

اللہ ربّ العزّت نے اس سورت میں اسی واقعہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا، اللہ ربّ العزّت نے ان کے پلان اور تدبیروں کو بے سود اور ناکارہ کر دیا، پرندوں کے ذریعہ ان پر کنکریاں برسائیں، جس کے نتیجے میں وہ ایسے ہلاک ہو گئے جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے۔ اس سے اشارہ فرمایا کہ حق کی مخالفت کرنے والوں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ابرہہ اور اس کے لشکر کا ہوا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ابرہہ کا واقعہ بیان فرمایا جو اپنے لشکر کے ساتھ کعبہ کو گرانے آیا تھا اور اللہ ربّ العزّت نے اسے اس کے لشکر سمیت ہلاک کر دیا۔

۲- سورت میں حق کی مخالفت پر کمر بستہ رہنے والوں کو بھی تنبیہ ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق سے ٹکرانے والوں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔

تمت سورۃ الفیل بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوْرَةُ قُرَيْش

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو چھ (۱۰۶) جبکہ نزول کے اعتبار سے اُنتیس (۲۹) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور چار آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت میں قریش پر اللہ ربّ العزّت کے انعامات کا تذکرہ ہے اس لیے اس سورت کا نام سورۂ قریش رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اہلِ مکہ کو اپنے انعامات یاد دلائے تھے، اس سورت میں بھی اہلِ مکہ پر اللہ ربّ العزّت کے انعامات کا تذکرہ ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع "قریش پر اللہ ربّ العزّت کے انعامات" کا تذکرہ ہے۔

عمومی مضامین

۱- سورت میں قریش کے لیے تجارتی اسفار کی آسانی کو بیان کیا گیا ہے، یعنی مشائخ قریش پر اللہ کی نعمتوں کا بیان ہے۔

۲- اللہ ربّ العزّت نے قریش پر اپنے انعامات کا تذکرہ فرما کر انہیں شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

قریش پر اللہ رَبّ العزّت کے اِنعامات

اس سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے قریش پر اپنے چند انعامات کا تذکرہ فرما کر انہیں شکر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ قریش عرب کا ایک معروف قبیلہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنو ہاشم سے تھا، عرب کے دیگر تمام قبائل اس قبیلہ کا بہت احترام کرتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو اللہ رَبّ العزّت نے خانہ کعبہ کی تولیت سپرد فرمائی تھی، یہ بیت اللہ کے خادم تھے، یہ لوگ سال میں دو مرتبہ تجارتی سفر کیا کرتے تھے، سردیوں میں یمن کی جانب اور گرمیوں میں شام کی جانب سفر کیا کرتے تھے، تو چونکہ اس قبیلہ کا دیگر قبائل عرب کے دلوں میں احترام تھا، اس وجہ سے یہ راستے کے خطرات سے محفوظ رہتے تھے، تو اللہ رَبّ العزّت نے انہیں اپنا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہارے لیے یہ سفر آسان کر دیے ہیں، جس سے تم بہت منافع کماتے ہو، اس لیے اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے محسن کو پہچانو اور اس کی اطاعت کرو، اور جس بیت اللہ کی وجہ سے تمہاری پورے عرب میں عزت ہے، اس کعبہ کے رب کی عبادت کرو، کیونکہ وہی تمہیں کھلانے والا ہے اور اسی نے تمہارے لیے امن کے ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں قریش پر باری تعالیٰ کے چند احسانات بیان فرمائے گئے ہیں۔
۲۔ قریش کو ان احسانات کے شکر کے طور پر اللہ رَبّ العزّت کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

تمت سورۃ القریش بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمَاعُوْن

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو سات (۱۰۷) اور نزول کے اعتبار سے سترہ (۱۷) نمبر پر ہے۔ ایک رکوع اور سات آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

"ماعون" استعمال کی معمولی چیزوں کو کہا جاتا ہے، اس سورت کی آخری آیت میں یہ لفظ ذکر کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ ماعون رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزت نے قریش پر اپنے انعامات گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسی نے تمہیں بھوک کی حالت میں رزق دیا اور کھانا کھلایا، اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع حقوق اللہ میں سے نماز اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ کی ترغیب وتلقین کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔سورت میں ان کافروں کی مذمت کی گئی جو قیامت کا انکار کرتے ہیں، یتیموں کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

۲۔سورت میں ان لوگوں کی بھی مذمت کی گئی ہے جو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور بخل کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ

لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

کُفّار اور منافقین کے بعض افعال اور ان پر وعید

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے کُفّار اور منافقین کے بعض برے افعال کا ذکر فرما کر ان پر جہنّم کی وعید سنائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے نبی! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو بدلے اور حساب و کتاب کا انکار کرتا ہے، یعنی اس کا عقیدہ غلط ہے، اور وہ یتیموں کو دھکے دیتا ہے، ان کے ساتھ شفقت اور پیار کا معاملہ نہیں کرتا، اور مساکین کے کھانے کا خیال نہیں رکھتا، نہ خود انہیں کھلاتا ہے نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ سب افعال نہایت مذموم اور سخت گناہ ہیں اور کُفر کے ساتھ تو ان گناہوں کا انجام اور وبال مزید سخت ہو جاتا ہے۔

اور بعض منافقین بھی ایسے ہیں جو نمازوں میں غفلت کرتے ہیں، یعنی نہ نمازوں کے اوقات کا خیال رکھتے ہیں اور نہ نماز کے آداب کی پروا کرتے ہیں، اور جب پڑھتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لیے پڑھتے ہیں، اور بخیل اتنے ہیں کہ اگر کوئی ان سے استعمال کی معمولی چیز بھی مانگ لے مثلاً نمک، ماچس، کھانے پینے کے برتن وغیرہ، جن کے مانگنے کو عام طور پر عیب نہیں سمجھا جاتا اور جو ان میں بخل کرے اسے بہت کنجوس سمجھا جاتا ہے، یہ منافق ایسی چیزیں دینے میں بھی بخل کرتے ہیں۔ ان سب کے لیے ہلاکت اور تباہی ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں کُفّار اور منافقین کے بعض افعال بیان کر کے ان کی مذمت کی گئی ہے۔

۲۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والوں کے لیے وعید ذکر کی گئی ہے۔

تمت سورۃ الماعون بعون اللہ سبحانہ وتعالٰی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْكَوْثَر

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو آٹھ (۱۰۸) جبکہ نزول کے اعتبار سے پندرہ نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کیے جانے کا ذکر فرمایا ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ کوثر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں کفار اور منافقین کے افعال بیان فرما کر ان کے لیے وعید بیان کی گئی تھی، اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرما کر آپ کو خیر کثیر کی بشارت سنائی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ ربّ العزّت کے احسانات وانعامات'' کا بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱- اس سورت میں حضور پر اللہ ربّ العزّت کے احسانات بیان فرما کر ان پر شکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔
۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو تنبیہ اور وعید سنائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾

شانِ نزول

ایک کافر جس کا نام عاص بن وائل تھا، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

یا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل ختم ہوگئی، آپ کے بعد آپ کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

فائدہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے، قاسم، ابراہیم اور عبداللہ جنہیں طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے، ان تینوں کا کم سنی (چھوٹی عمر) میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔

''کوثر'' کیا ہے؟

سورت کے آغاز میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کردی، اس کوثر سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں ہیں، بعض حضرات کے نزدیک کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، نیز کوثر ایک حوض کا نام بھی ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت قیامت کے دن پانی پینے آئے گی، اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور اس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ اللہ رَبّ العزّت ہم سب کو حوضِ کوثر سے جام نصیب فرمائے۔ آمین یا رَبّ!

اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس احسان اور انعام پر شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور شکر ادا کرنے کا طریقہ بیان فرمایا کہ آپ اپنے رب کی خاطر نماز پڑھتے رہیں اور اسی کی خاطر قربانی کریں، یعنی بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کے ذریعہ اللہ رَبّ العزّت کا شکر ادا کرتے رہیں۔

مزید فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دشمنوں کے طعنوں کی پرواہ نہ کریں، آپ کی نسل کبھی ختم نہیں ہوگی، بلکہ آپ کی نسبی اولاد بھی باقی رہے گی اور آپ کی روحانی اولاد بھی تمام انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی، جبکہ آپ کے دشمنوں کا کوئی نام لینے والا نہیں رہے گا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ رَبّ العزّت کے احسانات گنوا کر شکر کی تلقین کی گئی ہے، اور شکر کا طریقہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ دشمن کے طعنوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

تمت سورۃ الکوثر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْن

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سونو (۱۰۹) جبکہ نزول کے اعتبار سے اٹھارویں نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور چھ آیات پر مشتمل ہے۔

لطیفہ:- عقائد کے اعتبار سے انسانوں کی تین اقسام ہیں: ۱- مومن، ۲- کافر، ۳- منافق۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآن میں ان تینوں کے نام پر سورتیں نازل فرمائیں، ایک سورۂ مومنون ہے، ایک سورۂ منافقون ہے، اور یہ سورۂ کافرون ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفّار سے دوٹوک انداز میں بات کرنے کا حکم فرمایا ہے، اورسورت کی پہلی آیت میں ''کافرون'' کا لفظ موجود ہے، اسی وجہ سے سورت کا نام سورۂ کافرون رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس سورت میں آپ کو غیر اللہ کی عبادت سے برات کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورت کے فضائل

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (مسند داری: ۴۳۶۵)

۲- ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی دُعا بتا دیجیے جو ہم سونے سے پہلے پڑھا کریں، آپ نے یہی سورت پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ شرک سے براءت ہے۔ (مسند داری: ۳۴۳۰)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع شرک سے براءت ہے۔

عمومی مضامین

۱-سورت میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اظہار اور اعلان کیا گیا ہے۔

۲-کفار سے کوئی بھی ایسا سمجھوتہ کرنے کی ممانعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں دین اسلام کے کسی حکم پر زد پڑے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥

شانِ نزول

ایک مرتبہ کفار کے چند سردار ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور امیہ بن خلف وغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپس میں اس بات پر صلح کر لیتے ہیں کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

اس سورت میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی اس پیشکش کو سختی سے رد کرنے اور اسے ٹھکرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آپ انہیں دو ٹوک لفظوں میں کہہ دیں کہ میں کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا، نہ فی الحال مجھ سے اس کی امید رکھو اور نہ آئندہ کبھی میں اس پر آمادہ ہوں گا، میں اپنے دین پر قائم ہوں تم بھی اپنے دین پر مصر ہو جس کا انجام بھی تمہیں بھگتنا پڑے گا۔

فائدہ:- واضح رہے کہ کفار کے ساتھ ایسی مصالحت اور صلح کا معاہدہ کرنا جس میں دین اسلام کے کسی حکم پر زد آئے یا شعائر اسلام مجروح ہوتے ہوں تو ایسا معاہدہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے سختی سے منع فرما دیا، البتہ اگر کفار سے معاہدہ میں اسلام کے کسی حکم یا شعار پر کوئی زد نہ پڑے اور اس میں مسلمانوں کا مفاد بھی ہو اور مصلحت بھی اسی میں ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ اور دیگر کئی مواقع پر کفار اور اہل کتاب سے صلح فرمائی ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱-سورت میں کفار کے دین سے اظہار براءت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۲-دین اسلام کے کسی حکم پر زد آنے کی صورت میں کفار سے مصالحت درست نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الکافرون بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ النَّصْر

سورت کا تعارف

یہ مدنی سورت ہے، قرآنی ترتیب میں ایک سو دس (۱۱۰) جبکہ نزول کے اعتبار سے ایک سو چودہ (۱۱۴) نمبر پر ہے۔ ایک رُکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے اپنے دین کی نصرت اور مدد اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ نصر رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سے اظہار براءت اور اسلام پر جمے رہنے کی تلقین کی گئی تھی، اس سورت میں اسلام کے غلبے اور کُفر کے مٹ جانے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کے قریب آجانے کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ سورت میں فتح مکہ اور اسلام کے پھیل جانے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح و استغفار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

''فتحِ مکہ'' کی بشارت

سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کی خوشخبری سنائی ہے کہ عنقریب اللہ ربّ العزّت کی مدد آجائے گی اور وہ تمہیں فتح نصیب فرمائیں گے، جس کے بعد اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہورہے ہوں گے، چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق کچھ عرصہ بعد مکہ فتح ہوگیا اور اسلام عرب سے نکل کر عجم میں پھیل گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات

اس سورت میں دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ جب مکہ فتح ہوجائے اور لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگیں تو آپ تسبیح واستغفار میں لگ جائیں، گویا آپ کی بعثت اور دنیا میں قیام کا کام پورا ہوچکا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کے سامنے یہ سورت تلاوت فرمائی، سب اس کو سن کر خوش ہوگئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے، مگر (حضرت ابوبکر) یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے، جب پوچھا گیا کہ رونے کا سبب کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی طرف اشارہ ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تصدیق فرمائی۔ (معارف القرآن)

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے ہر وقت میں یہ دُعا پڑھتے تھے: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔''

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں فتح مکہ اور غلبہ اسلام کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔
۲۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آنے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔
۳۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسبیح واستغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

تمت سورۃ النصر بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةُ اللَّهَب

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو گیارہ (۱۱۱) جبکہ نزول کے اعتبار سے چھٹے نمبر پر ہے، ایک رکوع اور پانچ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

سورت ابولہب کی مذمت میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس کا نام سورۂ لہب رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اہلِ ایمان کے ساتھ مدد اور فتح کا وعدہ کیا گیا تھا، اس سورت میں ایک کافر کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع اللہ ربّ العزّت کی راہ سے روکنے والے کافر کا اخروی انجام بیان کرنا ہے۔

عمومی مضامین

۱-سورت میں مشہور کافر ابولہب کی مذمت اور اس کے اخروی انجام کو بیان کیا گیا ہے۔
۲-ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل کی بھی مذمت کی گئی ہے۔
۳-مال اور اولاد عذابِ خداوندی سے نہیں بچا سکتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

شانِ نزول

جب قرآن پاک کی آیت ''وانذر عشیرتك الاقربین'' نازل ہوئی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفا پہاڑی پر

چڑھ کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا، جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ دشمن صبح یا شام میں تم پر ٹوٹ پڑنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے، سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ضرور تصدیق کریں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، یہ سن کر آپ کے چچا ابولہب جس کا نام عبد العزیٰ اور کنیت ابولہب تھی، نے کہا کہ "تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا!" یعنی ہلاکت ہو تیرے لیے، کیا تُو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا، اور آپ کو مارنے کے لیے ایک پتھر اُٹھا لیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

"ابولہب" کا انجام

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے ابولہب کی گستاخی اور اس کی دین دشمنی کی وجہ سے اس کی ہلاکت کی وعید سنائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے اور وہ ہلاک ہوا، نہ اس کی دولت اس کے کام آئی اور نہ اولاد اس کو بچا سکی۔ ہوا یوں کہ غزوۂ بدر کے سات دن بعد اس کے گلے میں طاعون کی گلٹی نکلی، جو ایک متعدی مرض تھا، اس لیے گھر والوں نے اسے الگ ڈال دیا، یہاں تک کہ اسی بے بسی کی حالت میں مر گیا، اور تین روز تک اس کی لاش یونہی پڑی رہی، جب سڑنے لگا تو گھر والوں نے عار کے ڈر سے مزدور بلوا کر اسے اٹھوایا، انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور ایک لکڑی سے اس کی لاش کو گڑھے میں پھینک دیا، اور اوپر سے پتھر بھر دیے۔ (معارف القرآن) یہ تو اس کا دنیوی انجام تھا، آخرت میں بھی وہ بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا اور ہمیشہ اسی میں جلے گا۔

"ابولہب" کی بیوی کا انجام

ابولہب کی بیوی جس کا نام اُمِّ جمیل تھا، وہ بھی اس کی طرح گستاخ تھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں پیش پیش رہتی تھی، اللہ ربّ العزّت نے اس کے انجام کو بھی بیان فرمایا کہ یہ بھی جہنم میں جائے گی، اور اس کا دُنیوی انجام یہ ہوا کہ یہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتی تھی، اور انہیں رسی سے باندھ کر رسی اپنے گلے میں ڈال لیتی تھی، ایک دِن لکڑیاں کاٹ کر لا رہی تھی کہ وہی رسی اس کی گردن میں پھنس گئی اور گلا گھٹنے کی وجہ سے دَم توڑ گئی اور یوں ہلاک ہوئی۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔ سورت میں ابولہب اور اس کی بیوی کا دُنیوی اور اُخروی انجام بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ ربّ العزّت کا عذاب آتا ہے تو نہ اولاد کام آتی ہے اور نہ مال فائدہ دیتا ہے۔

۳۔ اللہ ربّ العزّت اور دین کا دشمن دنیا اور آخرت میں ناکام اور نامراد رہے گا۔

تمت سورۃ اللھب بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْاِخْلَاص

سورت کا تعارف

یہ مکی سورت ہے، قرآنی ترتیب کے لحاظ سے ایک سو بارہ (۱۱۲) جبکہ نزول کے اعتبار سے بائیس (۲۲) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور چار آیات پر مشتمل ہے۔

وجہِ تسمیہ

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت کی خالص توحید کا بیان ہے، اس لیے اس سورت کو سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں توحید کے ایک دشمن کا اُخروی انجام ذکر کیا گیا تھا، اس سورت میں خالص توحید کو بیان کیا گیا ہے۔

سورت کے فضائل

۱۔ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اس سورت (سورۂ اخلاص) سے بڑی محبت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی محبت نے تمہیں جنّت میں داخل کر دیا۔ (صحیح بخاری: ۷۷۴)

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۱۳)

۳۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت آخری تینوں سورتیں پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے جسم پر پھیرا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۱۷)

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ''توحید'' ہے۔

عمومی مضامین

۱۔سورت میں اللہ ربّ العزّت کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ اللہ ربّ العزّت کی چند صفات بیان کی گئی ہیں اور کفّار و اہل کتاب کا رد کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠

شانِ نزول

ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا نسب پوچھا، ان کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔(معارف القرآن)

ذاتِ باری تعالیٰ کا تعارف

اس سورت میں اللہ ربّ العزّت نے نے اپنا تعارف خود اپنی زبانی بیان فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے اور یکتا ہے، یعنی وہ اپنی ذات میں بھی یکتا ہے، اپنی صفات میں بھی یکتا ہے اور اپنے افعال و اعمال میں بھی یکتا ہے، وہ بے نیاز ہے، ساری دنیا اس کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کے ماں باپ ہیں، یہ ان لوگوں کا جواب ہے جنہوں نے اللہ ربّ العزّت کا نسب پوچھا تھا، کیونکہ نسب ان کا ہوتا ہے جو توالد و تناسل کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں، جبکہ اللہ ربّ العزّت نہ کسی کی اولاد ہیں اور نہ اس کی کوئی اولاد، اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱۔سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنا تعارف پیش فرمایا ہے۔
۲۔کفّار اور اہلِ کتاب کے باطل نظریات کی تردید فرمائی ہے۔
۳۔منکرینِ توحید اور ہر طرح کے شرک کی نفی کی گئی ہے۔

تمت سورۃ الاخلاص بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

معوّذتین

معوّذتین کا اِجمالی تعارف

قرآن پاک کی آخری دو سورتوں سورۂ فلق اور سورۂ ناس کو ''معوذتین'' کہا جاتا ہے، یہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، ان دونوں سورتوں کے منافع اور برکات ایسی ہیں کہ کوئی انسان ان سے مستغنی نہیں ہوسکتا، جادو، نظرِ بد اور تمام جسمانی اور روحانی اثرات کے دور کرنے کے لیے یہ سورتیں بہت تاثیر رکھتی ہیں۔

سورۂ فلق جان کی حفاظت کے لیے اور سورۂ ناس ایمان کی حفاظت کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، یہ دونوں سورتیں مکی بھی ہیں اور مدنی بھی، کیونکہ ان کا نزول دو بار ہوا ہے۔

معوّذتین کا شانِ نزول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں ایک یہودی لبید بن اعصم (جو ایک مشہور اور ماہر جادوگر تھا اور بہت سخت قسم کے جادو کیا کرتا تھا) نے جادو کر دیا تھا، جس کے لیے اس نے نر کھجور کے خوشے لیے، ایک کنگھا لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لیے، اور ان بالوں میں گانٹھیں دیں، اس کے ساتھ حضور کا مجسمہ بنایا جس میں سوئیاں چبھوئیں، اس کے بعد ان سب کو لے کر ایک کنویں میں جس کا نام بئر ذروان تھا، ایک چٹان کے نیچے دبا دیا، اس جادو کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا اثر ہوا کہ دنیاوی معاملات میں آپ کو بھولنے کی شکایت ہوئی، بسا اوقات آپ محسوس کرتے تھے کہ فلاں کام کیا ہے مگر وہ نہیں کیا ہوتا، آپ بہت پریشان تھے، ایک رات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سوئے ہوئے تھے، خواب میں دو فرشتے آئے، ایک نے دوسرے سے پوچھا: اس شخص کو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے، پہلے نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے، پہلے نے پوچھا کہ کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ نر کھجور کے خوشے اور کنگھے اور بالوں میں، پہلے نے پوچھا کہ یہ سب چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے بتایا کہ بئر ذروان میں چٹان کے نیچے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو آپ صحابہ کرام کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے، کنواں خالی کیا، چٹان ہٹائی تو یہ سب چیزیں سامنے آگئیں، اس وقت اللہ ربّ العزّت نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں، ان دونوں سورتوں کی مجموعی طور پر گیارہ آیات ہیں اور وہاں گیارہ گانٹھیں تھی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور ایک ایک گانٹھ کھولتے جاتے تھے، جب ساری گانٹھیں کھل گئیں تو اچانک آپ سے ایک بوجھ سا اتر گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو حق ہے۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن اور اللہ ربّ العزّت کا کلام جادو کا علاج ہے، جادوگر کی طاقت اللہ سے زیادہ نہیں اور جادوگر کے کلام کی طاقت اللہ ربّ العزّت کے کلام کی طاقت سے زیادہ نہیں۔ اس لیے کسی بھی پریشانی کی حالت میں اللہ ربّ العزّت کے کلام کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْفَلَق

سورت کا تعارف

اس سورت کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، اس لیے یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی، قرآنی ترتیب میں ایک سو تیرہ (۱۱۳) جبکہ نزول کے اعتبار سے بیس (۲۰) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور پانچ آیات پر مشتمل ہے۔ سورۂ

وجہِ تسمیہ

فلق کا معنی ہے "صبح"، اس سورت کی پہلی آیت میں فلق کا تذکرہ موجود ہے، اس لیے اس سورت کا نام سورۂ فلق رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں اللہ ربّ العزّت کی توحید کا بیان ہوا تھا اور یہ بیان کیا گیا تھا کہ دنیا کی ہر مخلوق اللہ ربّ العزّت کی محتاج ہے، اس سورت میں ان چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو توحید میں خلل انداز ہوتی ہیں۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع دنیوی شرور سے اللہ کی پناہ مانگنے کا بیان ہے۔

عمومی مضامین

۱۔ سورت میں مختلف چیزوں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

۲۔ حسد کی مذمت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝۴
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

مختلف دُنیوی آفات سے حفاظت کا نسخہ

سورت میں اللہ رَبّ العزّت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ میں ہر مخلوق کے شر سے صبح کے رَبّ کی پناہ میں آتا ہوں، اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے اور حاسدین کے شر سے، ان سب چیزوں سے اللہ رَبّ العزّت کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھونک مارنے والی عورتوں کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ جس یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا تھا، اس نے کچھ لڑکیاں رکھی ہوئی تھیں، جو گرہوں میں پھونک مار کر جادو کیا کرتی تھیں، ان کے شر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ اور حاسد کے حسد سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔

حسد کہتے ہیں کسی کی نعمت اور راحت کو دیکھ کر جلنا اور یہ خواہش کرنا کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے، یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اور یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان پر کیا گیا، اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو زمین پر کیا گیا۔ آسمان پر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اور زمین پر قابیل نے ہابیل سے حسد کیا تھا۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں دُنیوی شرور و آفات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲- حسد اور جادو کا کام کرنے والوں کی مذمت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

تمت سورۃ الفلق بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ النَّاس

سورت کا تعارف

اس سورت کا نزول بھی دو مرتبہ ہوا تھا، اس لیے یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی، قرآنی ترتیب میں یہ سورت ایک سو چودہ (۱۱۴) جبکہ نزول کے اعتبار سے اکیس (۲۱) نمبر پر ہے، ایک رُکوع اور چھ آیات پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ

سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ ناس رکھا گیا ہے۔

ماقبل سے ربط

گزشتہ سورت میں جان کی حفاظت کا نسخہ بیان کیا گیا تھا، اس سورت میں ایمان کی حفاظت کا نسخہ بیان کیا گیا ہے۔

مرکزی موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ان چیزوں سے پناہ مانگنا ہے جو دین میں خرابی پیدا کرتی ہیں۔

عمومی مضامین

۱۔سورت میں ان وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔سورت میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ وسوسہ ڈالنے والے صرف شیاطین ہی نہیں ہوتے بلکہ کچھ انسان بھی وسوسہ ڈالنے کا کام کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ

فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ

ایمان اور دین کی حفاظت کا نسخہ

سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی مختلف صفات بیان فرما کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے واسطے سے

پوری اُمّت کو وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ فرما دیجیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ بھی ہے اور ان کا معبود بھی، ان لوگوں کے شر سے جو چھپ چھپ کر غیر محسوس طریقے سے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، خواہ وہ وسوسے ڈالنے والے انسان ہوں یا جن۔ اس سے معلوم ہوا کہ کچھ انسان بھی ایسے ہوتے ہیں جو وسوسے ڈالتے ہیں اور لوگوں کا ایمان خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انسان کا اپنا نفس بھی ایسے وسوسے پال لیتا ہے۔ ان سب سے اللہ ربّ العزّت کی پناہ مانگنی چاہیے۔

سورت کا اِجمالی درس

۱- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے اپنی مختلف صفات بیان فرمائی ہیں۔

۲- سورت میں اللہ ربّ العزّت نے وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے۔

تمت سورۃ الناس بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝



مکتبہ رشیدیہ

جامعہ فاروقیہ شجاع آباد